روانگی و سیاحت برطانیہ کلان (صفحہ ۲۰۴)

تاجپوشی شہنشاہِ معظم (صفحہ ۳۵۳)

دربارِ دہلی (۴۴۸)

قطعات تاریخ دربارۂ تصنیف و طبع کتاب ہذا

صفحہ ۵۱۹

بعون یزدانی

یعنے

صاحب الریاستین علی رضا آباد ضلع لاہور و تعلقدار نواب گنج علی آباد ملک اودھ دام اقبالہ

کا نے نظیر

جس کو

جناب ممدوح الشان نے بذات خاص

کی رسم تاج پوشی کی تقریب دعوت میں سفر انگلستان کے وقت تصنیف و تحریر فرمایا ہے

اور

ملک یورپ کے تفصیلی حالات بڑے بڑے شہروں کے تاریخی واقعات کے علاوہ ذاتی تجربات
اور مشاہدات کا بیان صنعت و حرفت کا ذکر ابنائے جنس کی طرز معاشرت و اخلاق و عادات قوم
کی ترقی و تنزل کے اسباب پر مدققانہ پبلک کی جملہ مفید باتوں پر محققانہ اصول سے بحث کی گئی ہے

حسب الارشاد فیض بنیاد

آنریری مجسٹریٹ علاقہ علی رضا آباد و وائس پریذیڈنٹ میونسپل کمیٹی لاہور دام اجلالہ

۱۹۰[illegible]ء

لالہ صاحب منشی گلاب سنگھ اینڈ سنز کے مطبع مفید عام لاہور میں چھپا

اللہ کی ذات حمد و ثنا کے لائق ہے۔ جس نے اپنی مشیت کے نئے جلوؤں سے دُنیا کو ایسا عجائب خانۂ قدرت بنایا جس کی سیر چشم بصیرت کی شوخ نگاہ کے لئے ایک دلکش نظارہ ہے۔ انسان کی مختلف آرزؤں اور خواہشوں کے موافق اُن کے جی بہلانے کے واسطے عمدہ عمدہ سیر گاہیں قرار دیں۔ کہیں گلشن کی جنوں زا بہار۔ کہیں صحرا کی دل خوش کن فضا۔ کہیں دریا کی پاکیزہ لہریں کہیں غذائے روح نسیم کے خُنک جھونکے۔ الغرض انواع واقسام کے سامانِ راحت مہیّا فرمائے۔ اور اپنے حبیب خاتم الانبیا محمد مصطفےٰ صلّے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔ اور اُن کے وصی وجانشین علی مرتضےٰ علیہ السّلام کو ہم لوگوں کی ہدایت کے لئے مخصوص کیا۔ تاکہ شرع کے نازک معاملات کی پیچیدگیاں اور اُس کی دُشوار گذار

گھاٹیاں ہم کو منزلِ مقصود تک پہنچنے کی مانع نہ ہوسکیں +

امابعد سب سے پہلے اس بات کا بیان کر دینا یہاں مجھے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب جو اس وقت ایک سفرنامہ کی حیثیت سے شائق احباب اور معزز ناظرین کی دلچسپی اور تفریح طبع کا باعث ہو رہی ہے۔اس کی تالیف کا سبب کیا ہے۔اکثر مجھے دلی خواہش کے ساتھ سیاحت کا اتفاق رہا۔اور شاید میری عمر کا ایک بڑا حصّہ دُنیوی عجائب و غرائب ہی کے دیکھنے کے لئے مخصوص کیا گیا ہو۔اوّل سفر میں جو مجھے مارچ ۱۸۸۶ء میں درپیش ہوا۔جس میں نوادر عالم کے مشاہدہ اور عجائب اشیا کے جدید نظارہ کے علاوہ مجھے اپنے مذہبی ارکان ادا کرنے اور مقدس مقامات کی زیارت کا بھی پورا موقع مل سکا ایشیا کے مشہور مقامات عربستان۔حجاز۔شام۔بیت المقدس۔مصر وغیرہ کی خاطر خواہ سیر کی +

دوبارہ ماہ جون ۱۸۸۹ء میں سیاحت یورپ کی غرض سے جو اس وقت نامور سلاطین کا دارالقرار اور کُل صناعوں۔جدید ترقیوں۔ضربُ المثل ایجادوں کا مبدا ہے۔اپنے عمِ بزرگ وار آنریبل سر نواب نوازش علی خاں صاحب بہادر مرحوم کے۔سی۔آئی۔ای کے ہمراہ سفر کیا۔اور اُس کے بڑے بڑے مشہور ملکوں اور شہروں۔مثلاً فرانس۔انگلستان۔اسٹریا۔پرشیا۔اٹلی۔سسلی۔بلگیریا۔یُونان۔قسطنطنیہ وغیرہ کی سیر اور وہاں کی قدیم یادگار عمارتوں

اور مخصوص صنعتوں کے دیکھنے سے ذاتی تجربے حاصل کئے۔ قیام انگلستان کے زمانے میں گورنمنٹ عالیہ انگلستان کی طرف سے سر جیرالڈ فٹس جیرالڈ صاحب بہادر گورنر بمبئی کے صاحبزادہ ہم لوگوں کے مہمان دار مقرر ہوئے۔ من بعد بھی کئی بار اُس جائداد کے انتظام کے لئے جو عراق عرب کے شہروں بغداد۔ کاظمین۔ کربلائے معلےٰ۔ سُرّ من رائے اور دیگر جگہوں میں میرے بزرگوں نے خرید کر کے غُربا و مساکین کی پرورش تعلیم۔ شادی لاوارثوں کی تجہیز و تکفین میں صرف ہونے کی غرض سے وقف کی ہے جانے کا اتفاق ہُوا ؛

اِس مقام پر اُس قطعۂ تاریخ کا ذکر غالباً بے محل نہ ہوگا۔ جو میرے عِمّ بزرگوار نواب ناصر علی خاں صاحب بہادر مرحوم نے زمین کربلا کے خریدنے کے متعلق تصنیف فرمایا ہے ؛

قطعۂ تاریخ

نواب نامدار نوازش علی کزو	مقبول گشت حج و زیارات بے ریا
زارضِ حسین خوب زمینِ حسن خرید	کاں قطعہ نام داشت دراں بُقعہ کربلا
ناصر علیؑ ز ملہمِ غیبی شنید و گفت	شد وقف کربلا بہ نوازش علی عطا

۱۳۰۴ ہجری

ہمیشہ ایسے دور و دراز سفر کے وقت معزز اہل وطن اور میرے خاص احباب غیر ممالک کے لوگوں کی طرز معاشرت۔ آب و ہوا و دیگر قابل الذکر امور پر مطلع ہونے کی غرض سے حالات سفر لکھنے کے لئے غیر معمولی اصرار کرتے تھے جس کی

بابت کافی وقت اور پورا موقع ہاتھ نہ آنے سے ہر بار بعد واپسی مجھے عدیم الفرصتی
یا خیال نہ رہنے کا سچا عذر کرنا پڑتا تھا۔ سنہ ۱۹۰۱ء کے شروع میں پھر مجھے
ضروری انتظام و نیز زیارات سے مشرف ہونے کے لئے کربلائے معلّے
جانا پڑا۔ جہاں سے قریب قریب ایک سال کے بعد سنہ ۱۹۰۲ء کے اوائل
میں لاہور واپس آنے کی فرصت ملی ابھی مجھے وطن میں آئے ہوئے چند ہی
ہفتے گذرے تھے کہ دوسرے عظیم سفر کی تحریک کرنے والی مندرجہ ذیل
انگریزی چٹھی جس کا ترجمہ ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے۔ گورنمنٹ پنجاب سے
وصول ہوئی +

ترجمہ چٹھی۔ جے۔ ایم ڈوئی صاحب چیف سکرٹری گورنمنٹ پنجاب لاہور
مورخہ ۱۲۔ مارچ سنہ ۱۹۰۲ء

میرے شفیق نوّاب صاحب

حضور نوّاب لفٹنٹ گورنر صاحب بہادر آپ کو اس بات کی اطلاع دینے
سے نہایت خوش ہیں کہ حضور نوّاب گورنر جنرل ہند نے اُن سے اس بات
کی خواہش ظاہر کی ہے کہ آپ حضور ملک معظّم شہنشاہ ہند کی تاج پوشی کے
موقع پر جو ۲۶۔ جون سنہ ۱۹۰۲ء کو ہوگی بطور شاہی مہمان کے مدعو کئے جائیں۔
اور اہل پنجاب کی طرف سے رپریزنٹیٹو یعنی ایک نائب کی حیثیت سے بھیجے جائیں۔
مجھے یقین ہے کہ آپ اس بڑے اعزاز کو جو اس دعوت سے آپ کو دیا گیا ہے

منظور فرمائینگے۔آپ کا سچا دوست جے ایم ڈوئی +

اگرچہ مجھے سفر کی ماندگی اور راہ کی تھکن سے پورے طور پر ابھی نجات نہیں ملی تھی اور جہاز کی متّصل تکانوں اور ریل کے پے در پے صدمات سے خستگی کا اثر اعضا پر باقی تھا۔ اور اس کی بھی سخت ضرورت تھی کہ میں اپنی ریاست آبائی **علی رضا آباد** واقع ضلع لاہور اور ریاست **نوّاب گنج علی آباد** متعلقہ بھرائچ ملک اودھ وغیرہ کی انتظامی حالت کی درستی میں جو کامل ایک سال تک میرے نہ ہونے سے پوری خبر گیری کی محتاج ہو چکی تھیں اور نیز دیگر ضروری امور کی نگرانی میں جن کا تعلّق خاص میری ذات سے تھا اطمینان کے ساتھ اپنے وقت کو صرف کرتا۔ ایسے موقع پر ایک دن کی بھی عدم موجودگی میرے سخت نقصان اور ہرج کا باعث تھی۔ لیکن چونکہ میں ہمیشہ گورنمنٹ کے ہر کام میں شریک ہونے کے لئے نہایت خوشی سے مستعد رہتا ہوں۔ اس لئے یہ غیر ممکن تھا کہ ایسی بڑی خوشی کے موقع پر شامل نہ ہو سکتا۔ لہذا مندرجہ ذیل جواب دیا:—

بخدمت چیف سکرٹری لفٹنٹ گورنر صاحب بہادر پنجاب

جناب من

بجواب نوازشنامۂ آں مکرم ملتمس ہوں کہ میں شہنشاہ معظم ہند کے جشنِ تاج پوشی میں شریک ہونے اور خود بدولت سے نیاز حاصل کرنے کے شوق

میں نہایت خوشی سے جانے پر مستعد ہوں +

آپ کا سچا دوست فتح علی خاں قزلباش

اس خط کے جواب میں مراسلہ گورنمنٹ انڈیا بذریعہ چِٹھی چیف سکرٹری صاحب گورنمنٹ پنجاب بدیں مضمون موصول ہُوا۔

منجانب اے ولیم صاحب بہادر قائم مقام سکرٹری ہند

بخدمت صاحب سکرٹری گورنمنٹ پنجاب

ریونیو ڈیپارٹمنٹ مقام کلکتہ مورخہ ۱۴ مارچ سنہ ۱۹۰۲ء

جناب من

اُس خط وکتابت کے سلسلے کے ذیل میں جو میرے اور آپ کے درمیان ہوتا رہا ہے اور اُس تار نمبر ۱۵۱۰ کی تکمیل میں جس کا منشا یہ تھا کہ خاص خاص رؤسائے ہند ملک معظم کی تاج پوشی کے موقع پر جو ۲۶-جون سنہ ۱۹۰۲ء کو ہوگی بطور شاہی مہمانوں کے مدعو کئے جائیں۔ حضور نواب ویسرائے گورنر جنرل ہند کا یہ ایما ہے کہ میں آپ سے اس بات کی درخواست کروں کہ آپ نواب فتح علیخاں صاحب قزلباش کو اس مبارک موقع پر بحیثیت ریپریزنیٹیو صوبہ پنجاب مدعو فرمائیں گورنمنٹ ہند نے اُن رؤسا کے جانے کے لئے مفصلہ ذیل انتظام کی تجویز کی ہے کہ سرکار اپنی طرف سے ایک افسر اُن کے ساتھ مقرر کریگی جو اُن کا ہر وقت معین اور رہنما رہیگا۔ یہ رائے بھی قرار پا چکی ہے۔ کہ ہر رئیس اور نیز اُن اشخاص

کے لئے جن کو رئیس اپنے ساتھ لے جانا چاہے پی اینڈ او کمپنی کے جہاز میں جو غالباً پرشیا ہوگا جگہ کا انتظام کیا جائے۔ یہ جہاز ۲۱-مئی کو بمبئی سے روانہ ہوگا ہر رئیس کی آمد و رفت کا کرایہ باستثنائے ملازمین خواہ وہ افسر مقررہ کے ساتھ سفر کرے یا تنہا جائے خود گورنمنٹ ادا کریگی پندرہ رؤسا کے قیام کے لئے کمروں کا انتظام جن میں ایک ایک نوکر کو بھی جگہ دی جائیگی لنڈن کے سینٹ ارمنز ہوٹل واقع ویسٹ منسٹر میں ہو چکا ہے۔ جہاں ایک ہفتے تک کل اخراجات کا بار گورنمنٹ اپنے ذمے لیگی۔ یہ بات ضروری نہیں خیال کی گئی ہے کہ شاہی مہمان اُسی منتخب جہاز میں سفر کریں یا مجوزہ ہوٹل ہی میں فروکش ہوں لیکن اگر وہ ایسا نہ کرینگے تو وہ افسر جو خاص اُن کے ہمراہ جانے کے لئے معین کیا گیا ہے اُن کو کسی قسم کی مدد نہ دے سکیگا نہ رسم تاج پوشی یا دیگر ضروری موقعوں پر ہر شخص کے پہنچنے کا ذمے وار ہوگا۔ اس خاص موقع پر لنڈن میں بڑے ہجوم اور غیر ضروری بھیڑ بھاڑ ہونے سے گاڑی یا مکانات کا ملنا سخت دشوار ہوگا۔ اِس لئے سب صاحبوں سے امید کی جاتی ہے کہ وہ اپنی راحت اور آسائش اسی انتظام میں تصوّر کرینگے جو گورنمنٹ نے تجویز کیا ہے۔ بہر صورت یہ بات ضرور قابل لحاظ ہے کہ رسم تاج پوشی کے ادا ہونے والے ہفتے میں سب شاہی مہمانوں کو اُس ہوٹل میں یکجا ہو جانا چاہیئے جس میں سکرٹری اعظم ہند نے اُن کے رہنے کا بندوبست کیا ہے +

مجھے اس درخواست کی ہدایت کی گئی ہے کہ آپ حضور نواب لفٹنٹ گورنر صاحب بہادر پنجاب کی اجازت سے مذکورہ بالا اُمور کی بابت نوّاب فتح علی خاں صاحب قزلباش سے فوراً خط وکتابت کرکے بذریعۂ تار مجھے اس بات سے اطلاع دیں کہ کیا نواب صاحب اُس جماعت کے ساتھ ہمسفر ہونگے جو افسر مجوزہ کے ہمراہ جائیگی جس کا ذکر اوپر آچکا ہے اور رسم تاج پوشی کے وقت اُس مقررہ ہوٹل میں قیام فرمائینگے۔ مجھے اس تصریح کی بھی ہدایت کی گئی ہے کہ اگر نوّاب صاحب اپنے ہمراہ کسی پارٹی کو لے جانا چاہیں تو گورنمنٹ کو اُس میں کچھ اعتراض نہ ہوگا۔ مگر اُس کا انتظام خود اُنہیں کرنا ہوگا کیونکہ لوگوں کی تعداد اُس حد سے بڑھ جائیگی جو گورنمنٹ ہند نے اپنے کاغذات میں قرار دی ہے مہربانی فرماکر اس کے جواب سے مطلع فرمائیں

آپ کا خادم اے ویلیم قائم مقام سکرٹری ہند۔

جس کے جواب میں مفصلہ ذیل چھٹی میں نے چیف سکرٹری صاحب گورنمنٹ پنجاب کو لکھی۔

جناب من

بجواب الطاف نامہ جناب التماس ہے کہ میں افسر مجوزہ گورنمنٹ کے ہمراہ جانے اور سینٹ آرمنز ہوٹل میں قیام رکھنے سے بہت خوش ہوں اور گورنمنٹ انڈیا کا کرایہ و دیگر اخراجات کے متکفل ہونے کا شکریہ ادا کرتا ہوں مگر میں بہت ہی ممنون ہونگا اگر گورنمنٹ ان سب موقعوں پر مجھے اپنے پاس سے خرچ کرنے کی اجازت دے چار آدمیوں کی تعداد میرے ہمراہیوں میں اس حد درجے کی کمی ہے جس سے

زیادہ گھٹنا ممکن نہیں۔ کیا جناب جہاز و سینٹ آرمنز ہوٹل میں دو فسٹ کلاس و دو ملازمین کے قیام کے لئے انتظام فرمائینگے کرایہ راہ و کرایہ ہوٹل وغیرہ آپ کے جواب آنے پر ادا کیا جائیگا۔ امید ہے کہ آپ اس تکلیف کو معاف فرمائینگے +

میں ہوں آپ کا سچا دوست فتح علی خاں قزلباش

جب میرے ولایت جانے کی خبر عام طور پر بذریعہ گزٹ مشتہر ہوئی تو خاص خاص احباب نے اب کی بار مجھے اس کی بابت وعدہ کر لینے پر مجبور کیا کہ اُن کی خواہش کے موافق جو فی الحقیقت ایک عاقلانہ تجویز اور اصول ترقی کی حیثیت سے ملکی و قومی فوائد پر مبنی تھی سفر یورپ کے حالات تفصیلاً قلم بند کروں۔ چنانچہ میں نے ابتدائے سفر سے نہایت مضبوطی اور مستعدی کے ساتھ اس بات کی پابندی کر لی کہ اُن واقعات میں سے جو دوران سفر میں روزانہ پیش آتے رہیں قابل الذکر حالات کو تاریخ وار لکھتا رہوں اور اس بات کا التزام بھی ضروری خیال کیا گیا کہ بڑے شہروں کی مشہور اور یادگار چیزوں کے ذکر کے ساتھ ہی اُن کے مختصر تاریخی حالات بھی لکھتا جاؤں تاکہ یہ کتاب اپنی مجموعی حیثیت سے ضروری امور کی نسبت واقف کرنے میں شائقین کو دوسری کتاب کا محتاج نہ رکھے اور ناظرین کی تفحصانہ نگاہیں کسی مشہور شے کی تلاش میں سرگردان رہ کر مایوسی کے ساتھ نہ پلٹیں میرا قطعی ارادہ تھا کہ ولایت سے واپس ہوتے ہی اپنے سفرنامے کو ایک مجلّد صورت میں ہدیہ ناظرین کروں مگر اُسی زمانے میں دربار دہلی کی شرکت کے

لئے گورنمنٹ ہند کی مندرجہ ذیل موصولہ چٹھی نے میرے ارادے کو اور معرض تعویق میں ڈال دیا +

ترجمہ چٹھی نمبر ۱۸۸۴ امنجانب مسٹر ایے ایم ڈ ائیک صاحب بہادر قائم مقام چیف سکرٹری گورنمنٹ پنجاب مورخہ ۲۰ ستمبر ۱۹۰۲ء از مقام شملہ

پولیٹیکل

جناب من

مجھے آپ کو اس بات سے اطلاع دینے کی ہدایت ہوئی ہے کہ حضور نواب گورنر جنرل ویسرائے ہند کی یہ خواہش ہے کہ یکم جنوری ۱۹۰۳ء کو ملک معظم حضور ایڈورڈ ہفتم اور اُن کی پیاری و ہمدم ملکہ صاحبہ کی رسم تاج پوشی کا اعلان شاہی دربار دہلی کے ذریعے سے ہندوستان میں کیا جائے۔ میں آپ کی کافی اطلاع کے لئے ویسرائے صاحب بہادر کے اُس اشتہار کی نقل جو انڈیا گزٹ میں شائع ہوا ہے بھیجتا ہوں اور حضور لفٹنٹ گورنر صاحب بہادر پنجاب کی خواہش سے آپ کو اس مبارک موقع پر مدعو کرنے کا فخر حاصل کرتا ہوں مجھے امید ہے کہ حضور لفٹنٹ گورنر صاحب بہادر کی رونق افروزی کی قرار یافتہ تاریخ ۲۴۔ دسمبر ۱۹۰۲ء سے پہلے آپ دہلی میں پہنچ جائینگے +

آپ کا سچا دوست ٹی ایچ برٹن انڈر سکرٹری گورنمنٹ پنجاب

نقل اشتہار ویسرائے صاحب بہادر

محکمہ فارن نمبر ۶۳۸

اشتہار

چونکہ حضور ملک معظم کے اُن اشتہارات کا جو ۲۶ جون و ۱۰ دسمبر ۱۹۰۱ء

کو علیحدہ علیحدہ تاریخ میں شائع ہوئے ہیں یہ مطلب ہے کہ حضور شاہنشاہ معظم اور
اُن کی ہمدم ملکہ معظمہ کی رسم تاج پوشی کی خوشی جو ۲۶-جون ۱۹۰۲ء کو ہوگی
سلطنت برطانیہ کے کل حصّوں میں منائی جائے۔ اس لئے میں بحیثیت گورنر جنرل و
ویسرائے ہند اپنے دستخط اور مُہر کے ساتھ اس بات کا عام اشتہار دیتا ہوں کہ میرا
ارادہ ہے کہ ایک بڑا عالی شان شاہی دربار یکم جنوری ۱۹۰۳ء کو دہلی میں منعقد
کیا جائے تاکہ حضور ملک معظم کی سلطنت کا یہ حصّہ بھی اس مبارک موقع پر رسم
تاج پوشی ادا ہونے کا ذاتی امتیاز حاصل کر سکے میرا یہ بھی قصد ہے کہ اس دربار
میں حضور ملک معظم کی سلطنت کے کل حصّوں سے گورنران و لفٹنٹ گورنران
و دیگر اعلے منتظمین اور اُن والیان ملک اور سرداروں و معتمدوں کو جو حضور
ملک معظم کے زیر سایہ ہیں اور یورپین اور دیسی ریپریزنیٹیٹوں کو اس دربار کے
لئے مدعو کروں میں اس بات کو بھی مشتہر کرتا ہوں کہ وقتاً فوقتاً اُن احکامات کو
جن کی مجھے ضرورت پیش آئیگی اور جن کا یہ منشا ہوگا کہ حضور ملک معظم کی تمام
رعایا مناسب مقامات پر اپنی نمک حلالی اور خیر خواہی سے اس مبارک جشن کی
خوشنودیوں کا اظہار کرے باجلاس کونسل جاری کرتا رہونگا۔

۱۴-فروری ۱۹۰۲ء از مقام کلکتہ

کرزن
ویسرائے و گورنر جنرل ہند

اس مراسلے کے وصول ہونے نے اگرچہ تھوڑے عرصے کے لئے مجھے

اس ضروری کام سے باز رکھا مگر اس کا پورا موقع دیا کہ جلسہ دہلی کا حال بھی
جو میرے سفر کا ایک تتمہ ہے اُس میں اضافہ ہو کر تکمیل کی صورت پیدا کرے
اس لئے بقیہ سال کے پورا کرنے میں چند مہینے اور بھی انتظار کرنا پڑا
اوائل جنوری ۱۹۰۳ء میں شاہی دربار دہلی کے ختم ہوتے ہی میں بالکل اس
بات پر آمادہ تھا کہ بہت جلد اپنے سفرنامے کو طبع کرا کے معزز احباب کی نگاہوں
کو انتظار کی تکلیف سے نجات دوں مگر افسوس پھر ایسی ضرورتیں درپیش ہو گئیں
جنہوں نے مجھے اپنی کوشش میں کامیاب نہ ہونے دیا یعنی چند روسائے پنجاب
کے خانگی جھگڑوں کے سبب سے اُن کی تقسیم جائداد کے فیصلے میں جو گورنمنٹ پنجاب
نے میرے سپرد کیا تھا کئی مہینے صرف ہو گئے اور اس میں شک نہیں ہے کہ
سفرنامہ جیسی کتاب کے لکھنے کے لئے اس کے مصنف کو اس قدر فرصت اور
بے فکری ضرور درکار ہے کہ وہ اپنے خیالات میں یک جہتی پیدا کر سکے مگر میرے
تعلقات اس قدر وسیع ہیں کہ ایسے موقع کا دستیاب ہونا اگرچہ غیر ممکن نہ ہو
مگر دشوار ضرور ہے یہی وجہ ہے کہ ۱۹۰۲ء کے سفرنامے کو ۱۹۰۴ء میں
مکمل کر کے طبع کراتا ہوں ٭

آغاز سفر

۳- مئی ۱۹۰۲ء

اب تو جاتے ہیں سوئے بت کدہ میر پھر ملینگے اگر خدا لایا

چونکہ مجھے ۳۱ مئی ۱۹۰۲ء کو بمبئی سے پرشیا جہاز پر سوار ہو کر مع الخیر ولایت جانا ہے اور دو تین ہفتے نواب گنج علی آباد واقع ضلع بھڑائچ ملک اودھ میں ٹھیر کر اُس کی انتظامی حالت کو دیکھنا ہے اس لئے آج اپنی ریاست علی رضا آباد سے جو لاہور کے جنوب مغرب میں ۱۲ میل کے فاصلے پر واقع ہے روانہ ہوا میرے اکثر عزیز و اقربا یعنی کربلائی نواب محمد علی خاں صاحب و نواب ہدایت علی خاں صاحب و حاجی نواب برکت علی خاں صاحب و سردار رضا علی خاں صاحب و دیگر ملازمین و معتمدین ریاست مجھے رخصت کرنے کے لئے سٹیشن لاہور تک ساتھ آئے جہاں اکثر رؤسا و افسران محکمہ جات بھی اسی غرض کے لئے تشریف فرما تھے سب صاحبوں سے فرداً فرداً ملاقات کر کے ریزرو گاڑی میں سوار ہوا میرے ساتھ اس سفر میں میر منشی سید اصغر حسین صاحب بارہوی

وسید بشیر حسین صاحب محرر پیشی واسد اللہ پیش خدمت تھے میں پونے بارہ بجے دن کے روانہ ہوا اور امرتسر۔ لدھیانہ۔ انبالہ۔ سہارن پور و دیگر مشہور شہروں سے گذرتا ہوا ۴ مئی کی صبح کو لکھنؤ میں پہنچا۔ یہاں مجھے بڑی پٹری کی گاڑی چھوڑ کر چھوٹی پٹری کی گاڑی پر سوار ہونا پڑا اور اپنے شفیق پنڈت ہری کشن کول صاحب سے بھی جو پنجاب میں مہتمم بندوبست کے ممتاز عہدے پر مامور ہیں اور میرے اس سفر میں لاہور سے لکھنؤ تک ہم ٹرین تھے رخصت ہوا دن کے ساڑھے نو بجے لکھنؤ سے روانہ ہو کر بارہ بنکی و بہرام گھاٹ ہوتا ہوا گونڈہ اور پھر دوسری لائن سے ہو کر قریب ۵ بجے شام کے بھڑائچ کے سٹیشن پر پہنچا یہاں بہت سے عمائد شہر ملاقات کے لئے سٹیشن پر موجود تھے۔ بلکہ چند احباب و نیز منشی محمد باقر خانصاحب ڈپٹی کلکٹر ضلع بھڑائچ تو میرے ساتھ نانپارہ تک آئے جو بھڑائچ سے ۲۱ میل ہے اور جہاں ہم ۶ بجے شام کے قریب پہنچے۔ سٹیشن پر نائب الریاست بھیا ہردوار سنگھ صاحب مع دیگر ملازمین و سواری وغیرہ موجود تھے۔ ہاتھیوں پر سوار ہو کر ۸ بجے رات کو ۱۰ میل کا سفر کرنے کے بعد گنج علی آباد میں پہنچا۔ جہاں ۱۶۔ مئی ۱۹۰۲ء تک اپنے کاروبار ریاست کے امورات کی غور و پرداخت میں مشغول رہا۔

۱۷- مئی ۱۹۰۲ء یوم سشنبہ

آج صبح کو ضروری عملے کے ساتھ اپنے دوسرے علاقہ ناصر گنج کی جانب جو اس صدر مقام سے ۱۶ میل کے فاصلے پر مشرق کی طرف واقع ہے روانہ ہوا یہاں بھی ریاست کے کاروبار دیکھنے اور سررشتۂ انتظام کی گتھیاں سلجھانے میں میرا ایک ہفتہ صرف ہوا۔

۲۴ مئی ۱۹۰۲ء یوم شنبہ

آج ناصر گنج سے بارادہ سفر یورپ مع سردار علی حسین خان صاحب رضا بیرسٹر ایٹ لا واکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر پنجاب جو لاہور سے اس سفر میں میرے ہمراہ رہنے کے لئے تشریف لائے تھے بسواری فیل روانہ بھڑائچ ہوا نائب الریاست و تحصیلدار و دیگر معتمدین ریاست ہمراہ تھے کٹھڑا کے باغ کے نزدیک جو بھڑائچ سے ۳ میل کے فاصلے پر ہے مختار ریاست مع گاڑیوں کے موجود تھے۔ یہاں سے گاڑیوں پر سوار ہو کر ۹ بجے شام کے قریب ہم سب کوٹھی بشیر گنج میں پہنچے اکثر احباب ملاقات کے لئے تشریف لائے اُن سے ملنے اور کھانا کھانے کے بعد ½۱۰ بجے رات کو آرام کیا ۲۵ و ۲۶ مئی کو بھی اسی جگہ قیام رہا اکثر عمائد شہر و یورپین افسروں کی ملاقات میں یہ دو دن بڑے لطف سے گذرے۔ دوشنبہ کے دن ۲۶ مئی کو ۸ بجے شام کی ٹرین میں بسواری ریزروسیلون روانہ ہوا اکثر احباب نے جو کمال محبت سے سٹیشن تک ساتھ آئے تھے دعاؤں کے ساتھ

رخصت کیا یہ گاڑی بھر ٹائج سے چل کر رات بھر میں ۱۱۵ میل طے کر کے ۱۰ گھنٹے کے بعد ۶ بجے صبح کو لکھنؤ پہنچی ۔

۲۷ مئی ۱۹۰۲ء یوم سہ شنبہ

ریلوے سٹیشن پر بہت سے احباب ملاقات کے لئے تشریف فرما تھے سید مصطفٰے حسین صاحب تحصیلدار ریاست جو نجیب الطرفین سید اور میرے عزیز ہیں سٹیشن مذکور پر میرے واسطے طعام سفر لئے ہوئے موجود تھے یہاں ریل کے توقف نے مجھے اس قدر موقع دیا کہ میں جملہ احباب کی ملاقات کے بعد رخصت ہوا اور ٹرین لکھنؤ سے کانپور ہوتی ہوئی ۱۲½ بجے دن کے سٹیشن جھانسی پر پہنچی جو لکھنؤ سے ۱۷۴ میل کے فاصلے پر ہے اس وقت گرمی اس شدت سے پڑ رہی ہے کہ تحمل مشکل ہے ۔ مصرع پسینے پر پسینے آ رہے ہیں ۔ باوجودیکہ خس کی ٹٹی اور پنکھے موجود ہے مگر شدت گرمی سے ذرا بھی افاقہ معلوم نہیں ہوتا الغرض ۹ بجے شام کو سٹیشن بھوپال پر آیا اور یہاں سے اٹارسی ۔ کھنڈوا ۔ بھوساول ہوتا ہوا ۵۲۷ میل سفر طے کرنے کے بعد آج ۲۸ مئی ۱۹۰۲ء بروز چہار شنبہ ۵ بجے شام کے بمبئی پہنچا ۔ سٹیشن پر حاجی عطا اللہ خاں صاحب تاجر شال مع بعض احباب ایجنٹ کک اینڈ کو وغیرہ میرے لینے کے لئے موجود تھے اُن کی ملاقات کے بعد ہم سب گاڑیوں میں سوار ہو کر واٹسن ہوٹل میں گئے جہاں قیام کے لئے ایجنٹ کک اینڈ کو نے پہلے سے انتظام کر رکھا تھا ۔

شہر بمبئی قدرتاً ایسے مقام پر واقع ہوا ہے کہ دُنیا میں اس سے بہتر کوئی
دوسری موزوں جگہ نہیں ہے کیونکہ یہ شہر جزیروں کا ایک مجموعہ ہے جو ایک دوسرے
سے آپس میں نہایت خوبصورتی سے مل کر جزیرہ نما کی شکل میں ہوگئے ہیں۔ اس
کا عرض بلد ۱۸ درجے ۵۳ دقیقہ شمالاً اور ۷۲ درجے ۴۸ دقیقہ شرقاً ہے اُس کی
آبادی پیشتر ۸۲۱۷۶۴ تھی مگر سنین گذشتہ میں طاعون نے ایسا برباد کیا کہ اس
وقت صرف ۷۷۰۰۰۰ نفوس رہ گئی یہ موذی وبا پہلے پہل ۱۸۹۶ء میں اسی شہر
میں نمودار ہو کر کل ہندوستان کا پیش خیمہ بنی اصل میں یہ ایک چھوٹا سا قصبہ تھا۔
جس کو ۱۶۶۱ء میں پرتگیزوں کے بادشاہ نے اپنی بیٹی ملکہ کیتھرائن کے جہیز
میں چارلس ثانی شاہ انگلستان کو دیا تھا۔ اس وقت اس شہر کو کمپنی نے صرف
۱۵۰ روپے سالانہ پر ٹھیکے میں لیا تھا مگر آج کل اس شہر نے وہ بیّن و نمایاں ترقی
کی ہے جس کی شہرت قابلِ ذکر ہے۔ بمبئی کا شہر اپنے ہمنام جزیرے پر بسایا گیا ہے
جو درمیان سے پاٹ کر ملک کے اندرونی حصّے سے ملا دیا گیا ہے اور ریل کی سڑکیں
بنا دی گئی ہیں۔ یہ شہر دو حصّوں پر منقسم ہے ایک حصّہ انگریزوں اور دوسرا
حصّہ دیسیوں کی آبادی کے نام سے موسوم ہے ماقبل الذکر حصّے میں جدید نمونہ کے
عالی شان سرکاری مکان اور عام لوگوں کی عمارتیں بنی ہوئی ہیں۔ ان کے علاوہ
لوگوں کے باغ کلب اور عمدہ عمدہ ہوٹل بڑی بڑی دکانیں جن میں یورپ اور ایشیا
کے مذاق کی ہر چیز مل سکتی ہے اور خوشنما مکانات جن کو راحت سے زندگی بسر کرنے

کا گھر کہنا چاہئے بکثرت ہیں۔ بمبئی میں دیسیوں کی آبادی کی جگہ نہایت پُر کیفیت ہے جہاں سڑکوں اور بازاروں میں ایشیا کے ہر ملک اور ہندوستان کے ہر حصّے کا باشندہ اپنے اپنے لباس سے مختلف رنگوں میں دکھائی دیتا ہے۔ بازاروں کے گلی کوچوں میں ہر طرح اور ہر قسم کے دستی کام کرنے والے اپنے اپنے کام میں مشغول رہتے ہیں۔ سیّاحوں کے لئے نہایت عمدہ موسم جس میں وہ راحت کے ساتھ اس شہر کے سیر کا لطف اُٹھا سکیں نومبر سے فروری تک ہے اس زمانے میں یہاں کی آب وہوا بہت خوشگوار اور عمدہ ہوتی ہے۔ بمبئی کی بڑی بڑی عمارتیں مفصلۂ ذیل ہیں۔

ریلوے وکٹوریہ سٹیشن - میونسپل دفاتر - مجسٹریٹ پریزیڈنسی کی عدالت - ٹون ہال - ٹکسال - گرجا گھر - سیلرز ہوم - ڈاک خانہ - تار گھر - دفاتر پبلک ورکس - ہائی کورٹ - عمارات بیت العلوم - مارکیٹ وغیرہ وغیرہ - جہازوں کی نشان دہی کے لئے جزیرہ کیشری پر جو شہر کے جنوب میں واقع ہے ایک روشنی گھر بنا ہوا ہے یہ روشنی ۲۰ میل کے فاصلے سے دکھائی دیتی ہے اس شہر کے شمال کی طرف ایک بلندی پر گھومنے والی روشنی ہے جو ۱۸ میل سے اپنا جلوہ دکھاتی ہے۔ جہازوں کے ٹھیرنے کی جگہ ۱۴ میل لمبی اور ۴ میل چوڑی ہے۔ پانی کی گہرائی ۲۴ فٹ سے ۳۶ فٹ تک ہے۔ یہاں کثیر التعداد بندرگاہوں میں سب سے بڑا ایک اپالو بندر ہے جہاں پی اینڈ او کمپنی کے جہاز اپنے مسافروں کو اتارتے چڑھاتے ہیں دوسرا

بلیرڈ پائیر ہے۔ جہازوں کے دو پلیٹ فارم ہیں جو پرنسس و وکٹوریہ ڈاک کے ناموں سے مشہور ہیں ہر ایک کا رقبہ ۳۰ ایکڑ کے قریب ہے اور بھی بہت چھوٹی چھوٹی جگہیں ہیں جہاں ہر قد و قامت کے جہاز ٹھیر سکتے ہیں بمبئی سے لنڈن کا فاصلہ براہ راس امید ۱۱۲۰۰ میل ہے اور بذریعہ سمندر براہ نہر سویز ۶۲۷۴ میل اور براہ مارسیلز ۶۵۰۷ میل اور براہ برنڈزی ۷۷۴۵ میل ہے بمبئی اور لنڈن کے اوقات یومیہ میں ۴ گھنٹے ۵۱ منٹ کا فرق ہے بمبئی کا وقت لنڈن کے وقت سے بڑھا رہتا ہے۔ یہاں سے سیاح ریل کے ذریعے سے ہندوستان کے کل حصوں میں اور بحری راستے سے لنکا۔ مدراس۔ کلکتہ۔ چین۔ جاپان۔ اسٹریلیا۔ افریقہ۔ یورپ و امریکہ کے تمام ممالک اور خلیج فارس کی کل بندرگاہوں کو جا سکتا ہے۔ بمبئی سے ہندوستان کے مشہور شہروں کا ریلوے کرایہ مندرجہ ذیل ہے کرایہ اوقات میں اکثر تغیر و تبدل رہتا ہے ؎

نمبر شمار	نام مقامات	فاصلہ بمبئی سے میلوں میں	گھنٹوں کی تعداد	کرایہ ریلوے			
				درجہ اول	درجہ دوم	درجہ ڈیوڑھا	درجہ سوم
۱	آگرہ براہ اٹارسی	۸۳۹	۳۲	[illegible] ۶/	[illegible] ۳/	[illegible] ۱۰/	[illegible] ۱۴/
۲	آگرہ براہ احمد آباد	۸۴۸	۴۱	[illegible] ۹/	[illegible] ۳/	[illegible] ۱۰/	[illegible] ۱۴/
۳	الہ آباد براہ جبل پور	۸۴۴	۳۶	[illegible] ۱۴/	[illegible] ۱۵/	[illegible] ۱۵/	[illegible] ۴/

نمبر شمار	نام مقامات	فاصلہ جو طے ہوتا ہے میلوں میں	گھنٹوں کی تعداد	کرایہ ریلوے			
				درجہ اول	درجہ دوم	درجہ منجھلا	درجہ سوم
۴	کلکتہ براہ جبل پور	۱۴۰۰	۵۶	لہ لعہ ۱۱ر	صللعہ ۱۴ر	عہ عہ ۱۵ر	ہی عہ ۴ر
۵	کلکتہ براہ ناگپور	۱۲۷۹	۵۶	لہ لبہ ۱۱ر	للعہ ۱۴ر	عبہ ۷ر	صعبہ ۰۱ر
۶	کانپور براہ اٹارسی	۸۳۹	۳۲	عصہ ۷ر	ےعبہ ۴ر	ےعہ ۲ر	لعہ ۰۱۳ر
۷	دہلی براہ اجمیر	۸۹۰	۴۱	صصہ ۱۰ر	موعبہ ۱۳ر	ےعہ ۱۴ ۰ر	عہ ۶ر
۸	لاہور براہ ریواڑی	۱۱۳۸	۵۹	لہ لعہ ۲ر	صبہ ۱۰ر	ہی عہ ۱۳ر	ےعہ ۸ر
۹	لاہور براہ اٹارسی	۱۳۰۵	۵۲	لہ	للعہ	عہ	صعہ
۱۰	لکھنؤ براہ اٹارسی	۸۸۵	۳۵	صصہ ۵ر	ہی عبہ ۱۱ر	ےعہ ۰۱۳ر	عہ ۰۶ر
۱۱	بھڑائچ براہ لکھنؤ اٹارسی	۹۹۶	۴۴	عبہ ۴ر	لہ بہ ۲ر	صعہ ۱۰ر	لہ عہ ۱۱ر
۱۲	مدراس براہ ائی چور	۷۹۴	۴۰	لی للعہ ۱۱ر	للی عبہ ۱۴ر	عبہ ۷ر	لعہ ۶ر
۱۳	پشاور براہ فیروزپور	۱۴۲۲	۸۱	لولبہ ۴ر	للی للعہ ۱۱ر	عبہ ۰۵ر	عہ ۰۱۱ر
۱۴	پونا	۱۱۹	۵ ½	ہی عہ	ےعہ ۱۲ر	عہ ۱۴ر	عہ ۰۶ر
۱۵	پشاور براہ اٹارسی	۱۵۸۳	۷۴	لی لعہ ۱۲ر	لی للعہ ۱۵ر	للی عبہ ۱۵ ۰ر	ہی عبہ ۱۲ر
۱۶	کراچی	۹۹۲	۵۵ ½	ہی عہ ۲ر	صبہ ۱ر	ہی عہ ۰۸ر	عہ ۱۰ر
۱۷	دہلی براہ اٹارسی	۹۸۲	۳۹	لہ بہ ۶ر	سبہ ۱۱ر	صعہ ۰۸ر	لہ عہ ۰۸ر

نمبر شمار	بمبئی سے	سیلون اوّل		سیلون دوم	
		۴ ماہ	یکسالہ	۴ ماہ	یکسالہ
	واپسی ٹکٹ بمبئی سے مفصلہ ذیل جگہوں کا براہ دریا				
۱	لندن تک آمد و رفت کا کرایہ براہ دریا	الـعاء	الـسما	لعار	عما
۲	لنڈن تک براہ برنڈزی	الـصہ	الماصہ	۰	۰
۳	لنڈن سے براہ برنڈزی و براہ ڈاک	المالللعہ	الـعالللعہ	۰	۰
۴	لندن براہ برنڈزی جس میں سیکنڈ کلاس ریلوے کرایہ شامل ہے	الماعہ للعہ	۰	۰	۰

صرف ایک طرف کا کرایہ بمبئی سے مفصلہ ذیل مقامات کو

	فرسٹ سیلون	سکنڈ سیلون	سوم درجہ ملازمان دیسی کے لئے
لنڈن تک دل چاہے تو پلے متھ پر اُتر جائیں	لماصہ	اماعہ	مارعہ
لنڈن تک براہ مارسیلز جس میں کرایہ ریل شامل ہے	لماصہ	اماعہ	۰
لنڈن تک براہ برنڈزی جس میں کرایہ ریل شامل ہے براہ مانٹ سینس	لماصہ	۰	۰
لندن تک براہ برنڈزی جس میں کرایہ ریل شامل ہے براہ ٹارن ٹو	سالعہ	۰	۰
لنڈن براہ برنڈزی سیلون فرسٹ کلاس ریلوے سیکنڈ کلاس	لماللعہ	۰	۰
برنڈزی تک	لما	۰	۰
عدن تک	مالعہ	مار	صہ
پورٹ سعید یا اسمٰعیلیہ تک	سالعہ	مالعہ	مالعہ
مالٹا اور جبرالٹر و مارسیلز تک	لما	اماعہ	مار
کولمبو تک	مار	صہ	صعہ
مدراس تک	مالعہ	علعہ	للعہ
کلکتہ تک	مارعہ	مالعہ	صہ

۲۹-مئی سنہ ۱۹۰۲ء یوم پنجشنبہ

آج پنجشنبہ کے دن آنریبل پالن صاحب کمشنر آبکاری جو ہمارے ساتھ ولایت جانے کے لئے گورنمنٹ کی طرف سے پولٹیکل افسر انچارج مقرر ہوئے ہیں ملاقات کو تشریف لائے اور کل دوپہر کے کھانے کے لئے مدعو کیا چونکہ شام کا وقت تھا اور گاڑی سیر کے لئے تیار تھی اس لئے صاحب موصوف سے زیادہ گفتگو کا موقع نہیں ملا۔ میں اُن سے رخصت ہو کر پالوا بندر کی طرف جو سمندر کے مُتصل پُرفضا مقام ہے اور جہاں لطیف و خنک ہوا ہر وقت چلتی رہتی ہے گیا ادھر سے اور مقامات کی سیر کرتا ہوا ہوٹل کو واپس آیا +

۳۰ مئی سنہ ۱۹۰۲ء یوم جمعہ

آج صبح کو ایفائے وعدہ کے لئے ڈاکٹر پالن صاحب کے ہاں گیا جو بڑی خوشی سے ملے اور مجھے اُس مکان میں لے گئے جہاں اور حضرات بھی پہلے سے موجود تھے اس صحبت میں ڈاکٹر صاحب نے مجھ سے اور آئندہ میرے ہم سفر ہونے والے معزز مہمانان شاہی آنریبل نواب فیاض علی خاں صاحب سی ایس آئی و راجہ پرتاب سنگھ صاحب سی آئی ای و آنریبل آصف قدر سید واصف علی میرزا و گنگا دھر مادھو چیٹ نویس سی آئی ای پریذیڈنٹ ناگپور میونسپلٹی و رائے جگن ناتھ بروا صاحب و سر بابا کھیم سنگھ صاحب بیدی کے سی آئی ای و دھربان گنپت راو مادھو راؤ و نچور کا و کرنل محمد اسلم خاں صاحب سی آئی ای

سے تعارف کرایا باقی حضرات اس سے پیشتر روانہ ولایت ہو چکے تھے چونکہ اس وقت تک بالتفصیل ان معزز حضرات کے ذکر سے ہمارے سفرنامے کے کسی صفحے نے اعزاز نہیں حاصل کیا۔ اس لئے نامناسب ہوگا اگر اس موقع پر وہ خبر جو سرکاری طور سے کل ریپریزینٹیٹوان کی نسبت شائع ہوئی ہے۔ بے کم وکاست درج کی جائے تاکہ ناظرین کو کافی اطلاع ہو جائے کہ ہندوستان کے کن کن حصّوں سے کون کون صاحبان جشن تاج پوشی میں شریک ہوئے +

ترجمہ گزٹ

والیان ریاست با اختیار

۱ ۔ کرنل مہاراجہ ادھراج سر مادھوراؤ سیندھیا۔ جی۔سی۔ایس۔آئی۔اے ڈی۔سی مہاراجہ گوالیار +

۲ ۔ مہاراجہ ادھراج سوائی سر مادھوسنگھ ۔ جی ۔ سی ۔ ایس ۔ آئی ۔ جی ۔ سی ۔ آئی ۔ ای مہاراجہ جے پور واقع راجپوتانہ +

۳ ۔ سرشاہو چھتراپتی مہاراجہ جی۔سی۔ایس۔آئی مہاراجہ کولاپور +

۴ ۔ نواب محمد بہاول خاں صاحب بہادر نواب بہاول پور پنجاب (نواب صاحب موصوف براہ کراچی روانہ یورپ ہوئے تھے مگر راستے میں طغیانئ آب سے بیمار ہو کر بمبئی میں اُتر گئے اور جانے سے مجبور ہو گئے بجائے اُن کے گورنمنٹ انڈیا نے مہاراجہ صاحب بیکانیر کو نامزد کیا جو اسی جہاز پرشیا میں ہمارے ہم سفر ہونے والے ہیں) +

۵ - کرنل مہاراجہ سرپرتاب سنگھ صاحب جی-سی-ایس-آئی-کے-
سی-بی-اے-ڈی-سی مہاراجہ ایدر +

۶ - لفٹنٹ کرنل مہاراجہ سر نرپندر انرائن بھوپ بہادر جی-سی-آئی-ای-
سی-بی-اے-ڈی-سی-مہاراجہ کوچ بہار +

فہرست اسمائے پریزیڈنٹوان صوبہ جات ہند

۱ - کلکتہ مہاراجہ کمار پرودیات کمار ٹگور جو مہاراجہ بہادر سر جوتندرو موہن ٹگور
کے-سی-ایس-آئی کے وارث اور متبنٰی صاحبزادہ ہیں-یہ خاندان شہر
کلکتہ کے کل معزز خاندانوں میں سربرآوردہ ہے +

۲ - بمبئی سر جمسیٹ جی-جی جی بھائی بیرسٹرایٹ لا-جو شہر بمبئی کی پارسی قوموں
میں مسلّم سربرآوردہ ہیں-ان کے خاندان میں خطاب سرجدی قرار پاگیا ہے +

۳ - مدراس-راجہ سر سوالائی رام سوامی مودالیار کے-ٹی-سی-آئی-ای-
اعلےٰ درجے کے شریف آدمی ہیں جو مدّت سے اپنی عالی حوصلگی اور پبلک
کی نگاہوں میں عزّت کے سبب مدراس میں ممتاز ہیں +

۴ - مہاراجہ سری راؤ دی آنریبل سر وینکٹس وی ٹاچل پٹی راؤ رنگاراو بہادر
کے-سی-آئی-ای-راجہ بابولی-یہ احاطہ مدراس کے زمیندار راجاؤں
کے روشن ضمیر ممبر ہیں +

۵ - بمبئی-مہربان گنپت راؤ مادھوراؤ ونچو کار جو دکھن کے سردار اور لیجسلیٹو کونسل

کے اڈیشنل ممبر ہیں - یہ گورنمنٹ کے خیرخواہ اور مفصل سوسائٹی کے
اعلےٰ درجے کے رکنوں میں سے ایک قابل ریپریزینٹیٹو ہیں +

۶ - **بنگال** - آنریبل آصف قدر سید واصف علی میرزا مرشد آبادی جو نواب بہادر مرشد آباد کے بڑے صاحبزادہ ہیں نواب صاحب موصوف بسبب بیماری لقوہ کے دنیوی امورات میں حصہ نہیں لے سکتے اور اسی سبب سے اُن کے صاحبزادہ نامزد کیے گئے ہیں اُن کا خاندان تمام صوبہ بنگال کے اہل اسلام میں اوّل درجے کی فوقیت رکھتا ہے - انہوں نے انگلینڈ میں تعلیم پائی ہے +

۷ - **ممالک مغربی و شمالی** - آنریبل نوّاب ممتاز الدولہ محمد فیاض علی خاں صاحب بہاسو ضلع بلند شہر یہ صاحب دو سال تک امپیریل لیجس لیٹو کونسل کے اڈیشنل ممبر رہے اور آج کل صوبہ کی لیجس لیٹو کونسل کے ممبر ہیں +

۸ صوبہ **پنجاب** - نواب فتح علی خاں قزلباش سر نوّاب نوازش علی خاں صاحب مرحوم کے بھتیجے ہیں اور بڑے بارسوخ اور روشن ضمیر آدمی ہیں اور پنجاب کے سربرآوردہ مسلمانوں میں فرد ہیں +

۹ - **ممالک متوسط** - گنگادھر مادھو چٹ نویس - سی - آئی - ای پریزیڈنٹ میونسپل کمیٹی ناگ پور - یہ اچھی طرح سے انگریزی جانتے ہیں اور ناگ پور کے ایک شریف خاندان سے ہیں - ویسرائے لیجس لیٹو کونسل کے ممبر بھی رہ چکے ہیں +

۱۰- آسام۔ رائے جگن ناتھ بروا بہادر ایک آزاد منش چائے کے سوداگر ہیں بڑے تعلیم یافتہ اور باوضع آدمی ہیں اور کلکتہ یونیورسٹی کے فیلو بھی ہیں ۔

۱۱- صوبہ برہما۔ مانگ آن گنگ۔سی-آئی-ای-اے-ٹی-ایم رنگوں کے میونسپل کمشنر اور آنریری مجسٹریٹ ہیں۔یہ بڑے دولت مند آدمی اور رنگون کے خیراتی سکولوں کو فیاضی سے چندہ دیتے ہیں انگریزی اچھی طرح سے جانتے ہیں اور اپر برہما میں صرف ایک شخص ہیں جن کو سی-آئی-ای کا خطاب ہے ۱۸۸۵ء میں جب اپر برہما پر چڑھائی ہوئی تھی تو یہ ہمراہ تھے اور ۱۸۸۶ء میں کرنل سلیڈن کے ماتحت اسسٹنٹ رہ چکے ہیں ۔

۱۲- صوبہ اودھ۔ راجہ پرتاب سنگھ اوپرتاب گڈھ یہ سر برآوردہ تعلقداروں میں سے ہیں۔چونکہ اُن سے بڑھ کر رتبے والے تعلق داران بسبب اپنے امور مذہبی یا دیگر بواعث کے ہندوستان کے چھوڑنے کے ناقابل ہوئے اس لئے انہیں جانا پڑا۔انجمن تعلقداران اودھ نے ۱۰ ہزار روپے اُن کے مصارف سفر انگلستان کے لئے دئے ۔

۱۳- صوبہ سرحدی۔ لفٹنٹ کرنل نواب محمد اسلم خان سی-آئی-ای پشاوری خیبر رائفل کے کمان افسر رہ چکے ہیں ۔

نامزدگانِ بسراے

۱۴- کنور سرہر نام سنگھ - کے - سی - آئی - ای - آف کپورتھلہ +

۱۵- سر بابا کھیم سنگھ بیدی سکنہ کلر - کے - سی - آئی - ای - جو ویسرائے کی کونسل کے ممبر رہ چکے ہیں +

۱۶- مسٹر بالن صاحب - اے - سی - ایس - ایل - ایل - ڈی پولٹیکل افسر انچارج +

الغرض کھانا کھانے کے بعد ڈاکٹر صاحب نے یہ خواہش کی کہ وہ ہم سب کا اس خاص موقع پر ایک جگہ فوٹو لینا چاہتے ہیں - جس کو سب نے منظور کیا - فوٹوگراف موجود ہی تھا چند فوٹو لئے گئے - ڈاکٹر صاحب موصوف سے رخصت ہو کر میں ہوٹل میں آیا اور چونکہ چیف جسٹس صاحب بمبئی نے بھی مجھ کو اپنی کلب کی ٹی پارٹی میں مدعو کیا تھا - اس لئے ۵ بجے شام کو میں مع سردار علی حسین خاں صاحب وہاں گیا - جہاں دیگر مہمان شاہی و عمائد شہر و ممبرانِ کلب بھی موجود تھے - یہ کلب بہت مختصر ہے اتنے مدعو شدہ حضرات کے جمع ہونے سے **مصرع** جائے تنگ است مردماں بسیار + کا مصداق بن گیا - اس لئے چیف جسٹس صاحب کا ارادہ ہے جیسا کہ اُنہوں نے بیان کیا کہ کلب کی تعمیر از سرِ نو کی جاوے - چائے وغیرہ کی تواضع کے بعد یہاں چیف جسٹس صاحب موصوف کی خواہش کے موافق ہم سب کے چند مختلف فوٹو لئے گئے +

۳۱ مئی ۱۹۰۸ء یوم شنبہ

آج پرشیا جہاز ۳ بجے دن کو لنڈن کی طرف روانہ ہونے والا ہے اس لئے ہر شخص اپنے اپنے انتظام میں مصروف ہے میں نے اپنا اسباب وسامان سفر جو ساتھ تھا صبح ہوتے ہی کک اینڈ کمپنی کے ایجنٹ کو سپرد کیا تاکہ بآسانی جہاز پر پہنچ جائے۔ جناب آغا شیخ عبد الحسین صاحب مجتہد و حاجی سلطان علی صاحب تاجر شوستری و حاجی عطا اللہ صاحب تاجر مازندرانی وغیرہ و دیگر معززین بمبئی مجھے رخصت کرنے کے لئے تشریف لائے کھانے سے فارغ ہو کر دن کے ۱۲ بجے کے بعد باستعانت خدا گاڑیوں پر سوار ہو کر بندرگاہ پر پہنچا۔ جہاں بکثرت لوگ جمع تھے کوئی فرط خوشی سے پھول برساتا تھا کوئی بغل گیر ہو کر اس شعر کے ساتھ وداع کرتا تھا۔ بیت

بسفر رفتنت مبارک باد	بسلامت روی و باز آئی

الغرض سرسری ملاحظہ ڈاکٹری کے بعد سب صاحبوں سے رخصت ہو کر سٹیم لانچ یعنی ایک چھوٹی سی دخانی کشتی پر سوار ہو کر جہاز پرشیا کی طرف جو ساحل سے قریب ۱½ میل کے فاصلے پر گہرے پانی میں کھڑا ہے روانہ ہوا میرے معزز دوست مہمانان شاہی مہاراجہ صاحب بیکانیر آنریبل آصف قدر سید واصف علی مرزا آنریبل نواب فیاض علی خاں صاحب سی۔ایس۔آئی گنگا دھر راؤ دھو چیٹ نویس مہربان گنپت راؤ مادھو راؤ ونچو کار۔ رائے جگن ناتھ بروہ۔

سر بابا کھیم سنگھ صاحب بیدی مع صاحبزادہ اوجاگر سنگھ صاحب۔
کرنل محمد اسلم خانصاحب راجہ پرتاب بہادر سنگھ صاحب سی آئی۔ای اودھ
مع اپنی رانی صاحبہ محترمہ و ملازمین وغیرہ بھی کشتیوں پر سوار ہوئے اس وقت
کا سماں بھی قابل دید ہے۔ جانے والوں کی گھبراہٹ آدمیوں کی ہل چل کوئی
اسباب لادر ہا ہے کوئی جلدی جلدی اپنا انتظام کر رہا ہے مزدور بوجھ کے بوجھ
جہاز پر لے جاتے ہیں اور پھر آتے ہیں۔ کہیں قلی قلی کی پکار ہے۔ کسی طرف
مزدوری پر تکرار ہے ہر طرف طوفان خیز حشر انگیز کیفیت نظر آرہی ہے۔ وہ
غل وشور ہے کہ کان پڑی آواز نہیں سنائی دیتی کہیں زرق برق ایشیائی لباس
کا منظر دلوں کو لبھا رہا ہے۔ کہیں بے تکلف سادہ لباس پہنے ہوئے یوروپین
سیگریٹ منہ میں دبائے ہوئے پھر رہے ہیں۔ مغربی خیال کے لوگ جنہوں نے
کبھی ایسا تماشا پہلے نہیں دیکھا تھا عجب حیرت میں ہیں کہیں بیچارے
ہندوستانی ڈر ڈر کر پھونک پھونک کر اپنا قدم کشتی پر رکھتے ہیں کبھی گرتے ہیں
پھر سنبھلتے ہیں کشتی و جہاز کا ہر ملازم ہندوستانی مہمانان شاہی کو بغور دیکھ رہا ہے
دریا اٹک تلاطم مچائے ہوئے ہے۔ موجیں باہم لڑتی ہوئی ساحل تک آتی ہیں۔
اور ٹکرا کر پلٹ جاتی ہیں۔ اس وقت میرے ساتھ سردار علی حسین خاں صاحب
اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر پنجاب و سیّد اصغر حسین صاحب میر منشی و
اسد اللہ پیش خدمت ہیں۔ جہاز پر پہنچ کر معلوم ہوا کہ دو سیلون کمرے ہمارے

لئے ریزرو ہیں۔ جہاز پرشیا پی اینڈ او کمپنی کے بڑے جہازوں میں سے ہے جس کو ابھی ۱½ سال کا عرصہ گزرا ہے کہ ۱½ لاکھ پونڈ کے صرف کثیر سے تیار ہوا ہے۔ یہ جہاز نہایت خوش ترکیب اور وسیع ہے اس کے سیلون بہت ہی عمدہ ہیں۔ تمام جہاز میں برقی روشنی کی جاتی ہے۔ اس جہاز کے کپتان مسٹر وہیلر صاحب نہایت شریف ملنسار منکسر مزاج آدمی ہیں اپنے مقررہ وقت پر اُس ٹھیرے ہوئے پانی میں جہاز نے حرکت کی تقریباً ۳۵ یورپین و دیسی حضرات اس جہاز پر سوار ہیں ؎

ایکم جون ۱۹۰۲ء یوم یکشنبہ

آج جہاز کی رفتار باقاعدہ دریا کی ہوا معتدل ہے۔ ہم لوگوں کو کھانے کے لئے تین دفعہ سیلوں میں جانا پڑا۔ جہاں اہل یورپ کے مذاق کے موافق کھانے پینے کی عمدہ چیزیں مہیا ہیں ہر فرقہ اور ہر مذہب کے لوگوں کا باہمی اختلاط ایک جگہ کی نشست طرفہ سماں باندھے ہوئے ہے میزوں پر مغربی طریقے سے ہر قسم کا کھانا چنا جاتا ہے۔ ہمارے ہندوستانی مہمانان شاہی کس بے تکلّفی سے بیٹھ کر مل جل کر تناول فرماتے ہیں۔ اب نہ نجاست کا خیال ہے نہ چھوت کا احتمال ہے مذہبوں میں ایسا خلط مبحث ہے کہ ناواقف بجز ذنگاہ امتیاز نہیں کرسکتا انجیل اور پوتھی کے احکام گویا ایک ہوگئے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب ایک ہی قوم و ملّت کے آدمی ہیں کیا اچھا ہو اگر یہ یک جہتی اور اتفاق جہاز ہی

کے لئے مخصوص نہ ہو۔ بلکہ ہمیشہ کے لئے ہندوستان میں اس کی بنیاد پڑ جائے
کھانے کے وقت پہلے سے ایک پرچہ کاغذ جس کو انگریزی میں (مائینو) کہتے
ہیں ہر شخص کے سامنے میز پر رکھ دیا جاتا ہے۔ جس میں اُن کھانوں کی تفصیل
ہوتی ہے جو اُس وقت دئے جاتے ہیں ایک گھنٹہ کامل ہر وقت کھانا کھانے
میں لگتا ہے ایک کھانا ۸ بجے صبح کو دوسرا ۲ بجے دن کے تیسرا ۸ بجے شام کو دیا جاتا ہے؂

۲- جون ۱۹۰۲ء یوم دوشنبہ

آج دریا میں کچھ تلاطم ہے جہاز کو اپنی طبعی مقدار سے زیادہ حرکت ہے
اکثر اہل جہاز کو دوران سر شروع ہوگیا بعض لوگوں کی تو بُری حالت ہوگئی کہ
ہندوستان واپس جانے کے مستدعی ہوئے کھانا بالکل چھوٹ گیا صرف لیمونیڈ
یا بالائی کی قلفی پر حیات کا مدار رہ گیا۔ شعر

بدریا در منافع بیشمار است	وگر خواہی سلامت برکنار است

۳ و ۴ - جون ۱۹۰۲ء یوم سہ شنبہ و چہار شنبہ

دو روز برابر دریا طوفانی رہا ہوا کی شدّت جہاز کی تکان بتدریج بڑھتی
گئی چنانچہ جب میں عرشہ پر گیا تو سوائے چند یورپین کے کوئی نظر نہ آیا سب کے
سب اپنے کمروں میں لیٹے ہوئے ہیں عجب اضطرابانہ کیفیت پیدا ہے کسی کے
ہوش ٹھکانے نہیں مَیں اکثر احباب کی مزاج پُرسی کو گیا کسی کو قے کرتا ہوا
پایا کسی کو دیکھا سر دبوا رہا ہے کوئی اُبکائیاں لے رہا ہے کسی کو دَورانِ سر میں

مبتلا پایا اول تو اپنی جگہ سے ہلنا ہی دشوار ہے اگر کوئی جی کڑا کرکے ٹہلنے کو
چلا بھی تو جہاز کے تکان سے سیدھی رفتار مشکل ہوئی قدم لڑکھڑائے یہ گرا وہ
جارہا ہر طرف مستوں کی سی حالت ہے ہر جگہ یہی شکایت ہے بہت سے حضرات
صاحب فراش ہوگئے ہیں چنانچہ ۲۵۰ مسافروں میں سے جو ہمارے ہم سفر ہیں
معدودے چند کھانے میں شریک ہوتے ہیں **سردار علی حسین خاں صاحب**
نے دو روز سے کھانا ترک کردیا اوسط رفتار جہاز کی فی گھنٹہ ۱۶ میل ہے +

۵-جون ۱۹۰۲ء یوم پنجشنبہ

آج صبح کو ۱۶۶۴ میل طے کرنے کے بعد جہاز عدن کے بندرگاہ پر
پہنچا ایک گھنٹے تک یہاں ٹھیرا رہا عدن ملک عربستان کا مشہور شہر ہے۔
جس کا عرض بلد ۱۲ درجے ۴۶ دقیقہ شمالاً اور طول بلد ۴۴ درجے ۵۸ دقیقہ
شرقاً ہے۔ اس کی آبادی ۴۱۹۱۰ نفوس کی ہے لنڈن سے اس شہر کا فاصلہ
بذریعہ سمندر براہ **مالٹا** ۴۶۲۰ میل اور براہ **برنڈزی** ۴۵۷۳ میل ہے
اس شہر پر انگریزوں نے ۱۸۳۹ء میں قبضہ کیا وہ قطعہ جس پر یہ شہر آباد
ہے بلند اور دور تک سمندر میں چلا گیا ہے یہ بندرگاہ **جبل الطارق** سے
بہت مشابہ ہے فوج و سپاہ سے اس کا اچھا استحکام ہے اس کا طول مشرق
سے مغرب تک ۵ میل اور عرض ۳ میل ہے اس کا ایک سرا راس **مرشغ**
تک چلا گیا ہے جس پر ایک روشنی گھر ہے جس کی روشنی ۲۰ میل کے فاصلے

سے اچھی طرح محسوس ہوتی ہے ۔مقام شم شم جہاں پر جہازوں کا سگنل یعنی
نشان نصب ہے سطح سمندر سے ۷۰۰ افٹ بلند ہے بندرگاہ غرب کی طرف
واقع ہے اور اس جگہ اندرونی و بیرونی لنگر گاہیں ہیں۔ڈاک کے جہاز چونکہ
بہت کم ٹھیرتے ہیں۔ اس لئے بیرونی لنگرگاہ میں لنگر ڈالتے ہیں جہاز کے قیام
کرتے ہی بندرگاہ کے لوگ چھوٹی چھوٹی کشتیوں میں مختلف قسم کے اسباب
لئے ہوئے جہاز کے اِردگرد پھرتے نظر آئے یہاں کی مخصوص اشیا۔پوست پلنگ
خوشنما سفید پر۔کھجور۔سیگریٹ ہیں جو ارزاں قیمت پر بکثرت مل سکتے ہیں
اس جگہ دو تار آئے ایک گورنر صاحب بمبئی کا جس میں مہمانان شاہی کی
مزاج پرسی وخدا حافظی کی گئی تھی دوسرا تار ٹرنسوال کی صلح کی بابت تھا۔
جس کے سننے سے تمام اہل جہاز عموماً اور مہمانان شاہی خصوصاً خوش ہوئے
فوراً ایک مبارکبادی کا تار ولایت کو دیا۔شام کے کھانے کے بعد آنریبل
پالن صاحب بہادر نے اس بارے میں تقریر فرمائی اور ملک معظم
شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم کی خیروعافیت کے لئے جام صحت نوش کیا۔اس
کے جواب میں کپتان صاحب بہادر جہاز و راجہ پرتاب سنگھ صاحب
نے مختصر تقریریں کیں حاصل کلام یہ وقت بڑی خوشی سے گذرا ۵ گھنٹے
جہاز عدن میں ٹھیر کر روانہ ہوا بہ سبب قرنطینہ کے کوئی شخص عدن میں نہیں
اُترا انشاءاللہ وقت واپسی ہندوستان اس کا حال لکھا جاویگا یہاں سے

بحر قلزم کی حد شروع ہوتی ہے ۔ بمبئی سے عدن تک بحر عرب تھا ۴ بجے دن کو ہمارا جہاز جزیرہ پیرم کے پاس سے گذرا جو سلطنت انگلشیہ کے قبضے میں ہے +

۶ - جون ۱۹۰۲ء یوم جمعہ

آج ہوا نہایت نرم و لطیف ہے جہاز بلا تکان جا رہا ہے ، ہمارے رفیق اہل انگلینڈ بڑی سرگرمی سے کھیل کود میں مصروف ہیں کہیں تاش ہو رہا ہے کہیں شطرنج کہیں کرکٹ ۔ مہمانان شاہی میں سے وہ لوگ جو بہ بسبب طغیانی آب کے بیمار اور نحیف ہو گئے تھے سنبھل کر عرشے پر اپنے خوبصورت دیسی لباسوں میں بشاش پھرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں اور غول کے غول ہر طرف نظر آتے ہیں کوئی تقریر میں سرگرم ہے کوئی دوربین لئے سمندر کی سیر کر رہا ہے کوئی کرسی پر لیٹا ہوا کتاب دیکھ رہا ہے ہر شخص طوفان سے بچنے کا شکریہ ادا کر رہا ہے کوئی الحمد للہ کہتا ہے کوئی مصرع رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت کے ذکر سے زبان کو تھکا رہا ہے میرے معزز دوست بابا کھیم سنگھ صاحب بیدی نے آج چار روز کے بعد اپنے بستر سے سر اُٹھایا ہے ، اس عرصے میں اُنھوں نے شاید ہی غذا کھائی ہو مگر بڑی خوبی سے اس جبریہ تحمل کو نباہا +

۷ - جون ۱۹۰۲ء یوم شنبہ

کل سے ہوا میں سردی و لطافت ہے اہل جہاز اطمینان کے ساتھ

اِدھر اُدھر ٹہلتے پھرتے ہیں - آج میں بھی کسلِ طبیعت دفع کرنے کی غرض سے ۲۰ منٹ تک میر منشی سید اصغر حسین صاحب کے ساتھ ورزشی کھیل کھیلتا رہا +

۸ - جون ۱۹۰۲ء یوم یکشنبہ

آج جہاز کوہ سینائی کے مقابل پہنچا اس جگہ بحر قلزم بہت کم عریض ہے اِدھر اُدھر بہت اچھی طرح سے خشکی دکھائی دیتی ہے سوائے ریگستان و پہاڑ کے کوئی چیز نظر نہیں آتی اہل جہاز اپنے اپنے شغل میں مشغول ہیں +

۹ - جون ۱۹۰۲ء یوم دوشنبہ

آج صبح کے ۵ بجے جہاز اُس مقام پر پہنچا جہاں سے نہر سویز کی ابتدا ہوتی ہے سلطان کا ڈاکٹر مع چند سپاہیوں کے اہل جہاز کے معائنہ کے لئے آیا کہ مسافروں میں کوئی شخص طاعون سے تو بیمار نہیں ہے ملازمان جہاز کا تو اچھی طرح معائنہ کیا مگر اوّل و دوم درجے کے مسافروں کو سرسری طور سے دیکھ بھال کر چل دیا چند افسرانِ پولیس مسافروں کی نگرانی کے لئے جہاز میں رہ گئے جو پورٹ سعید تک جائینگے نہر سویز میں داخل ہوتے ہی بڑی بڑی یورپ کے نمونے کی عمارتیں دکھائی دینے لگیں سڑکوں اور روشوں پر بکثرت درخت نظر آئے . جو افسران نہر سویز کی قیام کی جگہ ہیں یہیں پی اینڈ او کمپنی کے دفتر بھی ہیں .. یہاں سے ایک میل کے فاصلے پر اصل شہر سویز ہے اس سے پہلے ۱۸۸۹ء میں یہاں میرا آنے کا اتفاق ہؤا تھا لیکن پہلے کی بہ نسبت اب

یہاں عمارتیں بکثرت دکھائی دیتی ہیں اور باغات دور تک چلے گئے ہیں +

حالات شہر سویز

شہر سویز کا عرض بلد ۲۹ درجے ۵۶ دقیقہ شمالاً اور طول بلد ۳۲ درجے ۳۳ دقیقے شرقاً ہے۔ اس شہر کی آبادی قریب ۱۴ ہزار کے ہے لنڈن سے اس شہر کا فاصلہ براہ مالٹا ۳۱۲۳ میل اور براہ برنڈزی ۲۴۴۶ میل ہے۔ یہاں کا وقت دو گھنٹے ولایت کے وقت سے زیادہ ہے۔ سویز سے عدن کا فاصلہ ۱۳۱۰ میل ہے اور چار دن میں ختم ہوتا ہے۔ جب سے نہر سویز نکالی گئی اور انگریزی ڈاک اس راستے سے آنے جانے لگی۔ اس شہر کی رونق بڑھ گئی ہے یہ نہر شہر سویز سے ۱¼ میل کے فاصلے پر جنوب مشرق کی طرف واقع ہے اس نہر کے ساتھ ساتھ میٹھے پانی کی بھی نہر جاری ہے اور اُس میں سے چھوٹی چھوٹی نہریں آبپاشی وغیرہ کے لئے نکالی گئی ہیں کھجور میووں کے درخت اور انگور کی بیلیں اکثر جگہ دیکھنے میں آتی ہیں۔ اسی نہر سے شہر کے باغوں کو پانی دیا جاتا ہے اور سویز کے اردگرد تمام بنجر زمین آہستہ آہستہ سرسبز ہوتی جاتی ہے۔ موسم گرما میں شدید گرمی پڑتی ہے۔ لیکن سردی کا موسم بے شک عمدہ ہوتا ہے۔ دن کو گرمی اور رات کو سردی بندرگاہ سے شہر سویز تک جانے کے لئے ۵¼ بجے صبح سے ۱۱ بجے تک کئی ریلیں آتی جاتی ہیں اور کل ۱۰ منٹ صرف ہوتے ہیں قابل دید جگہ ہے نہر سویز کا طول ۸۷ میل ہے یہ نہر اس قدر فراخ نہیں ہے کہ دو جہاز برابر سے

گذر سکیں۔ اس لئے ہر پانچ یا چھ میل پر ایک وسیع جگہ بنائی گئی ہے۔ جہاں ایک جہاز ٹھیر کر دوسرے کو گذرنے دے اور جب تک ایک جہاز گذر نہ لے دوسرا جہاز انتظار کرتا رہتا ہے۔ اس کا انتظام بذریعہ تار کے کیا گیا ہے ہر سات آٹھ میل پر ریلوے سٹیشن بھی ہے۔ ریل بھی اس نہر کے برابر برابر چلی گئی ہے کہتے ہیں کہ نہر سویز کی کمپنی جہاز والوں سے فی مسافر عہ وفی ۴۰ من بوجھ کا للعہ کرایہ لیتی ہے ہم سویز سے ۵۴ میل پر پہنچ کر مقام اسمٰعیلیہ کے پاس سے گذرے یہ مقام مصر کے پاشا اسمٰعیل نے بنوایا تھا مگر آج کل نہر سویز کی کمپنی کے تعرف و قبضے میں ہے اور اس جگہ سے قاہرہ و سکندریہ کو دن میں دو دفعہ ریل جاتی ہے اسمٰعیلہ سے قاہرہ ۹۷ میل اور قاہرہ سے اسکندریہ ۱۳۰ میل ہے یہاں سے چل کر جہاز ۹ بجے رات کو پورٹ سعید پر پہنچا اس بندرگاہ کا بانی سعید پاشا والئے مصر تھا اس کی آبادی ۲۵۰۰۰ نفوس کی ہے عمارتیں باہر سے پختہ و خوشنما معلوم ہوتی ہیں چونکہ بہ سبب قرنطینہ اس جگہ اترنا ممنوع ہے۔ اس لئے کوئی شخص شہر یا بندرگاہ پر نہ اترا انشاء اللہ بوقت واپسی اس کا حال درج کیا جائیگا بندرگاہ کے کنارے پر برقی چراغوں کی روشنی پانی پر پڑ کر عجب کیفیت دکھاتی ہے چونکہ اس جگہ کوئلوں کی بڑی کان ہے اس لئے جہاز یہاں سے کوئلہ لیتے ہیں لاکھوں من کوئلہ جہازوں پر لادا جاتا ہے ہمارا جہاز بھی اسی لئے رات کے ۲ بجے تک کھڑا رہا تاکہ کوئلہ بھر لے پورٹ سعید سے وہ مسافر جو

براہ برنڈزی لنڈن کو جاتے ہیں دوسرے جہاز میں بیٹھتے ہیں۔ چنانچہ ۱۳ مسافر ہمارے جہاز سے اتر کر اس ڈاک والے جہاز میں چلے گئے جس میں ہندوستان کی ڈاک براہ برنڈزی ولایت جانے والی ہے پورٹ سعید سے لنڈن کا فاصلہ براہ برنڈزی ۲۳۱۹ میل جس میں دریائی فاصلہ ۹۳۰ میل و خشکی براہ ریلوے ۱۴۵۹ میل ہے پورٹ سعید سے براہ مارسیلز و پیرس تا لنڈن ۲۳۳۴ میل دریائی ۱۵۰۸ میل و خشکی ۸۲۶ میل پورٹ سعید سے براہ مارسیلز و جبل الطارق و پلے متھ تا لنڈن ۳۵۱۵ میل دریائی ۳۳۰۵ و خشکی ۲۴۶ میل پورٹ سعید سے براہ مالٹہ و جبل الطارق تا لندن ۳۲۳۵ میل ہے

۱۰۔ جون ۱۹۰۲ء یوم سہ شنبہ

آج جہاز بحیرۂ روم میں داخل ہوا ہوا روز بروز سرد ہوتی جاتی ہے لوگوں نے سرمائی لباس پہن لیا ہے چند مسافر جہاز کے بالائی حصّے پر دکھائی دیتے ہیں۔ کیونکہ تقریباً سب کے سب سردی کی وجہ سے اپنے اپنے کمروں میں ہیں آج رات کو انگریزوں نے خوب گانا بجانا کیا معزز لیڈیوں نے اور بھی رونق بڑھائی بعض شاہی مہمان بھی اُن کے جلسے میں شریک ہوئے

۱۱۔ جون ۱۹۰۲ء یوم چہار شنبہ

رات کی سستی کے سبب سے صبح کی نماز پڑھ کر سوگیا اور ۹ بجے کے بعد

بیدار ہُوا۔ آج میرا کھانا میرے کمرے میں لائے صبح سے ہوا معتدل ہے۔ جہاز کی سبک روی اُس کی حرکت کو محسوس نہیں ہونے دیتی۔ جہاز کے بالائی حصّے سے اس وقت دریا کی سیر کا پورا لطف حاصل ہے یہاں سے جزیرہ یونان دکھائی دیتا ہے ✢

۱۲۔ جون ۱۹۰۲ء یوم پنجشنبہ

آج ۱۰ بجے دن سے اٹلی کے قریب کے جزائر دکھلائی دے رہیں۔ جزیرہ سسلی میں کوہ آتش فشاں جس کا نام اٹنا ہے دور سے نظر آتا ہے اور جا بجا آبادی بھی معلوم ہوتی ہے ۲ بجے دن کو جہاز شہر ریگیو و مسینا کے پاس سے گذرا سمندر سے ریگیو جانب مشرق اور مسینا جانب مغرب پہاڑ پر واقع ہے ان کی آبادی و عمارتیں بخوبی دکھائی دیتی ہیں۔ بلکہ ریل کی سڑک و تار بھی معلوم ہوتی ہے۔ بکثرت باغ اور درختوں کا دُور سے قابلِ قدر تماشا ہے عصر کے قریب جزیرہ اسٹرام بولی و لیپاری کے قریب سے گذر ہُوا۔ اسٹرام بولی ایک آتش فشاں پہاڑ ہے اور اُس میں ایک چھوٹی سی آبادی ہے جو دُور سے دکھائی دیتی ہے ✢

۱۳۔ جون ۱۹۰۲ء یوم جمعہ

آج ۲ بجے دن کو جزیرہ کارسکا و سارڈینیا نظر آئے جن کے درمیان سے جہاز کا راستہ ہے اِن جزیروں کے ساحل درختوں اور سبزہ زار

سے بالکل خالی ہیں کارسکا نپولین بوناپارٹ کا جائے تولد ہے جو ایک
مشہور و معروف بادشاہ فرانس میں گذرا ہے چونکہ جہاز کل مارسیلز پہنچیگا۔
اس لئے ابھی سے ہر شخص کو اپنی اپنی فکر پڑی اکثر کی یہ رائے ہے کہ مارسیلز
ہی سے براہ راست بذریعہ ریلوے لنڈن جانا چاہئے کیونکہ خلیج بسکے کی راہ سے
ایک تو بُعد بہت ہے دوسرے بعض لوگوں کی زبانی یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ راہ
طوفانی ہے علاوہ اس کے لندن جانے کا شوق اس قدر سب کے دلوں میں
ہے کہ چاہتے ہیں کسی طرح جلدی پہنچ جائیں یوں تو ہر شخص یہی چاہتا ہے کہ
مارسیلز سے ہی جائے مگر اُن لوگوں کا زیادہ اصرار ہے جن کو جہاز میں سوار
ہونے کا کم اتفاق ہوا اس پر طرہ یہ کہ گذشتہ طوفان دریا نے ان کی ہمتیں پست
کر دی ہیں ۔ان کا اختیار ہو تو خلیج بسکے کا نام بھی نہ سنیں جانا کیسا دُودھ کا جلا
مٹھا پھونک پھونک کے پیتا ہے ایک مرتبہ طوفانی مصیبت جھیل کر کیونکر ممکن
ہے کہ دیدہ و دانستہ پھر اپنے کو بلا میں مبتلا کریں یا گذشتہ آفت کا اثر ایسا نہ تھا
کہ اس قدر جلد ایسے مستقل مزاج لوگوں کے دلوں سے زائل ہو جاتا ان کی تو یہ
حالت ہے کہ ہوا تیز چلی اور رُوح خشک ہو گئی سطح آب کی موجیں ذرا بلند
ہوئیں سمجھے کہ طوفان آگیا خلیج بسکے کا نام سُنا اور جی متلانے لگا دَوران سر
شروع ہو گیا مگر بعض وجوہ سے مجبور ہو گئے بہرصورت یہی رائے قرار پائی
کہ ہرچہ باداباد اُدھر کی بھی سیر کر لینی چاہئے۔ مصرع ہرچہ باداباد ما کشتی در آب انداختیم ؁

۱۴- جون ۱۹۰۲ء یوم شنبہ

آج صبح کے ۵ بجے جہاز مارسیلز کے بندرگاہ پر پہنچا اور ڈاکٹر کے معائنے کے بعد ساحل سے اس قدر متصل کھڑا کیا گیا کہ مسافر بذریعہ زینوں کے خشکی پر اُترے۔ یہ شہر فرانس میں نہایت اعلیٰ درجے کا تجارتی بندرگاہ ہے اس کا عرض بلد ۴۳ درجے ۱۸ دقیقہ شمالاً اور طول بلد ۵ درجے ۲۱ دقیقہ مشرق کی جانب ہے اس کی آبادی ۴۹۴۷۶۹ کے قریب ہے لنڈن سے اس کا فاصلہ براہ سمندر ۱۹۹۳ میل اور ریل کے ذریعے سے صرف ۲۲ گھنٹے کا راستہ ہے اس شہر کا نام پہلے مسیلیا تھا جس کی بُنیاد یونانیوں نے ۶۰۰ سال قبل مسیح ڈالی تھی اس شہر کے باشندے بہت جلد کُل سمندر کے مالک ہوگئے اور ۳۰۹ سال قبل مسیح اُنہوں نے اہل رومن سے اتحاد بڑھا لیا اور اپنے قریب بہت سی نئی بستیاں بسالیں اور ۴۹ سال قبل مسیح جولیس سیزر نے فتح کیا اس شہر میں ڈائینا (Diana) کا بڑا مندر تھا جس میں بُتوں کی پرستش کی جاتی تھی لیکن تیسری صدی عیسوی میں ایک شخص سینٹ وکٹر (St. Victor) نے یہاں دین عیسوی کا رواج دیا ۱۲۱۹ء تک بہت سے انقلاب و تغیر و تبدل کے بعد یہ شہر خود مختار ہوگیا لیکن جلدی چارلس انجو (Charles of Anjou) نے اس کو مطیع کر لیا اور ۱۴۸۱ء میں فرانس سے ملحق ہوگیا ۱۶۶۰ء میں لوئی چہاردہم نے (Louis XIV) اس شہر کے

حقوق چھین لئے اس شہر کی تجارت میں رونق اُس روز سے بڑھنے لگی
جب سے الجیریا والوں نے اُس کو فتح کیا بعد کو نہر سویز کے جاری ہونے
سے اُس کی اور بھی ترقی ہوئی ۱۸۵۰ء کے پیشتر سے بندرگاہ مارسیلز کا رقبہ
صرف ۷۰۔ایکڑ تھا جب یہاں جہازوں کی تعداد بڑھنے لگی تو ۱۸۵۰ء کے
بعد اس کی وسعت پہلے سے ۵ گُنی بڑھا دی گئی اور اب بھی روز بروز
اُس کو ترقی دی جا رہی ہے اس جگہ سے مفصلۂ ذیل چیزوں کی تجارت
کی جاتی ہے ہر قسم کا اناج۔کوئلہ۔شکر۔کافی۔چمڑا۔اُون۔ریشم اور الجیریا
کی بھیڑیں جو سالانہ ......۲۰ آتی ہیں۔ڈیڑھ کروڑ ٹن کے قریب سالانہ اسباب
اس بندرگاہ پر چڑھتا اُترتا ہے اُس میں دو حصے غیر ملکوں کو جاتا ہے اور
باقی اس شہر میں رہتا ہے اس شہر میں صابون کا مشہور کارخانہ ہے جہاں سے
بکثرت صابون غیر ملکوں میں بھیجا جاتا ہے۔یہاں سے ٹرین لنڈن کو سیدھے
راستے براہ ڈوور و کیلے اور براہ فالسٹون و بولون جاتی ہے علاوہ ازیں
ہر روز ایک اور تیز گاڑی براہ کیلے جاتی ہے اس سفر میں ۲۲½ گھنٹے لگتے ہیں
صرف یہی ایک تیز گاڑی ہے جس کا براہ راست الحاق ہے اس کے علاوہ
پی اینڈ او کمپنی کی سپیشل ٹرین ہر ہفتے اُس دن چلتی ہے جس دن وہ جہاز
آتا ہے جس پر انگلینڈ کو جانے والے مسافر ہندوستان وغیرہ سے آتے
ہیں فرسٹ کلاس کا کرایہ ۶۹ روپے ہے لیکن ٹکٹ کی قیمت خاص اس صورت

میں کہ

میں کم بھی ہو جاتی ہے جبکہ ہندوستان سے براہ راست ایک ٹکٹ لیا جائے
۳ سال سے ۷ سال تک کے بچّوں کا نصف کرایہ لیا جاتا ہے اس ریل پر
مسافر ۳۰ سیر بوجھ بلا محصول لے جا سکتا ہے شہر مارسیلز میں پانچ بڑے
ریلوے سٹیشن ہیں اور بکثرت ہوٹل ہیں گاڑیوں کا کرایہ حسب ذیل ہے
رات کو ۱۰ بجے سے ۶ بجے صبح تک اُس گھوڑا گاڑی کا کرایہ جس میں دو سیٹ
ہوں فی گھنٹہ عہ/ اور دو اسپہ گاڑی جس میں چار سیٹ ہوں فی گھنٹہ سہ/
اور دن کے وقت ایک اسپہ گاڑی کہ جس میں دو سیٹ ہوں عہ/ اور دو اسپہ
گاڑی جس میں چار سیٹ ہوں عہ/ فی گھنٹہ ہے اس کے علاوہ ٹریم وے
پر آدمی جا سکتا ہے جس کا کرایہ حسب فاصلہ مختلف ہے ؛

قریب ۱۰ بجے دن کے مہمانان شاہی اُن گاڑیوں پر جو ٹامس کک اینڈ کمپنی کا ملازم پہلے
سے لئے ہوئے موجود تھا سوار ہو کر مارسیلز کی سیر کو چلے میرے ساتھ صاحبان ذیل تھے۔
سردار علی حسین خان صاحب پرائیویٹ سکرٹری میر منشی سید اصغر حسین صاحب
بارہوی۔ رائے بہادر مسٹر لبو بروا صاحب آسامی ۔ بیدی اوجاگر سنگھ صاحب
پسر بابا کھیم سنگھ صاحب ۔ ڈاکٹر گوکل چند صاحب سول سرجن
اسد اللہ پیش خدمت۔ بندرگاہ سے چل کر اوّل میں شہر کے بائیں حصے سے
گذرا اس شہر کے بازار وسیع و فراخ ہیں سڑک کے کناروں پر دورویہ کسی
جگہ درختوں کی ایک ایک قطار اور بعض جگہ دُہری قطاریں کشادہ سڑکوں کو

اپنے سبز اور ہرے پتوں کے سائے میں دھوپ سے بچا رہی ہیں سڑک کے دونو طرف عالیشان شش منزلہ ہفت منزلہ عمارتیں اپنے مالکوں کی ثروت و دولت کا یقین دلا رہی ہیں۔ اس سڑک کا نام بولیوارڈ ہے یہ شہر کے وسط سے گذری ہے۔ اور شہر کے بیچوں بیچ اس سڑک پر سے ایک دوسری سڑک اپنے دو پہلوؤں میں زاویہ قائمہ بناتی ہوئی گذرتی ہے اِن دونوں کے تقاطع پر ایک چوک کورٹ بوئی کے نام سے موسوم ہے جو تمام مارسیلز کو چار بڑے حصوں میں تقسیم کرتا ہے چاروں طرف بڑے بڑے خوشنما بازار ہیں اس کے قریب ایک بڑی عالی شان عمارت بورس (Bourse) کے نام سے مشہور ہے۔ جہاں غیر ملک کے سکوں کا لین دین اور ہر قسم کی تجارت کا بڑا بیوپار ہوتا ہے یہ عمارت ۱۱ بجے صبح سے ۴ بجے شام تک کھلی رہتی ہے کہتے ہیں کہ ۱۸۵۲ء میں اس کی تعمیر شروع ہوئی اور ۱۸۶۰ء میں ختم ہوئی اس کی لاگت کا تخمینہ ۴۵ لاکھ روپیہ کہا جاتا ہے اس میں دو بڑے بڑے ہال ہیں جن پر گنبدی چھت بنی ہوئی ہے تجارتی کمیٹی منعقد ہونے کا کمرہ نہایت نفیس اور عالی شان عمارت کی پہلی منزل میں ہے اس کا ہال میگاڈ کی دستی تصویروں سے جو مشہور و قابل مصوّر تھا آراستہ ہے۔ اس کے بعد مَیں اُس چوک میں گیا جو قصر ایپس کاپل پیلیس (Episcopal Palace) کے سامنے ہے یہاں ایک پیتل کی مجسمہ مورت نظر آئی اس کا حال دریافت

کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ مورت پادری بیل سنس صاحب (Belsunce) کی ہے جو ۱۶۷۱ء میں پیدا اور ۱۷۶۵ء میں فوت ہوئے جنہوں نے ۱۷۲۰ء کے سخت طاعون میں کہ جس میں ۴۰ ہزار آدمی ضائع ہوئے تھے اکیلے رہ کر بڑے استقلال سے اپنے فرائض منصبی یعنی وعظ کو انجام دیا یہاں سے چل کر میں قصر پیلے ڈی جسٹس (Palais-de-Justice) پر پہنچا یہ عمارت کورس (Cours) کی داہنی جانب واقع ہے اس کو ۱۸۵۵ء میں مارٹن (Martin) نامی شخص نے بنانا شروع کر کے ۱۸۶۲ء میں ختم کیا۔ یہاں سے تھوڑی دور پیادہ پا چل کر بازاروں کی سیر کرتا ہوا ایک نہایت عمدہ و نفیس عمارت پر پہنچا۔ چونکہ یہ عمارت کچھ بلندی پر واقع ہے اس لئے بذریعہ سیڑھیوں کے جانا پڑا۔ اس عمارت کے پیچھے ایک عالی شان باغ ہے اور اُس کے سامنے دو چھوٹے چھوٹے تالاب ہیں اور مجسم گاے کی تصویریں کھڑی کی ہوئی ہیں اس عمارت کا نام پیلے ڈی لانگ شیمپ (Palais-de-Long-champ) ہے اس عمارت کے دو حصے ہیں ایک بڑا بھاری عجائب خانہ ہے اور دوسرے حصے میں دل چسپ تصاویر وغیرہ ہیں و نیز اس میں ایک بڑا کتب خانہ ہے جو سوائے اتوار اور ستمبر کی تعطیلات کے ہمیشہ کھلا رہتا ہے اس میں ایک لاکھ کتابیں مجلد ہیں اور ۲۰ ہزار نہایت ہی قیمتی مارسیلز کے سکے ہیں دوسری عمارت مسی ڈی بو آرٹ (Musee de Beaux Arts)

ہے اتوار و جمعہ کے دن موسم گرما میں ۸ بجے صبح سے ۲ بجے شام تک اور موسم سرما میں ۹ بجے صبح سے ۲ بجے شام تک کھلی رہتی ہے یہ ہر سال ۲۰۔ جنوری سے ۳۱ جنوری تک اور ۲۰۔ جولائی سے ۳۱۔ جولائی تک برابر بند رہتی ہے۔ اس عمارت میں مختلف قسم کی تصویریں اور دیگر صنعتی چیزیں رکھی ہوئی ہیں جو دیکھنے والے کی آنکھوں پر حیرت کا پردہ ڈالتی ہیں وہ کمرہ جو بائیں جانب ہے۔ اُس میں فرانس کے مشہور اور معروف پائر پگٹ (Pierre Puget) نامی مصور سنگ تراش کی بنائی ہوئی تصویریں رکھی ہوئی ہیں جو ۱۶۲۲ء میں پیدا ہوا اور ۱۶۹۴ء میں فوت ہوا اُس نے ایسی صناعی اور اعلےٰ درجے کا کام ان تصویروں میں دکھایا ہے کہ جان ڈال دی ہے انسان ان تصویروں کو دیکھ کر مبہوت ہو جاتا ہے علاوہ ازیں اس منزل میں بہت سے نقشے و خاکے و شیشے قابلِ دید رکھے ہیں اس عمارت کی پہلی منزل میں جہاں زینوں کے ذریعے سے جانا ہوتا ہے اُس حالت کا خاکہ کھینچ کر دکھایا ہے جو یونانیوں کے زمانے میں تھی مارسیلز کے اور بہت سے مشہور مصوروں و سنگ تراشوں کی بنائی ہوئی تصویریں جو خوبی اور عمدگی میں ایک دوسری سے بڑھ کر ہیں اس منزل کے وسطی کمرے میں رکھی ہوئی ہیں اور دو تین سو کے قریب دستی تصویریں لٹکی ہوئی ہیں جو کسی نہ کسی بادشاہ یا مؤرخ یا اور ایسے ہی مشہور شخصوں یا معرکوں کی ہیں جن کو فرانس کے مشہور اور قابل مصوروں نے اپنا بیش بہا وقت

صرف کرکے عمدہ رنگوں اور نئے عنوان سے بنایا ہے اور نقل کو اصل کر دکھایا
ہے - ان میں سے چند مشہور کے نام بطور یاد داشت لکھتا ہوں ملکہ میری میگڈلین
(Mary Magdalen) کے جاہ و جلال کی تصویر - پرنس ولیم او اورینج
(Prince William of Orange) کی تصویر - ورجن (Virgin) کے تمام کُنبے
کی تصویر - سینٹ فرانسیس (St. Francis) کی تصویر - سینٹ پال (St. Paul)
کے دمشق جاتے وقت مع ساز و سامان کی تصویر اس منزل کے بائیں کمرے میں
آج کل کی طرز کی بہت سی تصویریں ہیں اس کے نزدیک والے کمرے
میں چھوٹی چھوٹی تصویریں ایک مشہور مصوّر کی بنائی ہوئی اور داہنی جانب
کے کمرے میں جو وسطی ہال کے اس کنارے پر ہے عمارات و حیوانات کی
تصویریں مختلف مصوّروں کی ساختہ و پرداختہ لٹکی ہوئی ہیں - اسی منزل کی
داہنی جانب ایک اور اس سے بھی بڑی عمارت اس عمارت کے سامنے
بنی ہوئی ہے جو قدرتی اشیا کا عجائب خانہ ہے - جمعرات و اتوار کو ۲ بجے سے
۴ یا ۶ بجے شام تک اور دیگر ایّام میں تمام روز کھلی رہتی ہے زمین کے برابر
اُسی کمرے میں دُودھ پلانے والے جانوروں و مچھلیوں و معدنیات نباتات
اور اوّل منزل پر پرندوں اور پتّھروں و سمندر سے نکلنے والے گھونگھوں وغیرہ
کے ہزاروں نمونے دکھائے ہیں - اس عمارت کی داہنی جانب ایک نہایت
عمدہ چڑیا گھر ہے جس میں ہر قسم کے جانور اور عجیب المخلوق پرند ہیں اتوار و اور

تعطیل کے ایام میں یہاں لغیر ٹکٹ کے جانے کی اجازت ہے لیکن اور دنوں میں ۱۵ار
فی کس ٹکٹ کے لئے جاتے ہیں چونکہ ان مکانات کے دیکھنے میں تین چار گھنٹے
سے زائد صرف ہو چکا ہے اس لئے گاڑی میں بیٹھ کر شہر کی عمارات کا تماشا
اور لوگوں کی بھیڑ بھاڑ کا سڑکوں پر جا بجا ہجوم دیکھتا ہوا گرانڈ ہوٹل میں گیا
یہ ایک عالیشان ہوٹل ہے اس کا انتظام ۔ اس کے ملازم اور فرنیچر سب کے
سب نہایت عمدہ ہیں ، ہم لوگوں کے سامنے ہر قسم کا کھانا جو اُس وقت کے
مناسب تھا لایا گیا قریب قریب ایک گھنٹے کے کھانے سے فراغت ہوئی یہاں
سے گاڑیوں پر سوار ہو کر میں چند دکانوں میں اسباب خریدنے کے لئے گیا اور
پھر اپنے ساتھیوں کے ساتھ شہر کے مختلف حصّوں کی سیر کرتا ہوا پریڈو
(Prado) میں جو شہر مارسیلز کے باہر ایک نہایت ہی عمدہ سیر گاہ ہے پہنچا
جہاں بڑا لطف حاصل ہوا ۔ اس کی روشوں پر دو رویہ گھنے اور گنجان درخت
لگے ہوئے ہیں یہ سیر گاہ دو میل لمبی ہے اور سمندر تک چلی گئی ہے راستے
میں مَیں نے موٹو کار ایک نوّ ایجاد گاڑی دیکھی جو بذریعہ برقی طاقت کے چلتی
ہے فی الحقیقت یہ اچھی ایجاد ہے اور اُن ملکوں میں نہایت ہی کار آمد
ثابت ہوگی جہاں اب تک ریل نہیں چلی راستے میں اور بڑی بڑی
ٹریموے گاڑیاں بھی جن کو برقی طاقت سے چلاتے ہیں اِدھر اُدھر جاتی ہوئی
نظر آئیں سیر گاہ سے پھرتا ہوا ایک عمدہ باغ میں پہنچا جس کو چیٹو بارلی

(Chateau Barely) کہتے ہیں اس میں میونسپل کی قدیمی اشیا کا عجائب گھر ہے جو ہر اتوار و جمعرات کو تو عام لوگوں کے لئے مگر سیاحوں کے لیے ہمیشہ کھلا رہتا ہے اس میں یونانیوں۔ رومن والوں مصریوں کی عمارت کے نمونے رکھے ہوئے ہیں اور چینی صناعوں کی بہت سی بنی ہوئی چیزیں بھی یہاں دیکھنے میں آئیں۔ زینے کی دائیں بائیں دیواروں پر اور چھت پر قسم قسم کی دستی تصویریں لٹکتی ہوئی دکھائی دیں اس باغ کے حصے میں عجائب گھر کے قریب ایک **بوٹینیکل گارڈن** یعنی باغ نباتات ہے چونکہ ۵ بجے شام کا وقت ہو لیا تھا اور ہم تھک گئے تھے اس لئے سب کے سب ایک قریب کے ہوٹل میں چاے پینے کے لئے گئے لوگوں کی اس ہوٹل میں بیاہ کے سبب سے اس قدر کثرت تھی کہ آرام سے بیٹھنے کی جگہ کا ملنا مشکل تھا اس لئے ایک اور ہوٹل میں جو وہاں سے تھوڑی دور تھا گئے آدھا گھنٹہ چاے پینے کے بعد ہم سب اپنی گاڑیوں پر سوار ہو کر اُس سڑک پر جو بندرگاہ مارسیلز کو جاتی ہے روانہ ہوئے آدھا میل کے قریب راستہ طے کرنے پر سڑک کے برابر وہ سمندر رہا جس نے ہمارا ساتھ یہاں سے چل کر اس وقت تک نہ چھوڑا جب تک اس بندرگاہ پر نہ پہنچے جہاں جہاز کھڑا تھا۔ اس شہر کی زبان فرانسیسی ہے اسلئے غیر ملک کے باشندوں کو کسی کمپنی کی معرفت کوئی مترجم لے لینا چاہیے تا کہ شہر کی حالت دریافت کرنے میں کسی قسم کی دقت پیش نہ آئے ٹامس کک اینڈ کمپنی

کا نہایت عمدہ قابلِ قدر انتظام ہے اُن کے ذریعے سے سیاحوں کو ہر قسم کا آرام ملتا ہے جہاز سے اسباب اُتارنے اور چڑھانے میں بڑی مدد دیتے ہیں جو لوگ مارسیلز سے لنڈن کو بذریعہ ریل جانا چاہتے ہیں اُنہیں تو ان کی مدد کی زیادہ ضرورت ہے اور انہی کے ذریعے سے ہوٹل میں عمدہ جگہ مل سکتی ہے۔ یہاں یہ بات بیان کر دینے کے قابل ہے کہ بعض ملازمین کمپنی جو مترجمی کا کام کرتے ہیں وہ کسی چیز کے خرید کرتے وقت اپنا محنتانہ اُس دُکاندار سے ٹھیرا لیتے ہیں جس سے کوئی چیز خرید یجاے اور خریدار کو زبان سے ناواقف سمجھ کر جو چاہتے ہیں دُکاندار سے مقرر کر لیتے ہیں جس سے ہر چیز کی قیمت دُگنی چوگنی ہو جاتی ہے۔ یہ نقص صرف اس سبب سے ہے کہ اس کام کو بہت کم حیثیت اشخاص کرتے ہیں جو کمپنی کے ملازم نہیں ہوتے۔ بلکہ ہر روز کا محنتانہ اُن لوگوں سے لیتے ہیں جن کو یہ مترجمی کا کام دیتے ہیں کمپنی کے ملازم جہاں تک دیکھا گیا ہے نہایت بادیانت مؤدّب شریف ہیں۔ یہاں اسباب کی کنجیاں کمپنی کے ملازم کو دے دینا چاہئے تاکہ وہ محصول والی چیزوں کا معائنہ افسر چُنگی کو کرا دے یہاں کے سب لوگ نہایت ہی ایمان دار ہیں چنانچہ گرینڈ ہوٹل میں جہاں میں نے ۴ بجے کھانا کھایا تھا چلتا ہؤا ایک چاندی کا سیگریٹ کیس بھول آیا تھا۔ جہاز پر پہنچتے ہی ایک شخص جو اُسی ہوٹل کا ملازم تھا میرے پاس سیگریٹ کیس کو لایا اور مجھے دے کر بہت خوش ہؤا انعام یا کسی قسم کی اُجرت

کا خواستگار نہ ہؤا گو یہ ایک جزوی چیز تھی مگر پھر بھی ۲½ میل کی مسافت طے کرکے پہنچا تاکہ اپنے مہمانوں کے دل میں کسی غیر مہذب بات کا خیال نہ آنے دے اس قوم کی ہر قسم کی ترقی کا یہی بڑا باعث ہے ۷ بجے شام کے قریب یہاں سے ہمارا جہاز روانہ ہؤا ✦

۱۵-جون ۱۹۰۲ء یوم یکشنبہ

آج جہاز بالکل بے تکان جا رہا ہے کسی قسم کی شورش سطح سمندر پر سوا اُس نشیب و فراز کے جو ہلکی ہوا سے جابجا پیدا ہوتا ہے نظر نہیں آتی۔ دُھند اِس قدر پڑتی ہے کہ کچھ دکھائی نہیں دیتا آج جب میں جہاز کے بالائی حصے پر گیا تو سوائے شاہی مہمانوں کے چند ہی یوروپین مسافر دکھائی دئے مسٹر فریڈریک اے جی لبش چیف سٹوارٹ نے بیان کیا کہ اول درجے کے ۶۵ مسافروں کے نہ ہونے سے جو مارسیلز میں اُتر گئے جہاز میں بڑی گنجائش ہوگئی ہے ۴ بجے شام کے قریب ہمارا جہاز جزیرہ بیلیارک کے پاس سے گزرا جزیرہ مذکور سپین سے متعلق ہے اس دن کا زیادہ حصہ مطالع کتب میں گزرا ✦

۱۶-جون ۱۹۰۲ء یوم دوشنبہ

صبح کو معلوم ہؤا کہ بخارات کی کثرت نے جہان کو اس قدر تاریک دھؤاں دھار کر دیا ہے کہ جہاز کو راستہ نہیں سوجھتا برابر مہیب آواز سے سیٹی بجا رہا ہے کہ راستے میں کسی دوسرے جہاز سے نہ ٹکرا جائے اکثر اہل جہاز جہاز کے

آہستہ ہونے اور اُس کی بے محل آواز سے چوکنا ہو کر جہاز کے اوپر گئے
معلوم ہؤا کہ تیرگی کے سبب سے راستہ نہیں ملتا دو گھنٹے کے بعد اندھیرا کم
ہونے پر جہاز اپنی راہ لگا اور ½۱ بجے کے قریب بندرگاہ جبرالٹر پر پہنچا
یہ بندرگاہ شمالی و جنوبی دو حصّوں پر منقسم ہے حصّہ شمالی تجارت کے لیئے
مخصوص ہے اس میں دو بڑے بازار ہیں ایک کا نام **واٹرپورٹ سٹریٹ**
اور دوسرے کا نام **آئیرش ٹون** ہے جنوبی حصّے میں باغات اور بیرڈ ہیں
دو منزلہ و سہ منزلہ عمارتیں بنی ہوئی ہیں سڑکیں کم چوڑی ہیں اس شہر میں
گورنمنٹ ہاؤس الیمنڈا جنوبی پارک و بازار کلاں قابل دید ہیں عرض بلد
جبرالٹر کا ۳۶ درجے ۷ دقیقہ شمالاً اور طول بلد ۵ درجے ۲۱ دقیقہ مغرب کی
طرف ہے اس شہر کی آبادی ۱۹ ہزار کی ہے اور ۶ ہزار فوج یہاں رہتی
ہے لنڈن سے اس کا فاصلہ دریا کے راستے **۱۲۹۹ میل** اور براہ خشکی ۱۶۶۰
میل ہے تری کے راستے سے لنڈن تک چار پانچ روز میں اور خشکی کے
راستے سے ۶۲ یا ۷۰ گھنٹے میں پہنچتے ہیں لنڈن کے وقت سے جبرالٹر کا وقت
۲۵ منٹ پیچھے ہے اس شہر کو انگریزی توپ خانے نے سپین والوں سے لیکر
۲۴۔ جولائی ۱۷۰۴ء کو سر جارج رک (Sir George Rooke) کے ماتحت
کر دیا تھا ۱۷۷۹ء تک بڑے حملے اور محاصرے ہوتے رہے ۱۱۔ جولائی ۱۷۷۹ء
میں فرانس و سپین والوں نے مل کر محاصرہ کیا جس کو محاصرہ اعظم کہتے ہیں۔

اور یہ جنگ ۱۲- مارچ ۱۷۸۳ء کو اس صلح پر ختم ہوئی- جو جنرل الیٹ گورنر انگریزی (General Elliot) اور ڈک ڈی کریلن کمان افسر (Duc-de Crillon) افواج سپین میں ہوا تھا اُسی مصالح کی رُو سے ۱۷۸۳ء سے اب تک قلعہ جبرالٹر انگریزوں کے قبضے میں ہے اس شہر کے قریب شمالاً اور جنوباً ایک طویل چٹان ہے اس کا طول ۳ میل اور عرض پون میل اور محیط ۷ میل کے قریب ہے شمالی و جنوبی اور مشرقی اطراف کی زمین مائل بہ پستی ہے مغربی سمت میں جدید شہر واقع ہے زمین کا نشیب ایک عُمدہ خلیج تک چلا گیا ہے یہ خلیج کے بڑے حصّے سے بذریعہ ایک خاکنائے کے جو ۱۵۰۰ گز لمبی اور ۹۵۰ گز سے ۱۸۰۰ گز تک چوڑی ہے جس کو نیچرل گرونڈ کہتے ہیں شمال کی طرف ملی ہوئی ہے شمال کی جانب کا پہاڑ ۱۴۰۰ فٹ عموداً بلند ہے اور ہزار فٹ کی بلندی پر چھوٹے چھوٹے سوراخ چاروں طرف دکھائی دیتے ہیں جن کی بابت کہا جاتا ہے کہ اس کے اندر توپیں رکھی ہیں کہ خاص وقت پر اُن سے کام لیا جائے۔ اس جگہ کی آب و ہوا نومبر سے مئی تک اچھی رہتی ہے باقی پانچ مہینے یہاں گرمی کے ہیں چونکہ یہ بندرگاہ بحیرہ روم کے دہانے پر واقع ہے۔ اس لئے اس کی مضبوطی لازمی ہے -

حیدر آباد دکن کے چند آدمی یہاں تجارت کرتے ہوئے پائے گئے ان کا لباس اہل فرنگ کی طرح ہے اُن میں سے میں نے ایک سے اردو میں گفتگو

کی کچھ جواب نہ دے سکا جس کا سبب صرف یہ ہے کہ یہاں کی مستقل بود و باش نے اُس کی مادری زبان کو بھلا دیا ہے اس جگہ شاہ مراکو کی طرف سے عبد الرحمن ابو الصدیق الرؤف جو طویل القامت اور متوسط العمر آدمی ہیں جہاز میں سوار ہوئے ان کے لئے گورنمنٹ کی طرف سے توپوں کی سلامی کی گئی ان کا قد ۶ فٹ سے زیادہ ہوگا ۴ بجے شام کے قریب جہاز نے پھر اپنے لنگر گاہ سے حرکت کی۔

۱۷۔ جون سنہ ۱۹۰۲ء یوم سہ شنبہ

الحمد للہ جہاز آج بھی کمال آرام سے جا رہا ہے ۱۲ بجے کے قریب ملک سپین دُور سے دکھائی دیا آج بھی میرا زیادہ وقت کتب بینی ہی میں صرف ہوا اور جہاز نے ۳۸۰ میل کے قریب مسافت طے کی۔ چونکہ آج رات کو ہمارے جہاز نے خلیج بسکے میں داخل ہونا ہے جس کی طغیانیِ آب کا ذکر سن کر دہ لوگ تو بہت ہی گھبرا رہے ہیں جن کا یہ پہلا بحری سفر ہے۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کی نسبت یہاں تھوڑا سا ذکر کر دیا جائے کہ یہ خلیج ہمیشہ کیوں متواج رہتی ہے اور قدرت کاملہ نے بعض ممالک یورپ کے لئے اس میں کن کن منفعتوں کا انحصار رکھا ہے جو لوگ جغرافیہ دان ہیں وہ ضرور اس کو بطرز احسن سمجھ کر قدرت خدا کی حمد و تعریف کرینگے۔ حرارتِ آفتاب خطِ استوا کے قریب کے سمندری حصص کے پانی کو اس قدر گرم کرتی ہے کہ وہ اپنی رفتار کو عین شمال مغرب میں کر لیتا ہے اور اِس پانی کی ٹکر کو ملک میکسکو و وسطِ امریکہ

کا حائل ہونا آگے گزرنے نہیں دیتا۔ بلکہ اس کا رُخ عین شمال مشرق کی طرف ہوکر یورپ کے شمال و مغربی ممالک کے ساحلوں پر ٹکر کھاتا ہے چنانچہ یہ سلسلہ ہمیشہ قانون قدرت نے اسی طرح جاری رکھا ہے اور اس پانی کا ٹکراؤ خلیج بِسکے میں واقع ہوکر اس کو ہمیشہ متواج رکھتا ہے اور اِس گرم پانی کی وجہ سے برٹش آئیلز۔ فرانس۔ ڈنمارک و ناروے کی آب و ہوا بہ نسبت دیگر ممالک کے جو اس عرض بلد پر واقع ہیں خوشگوار اور گرم ہے۔ خلیج بِسکے کے متواج ہونے کا باعث یہی ہے جو بیان کیا گیا اور اسی لئے ہر شخص کا خیال تھا۔ کہ یہاں ضرور پانی موجیں مارتا ہوگا ؎

۱۸۔ جون ۱۹۰۲ء یوم چہار شنبہ

آج صبح کو معلوم ہوا کہ ہمارا جہاز رات کے ۲ بجے سے خلیج بِسکے میں جارہا ہے یہ راستہ بہ نسبت دیگر بحروں کے کسی قدر روانئ آب کے سبب سے تکلیف دہ ہے۔ جس کی نسبت پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ کیوں پر آشوب اور طوفان خیز ہے مگر الحمد للہ جیسا سنا تھا نہ پایا ورنہ آج بھی بہت سے لوگوں کا مزاج بگڑا ہوا نظر آتا صرف کسی قدر جہاز کو حرکت ہے کہتے ہیں کہ اس حصے کو آج ہم ۲ بجے رات تک طے کرلینگے یہ کل ٹکڑا ۱-۵-۳۶ میل ہے ؎

۱۹۔ جون ۱۹۰۲ء یوم پنجشنبہ

رات کو خلیج بِسکے سے جہاز گزرا ہوا کی تیزی اور موجوں کی تھپیڑوں

سے رات بھر جنبش رہی کیونکہ ہوا کے سخت جھونکے اُس کی باقاعدہ رفتار کو بگاڑے ہوئے ہیں بارش بھی ہو رہی ہے اگر اس جہاز کی تکان مسافروں کے نازک دلوں کو صدمہ نہ پہنچاتی تو اس وقت لگاتار پانی برسنے سے ہوا کی خنکی سطح آب کی رونق ضرور لطف دیتی اور اگر خشکی پر پہنچنے کی خوشی نہ ہوتی تو ایک بھی عرشہ پر نظر نہ آتا بلکہ اپنے اپنے بستروں پر لیٹے ہوئے دکھائی دیتے جنہیں آج **پلیمتھ** سے **لنڈن** کو جانا ہے اپنا اپنا اسباب بندھوا رہے ہیں کیونکہ اب دور دراز بحری سفر کا خاتمہ قریب ہے تھوڑی دیر میں جہازوں کے مستول دور سے دکھائی دینے لگے شکاری طائر مچھلیوں کی فکر میں ہر طرف اُڑتے ہوئے نظر آتے ہیں صبح کے ½ ۹ بجے کے قریب سامنے سے خشکی کا حصہ معلوم ہونے لگا۔ چھوٹی چھوٹی کشتیاں اِدھر سے اُدھر دوڑتی ہوئی دکھائی دیں اور قریب قریب ایک گھنٹے کے بعد جہاز **پلیمتھ** کے بندرگاہ پر لنگر زن ہُوا۔ ہوا بدستور شدّت سے چل رہی ہے بارش اگرچہ کم ہو کر صرف ترشح کی حد پر رہ گئی ہے مگر اُترنے والے مسافروں کے اسباب بھگو دینے کے لئے اب بھی بہت ہے جہاز کو ٹھیرے ہوئے ۲۰ منٹ بھی نہ گزرے تھے کہ **گریٹ ویسٹرن ریلوے** کا چھوٹا سا دُخانی جہاز اُن مسافروں کے لینے کے لئے ہمارے جہاز کے پہلو میں آگیا جن کو اسی اسٹیشن سے لنڈن جانا ہے مگر ابھی بہت سے سیکنڈ کلاس اور چند فرسٹ کلاس مسافر باقی ہیں

جو خاص لنڈن ہی میں جہاز سے اُترنے والے ہیں جہاں کل ۲۰۔جون ۱۹۰۲ء
کو ۱۰ بجے جہاز پہنچیگا چونکہ اسباب بہت تھا اس لئے جہاز سے اُتارنے میں
دو گھنٹے سے زیادہ صرف ہوئے لوگوں کی ڈوبی ہُوئی طبیعتیں ایک عرصہ دراز
تک دریا میں رہتے رہتے اُکتا گئی ہیں انتظار میں ہیں کہ کب جہاز سے
اُتریں اور خشکی کا مُنہ دیکھیں خدا خدا کرکے ہم لوگ ایک چھوٹے جہاز پر
سوار ہوئے قریب آدھے گھنٹے کے بعد پلیمتھ کے سٹیشن پر جا اُترے جہاں
ہمارے لئے سپیشل ٹرین تیار موجود تھی فوراً ہمارا اسباب جس وقت تک
ہم ویٹنگ روم میں جہاں چاے پینے اور تھوڑی دیر آرام لینے کی غرض
سے ٹھیرے رہے ریلوے ملازمین نے بڑے قاعدے سے ریل میں لگا دیا۔
قریب ½۱ بجے دن کے برسٹل اور باتھ کے راستے ٹرین روانہ ہوئی ریل
کی رفتار ۵۰ میل فی گھنٹہ ہے۔پلیمتھ سے لنڈن تک جو ۲۴۶ میل کا فاصلہ
ہے صرف دو جگہ ریل ٹھیری جہاں انجن بدلا جاتا ہے راستے میں ہر جگہ دائیں
بائیں سبزہ زار ہی سبزہ زار دکھائی دیا اس طرف میدانوں اور کھیتوں میں ہری
ہری گھاس کے سوا فصلی کاشت کی کوئی شے نظر نہیں آئی اُس کی وجہ دریافت
کرنے سے معلوم ہُوا کہ یہاں مویشی کثرت سے ہیں جس سے یہاں کے باشندے
علاوہ گوشت کھانے کے جس کے وہ نہایت شائق ہیں دُودھ اور مکّھن وغیرہ سے
زیادہ منتفع ہوتے ہیں۔اس لئے اُنہوں نے اپنے تمام کھیتوں اور زمین کو

مویشیوں کے چراگاہ کے لئے خاص کر دیا ہے ½ ۷ بجے شام کو ہم خاص لنڈن
میں پہنچے۔ جہاں شاہی دو اسپہ گاڑیاں پہلے ہی سے ہمارے لینے کے لئے
پلیٹ فارم پر موجود تھیں ریل پر ریسیو کرنے کے لئے **مسٹر گبریل صاحب**
موجود تھے کمال خلق کے ساتھ ہر شخص سے پیش آئے اور گاڑیوں پر سوار کرایا اور
ہمارا اسباب جو بریک میں تھا اُنہوں نے اپنی وساطت سے ہوٹل میں بھجوایا
میں سٹیشن سے **سینٹ آرمنز ہوٹل** میں جہاں تین کمرے نہایت عمدہ آراستہ
میرے لئے مخصوص کئے گئے تھے فروکش ہُوا *

قدیم حالات شہر لنڈن

چونکہ شہر لنڈن سلطنت برطانیہ کا دار الحکومت ہے۔ اس لئے بہتر معلوم
ہوتا ہے کہ اس کا کچھ ابتدائے حال صحت کے ساتھ لکھا جائے لنڈن کی نسبت
کوئی مفصل تاریخ ایسی نہیں پائی جاتی جس سے یہ دریافت ہو سکے کہ کس شخص
نے کس سن میں اس کی بنیاد ڈالی مگر پھر بھی جہاں تک ہو سکا انگریزی معتبر
تاریخوں سے اس کی تحقیق کی گئی ہے کہتے ہیں کہ پہلے اس جگہ ایک بادشاہ
مسمے **کیر لڈ** (Caer Lud) نے اپنے نام پر ایک قصبہ **لڈز ٹون**
(Luds Town) آباد کرایا اور اوائل میں قصبہ لنڈن کے ایک دروازے
کا نام (Luds Gate) یعنی دروازہ لڈز رکھا گیا تھا اور اُسی نام سے آج تک
لڈگیٹ ہل (Ludgate Hill) بازار جو **فلیٹ سٹریٹ** (Fleet Street)

اور سینٹ پالز (St. Paul's) کے درمیان واقع ہے مشہور چلا آتا ہے اُس زمانے میں دریائے ٹیمز ایک فراخ جھیل کی صورت میں پھیل جاتا تھا بعضوں کا قول ہے کہ یہ شہر کیلٹک (Celtic) زبان کے مفصلہ ذیل الفاظ سے بنایا گیا ہے۔ لین ڈین (Llyndyn) یعنی وہ قصبہ جو جھیل پر واقع ہے۔ یا لین ڈی نس (Llhwndinas) یعنی وہ قصبہ جو جنگل میں واقع ہے۔ لانگ ڈائینس (Lhang Dinas) یعنی وہ قصبہ جس میں جہاز بکثرت ہوں اس قصبے کے شمال کی جانب ایک گنجان جنگل تھا جس میں ہرن جنگلی سؤر اور وحشی حیوانات بکثرت رہتے تھے اور شمال مشرق کی طرف بہت وسیع دلدل کا میدان تھا جس کے سبب سے اس کا نام فینس بری (Fensbury). رکھا گیا اور اُنہیں جگہوں میں لوگ جھونپڑی ڈال کر آباد تھے اہل رومن نے برطانیہ کے دوسرے حملے کے وقت لنڈین (Llyndyn) کو فتح کیا اور اپنی زبان میں لنڈی نیم (Landinium) کے لفظ سے نامزد کیا رفتہ رفتہ کثرت استعمال سے لنڈن ہو گیا اس قصبہ نے رومن والوں کے عہد میں اس قدر ترقی کی کہ شاندار شہر بن گیا۔ تیسری صدی سن عیسوی میں لنڈن اپنی وسیع تجارت کے سبب سے مشہور ہو گیا۔ اور سینکڑوں جہاز غلہ باہر لے جانے کے واسطے آنے جانے لگے بڑی بڑی فوجی سڑکیں برطانیہ کے مختلف حصّوں میں یہاں سے نکالی گئیں۔ وہ پتّھر جو کہ لنڈن کے پتّھر کے نام سے مشہور ہے

اب تک موجود ہے اور (Cannon Street) کے نن سٹریٹ کے (St. Swithin's Church) سینٹ سوای تھینز چرچ یعنی گرجا کی دیوار میں لگا ہوا ہے سنہ عیسوی کی چوتھی صدی کے پہلے حصّے میں لنڈن کی چاروں طرف دیوار بنادی گئی اس دیوار کے نشانات کہ یہ کس کس جگہ تھی لنڈن کے کوچوں کے نام سے معلوم ہو سکتے ہیں اس دیوار کے بے شمار کھنڈل اور اہل رومن کی بڑی بڑی اینٹیں اب بھی ٹاور ہل (Tower-Hill) کے قریب دیکھی جاسکتی ہیں شہر کے شمالی اختتام پر دریا کی جانب جہاں اب ٹاور اف لنڈن (Tower-of-London) واقع ہے ایک مضبوط قلعہ تھا اُس دیوار کی لمبائی سوا دو میل کے قریب تھی دریا کے کنارے کو بھی ایک دیوار سے مستحکم کیا تھا جس میں تین دروازے تھے دیوار کا وہ حصّہ جو خشکی کی جانب تھا ۲۲ فٹ اونچا تھا جس کو ۱۵ مضبوط برجوں سے مستحکم کیا تھا اور ہر بُرج کی بلندی ۴۰ فٹ تھی فصیل میں تین دروازے تھے ایلڈگیٹ (Aldgate) ایلڈرزگیٹ (Alder's-Gate) لڈگیٹ (Ludgate) اور بعد کو ایک اور دروازہ بڑھایا گیا جو پوسٹرن گیٹ (Postern Gate) کے نام سے موسوم ہوا جس کے نشانات اب تک ٹوورہل (Tower Hill) پر پائے جاتے ہیں اس دیوار کے شمالی حصّے میں توپوں کے رکھنے کے لئے روزن بنے ہوئے تھے اہل رومن نے لنڈن کو ترقی دینے میں کمال کوشش

کی اور اُس کو ایک عالی شان قصبہ بنا دیا علاوہ اُس خوبصورت فرش کے جو
چوپہلی اینٹوں سے بنایا گیا اور بھی بہت سی ترقیاں عمارت میں کی گئیں جن
کے کھنڈل اب تک موجودہ شہر کی سطح کے ۱۵ یا ۲۰ فٹ کے نیچے پائے جاتے
ہیں پہاڑی کی چوٹی پر جہاں اب سینٹ پال کا گرجا واقع ہے ایک بڑا
ڈائنہ کا مندر تھا دریا کے کنارے بہت سے دولت مندوں کی تفریح کے
مکانات اور دریا کے ہر پہلو پر پشتے بنے ہوئے تھے جب سیکسنوں
(Saxons) نے انگلستان کو فتح کیا تو شہر لنڈن کو سلطنت اسسیکس (Essex)
کا پایہ تخت قرار دیا ۶۱۰ء میں اُس جگہ پر ایک گرجا بنایا گیا جہاں کہ اب
سینٹ پال (St. Paul) کا گرجا واقع ہے اور ۸۳۳ء میں اس گرجا
میں داناؤں کی ایک مجلس قرار دی گئی تھی ایلفرڈ اعظم (Alfred the Great)
نے لنڈن کو کل انگلستان کا دار السلطنت مقرر کیا ۹۹۴ء میں دریائے ٹیمز
پر پہلے پہل چوبی پل بنایا گیا اور ۱۱۷۶ء میں وہی پتھر کا پل کر دیا گیا جو
۱۸۳۲ء تک قائم رہا اب اُس جگہ پر اس وقت لنڈن برج موجود ہے
۹۲۵ء میں شاہ اتھیلبسٹن (Athelston) نے لنڈن میں اوّل اوّل
شاہی محل بنایا اس کے بعد مختلف سلطنتوں کے عہد میں شہر کی حدود رفتہ رفتہ وسیع
ہوگئیں ٹاور آف لندن (Tower of London) کے وہایٹ ٹاور (White Tower)
کو ولیم اوّل نے ۱۰۷۸ء میں تعمیر کرایا تھا اور ولیم روفس (William Rufus)

نے ۱۰۹۷ء میں ویسٹ منسٹر ہال (Westminster Hall) کی بنیاد ڈالی
۱۲۵۵ء میں ایک نہر بنائی گئی جس سے شہر میں پانی تقسیم ہوتا تھا ۱۳۴۰ء
میں کل شہر پر محصول لگایا گیا تاکہ شہر اور شہر کے نزدیک کے کوچوں میں فرش
کیا جائے ان فرشوں پر ۱۴۱۶ء میں لالٹینیں لگائی گئیں تاکہ کوچوں میں روشنی
رہے ۱۴۴۳ء میں جب دیکھا گیا کہ شہر میں پانی کافی نہیں ہے تو نل کے ذریعے
سے شہر میں پانی پہنچایا گیا سولھویں اور سترھویں صدی میں لنڈن کی آبادی
میں اس قدر جلد ترقی ہوئی کہ ملکہ الزبتھ اور شاہ جیمز نے اشتہار جاری
کردئے کہ شہر کو اور نہ بڑھایا جائے اس وقت شہر لنڈن نہایت خوش وضع
بن گیا اور اُس میں بہت سے عالی شان گرجے بنائے گئے اور اُس حصے میں
جو لنڈن اور ویسٹ منسٹر کے درمیان واقع ہے شرفا و اُمرا کے عالی شان
مکانات بن گئے ان میں سے بعض عمارتوں کے ساتھ خوشنما باغ تھے ۱۶۶۱ء
کے قریب بہت سے بازار بنائے گئے خصوصاً سینٹ جیمز سٹریٹ۔ پال مال۔
پکاڈلی اسی سال میں بنائے گئے اور کوچوں و گلیوں میں بہت وسعت دی گئی ۱۶۶۵ء
میں لنڈن کو طاعون نے بالکل تباہ کر دیا اور ۱۶۶۶ء میں ایک بڑی آتش زدگی
نے ۱۳ ہزار مکانوں کو جس میں سینٹ پال اور دیگر بہت سے گرجے اور تجارتی
مکانات تھے جلا کر خاک سیاہ کر دیا اس آتش زدگی میں ⅘ حصہ تباہ ہو گیا پھر شہر
کے دوبارہ بنانے میں نئی نئی تجویزیں کی گئیں کوچے وسیع و فراخ اور مکانات

پائدار مصالح سے بنائے گئے سینٹ پال گرجا کے علاوہ ۳۵ گرجے اور
از سرِ نو تعمیر کئے گئے ایک زمانے میں اس شہر کے ۹ دروازے تھے مگر ۱۷۶۱ء
میں سوائے دو دروازوں کے اور مسمار کر دئے گئے اور اُن دو مشہور دروازوں
میں سے ایک ۱۸۷۸ء تک قائم رہا یہاں تک تو شہر لنڈن کا مجملاً وہ حال
بیان کیا گیا جس کا تعلق گذشتہ زمانے سے تھا اب اس شہر کی موجودہ حالت
تفصیل پر بھی غور فرمائے اس میں کوئی شک نہیں کہ دُنیا کے کل اور جدید شہروں
میں کوئی شہر ایسا نہیں ہے جس کی شان و عظمت آبادی رونق آئے دِن
کی ترقی ہر وقت کی بھیڑ بھاڑ ایسی نہ ہو جیسی برطانیہ اعظم کے دار السلطنت
شہر لنڈن کے کوچہ و بازار میں ہے خصوصاً آج کل تاج پوشی کے مبارک
زمانے میں آدمیوں کے ہجوم اور کثرت کی یہ حالت ہے کہ جس کی مثال عالم
وہم و خیال کے سوا خارج میں نہیں پائی جاتی۔ ہم لوگ باوجودیکہ شاہی مہمان
ہیں اور تمام قوم کمال مہربانی سے ہمارا اعزاز و احترام اپنا فرض سمجھتی ہے
ہر جگہ جہاں سے ہم گذرتے ہیں ہرّا ہرّا کے نعرے بلند ہوتے ہیں اور
لوگ برابر چیرز دیتے ہیں مگر پھر بھی ہر گذرگاہ پر ہماری گاڑیوں کو ۱۵ یا
۲۰ منٹ اس کا انتظار کرنا پڑتا ہے کہ راستہ خالی ہو اس موقع پر کوئی شخص
کسی کی ملاقات کے لئے معینہ وقت پر نہیں پہنچ سکتا جب تک راستے
کے توقفات کا اندازہ کر کے تھوڑی دیر پیشتر اپنے گھر سے نہ چلے اس شہر

کی یہ رونق اور آراستگی صرف ہماری ملکہ معظمہ کوئن وکٹوریہ صاحبہ ہی کے عہد دولت میں ہوئی ہے اس جگہ یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ تقریباً سارا شہر لنڈن گذشتہ ۵۰ سال بلکہ اس سے بھی کم میں از سر نو تعمیر کیا گیا ہے شہر لنڈن دریائے ٹیمز کے دونو کناروں پر اُس کے دہانے سے ۶۰ میل کے فاصلے پر آباد ہے شہر کا خاص حصّہ مسمّٰی بہ لنڈن جس کا حال تاریخ اور واقعات سے متعلق ہے موجودہ دار السلطنت کے بڑے رقبے کے مقابل میں صرف ۷۰۰ ایکڑ رقبہ رکھتا ہے لیکن موجودہ شہر ۱۴½ میل لمبا اور ۱۱½ میل چوڑا ہے یعنی ۱۶۶¾ مربع میل کل رقبہ ہے دریائے ٹیمز کے شمالی حصے کی طرف کی سطح زمین رفتہ رفتہ ۲۰۰ فٹ کی بلندی تک پہنچ گئی ہے اور جنوب کی جانب ۳ میل کے قریب چوڑا ایک صاف میدان ہے دریا کے قریب شمالی حصے کی طرف شہر کے عین وسط میں تھوڑی اونچائی ہے جس پر سینٹ پال گرجا واقع ہے شہر لنڈن میں بہت سے وہ ضلع آملے ہیں جو پہلے اُس کے مضافات میں واقع تھے اس پر بھی بیرون شہر کی آبادی روز بروز بڑھتی جاتی ہے لنڈن کی اگر ایک روز کی مردم شماری کی جائے تو اس میں صرف وہی لوگ شامل نہ ہونگے جو اُس کے قریب قریب جگھوں میں آباد ہیں بلکہ ۴۰ اور ۶۰ میل تک کے فاصلے کے گاؤں اور قصبہ جات کے لوگ روزمرہ اس شہر میں آمد و رفت رکھتے ہیں قریب ۳ لاکھ آدمیوں کے باہر سے آتے جاتے رہتے

ہیں اس حساب سے لنڈن کی کل روزانہ مردم شماری ۵۰ لاکھ نفوس کے قریب ہوتی
ہے شہر لنڈن کی سڑکوں کا انتظام کمیٹی کے سپرد ہے جس کا اعلے افسر میر مجلس
لارڈ میر (Lord Mayor) کہلاتا ہے اس کمیٹی کی ایجاد سنہ ۱۰۷۹ء
میں ولیم اوّل نے کی تھی اس کا پہلا لارڈ میر ہنری فٹز ایل ون
(Henry Fitz Aylwin) سنہ ۱۱۸۹ء میں منتخب کیا گیا جس نے شہر
پر سنہ ۱۲۱۲ء تک حکومت کی اس کمیٹی کے بھی ہر سال ۲۵ منتخب شدہ الڈرمین
(Aldermen) میں سے ایک لارڈ یعنی میر مجلس اور دو آدمی شیریف (Sheriff)
منتخب کئے جاتے ہیں اور ۲۰۶ ممبر ہوتے ہیں اکثر امور میں قانون لنڈن اور شہر کی کمیٹیوں کے
قانون سے مختلف ہے اوائل میں لارڈ میر کو شہر کے لوگ عام مجمع میں جمع
ہو کر سینٹ پال کے گرجا میں منتخب کرتے تھے لیکن چونکہ ایسا کرنے میں بڑا
جھگڑا پیدا ہوتا تھا فساد اور زدوکوب تک نوبت پہنچتی تھی اس لئے سنہ ۱۴۷۵ء
میں ایک ایکٹ جاری کیا گیا جس کی رو سے اب کومن ہال میں ایک جلسہ منعقد
ہوتا ہے جس میں چار الڈرمین اور شہر کے مختلف فرقے کے لیوری مین
ہوتے ہیں یہ گروہ دو ایلڈرمینوں کو لارڈ میر منتخب کرتا ہے پھر ان دونو
میں سے ایک کو ایلڈرمینوں کا مجمع لارڈ میر بناتا ہے شہر لنڈن کا بیرونی حصّہ
۲۸ حصّوں میں تقسیم کیا گیا ہے ہر حلقے کے ایلڈرمین اور منتخب شدہ ممبر
علیحدہ ہیں جن کی تفصیل نقشہ آئندہ سے بخوبی سمجھ میں آسکتی ہے ✣

نام حلقہ جات بخط انگریزی	نام حلقہ جات بخط اردو	رقبہ ہر حلقہ بحساب ایکڑ	آبادی ہر حلقہ	مالیت ہر حلقہ جو قابل تشخیص ریٹ ہے بحساب پونڈ	تعداد ایلڈرمین	تعداد کونسیلرز	میزان کل ایلڈرمین و کونسیلرز
Batter Sea.	بیٹرسی	۲۱۶۹	۱۶۵۱۱۵	۹۰۶۲۳۵	۹	۵۴	۶۳
Bermondsey.	برمن سی	۱۵۰۶	۱۳۷۵۸۵	۸۶۴۳۱۸	۹	۵۴	۶۳
Bethnal Green.	بیتھنل گرین	۷۵۵	۱۲۹۱۶۲	۴۵۷۵۱۹	۵	۳۰	۳۵
Camberwell.	کیمبرویل	۴۴۵	۲۵۳۰۷۶	۱۱۹۳۰۱۰	۱۰	۶۰	۷۰
Chelsea.	چیل سی	۶۵۰	۷۵۱۹۶	۷۴۴۲۷۸	۶	۳۶	۴۲
Deptford.	ڈیپٹ فورڈ	۱۵۷۴	۱۰۷۲۷۳	۵۴۹۷۵۹	۶	۳۶	۴۲
Finsbury.	فینس بری	۵۸۸	۱۰۹۹۶۱	۸۹۰۶۳۴	۹	۵۴	۶۳
Fulham.	فل ہم	۱۷۰۱	۱۱۳۷۸۱	۶۳۹۵۸۵	۶	۳۶	۴۲
Greenwich.	گرین وچ	۳۸۱۳۷	۸۴۴۲۹	۵۱۷۳۲۰	۵	۳۰	۳۵
Hackney.	ہیک نی	۳۲۹۹	۲۱۳۰۴۴	۱۱۰۰۴۳۵	۱۰	۶۰	۷۰
Hammer Smith.	ہیمرسمتھ	۲۲۱۶	۱۰۴۱۹۹	۶۱۰۲۱۱	۶	۳۶	۴۲
Hampstead.	ہیم سٹیڈ	۲۲۶۸	۷۵۴۴۹	۸۵۱۴۱۳	۷	۴۲	۴۹
Holborn.	ہال بارن	۴۰۹	۲۶۷۴۰۰	۸۳۶۸۵۱	۷	۴۲	۴۹
Islington.	ای لینگٹن	۳۱۰۹	۳۳۶۷۶۴	۱۸۱۶۹۲۵	۱۰	۶۰	۷۰
Kensington.	کین زنگٹن	۲۱۸۸	۱۷۰۴۶۵	۲۱۲۷۵۳۷	۱۰	۶۰	۷۰

نام حلقہ جات بخط انگریزی	نام حلقہ جات بخط اردو	رقبہ ہر حلقہ بحساب ایکڑ	آبادی ہر حلقہ	مالیت ہر حلقہ جو قابل تشخیص ریٹ ہے بحساب پونڈ	تعداد ایلڈرمین	تعداد کونسیلرز	میزان کل ایلڈرمین و کونسیلرز
Lambeth.	لیم بتھ	۴۱۰۵	۲۹۷۶۱۳	۱۷۳۱۰۲۸	۱۰	۶۰	۷۰
Lewisham.	لیوئیس ہیم	۷۰۱۱	۹۹۹۶۲	۷۳۲۲۸۳	۷	۴۲	۴۹
Paddington.	پےڈنگ ٹن	۱۳۰۰	۱۳۵۹۵۶	۱۳۰۴۵۹۹	۱۰	۶۰	۷۰
Poplar.	پاپ لر	۲۳۳۳	۱۶۹۲۶۷	۷۴۵۲۷۲	۷	۴۲	۴۹
St. Marylebone.	سینٹ میری لیبون	۱۵۰۶	۱۴۱۱۸۸	۱۶۰۸۷۷۱	۱۰	۶۰	۷۰
St. Pancras.	سینٹ پینکراس	۲۶۷۲	۲۳۰۷۶۴	۱۶۷۲۶۹۰	۱۰	۶۰	۷۰
Shoreditch.	شور ڈچ	۶۴۸	۱۲۲۳۵۸	۷۰۸۶۴۴	۷	۴۲	۴۹
Southwork.	سوتھ ورک	۱۱۱۹	۲۰۶۵۸۲	۱۱۵۸۷۷۵	۱۰	۶۰	۷۰
Stepney.	سٹیپ نی	۱۷۶۴	۲۹۵۵۱۵	۱۳۴۸۳۰۰	۱۰	۶۰	۷۰
Stoke Newington.	سٹوک نیوانیگٹن	۸۶۸	۵۰۳۷۷	۳۲۰۰۵۸	۵	۳۰	۳۵
Wandsworth.	وینڈس ورتھ	۹۱۰۶	۱۸۴۶۸۴	۱۳۳۲۶۵۱	۱۰	۶۰	۷۰
Westminster.	ویسٹ منسٹر	۲۵۵۵	۱۹۳۴۶۵	۴۹۷۷۸۰۲	۱۰	۶۰	۷۰
Woolwich.	وول وچ	۸۲۹۶	۱۰۶۴۷۷	۵۵۸۱۹۴	۶	۳۶	۴۲
City of London.	سٹی آف لنڈن	۶۷۰	۳۱۱۰۸	۳۵۵۰۶۲۴	۲۶	۲۰۶	۲۳۲
Total.	میزان کل	۷۴۸۲۲	۴۴۲۸۲۱۵	۳۶۸۵۵۷۲۱ پونڈ ۵۵۲۸۳۵۸۱۵ روپیہ	۲۵۳	۱۵۶۸	۱۸۲۱

اس شہر میں بہت سی تجارتی کمپنیاں ہیں جنہوں نے مختلف قسم کی تجارتیں جاری کی ہیں اور اپنی تجارت کو دُنیا کے کل حصّوں میں اس حکمت سے رواج دیا ہے کہ قابلِ تعریف ہے اُنہیں کمپنیوں نے ایک گروہ قرار دیا ہے جس کو لیوری کمپنی کہتے ہیں جس کا فرض منصبی ہے کہ وہ مختلف قسموں کے تجارت پیشہ لوگوں کی نگرانی کرے اور اُن لوگوں کو مدد دے جو مفلسی اور محتاجی کے باعث سے مستحق اعانت ہو گئے ہوں اس کمپنی کا یہ فرض ہے کہ تمام تاجروں کے حالات سے خبر رکھے اور اُن کو بد دیانتی اور کم تولنے اور کم حیثیت کی چیزیں دے کر عام لوگوں کو دھوکا دینے سے مانع رہے نیز یہ بھی انتظام اس کا منصبی کام ہے کہ سب لوگ عبادت کے دنوں میں معبدگاہوں میں جاکر عبادت کریں اور اپنے اپنے ہال کمروں میں جمع ہو کر ساتھ کھانا کھائیں الغرض اہل انگلینڈ نے تجارت کے اصول بہت درست کئے ہیں اور روز بروز ترقی کرتے جاتے ہیں اس میں کوئی شک نہیں کہ اس خاص فن میں یہ لوگ اپنا نظیر نہیں رکھتے۔ بلکہ یہ کہنا کہ کسی زمانے میں ایسی رونق اس پیشہ نے نہیں پائی شاید مبالغہ نہ ہو یہ مان لینے کی بات ہے کہ ترقی تجارت کے لئے جو جو اصول قرار دئے ہیں وہ عقلاً اور تجربتاً بہتر ہیں اور ایک عالم نے تسلیم کر لیا ہے۔ یہ لوگ اپنے پیشے کی ترقی کے لئے ایک چیز پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ بہت سے ذریعوں کو اپنا مددگار بناتے ہیں ادھر اخبارات اور اشتہارات کی معرفت جو شہرت کے اعلےٰ ذریعے ہیں

اپنی دُکان کو مشہور کرتے ہیں اُدھر عمدہ عمدہ مجلد کتابوں میں اشیاے تجارتی
کی خوشرنگ تصویریں طبع کرا کے شائع کرتے ہیں جن کو صرف اہل ضرورت
ہی نہیں لیتے بلکہ اُن کی خوبصورتی اور رنگ آمیزی عام لوگوں کو اپنا شائق
بنا لیتی ہے اپنا نقصان گوارا کر کے تجارت کے مال کو نمونے کے طور پر تمام
ملکوں اور شہروں میں مفت روانہ کرتے ہیں جس سے اگر ہزاروں میں ایک
خریدار بھی نکل آتا ہے تو اُس نقصان کا معاوضہ معقول نفع کے ساتھ اُن کو
حاصل ہو جاتا ہے. مجھ کو اس سفر میں ان لوگوں کے اصول تجارت اور خریداروں
کو اپنی جانب بے اختیار متوجہ کر لینے والی گھاتوں سے واقفیت حاصل کرنے
کا پورا موقع ملا جس سے ہمارے ملک کے تاجر بالکل ناواقف ہیں عمدہ عمدہ
چیزوں سے دُکان کی آراستگی ہی کیا کم دل فریب ہوتی ہے اور پھر اس پر
طرہ یہ کہ خوش خلق حسین دُکان داروں کا دل پسند انداز نئے جلوؤں سے ایک
عالم کو اپنی جانب متوجہ کر لیتا ہے چونکہ حُسن کا جذب مقناطیسی عام دلوں پر اثر
کئے ہوئے ہے اور اُس کی تیز نگاہیں برقی قوّت کا خاصہ رکھتی ہیں اس لئے
لوگ ہر طرف سے ٹوٹے پڑتے ہیں اب کیا کہنا نقد جان کے مولوں بھی سودا سستا
ہے تجارتی شان دار مکانات میں ہر چیز اعلےٰ صفائی کے ساتھ اپنے اپنے
قرینے سے رکھی ہوئی ہوتی ہے جس کا ظاہری جلوہ خریدار کو اپنی خوشنمائی کا
فریفتہ کر لیتا ہے بازار سے گذرے تو دو رویہ چھ منزلہ ہشت منزلہ عمارتیں

بلامبالغہ محلات شاہی سے رونق اور عمدگی میں زیادہ عروس شب اوّل کی طرح آراستہ نظر آتی ہیں جن کی اعلےٰ درجے کی آراستگی اور شان و شوکت خود اس بات سے آگاہ کر دیتی ہے کہ کسی تجارتی کمپنی کی دُکان ہے اور دیکھئے بعض سائن بورڈ جو دُکانوں کی پیشانیوں پر لکھے ہوئے ہوتے ہیں ان میں یہ شعبدہ گری کی ہے کہ رات کو بذریعہ بجلی کی روشنی کے اُن کے بڑے بڑے حروف سبز۔ سرخ۔ زرد مختلف رنگوں میں اپنا جلوہ دکھایا کرتے ہیں ابھی حروف سیاہ نظر آرہے ہیں ایک مرتبہ جو رنگ بدلا سب کی نگاہیں بے اختیار متوجہ ہوگئیں۔ اب جو دیکھا تو تمام حروف برق کی طرح روشن معلوم ہونے لگے اس پر بھی اکتفا نہیں عجیب عجیب فرضی تصویریں مختلف قسموں کی دُکان کے بیرونی حصے پر آویزاں رہتی ہیں جن کی ظاہری ہیئت آنے جانے والوں کو تھوڑی دیر اپنے نظارے کے لئے ضرور ہی روک لیتی ہے پھر اُن تصویروں کی کسی جانب مثلاً یہ لکھا ہُوا ہوتا ہے کہ آؤ عمدہ اقسام کے باجے خرید و وغیرہ وغیرہ۔ آخر لوگ انسان ہیں فرشتے تو نہیں جو ایسی نادر چیزوں کے دیکھنے کے لئے آمادہ نہ ہو جائیں خواہ مخواہ دُکانوں پر ہجوم لگا رہتا ہے کہاں تک تماشہ دیکھنے والے اشیا کی خریداری نہ کرینگے اب تجارت کے عنوانات ملاحظہ کیجے کبھی کمیشن کے ذریعے سے ایک عالم کو بلا منّت اپنا گاہک بنا لیتے ہیں کبھی لاٹری یعنی چٹھیوں کے ذریعے سے اپنے مال کو فروخت کرتے ہیں مثلاً ہزار روپے کے قیمتی مال پر

سَو آدمیوں کے نام دس دس روپے کی چٹھیاں ڈالی گئیں جس کے نام چٹھی نکلی اُس کو دس روپے میں ہزار روپے کا مال مل گیا اس صورت میں بیچنے والے کو خاطرخواہ نفع ہُوا اور لینے والے کو گویا مفت مال ملا پھر کچھ اسی پر موقوف نہیں مفید طریقے روز بروز ایجاد ہوتے جاتے ہیں اس موقع پر مجھے یہ ضرور نہیں ہے کہ مذہبی اصول پر بنا کر کے کسی خاص طریقے کے جواز و عدم جواز کے متعلق بحث کروں میری غرض اس بیان سے صرف یہ ہے کہ تجارت کے متعلق ان لوگوں کی اعلےٰ کوشش اور وسیع فکریں کس درجے تک بڑھی ہوئی ہیں ان لوگوں نے دُنیا کے مختلف حصّوں میں تجارت کو بذریعہ کمپنیوں کے رونق دی ہے اور اس کو اپنی ترقی اور اعزاز کا مدار قرار دیا ہے چنانچہ کہیں دیکھنے میں نہیں آیا کہ تنہا ایک شخص نے کوئی تجارتی کارخانہ اپنے روپے سے قائم کیا ہو واقعی یہ کتنا اچھا طریقہ ہے اگر غور کی نگاہ سے دیکھا جائے تو اور خوبیوں کے علاوہ قومی اعانت کا بھی پہلو لئے ہوئے ہے ہزاروں بلکہ لاکھوں آدمی شریک ہوکر ایک کارخانہ قائم کرتے ہیں اور ہر شخص علیحدہ علیحدہ حصّہ رکھتا ہے جو نفع حاصل ہوتا ہے اُس کو باہم تقسیم کر لیتے ہیں جس کا اعلےٰ منشا یہ ہے کہ ایک ہی شخص اس تجارت کا فائدہ نہ اُٹھائے بلکہ اور لوگ بھی منتفع ہوسکیں جس سے قوم کی حیثیت روز بروز درست ہوتی جائے اور ملک پر ترقی کا اثر پڑتا جائے اگر نقصان بھی ہو تو بجائے اس کے کہ اس کا بار ایک

شخص پر پڑے کل جمعیت پر تقسیم ہو کر محسوس نہیں ہوتا برخلاف اس کے ایک شخص کی ملکیت ہونے کی صورت میں دوالہ نکل جاتا اِدھر نقصان مایہ اُدھر شماتت ہمسایہ اس کو تو روتے نہ بن پڑتی ہمچشموں میں ہنسی ہوتی ہمارے اہل ملک کو اوّل تو تجارت کا شوق نہیں فطرتاً اس مذاق سے ناآشنا ہیں اگر دیکھا دیکھی کسی نے ہمت کرکے اپنے روپے سے تجارت شروع بھی کی تو ایسے بُرے اصول اختیار کئے جن سے قیامت تک ترقی کی امید نہیں ہوسکتی دُکان پر بیٹھتے ہی یہ عالی حوصلگی پیدا ہو جاتی ہے کہ ساری دنیا کی دولت مَیں ہی سمیٹ لوں مجھ کو نفع ہو قوم محتاج ہو جائے بلا سے جس کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ تجارت میں کامل نقصان پہنچنے کے سبب سے وہ اپنے پچھلے اندوختہ کو اس طمع میں کھو بیٹھتا ہے یہی سبب ہے کہ ہندوستان کی حالت روز بروز بدتر ہوتی جاتی ہے افلاس نے چاروں طرف سے گھیر لیا ہے غیر ملک کے لوگ اہل ہند کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں اگر خدانخواستہ چند سال اور ان لوگوں نے اپنی حالت پر اصلاح کی نظر نہ ڈالی اور قومی اتفاق کے ساتھ سلسلہ تجارت کو اپنے ہاتھ میں لینے کی کوشش نہ کی تو ان کو اُس سخت ذلت کے لئے مستعد ہونا چاہیے جس کا بہت جلد سامنا ہونے والا ہے میری آنکھیں تو اُس دن کی مشتاق ہیں کہ اپنے ملک کی تاریک گلیوں میں ترقی کی روشنی کا جلوہ دیکھیں ہماری قوم کو اس میں کوشش کرنی چاہیے کہ ملک

کے مختلف حصّوں میں ہر قسم کی تجارت کے لئے مختلف کمپنیاں قائم کی جائیں
اور ان میں اس قسم کے حصّے مقرر کئے جائیں جس میں اوسط درجے کے لوگ
بھی شامل ہو کر فائدہ اٹھا سکیں اور جو کمپنی ایک کارخانہ جاری کرے دوسری کمپنی اس
قسم کا کارخانہ جاری نہ کرے بلکہ اس کے اسباب کے فروخت کرنے کی کوشش کرے اگر
اس تدبیر پر عمل کیا جائے تو چند ہی روز میں ملک کی حالت میں محسوس تغیر پیدا ہو جائے جو
چیزیں غیر ملک سے آتی ہیں وہ اپنے ہی ملک میں فراہم و مہیّا ہو سکیں وہ دولت و ثروت
جس سے غیر قومیں فائدہ اٹھا رہی ہیں اپنے ہی ملک واہل ملک کے کام آئے
اور غربت کا نام جو ہندوستان کے نام کے ساتھ پکارا جا رہا ہے سمندر کے
اس پار سنائی دے کیا یہ افسوس کی بات نہیں ہے کہ ہر سال ہندوستان کے
ہر حصّے سے ہر فرقے کے متموّل اور ذی استطاعت لوگ اپنے بچّوں کو تحصیل
علم کے لئے انگلستان بھیجتے ہیں اس کی علّت غائی صرف یہ ہوتی ہے کہ وہاں
سے پاس ہو کر ذاتی عزّت اور نمائش پیدا کر سکیں اور اس کی بھی یہ نوبت
پہنچ گئی ہے کہ وہاں کے پاس شدہ بھی جس میں اکثر بیرسٹری کی سند حاصل کر کے
آتے ہیں ایک صرف کثیر کرنے کے بعد بھی فارغ البالی سے بسر نہیں کر سکتے کیونکہ
سارا جہاں صرف ایک ہی پیشہ کی طرف رجوع ہے ایسی صورت میں ہر شخص
کی ممتاز حالت کیسے پیدا ہو سکتی ہے میں نے شاید ہی کسی شخص کو سنا
ہو گا جس کو اس کے سرپرستوں نے اس غرض سے ولایت بھیجا ہو کہ وہ فنّ

تجارت سے کامل واقفیت حاصل کرکے ہندوستان میں اپنی قوم اور اہل وطن کو
فائدہ پہنچائے نہایت افسوس کے ساتھ میں اپنے اہل ملک کو خبردار کرتا ہوں
اور یہ اپیل پیش کرتا ہوں کہ ضرور تجارت کی طرف جو قومی اور ملکی ترقی کا اعلے
ذریعہ ہے اپنی توجہ کو مبذول فرمائیں اور اس ڈوبتی ہوئی کشتی کو ذلت کی منجدھا
سے نجات دیں اس کا انتظام بے اس کے نہیں ہو سکتا کہ اصول تجارت درست
کئے جائیں اور اس کا کامل سبق ان لوگوں کو اہل ولایت سے لینا چاہیئے کہ کیونکر
وہ اپنے مال کو فروخت کرتے ہیں اور اپنے گاہکوں سے کس طرح پیش آتے ہیں
میں نے خود دیکھا ہے کہ جو شخص خریداری کی غرض سے یا محض سیر کے لئے ان
کی دُکانوں میں جاتا ہے تو نہایت خلق و ادب سے اس کی خدمت پر آمادہ ہوکر
عزت کے ساتھ اندر لے جاکر کل چیزیں اس کو دکھاتے ہیں۔ عام اس سے
کہ وہ مول لے یا نہ لے جس قدر ان کا وقت اس کام میں صرف ہوتا ہے اس کو
غنیمت سمجھتے ہیں اور بہت خوشی اور مستعدی کے ساتھ اپنے منصبی کام کو انجام دیتے
ہیں اگر کسی شے کی خریداری منظور ہوئی تو الماریوں کے صاف شیشوں سے ہر
شے کی تحت میں لکھی ہوئی قیمت خود اپنا مول کرتی ہے صرف پسند کرنے کی دیر
ہے بھاؤ تاؤ کی ضرورت نہیں اگر کوئی شخص گھنٹے دو گھنٹے تک اشیا کا معائنہ
کرنے کے بعد بھی ایک پیسے کی چیز مول نہ لے تو ذرا منغص نہیں ہوتے اور
نہایت خاطر اور تواضع سے اس کی مشایعت کرکے رخصت کرتے ہیں علاوہ

اس کے خریدار اگر اشیا خرید تے خرید تے تھک جائیں تو آرام کی جگہیں اور سامانِ استراحت ہر قسم کا وہیں موجود رہتا ہے اس کو کسی شے کے لئے باہر جانے کی ضرورت نہیں ہوتی اب اگر ہم ان امور بالا پر نظر کر کے اپنے ملک کے اصول تجارت کو بالمقابلہ دیکھیں تو زمین و آسمان کا فرق نظر آتا ہے چھوٹی چھوٹی دکانیں بدوضع و بدحیثیت جو ہرگز تجارت ایسے معزز پیشے کے لائق نہیں نہ اس قابل ہیں کہ کوئی باوقعت شخص وہاں جا کر تھوری دیر اپنے عزیز وقت کو رائیگاں کرے اس پر طرہ یہ ہے کہ بیٹھنے کی جگہ نہیں خریدار کے پاس اگر چھتری نہ ہو تو دھوپ میں کھڑے کھڑے آفتاب کی آڑی ترچھی کرنوں میں دماغ کا فشار ہو جائے اب بتلائیے سودے کے واسطے اتنا دردسر کون کرے اور زر داذن و دردسر خریدن کا مصداق کون بنے اشیائے تجارتی کی تو مٹی خراب ہے غبار آلودہ جس چیز کو دیکھئے اس میں میل جمی ہوئی فضلہ مگس اس کثرت سے گویا وارنش کی ہوئی ہے سب چیزیں بے قرینہ رکھی ہوئی ہیں فرش ایسا میلا جس پر جوتا پہن کر جانے کو بھی جی نہیں چاہتا اگر کسی دُکان پر پھٹے پرانے پردے بھی پڑے ہوئے ہیں تو وہ ایسے نہیں کہ گرد کو روک سکیں مگر اتنا ضرور ہے کہ بجائے کثیف گرد کے چھنی ہوئی لطیف گرد جاتی ہے۔ دُکان دار کی یہ حالت کہ حیثیت تو کسی کی درست نہیں مگر فرعون بے سامان بنے ہوئے بیٹھے ہیں کسی بات کا سیدھا جواب نہیں دیتے اگر زیادہ پوچھئے تو گرما کر دماغ کے تھرمامیٹر کا پارہ سو درجے سے اونچا ہو جاتا ہے۔

اللھم احفظنا بھلا ایسے سامان میں ترقی کی کیا امید ہو سکتی ہے۔ مگر اس کی تمیز
بھی وہی لوگ کر سکتے ہیں جو انگلستان کی روشن گلیوں میں اُجلی دُکانوں کی رونق
بچشم خود دیکھ آئے ہیں یا اور کسی طرح سے اطلاع رکھتے ہیں ہندوستان
میں تو اوّل یہی مشکل ہے کہ شئے مطلوب ہر دُکان پر مل سکے خریدار کو چلنے پھرنے
میں اعلےٰ درجے کی مشاقی ہونا چاہیے تاکہ متعدد گلیوں اور کوچوں میں سرگردان
پھرنے سے اعضا کی تھکن اُسے شئے مطلوب کی تلاش سے باز نہ رکھے نہ کوئی کام
اس کے متعلق ہو تاکہ ایک چیز کے واسطے پہر دو پہر وقت ضائع کرنا اُس کے
نزدیک معمولی بات سے زائد نہ ہو اگر مل بھی گئی تو بآسانی ہاتھ نہیں آسکتی کیونکہ
قیمت یہاں علم سینہ ہے نہ علم سفینہ پہلے تو دکان دار یہی سوال کرتا ہے کہ مول تول
کروں یا واجبی دام کہوں اب خریدار بھی اگر تجربہ کار اور خانہ جنگیوں میں مشاق
ہے تو کچھ پرواہ نہیں کرتا اس کو اپنے فعل کا اختیار دیتا ہے پھر کیا ہے زبانوں
کی ٹکریں شروع ہو جاتی ہیں گھنٹوں بحث ختم نہیں ہوتی کبھی تُو تُو میں میں ہوتے
ہوتے جنگ و جدل کی نوبت بھی پہنچ جاتی ہے غرض بہزار دقت و خرابی قیمت
طے ہوتی ہے مگر خریدار کی شامت اعمال اگر کہیں بے خریدے ہوئے دُکان
سے اُٹھ کھڑا ہوا تو اس پریشانی اور ناکامی کے علاوہ جو اس کو تلاش میں ہوئی
ہے دُکان دار کی صدہا صلواتیں کھاتے میں سننا پڑتی ہیں اور اس کی قہر آلود
نگاہوں کی وہ چوٹیں قلب پر اٹھانا پڑتی ہیں کہ پناہ بذات خدا پھر دلالوں کا

چاروں طرف سے ہجوم چاہتے ہیں کہ خریدار کے کپڑے تک اُتر والیں ٹھگوں کی طرح دن دہاڑے سر بازار لُوٹ لینے والے ہزارہا دلال تاک لگائے کھڑے رہتے ہیں مالِ مفت دلِ بے رحم اپنا اپنا حصہ لگا کر خریدار کی تھیلیاں خالی کرا دیتے ہیں اب آپ انصاف سے فرمائیں جس ملک کی تجارت کا یہ عنوان ہو وہ کیونکر ترقی کر سکتا ہے۔ جب تک ان مندرجہ بالا عنوان کے دفع کرنے کی کوشش نہ کی جائیگی ہرگز ہرگز ملک کی بہبودی متصور نہیں ہو سکتی ہمارے ملک کے بعض بعض اشخاص نے چند تجارتی کمپنیاں نہایت کم حیثیت جو کہیں کہیں قائم کی ہیں ان کی حالت بھی بہت قابل اصلاح ہے یہ عیب کی بات ہے کہ جس شہر میں کسی شخص نے ہمّت کر کے ایک کارخانہ کسی چیز کا جاری کیا تو دوسری کمپنی اُس کے فوائد پر نظر کر کے اُسی شئے کی تجارت کے درپے ہو جاتی ہے پھر ایسے کم ہمّت اور اصول تجارت سے ناواقف یہ بھی نہیں جانتے کہ اس کارخانے کی اشیا کیونکر مہیّا ہو سکتی ہیں کبھی کسی معمار کی خوشامد کرتے ہیں کہ کسی حیلے سے اُس کارخانے کا نمونہ تیّار کر دے کبھی کسی انگریزی دان کو کچھ رشوت دے کر اُس کے آلات اور مشین کے نمبر اور کارخانے کا پتہ دریافت کراتے ہیں غرض اس دون ہمتی سے ہزاروں دقتیں اور خفتیں اُٹھا کر ویسا ہی دوسرا کارخانہ شہر میں جاری کئے بغیر نہیں چھوڑتے اور اپنے قومی بھائی کے نفع میں بلا اجازت شریک ہو جاتے ہیں اور یہی اس کا اصل منشا بھی ہوتا ہے کہ کسی کو تنہا فائدہ

اٹھاتے ہوئے دیکھ نہیں سکتے پھر اسی طرح تیسرے کارخانے کی بنیاد پڑ جاتی ہے چونکہ سب ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں آپس ہی میں لڑنے کے سوا کوئی جدید خیال نہیں پیدا کر سکتے غرض کہ ایک شئے کے متعدد کارخانے شہر میں ہو جاتے ہیں جو نفع پہلے ایک کارخانے کو ملتا تھا وہ کئی جگہ تقسیم ہو جاتا ہے الختصر اُس وقت تک پیچھا نہیں چھوڑتے جب تک کل کارخانوں کو بند نہیں کرا دیتے مجھ کو ایسی بھیڑیا دھسان عقلوں پر سخت تعجب آتا ہے اس کی نظیر خود میرے شہر لاہور میں موجود ہے پہلے ایک شخص نے ہمّت کر کے روئی کا ایک کارخانہ قائم کیا جب اُس نے ترقّی کی اور نفع کی میزان سینکڑوں سے بڑھ کر ہزاروں تک پہنچنے لگی ہر طرف سے حسد کی نگاہیں پڑنے لگیں تقلید پیشہ لوگ کب مانتے ہیں فوراً عالی حوصلگی سے کمر ہمّت باندھ کر پیچھے پڑ گئے تھوڑے ہی عرصے میں بارہ کارخانے روئی کے شہر میں قائم ہو گئے جو اس وقت قریب قریب سب بند پڑے ہیں گو اس وقت میں نے آزادانہ رائے سے اپنی معزز اہل قوم کا بہت دل دُکھایا مگر درحقیقت یہ جوش ہمدردی تھا جس نے مجھ کو اس پر مجبور کیا میں یہ خوب جانتا ہوں کہ ہمارے اہل ملک مجبور ہیں چنداں سرزنش اور ملامت کے مستحق نہیں ہو سکتے کیونکہ ان کی تعلیم ہی ایسی نہیں ہوئی جس سے غفلت کا پردہ آنکھوں کے سامنے سے ہٹ جاتا یہ طریقے ان کو سکھائے ہی نہیں گئے ایسی صورت میں وہ کیا ترقی کر سکتے ہیں مگر اب وقت نازک آگیا ہے

کہ ساری قوم کو لازم ہے کہ یک رائے ہوکر ترقی میں کوشش کرے اور اپنے معزز بھائیوں کو ننگ و ذلّت سے محفوظ رکھے +

شہر لنڈن میں **گھوڑا گاڑی۔ ٹریم ویز۔ کشتیاں۔ ریلوے۔ برقی ریلوے وغیرہ**۔ عام سواریاں ہیں جن میں سے ہر ایک کا مختصر حال لکھا جاتا ہے گھوڑا گاڑی یہاں چار قسم کی ہوتی ہے +

اوّل **کیبز** (Cabs) یہ دو قسم کی ہوتی ہے ایک دو پہیّہ جس کو اُس کے موجد کے نام پر **ہین سم** (Hansom) کہتے ہیں اس گاڑی میں کوچبان ٹپ کے پیچھے بیٹھ کر گاڑی کو چلاتا ہے دوسری پرانے طریقے کی چار پہیہ جس کو **گرولر** (Growler) کہتے ہیں یہ دونو قسم کی گاڑیاں تخمیناً ۱۰ ہزار کے قریب روزمرّہ شہر کے بازاروں اور کوچوں میں پھرتی ہیں ان کا کرایہ بحساب فی میل ۸ر ہے لیکن ۱۲ر سے کم پر گاڑی کرائے نہیں ہوتی اگر وقت پر یہ گاڑیاں کرائے کی جائیں تو اوّل گھنٹے کے ۱۴ر اور بعد کو ہر ربع ساعت کے لئے ۸ر لیتے ہیں ان گاڑیوں میں دو آدمی بیٹھ سکتے ہیں اگر تیسرے آدمی کو بٹھانا چاہیں تو ۶ر اور زائد کل سفر کے لئے دینے پڑتے ہیں اگر گاڑی پر اسباب رکھا جائے تو ۲ر فی بوجہ کرایہ کے علاوہ لئے جاتے ہیں +

دوسری **اومنی بس** (Omnibus) یہ چو پہیّہ بڑی بھاری گاڑی ہوتی ہے جس کو دو چار چھ گھوڑوں تک کھینچتے ہیں اس کو سنہ ۱۸۲۹ء میں مسٹر

جارج شلی بیر (Shilibeer) نے اختراع کیا تھا اور آج کل اس گاڑی کو بنظر اختصار بس کہتے ہیں اس کا کرایہ ار فی میل کے حساب سے لیا جاتا ہے اور تین چار آنے میں لنڈن کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک جاسکتے ہیں *

تیسری ٹریموے اس گاڑی کو شہر کے اندر پھرنے کی اجازت نہیں ہے یہ ٹریموے بذریعہ گھوڑوں اور نیز برقی طاقت کے چلتی ہیں *

چوتھی کوچیز یعنی دواسپہ چوپہیہ گاڑیاں جس میں صرف مقتدر آدمی بیٹھتے ہیں *

کشتیاں دریائے ٹیمز میں چلتی تو ہیں مگر افسوس کی بات ہے کہ ایسے دریا میں جو وسط شہر میں جاری ہے سیر و سیاحت و دیگر کاروبار کے لئے باقاعدہ کشتیوں کا انتظام نہیں ہے بہت سی کمپنیوں نے اس سقم کے رفع کرنے کی کوشش کی مگر بے سود رہی لیکن لنڈن کی کونٹی کونسل نے اس بات کا فیصلہ کر دیا ہے کہ میونیسپل کے خرچ سے رفاہ عام کے لئے کشتیاں چلائی جائیں جس کی لاگت کا تخمینہ ۵ ۷ لاکھ روپے کا کیا گیا ہے اس دریا میں آج کل چند کمپنیوں کے چھوٹے چھوٹے دخانی جہاز چلتے ہیں *

ریلوے - ریلوے لائینوں کی شہر لنڈن میں اتنی کثرت ہے کہ دُنیا کے اکثر حصوں میں نہیں پائی جاتی اس سے فرش زمین گویا آہنی جال ہو گیا ہے

اس پر بھی ہر سال ترقی ہوتی جاتی ہے آج کل ۱۱ ریلوے کمپنیوں کی علیحدہ علیحدہ
لائنیں اس شہر میں منتہی ہوتی ہیں ان گیارہ ریلوں میں سے چار جنوب کی
طرف دو مشرق کی طرف چار شمال کی طرف اور ایک مغرب کی طرف چلتی ہے
شہر کے تمام حصّے میں ریل کی تاروں کا آہنی جال زیر آسمان تنا ہُوا ہے
اس شہر میں چار طریقوں سے ریلیں چلتی ہیں ایک زمین سے اس قدر بلند
کہ بعض مقامات پر مکانات کی چھتوں پر ہو کر گذرتی ہے۔ دوسری شہر کی
سطح زمین پر چلتی ہے۔ تیسری سطح زمین کے نیچے۔ چوتھی اُس کے نیچے۔
اوّل و دوم و سوم طبقے میں تو معمولی ریل گاڑیاں چلتی ہیں جن میں اوّل و دوم
و سوم درجے کے ٹکٹ ملتے ہیں طبقہ چہارم میں برقی ریل گاڑیاں ہیں شہر
کے سٹیشنوں پر ہر پانچ منٹ کے بعد گاڑیاں چھوٹتی رہتی ہیں یہ بڑی خوبی
ہے کہ ہر ریل کے آنے جانے کے راستے علیحدہ علیحدہ ہیں جس سے گاڑیوں
کے ٹکرانے کا اندیشہ نہیں ہو سکتا افسوس ہے کہ ہندوستان میں اسی طرح
الگ الگ آمد و رفت کے لئے دُہری لائن کا پورے طور سے رواج نہیں
دیا گیا جس کے سبب سے بالمرہ گاڑیوں کے ٹکرانے کی خبریں سننے میں آتی
ہیں اور سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں جانیں تلف ہوتی ہیں جس نقصان
کا کوئی معاوضہ نہیں ہو سکتا ہے امید ہے کہ ہمارے بیدار و روشن ضمیر وائسرائے
صاحب بہادر خاص اس بارے میں سعی فرما کر اس سقم کو نکالنے کی کوشش کرینگے

اور ریلوے محکمہ جات کو فہمائش کردینگے کہ وہ بحث سے ضرور دُہری لائن کو
جاری کریں اور آئندہ جو ریلوے لائن نئے سرے سے افتتاح کی جائے اُن
کے لئے یہ لازمی اصول قرار دیا جائے کہ بغیر دُہری لائن کے ان کو ریل جاری
کرنے کی اجازت نہ دی جائے نیز ہندوستان کے اکثر حصص میں ریلوے لائن
کے اِدھر اُدھر کوئی تار نہیں ہے جس کے نہ ہونے سے آئے دن سینکڑوں
مویشی غریب کسانوں کے مرجاتے ہیں اور کوئی پُرساں حال نہیں ہوتا اس کے
بچّے اور عورتیں وغیرہ بھی اسی کی بھینٹ ہوتے ہیں کیا اچھا ہو اگر آئندہ ریل
کی دونو طرف تار لگا لینے کا انتظام بھی کیا جائے تاکہ بیچارے کسان اور دیگر
جاندار مفت میں اس نقصان کی کھکیڑ نہ اُٹھائیں ان پر آئے دن کی مصیبت
کیا کم دباؤ ڈالے ہوئے ہے کہ اس آفت کا بھی اضافہ کیا جائے۔ **شعر**

میازار مورے کہ دانہ کش است ❋ کہ جاں دارد و جان شیریں خوش است

اُن نقشہ جات سے جو ایسے حادثوں کے لئے ہمیشہ تیار ہوتے ہیں یہ بات
اچھی طرح سے سمجھ میں آسکتی ہے اور اس کے لئے خاص غور اور توجہ کی ضرورت ہے۔
لنڈن کی برقی ریلوے جولائی سنہ ۱۹۰۰ء میں جاری کی گئی ہے جو تقریباً
چھ میل ہے اس کی تیّاری میں ۵ کروڑ ۲۵ لاکھ روپیہ صرف ہوا ہے ابھی
۱۲۸ ½ میل شہر کے مختلف حصّوں میں اور جاری کی جائیگی جس کی لاگت کا
تخمینہ ۱۱۱۷۹۵۰۰۰ روپے کیا گیا ہے اس کے صرف کا تخمینہ فی میل

...۷۰۰۰۰۸ روپے ہے اس ریلوے کے فی الحال شہر میں ۱۳ اسٹیشن ہیں
اور سڑک شہر کی سطح زمین سے ۵۰ فٹ نیچی ہے اور اس راہ کا قطر زیر زمین
جس میں یہ ریل چلتی ہے ½ ۱۱ فٹ ہے ہر ٹرین میں ۶ یا ۷ گاڑیاں ہوتی ہیں
جن میں عمدہ طور سے روشنی اور سامان آسائش موجود ہوتا ہے اور ۳۵۰
مسافروں کی گنجائش ہوتی ہے اور ہر ۵ منٹ کے بعد ٹرینیں علی الاتصال
۵ بجے صبح سے ایک بجے رات تک چلتی رہتی ہیں اس ریل کا کرایہ کل فاصلہ
یا جزو کا صرف ۲ر لیا جاتا ہے ہر سٹیشن پر لفٹ کے ذریعے سے جس میں
برقی طاقت سے کام لیا جاتا ہے مسافر اُترتے چڑھتے رہتے ہیں اس شہر
کی آب و ہوا سردیوں میں نہایت سرد ہوتی ہے یہاں تک کہ برف کی کثرت
سے جھیل اور بعض دفعہ دریا بھی منجمد ہو جاتے ہیں اور اُن پر گاڑیاں چلتی
ہیں اور شائقین لوگ سکیٹس کو جو ایک قسم کا برف پر چلنے کا جوتا ہوتا ہے پاؤں
میں باندھ کر اس سطح منجمد پر دوڑتے ہیں اور قسم قسم کے کھیل کھیلتے ہیں کوئی
فصل ایسی نہیں ہوتی کہ جس میں گرم کپڑے پہننے کی ضرورت نہ پڑے گرمیوں
میں بھی اوسط درجے کی ٹھنڈ ہوتی ہے مگر چونکہ یہاں کے لوگ اکثر دموی المزاج
اور سردی کے عادی ہیں جاڑ فصل میں گرمی کی وجہ سے مضافات شہر یا سمندر
کے کنارے چلے جاتے ہیں یہاں کے باشندے سفید رنگ تر و تازہ اور
محنت کش ہوتے ہیں یہاں اس بات کا عام رواج ہے کہ بیس برس

بلکہ پچیس برس کے بعد شادی کرتے ہیں اس لیئے ان کی اولاد
قوی جثہ طاقت ور و تنومند ہوتی ہے اس پر آب و ہوا کا اچھا اثر
اُس کو اور بھی مدد دیتا ہے یہی باعث ہے کہ ان کی عمریں اکثر
۸۰ و ۹۰ برس تک پہنچ جاتی ہیں پھر اس سن میں بھی چلنے پھرنے اور اپنی
ضروریات کے رفع کرنے میں عاجز نہیں رہتے مگر شراب کی عادت کا مہلک
اثر اُن کے قوے کو ضعیف کر دیتا ہے کیونکہ میں نے اکثر مسن آدمیوں کو دیکھا
ہے کہ وہ خاص اس عادت کی وجہ سے رعشہ و دیگر امراض میں مبتلا ہیں اور
یہی بات اُن کے اس وقت ناقابل ہونے کا باعث ہوئی اگر یہ شروع ہی سے
اس کے عادی نہ ہوتے تو امید تھی کہ وہ اچھی طرح سے پیرانہ سالی میں بھی
زندگی بسر کرتے اور دُنیوی کاروبار میں ہرگز عاری نہ ہوتے برخلاف ہندوستان
کے جہاں کہ ابھی لڑکے لڑکیوں میں اچھی طرح سے تمیز بھی نہیں ہونے پاتی
کہ شادی کر دی جاتی ہے اس پر آب و ہوا کی خرابی گرمی کی شدت اغذیہ و البسہ
کی قلت اُن کے نشو و نما میں فطرتاً حارج اور مضر ہوتی ہے اسی وجہ سے ان
کی اولاد نحیف لاغر اور بہت کم زور ہوتی ہے مگر بعض صورت میں تو ایسی
اولاد پیدا ہوتی ہے کہ اُن کے سر بالکل چھوٹے ہوتے ہیں ایسے لوگوں
کے دماغ میں فہم و فراست کی گنجائش کہاں ساری عقل گدی میں رہ جاتی
ہے اسی لئے پنجاب میں ایسے بچوں کو شاہ دولا کے چوہے کے نام سے موسوم

کرتے ہیں اب نوبت یہاں تک پہنچی ہے کہ انسان چوہے کے نام سے پکارے
جاتے ہیں اس جگہ یہ بیان کرنا بیجا نہ ہوگا کہ اہل انگلینڈ اب تن آسانی و عیش
میں بڑا بھاری حصّہ لینے لگے ہیں سواری و خوراک و پوشاک میں ہر روز
طرح طرح کی آرام و آسائش کی باتیں پیدا ہوتی جاتی ہیں محنت اور
مشقت کو بھولتے جاتے ہیں اکثر ایک میل کا سفر بھی گاڑی اور ریل یا دیگر
سواری کے بغیر نہیں کرتے تھیئیٹروں اور تماشوں و ناچ دیکھنے کا شوق لوگوں
کے دلوں میں اس قدر ہے کہ دو دو تین تین روز پیشتر ہی سے ٹکٹ لینے
کا انتظام کرتے ہیں ۔ جو لوگ ناچ وغیرہ میں کسی سبب سے شامل نہیں ہوسکتے
وہ بذریعہ ٹلیفون کے جن کا الحاق تھیئیٹروں و ناچ گھروں سے ہے کان میں
لگا کر گھر بیٹھے رقص و سرود کا لطف اٹھاتے ہیں دن میں کم از کم چار دفعہ
صابون سے مُنہ دھوتے ہیں اور ڈاڑھی روز منڈواتے ہیں کھانے و پھرنے
و ملاقات و سواری کے علحدہ علحدہ لباس رکھتے ہیں یہ ظاہر ہے کہ جب
کوئی قوم تن آسانی و آرام کی عادی ہوجائے تو کسی لڑائی و سخت مصیبت کے
وقت ہرگز عہدہ برآ نہیں ہوسکتی ان کی خوراک میں میں نے اکثر دیکھا ہے کہ تین چوتھائی حصّہ
گوشت ہے جس کو کئی دن تک رکھنے کے بعد کھاتے ہیں تازہ گوشت کو
پسند نہیں کرتے اور چوتھائی حصّہ دیگر اشیا ترکاری و اناج و پھل وغیرہ ہیں
شہر میں مشینوں کی اس قدر کثرت ہے کہ کوئی عمارت سفید نہیں تمام دھوئیں سے

سے سیاہ نظر آتی ہیں گو یہاں کے لوگوں نے اس قدر ترقی کی ہے کہ اظہر من الشمس ہے اور روز بروز ہر کام میں ترقی کر رہے ہیں مگر قابل افسوس بات یہ ہے کہ اکثر لوگوں کو دینی امورات کی طرف بالکل خیال نہیں مرد و عورت بالکل آزاد ہیں شراب اور مثل اس کے دیگر اشغال کا سخت چرچا ہے اگر چندے یہی حالت رہی تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ بالکل عیش و عشرت میں پڑ کر اپنی اچھی اور عمدہ عادت کو کھو بیٹھینگے ان لوگوں نے مشین میں اس درجے تک ترقی کر دی ہے کہ اب ہاتھ سے کام کرنا قریب قریب ان کے ملک سے اُٹھ گیا ہے اور مصنوعی کلوں کے ہتے ان کو کپڑے پنہائینگے اس ملک میں اناج بہت کم پیدا ہوتا ہے سننے میں آیا ہے کہ کل برطانیہ کی سالانہ پیداوار وہاں کے باشندوں کے لئے صرف ۹ دن تک کافی ہو سکتی ہے فواکھ کو بھی جہاں تک میں نے سیاحت کی بہت کم بلکہ نہیں پایا حالانکہ محکمہ زراعت و باغات اس ملک میں اس قدر ترقی پر ہے کہ اس کا نظیر دوسری سلطنتوں میں نہیں مل سکتا اس پر بھی میوہ جات کا نہ پیدا ہونا اس پر دال ہے کہ اس ملک کی زمین اس کے قابل نہیں کہ اس میں اس کا انتظام کیا جائے نہیں تو یہ قوم ممکن نہ تھا کہ اپنے ملک کو ثانیٔ ایران و کابل نہ بنا دیتی اور یہی سبب ہے کہ زمین کے معاملے میں سرکار یہاں کی رعایا سے مالگذاری نہیں لیتی اس ملک میں بارش بکثرت اور تقریباً ہمیشہ ہوتی رہتی ہے دھوپ کا

نکلنا ایک نعمت غیر مترقبہ سمجھا جاتا ہے اور اس پر بڑی خوشیاں ہوتی ہیں
ایک دوسرے کو مبارک باد دیتا ہے اکثر اس قدر کُہر پڑتا ہے کہ تاریکی کے سبب
شب و روز میں فرق نہیں ہو سکتا دن کو چراغ جلانے کی ضرورت پڑتی
ہے عمارتیں اس قدر طویل اور بلند ہیں کہ ۱۲ و ۱۴ منزلوں تک اکثر مکانات
دیکھنے میں آئے جو اینٹوں و پتھروں سے بنائے گئے ہیں اور جن پر بذریعہ
لفٹ کے چڑھتے اُترتے ہیں ان کی چھتیں جن پر سلیٹ و کھپرے لگے
ہوتے ہیں شکل میں ماہی پشت ہیں شہر لنڈن کے کوچے و سڑکیں فراخ ہیں
بعض سڑکیں لکڑی کی بنی ہوئی ہیں اور اکثر پتھروں کی۔ یہاں درختوں کی
بہت قلت ہے مگر اب کسی کسی جگہ دیکھنے میں آتا ہے کہ سڑکوں پر نئے پودے
لگائے گئے ہیں سڑکوں کی صفائی قابل تعریف ہے پانی کی نالیاں برقی روشنی
اور ٹیلیفون کے تار شہر کے تمام حصّوں میں دوڑے ہوئے ہیں جس کے
ذریعے سے آدمی اپنے گھر بیٹھا ہوُا ہر طرح کی خبریں سن سکتا ہے اور ہر چیز
منگا سکتا ہے ہوٹلوں۔ بڑی بڑی دُکانوں اور مشہور عمارتوں میں ایک قسم
کے چھاپے کی مشین کا رواج دیا گیا ہے جس میں کاغذ لگا دیا جاتا ہے اس
مشین کا تعلق پارلیمنٹ و نیز بڑی بڑی جگہوں سے ہے لہذا جو جو امور و
واقعات شہر کے مختلف حصص میں ہوتے رہتے ہیں اس میں خود بخود چھپتے
رہتے ہیں جب کاغذ ختم ہو جاتا ہے تو دوسرا لگا دیا جا۔ تاہے مکانات میں پاخانے

وغسل خانے سب نلیوں کے ذریعے سے صاف ہوتے رہتے ہیں ان میں دستے لگے ہیں جن کے کھینچنے سے پانی آتا ہے اور تمام غلاظت، اور کثافت کو بہا کر لے جاتا ہے اور بذریعہ بڑی بڑی نالیوں کے شہر سے خارج ہوتا رہتا ہے۔ پولیس کا انتظام قابل تعریف ہے جو انبوہ خلائق اور گاڑیوں کی کثرت کے وقت نہایت بُردباری اور عمدگی و اشاروں سے کام لیتے ہیں ڈاک، کا انتظام بھی اعلےٰ درجے کا ہے ہر وقت تقسیم ہوتی رہتی ہے لوگ اپنے کاروبار سے فارغ ہوتے ہی سیر باغات و تھیئیٹر ناچ وغیرہ و دیگر جلسوں میں شامل ہوتے ہیں اخبار بینی کا شوق حد درجے کا ہے ہزاروں اخبار یومیہ نکلتے ہیں اور لطف یہ ہے کہ صبح کا اخبار شام کو نہیں دیکھا جاتا بلکہ وقت وقت کا اخبار دیکھا جاتا ہے برخلاف ہمارے ہندوستان کے کہ آٹھ دن کے بعد اخبار نکلتا ہے جن میں کئی گذشتہ ہفتوں کی قبل کی خبریں ہوتی ہیں کتّوں پر یہاں لیسنس ہوتا ہے ہر شخص عام طور پر اپنی مرضی سے نہیں رکھ سکتا جب تک کہ کمیٹی مقررہ سے رکھنے کی اجازت حاصل نہ کرے اور کُتّے کی قسم کا فیصلہ نہ کرلے کہ کون سی قسم رکھیگا ہر شش ماہی پر کتّوں کا محصول بھی دینا پڑتا ہے چنانچہ میرے معزز دوست راجہ پرتاب بہادر سنگھ پرتاب گڈھ نے ایک کتّا مول لیا تھا مگر چونکہ اس کا باقاعدہ محصول دے کر اجازت نامہ حاصل نہیں کیا تھا اس لئے پولیس نے اعتراض کیا اور اُن کو محصول وغیرہ ادا کرنا پڑا۔

چونکہ ہندوستان میں ایسے قیود کی پابندی نہیں ہے اسی لئے انگریز صاحبان کتّوں کو اس ملک میں کثرت سے رکھتے ہیں۔ جن کی دیکھا دیکھی ہمارے دیسی بھائیوں نے بھی اس کی بھرمار کر دی جس کو دیکھئے ایک بچّہ بغل میں دابے ہوئے ہے بعض لوگ جو چلنے کی طاقت نہیں رکھتے اور باغات میں تفریح کرنا چاہتے ہیں اُن کے لئے چھوٹی چھوٹی گاڑیاں بنی ہوئی ہیں جن کو آدمی کھینچ کر لے جاتے ہیں جیسا کہ یہاں رکشا کو کھینچتے ہیں اکثر کپڑوں کو مثل کُرتے اور کالر کے دھلواتے اور روزمرہ بدلتے ہیں کوٹ وغیرہ جو اکثر رنگین ہوتے ہیں ان کے بدلنے اور دُھلانے کی ضرورت نہیں پڑتی باوجود عاقل ہونے کے یہ لوگ بھی اپنی پرانی رسموں کے ایسے ہی پابند ہیں جیسا کہ ہم لوگ +

۲۰۔ جون ۱۹۰۲ء یوم جمعہ

آج صبح کو جب میں خواب سے بیدار ہوا تو ایک بڑا بنڈل ڈاک کا جو میرے نام آیا تھا میز پر رکھا ہوا پایا جس میں بہت سے انویٹیشن یعنی دعوتی کارڈ تھے اور بہت سے لنڈن فکٹریز یعنی کارخانہ جات کے خطوط اور کتابیں اور ڈاک ہندوستان تھی مجھ سے ملنے کے لئے سر ہنری پریورس صاحب نے تکلیف فرمائی جن کی محبّت کا میں بہت شکرگذار ہوا اور نہایت خوشی سے ملاقات کرنے کے وقت اُن کی تشریف آوری کا شکریہ ادا کیا دیر تک مجھ کو ہر قسم کی گفتگو کا موقع ملا جس سے ان حضرات کی قومی تہذیب اور متانت

اور قابلیت ثابت ہونے سے دل پر ایک قسم کا اثر پڑا آج بھی ابر رہا اور ہلکی ہلکی بارش ہوتی رہی گاڑی موجود تھی اُس پر ۵ بجے شام کو سوار ہو کر سیر کے لئے نکلا راستے میں جس طرف سے گذر ہوتا ہے شہر کے زن و مرد. بڑی عزّت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں ایک تو شاہی مہمان ہونا دوسرے غیر ملک کی پوشاک اور لباس کا اختلاف جو مختلف اقوام کی شناخت کا فوٹو ہے بے ختیا اُن کی نگاہوں کو اپنی جانب متوجہ کر لیتا ہے جدھر سے سواری گذرتی ہے بڑا لوگ چیرز دیتے ہیں اس میں شک نہیں کہ یہ امر اُن کے اس دلی خوشی اور قلبی جوش کا ثبوت دیتا ہے جو اس جشن کی شرکت سے اپنے مہمانوں کے بارے میں ان کو ہونا چاہیئے مگر میں عام لوگوں کی نسبت ایسا نیک خیال نہیں کر سکتا اور نہ اس سے انکار کر سکتا ہوں کہ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو ہمارے اختلاف وضع پر چیرز کے پردے میں استہزا کرتے ہیں خیر خواہ رعایا کی نسبت درآنحالیکہ وہ مہمانانِ شاہی سے ہیں اس امر کا سرزد ہونا ایسی مہذّب قوم کے لئے بڑے افسوس کی بات ہے ٭

برٹش میوزیم

آج میں نے پہلے برٹش میوزیم یعنی عجائب خانہ برطانیہ کی سیر کی یہ عجائب خانہ شہر لنڈن میں دیکھنے کے قابل ہے لیکن اس قدر وسیع ہے کہ اس کی چیزوں کے دیکھنے کے لئے مدّت دراز چاہیئے اور ہر چیز کی

واقفیت حاصل ہونے کے لئے ایک عمر درکار ہے یہ عجائب خانہ ۱۷۵۳ء میں بنایا گیا تھا سر ہنس بسک کا کتب خانہ اور اس کے عجائب کا مجموعہ خریدنے کے بعد اس کی بنیاد ڈالی گئی یہ شخص چیلسی کا حکیم اور قدیم چیزوں کا پہچاننے والا تھا مرتے وقت اس نے وصیت کی تھی کہ میرا کل کتب خانہ و عجائب خانہ ۲۰ ہزار پونڈ یعنی تین لاکھ روپے کے عوض میں جو کہ اصلی لاگت کا ۱/۵ حصہ ہے پارلیمنٹ کی نذر کیا جائے جس کو پارلیمنٹ نے منظور کر لیا چونکہ ان چیزوں کی آرائش کے لئے کوئی معقول جگہ نہ تھی اس لئے ارل آف ہیلیفیکس کا مکان یعنی مونٹیگ ہوس (Montague House) کو خرید کر یہ تمام چیزیں اور کتابیں ۱۸۵۹ء میں قاعدے سے رکھ دی گئیں علاوہ ان کے اور بھی بہت قدیم نادر الوجود اشیا اور سنین ماضیہ کے ہزاروں مختلف سکے اور ہر قسم کی کتابیں اس میں بڑھائی گئیں خصوصاً وہ اعلےٰ درجے کا کتب خانہ جس کو جارج ثالث نے فراہم کیا تھا اور جارج چہارم نے ہدیہ قوم کیا نیز مشہور الگن ماربیلز ان سب چیزوں نے مل کر اس عجائب خانہ کو تمام یورپ میں بے مثل و لاثانی بنا دیا اس وقت ایک اور عمارت کی ضرورت ہوئی جو ۱۸۲۳ء سے شروع ہو کر ۱۸۵۲ء میں ختم ہوئی لیکن رفتہ رفتہ پرانی عمارت معدوم ہو گئی اور موجودہ نئی عمارت اسی جگہ بن گئی ریڈنگ روم یعنی مطالع کتب کا کمرہ ۱۸۵۷ء میں تعمیر کیا گیا اور وہایٹ ونگ

(White-wing) ۱۸۷۹ء میں بننا شروع ہوا یہ سر ولیم وہائٹ کے
ہبہ نامے کے بموجب بنایا گیا تھا جو ایک نام آور شخص ہوئے ہیں جنہوں نے
قومی ترقّی کی غرض سے اپنی تمام جائداد کو عام لوگوں کو نفع پہنچانے کے لئے
مخصوص کر دیا تھا اور اس وقت ایک بڑے گروہ کو تعلیم یافتہ بنا دیا واقعی
اصول ترقی کو ان سے بہتر کوئی نہیں سمجھتا ہمارے اہل ملک کو بھی جو ورطہ
غفلت میں پڑے ہوئے اپنی عمر کے بیڑے کو تباہ کر رہے ہیں اس سے
ایک خاص سبق لینا چاہیئے اس کی تمام گیلریز پبلک کے لئے ہر فصل کے
موافق مختلف اوقات میں کھلی رہتی ہیں ریڈنگ روم یعنی مطالع کتب
کے کمرے میں صرف ٹکٹ خریدنے والوں کو جانے کی اجازت دی جاتی ہے
مگر سیّاح اور کمروں میں بھی جا سکتے ہیں اگر اُن افسروں سے اجازت حاصل
کر لیں جو وہاں رہتے ہیں مَیں عجائب خانے کے کمرے میں اُن زینوں کے
ذریعے سے پہنچا جو ایک بھاری رواق کے نیچے سے ہو کر جاتے ہیں یہ رواق
۱۶ ستونوں پر قائم ہے اس کا ہر ستون ۴۴ فٹ اونچا ہے اور ہر ستون کا قطر
نیچے سے ۵ فٹ ہے سنگ تراشی کے کام اور آرٹ او سائینس کے نمونے
جو دروازوں کی ڈاٹوں میں رکھے ہوئے ہیں وہ انسان کی اس ترقی کو جو اس
نے ان کے بنانے میں کی ہے دکھاتے ہیں ہال کمرہ نہایت اعلےٰ درجے کا
سجا ہوا ہے اس میں شیکسپیر اور مسمات اینی ڈیمر کے بُت رکھے ہوئے ہیں

ریڈنگ روم یعنی مطالعہ کا کمرہ عجائب گھر کے وسط میں ہے جس کے اندرونی دروازے پر سر اے پینیزی (Sir A. Panizzi) کے نصف قد کی تصویر ہے یہ کمرہ ایک پورے دائرے کی شکل میں بنا ہوا ہے اور دُنیا میں اپنے کو عظیم الشان بتا رہا ہے سر اینتھصونی پینیزی (Sir A. Panizzi) نے جو کہ اس وقت چھپی ہوئی کتابوں کی ٹائم کیپری (Time-keeper) کے عہدے پر تھے اس کمرے کے نمونے کی تجویز نکالی تھی اس کمرے کا قطر ۱۴۰ فٹ اور اس کی بلندی عین گنبد کی چوٹی تک ۱۰۶ فٹ ہے اس کمرے کے اردگرد کئی برآمدے ہیں جن کی الماریوں میں ۸۰۰۰۰ کتابیں ہیں گنبد کے وسط میں ایک جگہ ہے جس میں سپرنٹنڈنٹ اور افسر رہتے ہیں اس کمرے میں ناظرین بیٹھ کر کتابوں کا مطالعہ کرتے ہیں ۶۰۰ سے زیادہ مطالعہ کن ہر روز کتابوں کے مطالعہ میں اپنے عزیز وقت کو صرف کرتے ہیں تاریکی اور دُھند کے دنوں میں مطالعہ کا کمرہ برقی روشنی سے روشن کیا جاتا ہے اس کمرے سے ملی ہوئی عمارت طالب علموں کے لئے بنی ہوئی ہے جہاں سینکڑوں طالب علم مطالعہ کے لئے آتے ہیں یہاں اخبار پڑھنے کا ایک کمرہ بھی ہے جس میں لنڈن کے تمام مشہور اخبارات اور ۱۰۰ برس سے پیشتر کے مشہور اخبار بھی مل سکتے ہیں مجھ کو علمی ترقی کی طرف عام لوگوں کا اس قدر میلان دیکھ کر سخت حیرت ہوئی اور کیوں نہ ہوتی ہماری آنکھیں تو اپنے اہل ملک کی

موجودہ جہالت کے جلوؤں سے عجائب خانہ ہو رہی ہیں اسی توجہ و محنت کا نتیجہ ہے کہ یہ قوم تمام دنیا میں تعلیم یافتہ اور مہذب قوم کے نام سے پکاری جاتی ہے ہمارا یہ فرض ہے کہ اپنے ابنائے جنس کو ان عیوب سے آگاہ کریں جو اُن کے ذاتی ہنروں کو جہالت کے پردے میں چھپائے ہوئے ہیں ہماری آنکھیں کمال حسرت و آرزو سے اس وقت کی منتظر ہیں کہ یہ قوم بھی ترقی کی رو سے تعلیم یافتہ قوموں میں شمار کی جائے علم ہی ایک ایسی چیز ہے جس کے ذریعے سے انسان ہر کام میں اعلٰے درجے کی کامیابی حاصل کر سکتا ہے ؎

ٹاور برج

یہاں سے سید صاحب ٹاور برج کے دیکھنے کو گیا اس مشہور پل کا بنیادی پتھر پرنس اوف ویلز صاحب نے ملکہ معظمہ کے قائم مقام ہوکر ۸- جون ۱۸۸۶ء میں رکھا تھا اور ۳۰- جون ۱۸۹۴ء میں اس پل کا افتتاح ہوا پل اور اس کے اندر آنے کے راستوں کا خرچ ۱۱۸۴۰۰۰ پونڈ کے قریب یعنی ۱۷۷۶۰۰۰۰ روپیہ ہوا ہے یہ پل عجیب ساخت کا بنایا گیا ہے تاکہ جہازوں کی آمد و رفت میں ہارج نہ ہو دو بڑے بڑے مینار جن کا آپس میں ۲۰۰ فٹ کا فاصلہ ہے دریا کی انتہائی سطح آب سے ۱۵۰ فٹ بلند اور دریائے ٹیمز کی دونو طرف کے کناروں پر واقع ہیں ان کی بنیاد عین دریا

کی سطح سے اُٹھائی گئی ہے جن کو پورٹ لینڈ اور سنگِ مرمر کے پتھر سے بنایا ہے
اور جو نہایت ہی خوبصورت کلس پر ختم ہوتے ہیں جن کی چوٹیاں ۲۴۰ فٹ
اونچی ہیں ان کا الحاق کناروں سے بذریعہ ایک چھوٹے سے معلق پُل کے
ہے جو انتہائے سطح آب سے ۲۷ فٹ بلند ہے اس جگہ دریا سے پار ہونے کے
لئے دو پُل ہیں پُل زیرین و پُل بالا پُل زیرین سے جو سطحِ آب و سڑک کے متصل
ہے گاڑیاں اور مسافر ہمیشہ عبور کرتے ہیں پُل بالا سے جو میناروں کی چوٹیوں
کے متصل ہے صرف لوگ ہی اس وقت عبور کرتے ہیں جبکہ پُل زیریں جہازوں
کے گذرنے کے لئے کھولا جاتا ہے اس پر پہنچنے کے لئے دو صورتیں ہیں اوّل
تو بذریعہ لفٹ جس میں ایک ہی مرتبہ ۲۰ یا ۲۲ آدمی آسکتے ہیں اور دوسرے
بذریعہ چکردار زینے کے جو مینار میں بنا ہوا ہے مینار کے اوپر ایک کمرہ پُل بالا
کے متصل ہے جس میں لفٹ و زینہ کے ذریعے سے آدمی جمع ہو کر پُل پر سے
گذرتے ہیں دوسری طرف کے مینار سے بھی اُترنے کی یہی صورتیں ہیں یہ
پُل اپنی حسن و خوبی میں اکثر دنیا کے پُلوں سے بہتر ہے اس کی صنعت اور
ساخت ثبوت دے رہی ہے کہ اس کے کامل بنانے والے فنِ انجنیرنگ
اور علم تعمیرات سے کس قدر واقف و ماہر ہیں ۔

میڈم ٹسوا وا ایگزہبیشن

واپسی کے وقت میڈم ٹسوا وا ایگزہبیشن جس کو عجیب صنعتوں

کا مقام بلکہ دوسری عبارت میں انسانی عجائب خانہ کہنا موزوں ہے دیکھنے
کے لئے گاڑی سے اُترا اس عالی شان عمارت کی بانیہ مسمات میڈم ٹسو
تھی جس کے نام پر یہ موسوم ہے اور جو شہر برن واقع سوئٹزرلینڈ میں ۱۷۶۰ء میں
پیدا ہوئی تھی اوائل عمر ہی میں چونکہ یہ یتیم ہوگئی اس لئے وہ پیرس میں اپنے
چچا مسمے کرٹیس (Curtins) کے پاس پرورش پانے کے لئے بھیجی گئی اس کا چچا
اُس زمانے میں ایک نہایت اعلےٰ درجے کا مصوّر تھا جس نے اس کو موم
سے تصویروں کا بنانا سکھایا اس کے بعد شاہ فرانس کی بہن شہزادی الزبتھ
نے اس سے مومی تصویریں بنانے کا فن سیکھنے کے لئے اس کو ملازم رکھ لیا
یہ اس کی ملازمت میں ۱۷۸۹ء تک رہی اور جب فرانس کی سلطنت میں
عظیم انقلاب اور محسوس تغیر پیدا ہوا تو اس کو انگلستان میں آباد ہونے کے
لئے مجبور ہونا پڑا اور اس کی مصوّری نے حیرت کا نقشہ کھینچ کر وہاں کے لوگوں
کو اپنی جانب متوجہ کر لیا آخر کار اس نے لنڈن میں اس عجائب خانے کی
بنیاد ڈالی جو اب تک موجود ہے اور ۱۵- اپریل ۱۸۵۰ء میں ۹۰ سال کی
عمر میں انتقال کیا اس موقع پر میں یہ ظاہر کرنے سے ہرگز باز نہ رہونگا کہ
یورُپ کی عورتیں تعلیم و حرفت و دستکاری کی بدولت اپنے مردوں کی طرح
شہرت میں نام پانے کے لئے کچھ کم سرگرم نہیں ہیں چنانچہ اسی مشہور عورت
نے اپنی صناعی اور کام کی خوبی میں وہ نام حاصل کیا کہ ہر شخص اس کے نام

سے لنڈن جیسے شہر میں واقف ہے اور اس کا نام اسی لیاقت اور فراست
کے سبب سے مدتوں تک زبان زد خلائق رہیگا برخلاف اس کے ایشیاٹ
ممالک کی عورتیں اس رتبے تک تو پہنچنا درکنار معمولی لکھنے پڑھنے سے
بھی قاصر ہیں اور اُن کی عمر جو ایک بیش بہا چیز ہے لغو اور بیکار کاموں
میں صرف ہو جاتی ہے یورُپ کے حالات سے واقف ہو کر امید ہے کہ ہمارے
ملک کی عورتیں بھی ضروری تعلیم حاصل کرنے سے اُس جہالت کے دھبے
کو جو اُن کے دامن شہرت پر پڑا ہوا ہے مٹانے کی کوشش کرینگی خدائے تعالیٰ
نے اپنے فضل و کرم سے تمام مخلوقات کو عقل و دانش عطا کی ہے اور قابلیت
کا پورا مادہ دیا ہے جس کے ذریعے سے ہر فرقے اور مذہب کے مرد و زن
اپنی ذاتی کوشش سے ہر فن میں کافی لیاقت حاصل کر سکتے ہیں پھر کیا وجہ
ہے کہ اس نعمت عظمےٰ سے صرف اہل یورُپ ہی فائدہ اُٹھا سکیں اور ہمارے
ملک کے لوگ محروم رہیں یہاں ایک ایک شلنگ فی کس لیا جاتا ہے نے فی الحقیقت
اندر جا کر دیکھا تو قدرت خدا نمایاں ہوئی عقل کے آئینے پر پہلے ہی نظارے
میں حیرت کا زنگ آ گیا موم کی انسانی تصویریں پورے قد و قامت کی اس
وضع اور رنگ و رُوپ سے بنائی تھیں کہ اصل و نقل و مردہ و زندہ میں امتیاز
کرنا بڑی تجربہ کار نگاہوں کا کام تھا ان تصویروں میں یہ کمال کیا ہے کہ
بعض اعضا کی ظاہری حرکت تک دیکھنے والوں کو محسوس ہوتی ہے بلکہ چہروں

پر خوشی اور غم کی حالت میں جو تازگی اور پژمردگی کا اثر پیدا ہوتا ہے یا وہ
کیفیتیں جو انسان کو کسی بات کے فکر یا خوف و خجالت سے لاحق ہوتی ہیں
سب صاف دکھائی ہیں گویا تصویر کے قالب میں جان ڈال دی ہے ان کامل
مصوّروں کی چابک دستیاں یہ ظاہر کر رہی ہیں کہ ہم اختراعی انسانوں کی
خلقت میں رُوح پیدا کرنے کے سوا کسی امر میں مجبور نہیں ہیں داخل
ہوتے ہی اپنے میرمنشی سید اصغر حسین صاحب سے ایک مومی پولیس کانسٹبل
کی طرف جو وردی پہنے ہوئے تھا اشارہ کیا کہ دیکھو یہ لوگ کس ادب سے
اپنی ڈیوٹی پر کھڑے ہیں اُنہوں نے تعظیم کے ساتھ میری بات کی تصدیق
کی جس کو سُن کر میں ہنس پڑا مگر اس پر بھی ان کی حیرت اس وقت تک
دفع نہیں ہوئی جب تک میں نے صاف لفظوں میں نہ ظاہر کر دیا کہ یہ انسانی
تصویریں ہیں آگے بڑھ کر بہت سے زندہ و مردہ نامور اشخاص کی تصویریں
دیکھنے میں آئیں۔ شہنشاہ جرمن۔ شہنشاہ ایران ناصرالدین شاہ قاچار مرحوم
امیر عبدالرحمن خان مرحوم امیر کابل۔ ملکہ معظمہ وکٹوریہ۔ شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم معہ شاہی خاندان
مسٹر کروگر سابق پریزیڈنٹ ٹرنسوال۔ جنرل رابرٹ +

الغرض یہ مقام ایک عالم تصویر ہے شاہ ناصرالدین مرحوم کے خاص
دستخط کی ایک عبارت جو اس تصویر خانے کی نسبت اُنہوں نے تحریر کی تھی
یہاں موجود ہے جو ہم کو دکھائی گئی نہایت عجیب اور قابل افسوس یہ بات

ہے کہ اہل یورپ کی تصویریں تو اصلی حالت اور واقعی رنگ کے ساتھ شان و شوکت سے رکھی ہیں مگر شاہ ایران مرحوم اور امیر کابل کی تصویریں ایسی بُری اور کریہہ منظر بنائی گئی ہیں کہ وہ بالکل پہچانی نہیں جاتیں اس حرکت نے تنہا اس بیش قیمت صنعت خانہ کی وقعت ہی کو نہیں کم کیا اور اس کے صناع دامن پر نقص کا دھبا ہی نہیں لگایا بلکہ عام نگاہوں میں اس مصوّر کے مذہبی تعصب کو اسلام کے ساتھ ثابت کر دیا ہیں اگر اپنی آنکھ سے نہ دیکھتا تو کبھی ایسے مہذّب اور تعلیم یافتہ فرقے کی نسبت کسی کی زبان سے اس واقعہ کو سنکر شاید باور نہ کرتا زمانہ گذشتہ کے سلاطین انگلستان کی سب تصویروں کو وہی قدیم لباس پہنایا ہے جو اس زمانے میں رائج تھا اور دوسرے حصّے میں ان لوگوں کی تصاویر ہیں جن کو سزائیں دی گئی تھیں یا ان کے افعال بد کی سزا ملی تھی یہ تصاویر ہو بہو اصل اور اسی وقت کی معلوم ہوتی ہیں جس سے انسان عبرت کا اچھّا سبق لے سکتا ہے واپسی کے وقت کلارک صاحب بہادر چیف جسٹس پنجاب ملے گاڑی ٹھیرا کر ان سے ملاقات کی گئی جنھوں نے گھر جاتے ہی چٹھی لکھی کہ آپ ۲۳-جون کی شام کو معہ سردار صاحب تشریف لائیں اور میرے ساتھ چاے میں شامل ہوں جو آپ کے لئے کی گئی ہے +

۲۱-جون ۱۹۰۲ء یوم شنبہ

آج بھی ابر رہا اور تھوڑا سا ترشح ہؤا کبھی کبھی غلیظ ابر کے پردے

ہیں سورج کے روشن چہرے کی جھلکی سی دکھائی دی ان لوگوں کو چٹھیاں لکھی گئیں جنہوں نے ملاقات کا وعدہ لیا تھا اور اپنے گھر مدعو کیا تھا اگرچہ ڈاکٹر پالن صاحب و مسٹر گبریل صاحب نے مجھ کو ہر طرح کی مدد دی پھر بھی میں نے چاہا کہ ایک زیادہ واقف شخص میرے ساتھ رہے تاکہ لنڈن کے مشہور مقامات کو معائنہ کرنے کے وقت کسی قسم کی دقت نہ ہو اس لئے مسٹر جیمس بارنٹ صاحب کو جو شہر کے حالات سے پوری واقفیت رکھتے ہیں کگ اینڈ سن کی معرفت ۵ روپے یومیہ پر ملازم رکھا +

سینٹ ٹامس ہسپتال

آج ۹½ بجے سینٹ ٹامس ہسپتال کے دیکھنے کے لئے گیا اس ہسپتال کا نقشہ مسٹر کری صاحب نے بنایا تھا اس عمارت میں ۷ علیحدہ علیحدہ گنبد دار عمارتیں ہیں ہر عمارت ۱۲۵ فٹ کے فاصلے پر ہے اور محراب دار راستے سے ملی ہوئی ہے وسطی عمارت میں بڑا ہال اور گرجا ہے اس عمارت کے داخلے کے لئے بڑا دروازہ لیمبتھ پیلیس روڈ (Lambeth Palace Road) کے محاذ میں ہے ہال میں ملکہ معظمہ وکٹوریہ کا ایک بت ہے جو اپنے شاہی لباس میں ملبس اور شاہی کرسی پر تشریف فرما ہیں اس ہسپتال میں ۶۵۰ بیمار رہ سکتے ہیں اس قطع زمین کا نصف حصہ جس پر کہ یہ ہسپتال واقع ہے کسی زمانے میں دریائے ٹیمز سے دن میں دو دفعہ غرق آب ہوتا تھا

اس لئے پشتہ البرٹ دریا کے کنارے بنایا گیا ہے ہر عمارت کی چار منزلیں ہیں اس کل عمارت کے سامنے کا میدان تقریباً ½ میل کی وسعت رکھتا ہے اس عمارت کو جون ۱۸۷۱ء میں ملکہ معظمہ نے کھولا تھا اس عالی شان عمارت سے اُنہیں بیماروں کو فائدہ نہیں پہنچتا جو ذاتی طور سے اپنا علاج نہیں کرا سکتے بلکہ اس میں ایک طبّی سکول بھی ہے جس میں طلبا کو فائدہ پہنچانے کی غرض سے چند دوا سازی کے کمرے جدید بڑھائے گئے ہیں فی الحقیقت مریضوں کی آسائش اور کھانے پینے کا کل سامان بطور احسن اس جگہ مہیّا کیا جاتا ہے ہر روز بہت سے مریض اس میں آتے ہیں اور شفایاب ہو کر نکل جاتے ہیں ٭

پشتہ وکٹوریہ

اس عمارت کے مشہور مقامات کے دیکھنے کے بعد پشتہ وکٹوریہ کو دیکھنے کے لئے گیا یہ بند بلیک فرائر برج تک ½ میل لمبا چلا گیا ہے اس کے نیچے سے ڈسٹرکٹ ریلوے گذرتی ہے یہ پشتہ ۱۸۷۰ء میں تیار ہؤا تھا اس کی تعمیر میں ۲ کروڑ روپیہ خرچ ہؤا ہے ویسٹ منسٹر سے ٹمپل تک ۱۰۰ فٹ چوڑی سڑک ہے اور باقی راستہ صرف ۷۵ فٹ چوڑا ہے سڑک کے اُس حصّے پر جو دریا کی سمت واقع ہے درخت لگے ہوئے ہیں اور ان فراخ جگھوں پر خوبصورت باغ بنے ہوئے ہیں جن کا اہتمام کونسل لنڈن کے

سپرد ہے تھوڑے عرصے میں اِس پشتے پر برقی روشنی کی جائیگی +

۲۲- جون ۱۹۰۲ء یوم یکشنبہ

آج بہ سبب یکشنبہ ہونے کے کل دُکانات و ڈاک وغیرہ بند ہیں یہاں کا عام قاعدہ ہے کہ اتوار کو کوئی شخص کام نہیں کرتا یہاں تک کہ ڈاک بھی تقسیم نہیں کی جاتی تمام شہر میں سوائے ترکاری وغیرہ کے کوئی چیز فروخت نہیں ہوتی شراب کی دُکانوں کے سوا کل کارخانے بند ہو جاتے ہیں چونکہ **سر ہنری پرمروز صاحب** ملاقات کے لئے تشریف لائے تھے مجھے بھی ضرور ہؤا کہ ان کی بازدید کے لئے جاؤں چنانچہ اس غرض سے معہ سردار **علی حسنین خاں صاحب** کے (۲۱) **پیڈنگٹن پیلیس** میں گیا وہ پہلے ہی سے منتظر تھے بڑی گرم جوشی کے ساتھ ملاقات کی وہاں سے اُٹھ کر مناسب معلوم ہؤا کہ **لیپل گریفن صاحب** سے بھی مل لینا چاہئے جو میرے خاندان کے نہایت ہی دوست ہیں جن کی بابت **سر ہنری پرمروز صاحب** سے معلوم ہؤا کہ ان سے بہت قریب (۴) **کیڈنگٹن گارڈنز** میں رہتے ہیں اس لئے میں وہاں گیا صاحب بہادر موجود تھے نہایت ہی مہربانی اور شفقت سے ملے بسبب پیرانہ سالی کے بہت ضعیف ہو گئے ہیں سوا نبجے ملاقات سے فارغ ہو کر ہوٹل میں آیا تھوڑی دیر کے بعد **موٹو کار** پر سوار ہو کر ہیمپٹن کورٹ پیلیس کو گیا میرے ساتھ اور چند مہمانانِ شاہی بھی تھے +

ہیمپٹن کورٹ پیلیس

Hampton Court Palace.

یہاں ہندوستان کی دیسی فوجیں قیام پذیر ہیں چونکہ اہل انگلستان نے اس سے پہلے کبھی اہل ہند کا ایسا گروہ ایک جگہ اپنے دیسی لباسوں میں ملبس نہیں دیکھا چاروں طرف سے زن و مرد اس کثرت سے ٹوٹے پڑے ہیں کہ انسان تو انسان خیال کا بھی گذر مشکل سے ہے پولیس کے اعلےٰ انتظام نے بہزار دقّت راہ کے نکالنے میں مدد دی اور ہم اس احاطے میں جہاں فوج خیمہ زن تھی پہنچے کمانڈنگ افسر صاحب نے ریسیو کیا بڑی مدارات سے ملے اور چاے وغیرہ سے تواضع کی ہندوستان کی متفرق افواج کے ۵۰۷ آدمی یہاں موجود ہیں اور اُن خیموں میں اُترے ہوئے ہیں جو ہندوستان سے اپنے ہمراہ لائے ہیں ہیمپٹن کورٹ پیلیس (Hampton Court Palace) نہایت خوشنما جگہ پر واقع ہے اس کو تین طرف سے دریاے ٹیمز گھیرے ہوئے ہے ہم اس باغ میں لائن گیٹ (Lion Gate) سے داخل ہوئے اس دروازے کے قریب ہی بھول بھلیاں ہیں جس کے اندر جانے کے لئے ارفی کس لیا جاتا ہے اور یہ جگہ نوجوان ناظرین کے لئے نہایت ہی دلچسپی کا باعث ہے جو راستہ بھول کر بڑی حیرانی و پریشانی کے بعد اس سے باہر نکلتے ہیں عام باغ کے درمیان ہیمپٹن کورٹ کے مشہور انگور کی بیل ہے جو

یورپ میں سب سے بڑی ہے اس کا طول ۱۱۰ فٹ اور اس کے تنے کا قطر ایک
فٹ ہے قصر ہیمپٹن کورٹ بذاتہ نہایت عالی شان عمارت ہے جس کے
مفصل حالات لکھنے کے لئے ایک کافی وقت درکار ہے بہت عرصہ ہُوا کہ
اس کے کمرے نہایت اعلےٰ درجے کے سجے ہوئے تھے جس میں کہ بادشاہ
کے حکم سے بڑے بڑے امرائے حکومت کو رہنے کی جگہ دی جاتی تھی میں ویسٹرن کورٹ
میں جو وُلزلی کے مشہور قصر کی یادگار ہے نہایت عمدہ محرابی دروازے سے
داخل ہُوا اس کے اوپر ایک باہر کو نکلا ہُوا دریچہ ہے یہ عمارت ۱۶۷ فٹ
مربّع ہے اس میں سے نکل کر میں ایک اور ڈیوڑھی میں پہنچا۔ جس میں
رومن کے بادشاہوں کی نصف قد کی تصویریں رکھی ہوئی ہیں اس ڈیوڑھی
سے نکل کر کلاک کورٹ (Clock Court) میں گیا جو ۱۳۳ فٹ لمبا اور ۹۱ فٹ
چوڑا ہے اس کو سر کرسٹافر ریَن صاحب (Sir Christopher Wren)
نے ازسرِ نو تعمیر کرایا تھا اور نہایت ہی عمدہ فونٹین کورٹ (Fountain)
اور مشرقی اور جنوبی عظیم الشّان دالان کو بھی بنایا تھا ان میں سے ہر ایک
دالان ۳۳۰ فٹ لمبا ہے بڑے ہال کا طول ۱۰۶ فٹ اور عرض ۴۰ فٹ اور
بلندی ۶۰ فٹ ہے اس کی چھت اسلحہ اور ہتھیار اور نشانات شاہی سے
مزیّن ہے اور طاقچوں میں شیشوں پر تصویریں کھینچی ہوئی ہیں دیواروں پہ
نقشی اور باتصویر خوشنما پردے لٹکے ہوئے ہیں جن سے ان واقعات کا تعلق

ہے جو تاریخ حضرت ابراہیمؑ سے متعلق ہیں دروازے کے قریب ہی نہایت
پرانے زمانے کے بنے ہوئے پردے لٹکے ہوئے ہیں جو ملکہ الزبتھ اور
اس کی جانشین جیمز کے وقت کے بنے ہوئے ہیں اس ہال کمرے سے آگے بڑھکر
خلوت خانے کا کمرہ (Withdrawing Room) ہے جو ۶۰ فٹ لمبا اور ۲۹ فٹ چوڑا
ہے اس کی چھت پر ہنری ہشتم اور ملکہ جین سی مور (Jane Seymore)
کی تصویریں ہیں اور انگیٹھی پر ولزلی کی تصویر ہے اس شاہی محل کے
اردگرد کے کمروں میں کثیر التعداد مشہور تصویریں ہیں جن میں عوام کو پھرنے
اور دیکھنے کی اجازت ہے ان تمام کمروں کی سیر اور فوج ہندوستانی کے دیکھنے
کے بعد واپس ہوا آنے جانے کے وقت کم کم بارش ہوا کی تقریباً آج اس وقت
تک ۳۰ میل کے قریب لنڈن میں پھر چکا ہوں واپسی کے وقت سردار صاحب
سے معلوم ہوا کہ ان کے دوست آنریبل مسز و مسٹر ہاکس لے نے آج
کی رات ہم کو مدعو کیا ہے اور سب منتظر ہیں گو کہ وقت سے آدھ گھنٹہ دیر
ہو گئی تھی لاکن میں سردار صاحب کے ساتھ وہاں گیا جہاں انہوں نے
دروازے تک ہمارا استقبال کیا عمارت کو باہر سے خوب چراغان کیا تھا
مسٹر ہاکس لے نے معہ اپنے کل خاندان کے لوگوں کے فرداً فرداً مجھ سے
ملاقات کی اور سردار صاحب نے ہر ایک سے تعارف کرایا اُن کے مکانات
ان کی دولت و ثروت کو ظاہر کرتے تھے کل مکانات میں گیس کی روشنی کی گئی

کھانے میں بھی بڑے اہتمام کے ساتھ تکلف کو دخل دیا تھا کھانے کے بعد اُن کی بہو نے جو ایک نہایت حسین اور خلیق بیگم ہیں کچھ باجا بجایا بعدازاں ہم سب بلیرڈ روم میں گئے اور کھیلتے رہے یہ خاندان نہایت خلیق اور شریف ہے مسٹر ہاکس سے لے اور مسز ہاکس سے لے بار بار عذر کرتے تھے کہ چونکہ ہمیں آپ سے تنہا ملنا تھا اس لئے معزز احباب کو مدعو نہیں کیا صاحب موصوف لنڈن کے تمام انجنیروں کے سرگروہ ہیں ۱۲ بجے رات کو میں وہاں سے واپس ہؤا چونکہ سارے دن کا تھکا ہوا تھا آتے ہی سو رہا ✣

۲۳-جون ۱۹۰۲ء یوم دوشنبہ

آج صبح کو اُٹھا تو طبیعت بہت سست معلوم ہوئی اُس کی وجہ صرف شب بیداری تھی جس کی نسبت میں تاریخ بالا میں لکھ آیا ہوں دو گولی کونین کھانے سے ذرا طبیعت ہلکی ہوئی اور قریب ۱۰ ½ بجے کے لباس پہن کر کل مہمانان شاہی کے ساتھ روانہ ہؤا تاکہ ۱۱ ½ بجے رایٹ آنریبل لارڈ جارج ہملٹن صاحب بہادر سکرٹری آف سٹیٹ کی ملاقات کے لئے انڈیا آفس جاؤں غرض کل مہمانان شاہی نے یکے بعد دیگرے لارڈ صاحب بہادر سے ملاقات کی اور قریب آدھ گھنٹے کے مجھ سے اور صاحب موصوف سے مختلف امور میں گفتگو رہی صاحب موصوف خلیق اور بڑے لائق ہیں

جن کی ملاقات سے میں کمال محظوظ ہُوا یہاں سے فارغ ہو کر ہوٹل میں آیا اور کچھ دیر ٹھیر کر ڈاکٹر پولن صاحب کی خواہش کے موافق کہ مہمانان شاہی کی ایک گروپ میں تصویر لی جائے اُن کے ہمراہ بان سٹریٹ میں لفیٹ فوٹوگرافر کی دُکان پر گیا اور تصویر کھچوانے کے بعد ۲ بجے لارڈ رابرٹ صاحب بہادر کی ملاقات کے لئے اُن کے مکان پر گیا سردار صاحب بھی میرے ساتھ تھے بڑی دیر تک اُن سے ہندوستان و کابل کا ذکر رہا صاحب بہادر ایک مشہور و معروف آدمی ہیں جن سے ہر شخص واقف ہے اور ایک بڑے مشہور فیلڈ مارشل ہیں اس کے بعد سر ڈینس فٹز پٹرک صاحب بہادر سابق لفٹنٹ گورنر پنجاب حال ملازم انڈیا آفس کی ملاقات کو گیا جنہوں نے ملتے ہی اپنی حیرانی ظاہر کی کہ مجھے ہرگز کبھی یہ خیال نہ تھا کہ آپ کو میں لنڈن میں دیکھونگا اور میں اس وقت آپ سے مل کر بہت خوش ہُوا اثنائے گفتگو میں جو ہندوستان کے بارے میں ہوتی رہی اُنہوں نے اس بات کا بھی ذکر کیا کہ ہندوستان میں اُن قباحتوں میں سے جو دیسی امراو رؤسا کو انگریزوں سے ملنے میں پیش آتی ہیں ایک قباحت یہ ہے کہ اُن کے ملازمین رؤسا و امرا کو بسبب اپنے طمع نفسانی کے کرسی وغیرہ کے دینے اور اُن کی اطلاع کرنے میں لیت ولعل کرتے ہیں جس کی نسبت انہوں نے اپنا خود پیش آمد واقعہ مجھ سے بیان کیا کہ اُس زمانے میں جبکہ میں دہلی میں کمشنری پر مامور تھا ایک دن میری

لیڈی صاحبہ نے مجھ سے آکر کہا کہ ایک شریف ہندو دیر سے باہر آپ کے
ملنے کے منتظر ہیں مَیں نے حیرانی سے پوچھا کہ مجھ کو تو کسی کے آنے کی اطلاع اردلی
نے نہیں دی میں خود باہر نکلا دیکھا تو وہ شریف برآمدے میں ٹہل رہے ہیں
استفسار کرنے پر معلوم ہوا کہ آدھ گھنٹے کے قریب اُنہیں اس جگہ انتظار
میں گزرا ہے مَیں نے اُن سے ملاقات کرنے سے پہلے اردلی کو طلب کر کے
چابکوں سے مارا اور خوب سزا دی مگر ہنس کر یہ بھی کہا کہ خوش قسمتی سے اُس
زمانے میں وکیل و بیرسٹروں کا دَور دَورہ نہیں تھا نہیں تو مجھے بھی کسی عدالت
میں اس فوجداری کرنے کی پاداش میں جانا پڑتا اس کے بعد میں نے
اپنی لفٹننٹ گورنری کے زمانے تک اس بات کی خاص نگرانی رکھی اور ہمیشہ
ایسی ایسی باتوں کا نوٹس لیتا رہا تاکہ دیسی رؤسا و شرفا کو معمولی باتوں میں
زیادہ تکلیف نہ اُٹھانی پڑے میں نے کہا کہ فی الحقیقت بہت ہی کم لوگ ایسے
ہونگے جن کو ان امور میں خاص توجہ ہو اُس کے بعد لارڈ ڈلینس ڈون صاحب بہادر
سابق گورنر جنرل ہند حال وزیر ممالک دول خارجہ سے ملنے گیا وہ ایک بڑے
مدبر اور نکتہ سنج اور لائق آدمی ہیں نہایت تپاک اور خلق سے ملے اور مجھ سے
تصویر طلب کی اور وعدہ فرمایا کہ وہ اپنی تصویر بھی مجھے بھیجینگے نیز اس بات کا
اظہار کیا کہ میں پھر اپنے اثنائے قیام لنڈن میں اُن سے ملاقات کروں اس
کے بعد اپنے پرانے دوست کلارک صاحب بہادر چیف جج پنجاب کے

ہاں گیا جنھوں نے اپنے گھر پر مدعو کیا تھا اور جس کی بابت میں نے کسی پچھلی تاریخ میں ذکر کیا ہے صاحب بہادر معہ میم صاحبہ بڑی خاطر و تواضع سے پیش آئے اور لوازم مہمان داری میں بعض تکلیفیں بذاتِ خود گوارا فرمائیں فے الحقیقت صاحب موصوف ایک قابل قدر اور ہمہ صفت موصوف ہیں اس جگہ سے فارغ ہو کر ۷ بجے گارڈن پارٹی رائل بوٹینکل گارڈن ریجینٹ پارک میں گیا*

رائل بوٹینکل گارڈن ریجنٹ پارک
Royal Botanical Garden Regent Park.

یہاں لفٹیننٹ کرنل و مسز کلیفرڈ پروبن صاحبہ (Lieutenant-Colonel) (Mrs. Clifford Probyn) کی طرف سے مدعو تھا اُس دعوت میں ۴۰۰۰ آدمی کے قریب موجود تھے میں ۔ اور میرس صاحبہ سے مل کر نہایت خوش ہُوا ہر قسم کے باجے اس جگہ موجود تھے اور ۔ اور میرس صاحبہ نے بہت اصرار کیا کہ کچھ پھل وغیرہ کھاؤں لاکن مجھے سارے دن کی گشت سے ایسا تکان تھا کہ اُن کی تعمیل ارشاد سے معذور رہا یہ باغ لنڈن کے تمام باغوں سے بڑا ہے اس کا دَور تقریباً ۳ میل ہے اس کو ایک شخص مسمے نیش (Nash) نے بنایا تھا جو پرنس ریجنٹ کی فوج کا افسر تھا اور اس لئے ریجنٹ پارک کے نام سے موسوم کیا گیا ہے اس کی چاروں طرف وسیع سڑک ہے جس پر

گاڑیاں بے تکلف جا سکتی ہیں اس راستے کا محیط ۲ میل ہے اور بیرونی
حلقے کے نام سے مشہور ہے اور اس کے وسط میں رائل بوٹینک گارڈن کے
گرداگرد ایک گول سڑک ہے جس کو اندرونی حلقہ کہتے ہیں یہ سڑک ریجنٹ پارک
کے خوشنما حصے میں داخل ہے اس باغ کے چاروں طرف شمالی سمت کے
تھوڑے حصے کے سوا بڑی بڑی عمارتوں کا سلسلہ چلا گیا ہے مشرقی حصے
میں ایک وسیع پھرنے کی پٹڑی باغ کے آرپار چلی گئی ہے اس پٹڑی پر خوشنما
پھول اور شاہ بلوط کے بڑے بڑے درخت لگے ہوئے ہیں جو موسم بہار
کے دنوں میں ایسے شاداب و سرسبز ہوتے ہیں کہ لنڈن کے اور سرسبز اور
گھنیرے درختوں سے فوقیت لے جاتے ہیں یہ راستہ ایک خوشنما چشمہ سے
منقطع ہوتا ہے جو کہ ایک شریف پارسی نے رفاہ عام کے لئے بنوایا تھا موسم
گرما کے ایام میں ساتھ کے مکانات میں لوگوں کے آرام کے لئے انتظام
کیا جاتا ہے جہاں کہ کل آسائش کی چیزیں مل سکتی ہیں اس باغ کے مغربی
نصف حصے میں ایک جھیل ہے جو کہ خوبصورتی میں لاثانی ہے ان درختوں
کے جو کہ اس جھیل پر واقع ہیں موزون قد و قامت اور اُن کی بناوٹ دیکھنے
کے قابل ہے چند قسم کے دریائی پرندے اس جگہ رہتے ہیں کشتیاں بھی
اس جھیل میں پائی جاتی ہیں جو تھوڑے کرایے پر مل سکتی ہیں شاہی بوٹینک سوسائٹی
کے باغات دائرے کی شکل میں ریجنٹ پارک کے جنوبی حصے میں واقع ہیں

جو نہایت خوبصورتی سے آراستہ کئے ہوئے ہیں ان میں ایک مصنوعی جھیل بنی ہوئی ہے اور ایک بڑا مکان بھی ہے جس میں غیر ملکوں کے ہر قسم کے درختوں کو حفاظت سے رکھا ہے پھولوں کے موسم میں یہاں ایک بڑا میلہ ہؤا کرتا ہے جس میں قسم قسم کے پھولوں کی نمائش ہوتی ہے موسم گرما کے ہر بُدھ کے دن یہاں باجا وغیرہ بھی بجایا جاتا ہے یہ باغات ہر اتوار کو ۹ بجے صبح سے غروب آفتاب تک سیر کے لئے مفت کھلے رہتے ہیں اور ہفتے کے دن ۱۲ ار فیس داخلہ لی جاتی ہے ہفتے کے باقی ایام میں جس میں اتوار کے دن کا ۲ بجے شام کے بعد کا وقت بھی شامل ہے باغ کے افسروں کی اجازت بذریعہ درخواست لینی پڑتی ہے ان باغات وغیرہ کو دیکھنے کے بعد ۸ بجے شام کو میں ہوٹل میں واپس آیا اور اس قدر تھکا ہؤا تھا کہ کھانا بھی نہ کھاسکا نماز وغیرہ سے فارغ ہوتے ہی سو گیا ٭

۲۴۔ جون ۱۹۰۲ء یوم سہ شنبہ

آج الحمد للہ خیریت سے اُٹھا کھانا کھانے کے بعد مسٹر ولیم گولڈ سٹریم صاحب بنگال سول سروس میرے ملنے کے لئے تشریف لائے یہ صاحب بہت عرصے تک پنجاب میں ڈپٹی کمشنر و کمشنر رہ چکے ہیں یہ اُن انگریزوں میں سے ہیں اور ہمارے خاندان کے بزرگوں کو نام بنام جانتے ہیں ایک گھنٹے تک اُن سے گفتگو ہوتی رہی صاحب بہادر کو پنشن لئے ہوئے ۷ سال کا عرصہ

گذرا ہے اور لنڈن ہی میں مقیم ہیں ان کے تشریف لے جانے کے بعد جناب لائل صاحب بہادر سابق لفٹنٹ گورنر ممالک مغربی و شمالی ملاقات کے لئے تشریف لائے جن سے کچھ دیر تک ادھر اُدھر کی باتیں ہوتی رہیں صاحب موصوف ایک اعلےٰ درجے کے ہر دل عزیز لفٹیننٹ گورنر رہ چکے ہیں *

۱۲ بجے کے قریب میں مرک صاحب بہادر کمشنر ملتان سے ملنے گیا خود صاحب موصوف موجود نہ تھے مگر مسز مرک صاحبہ سے مل کر بہت خوش ہؤا اُن کی باتوں سے معلوم ہوتا تھا کہ گو مرک صاحب دو سال کی رخصت پر تشریف لائے ہیں مگر واپس جانے کا منشا نہیں ہے اس کے بعد نارتھ بروک سوسائٹی واقع امپیریل انسٹیٹیوٹ میں گیا یہ ایک بڑی عالی شان عمارت ہے جو ۱۸۸۶ء کے کلونیل اور انڈین ایگزیبیشن میں بنائی گئی تھی اس کا سرخ بنیادی پتھر کیپ کالونی واقعہ افریقہ سے لایا گیا تھا جو ہندوستان کی اینٹوں سے تعمیر کردہ کرسی پر استادہ رکھا ہؤا ہے جس کو ملکہ معظمہ وکٹوریہ نے اپنے ہاتھ سے جولائی ۱۸۸۷ء میں رکھا تھا اور مئی ۱۸۹۳ء میں خود ملکہ صاحبہ نے اس عمارت کا افتتاح کیا تھا یہ ایک اعلےٰ درجے کی عمارت ہے اب اس میں لنڈن کی یونیورسٹی ہے اس کے قریب ہی ٹیکنیکل انسٹیٹیوشن ہے جس کو پرنس آف ویلز صاحب نے ۱۸۸۴ء میں کھولا تھا اس میں

علم ریاضی۔ علم طبعی۔ علم کیمیا۔ علم جر ثقیل کی علٰحدہ علٰحدہ شاخیں ہیں اور ہر فن کی تعلیم کے لئے لائق پروفیسر موجود ہیں اس عمارت کو لنڈن کی کمیٹی اور کمپنیوں نے پندرہ لاکھ روپے کے صرف سے تعمیر کرایا تھا یہاں ہر سال ستمبر کے مہینے میں داخلے کا امتحان لیا جاتا ہے اس کالج میں تین سال کی تعلیم کا کورس ہے اور طالب علم سے سالانہ ۳۷۵ روپے فیس لی جاتی ہے جو طالب علم یہاں پورا کورس پڑھ لے اور امتحان کو پاس کرلے اُس کو ڈپلوما یعنی سند دی جاتی ہے*

یہاں ارل آف نارتھ برک صاحب دروازے پر مہمانوں کے ریسیو کرنے کے لئے موجود تھے کمرے میں لے گئے جہاں ۰۰ ۱۲ آدمی کے قریب جمع تھے اور ہر قسم کے باجے بج رہے تھے کھانے کی چیزیں مع ہر قسم کے فواکہ کے موجود تھیں ڈاکٹر پالن صاحب کمشنر میرے ہمراہ تھے لارڈ صاحب موصوف سے جو اس سے قبل ہندوستان میں وائسرائے رہ چکے ہیں بہت دیر تک گفتگو رہی صاحب بہادر گو بڑی عمر کے آدمی ہیں مگر اعضا بدن قوی اور قوٰے صحیح ہیں اس مجلس میں بہت سے صاحبوں سے جو ہندوستان سے بوجہ رخصت یا پنشن کے آئے ہوئے ہیں ملاقات ہوئی منجملہ اُن کے میر ڈیتھ صاحب و سر چارلس ایلبٹ لائل صاحب بہادر سابق لفٹنٹ گورنر پنجاب و سر انٹونی میکڈونل صاحب بہادر سابق لفٹنٹ گورنر ممالک مغربی و شمالی و

اودھ موجود تھے یہاں سید حسین صاحب بلگرامی سے بھی جو دکھن حیدرآباد
میں ایک مشہور و معروف شخص ہیں ملاقات ہوئی آجکل انگلستان کے کسی کالج میں تعلیم
دیتے ہیں یہاں سے فارغ ہوکر ہوٹل واپس آیا وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ بادشاہ
انگلستان سخت بیمار ہوگئے ہیں اور اس قدر نازک حالت ہے کہ بذریعہ تار وغیرہ
۲۶ - جون کو تاج پوشی کی کل رسمیں ملتوی کی گئیں ہر شخص کو سخت رنج و افسوس ہوا کہ
کس تقریب پر آئے تھے اور کیا ہوگیا آج ۱۲ بجے کے قریب بادشاہ کو آپریشن کیا گیا
چونکہ بادشاہ کی انتڑیوں سے ایک انتڑی کا راستہ بند ہوگیا تھا اور کھانا بالکل
نہیں کھا سکتے تھے مفصلۂ ذیل چھ طبی مشیروں نے -

(1)	Sir Thomas Smith.	(۱) سر ٹامس سمتھ صاحب
(2)	Lord Lister, P. C.	(۲) لارڈ لسٹر صاحب پی - سی
(3)	Sir Frederick Treves.	(۳) سر فریڈریک ٹریوس صاحب
(4)	Sir Thomas Barlow.	(۴) سر ٹامس بارلو صاحب
(5)	Sir Frederick Hewitt.	(۵) سر فریڈریک ہیوارٹ صاحب
(6)	Sir Francis H. Laking.	(۶) سر فرینسس اتیچ لے کینگ

جب بادشاہ کی حالت کو بگڑتے ہوئے دیکھا تو آپریشن کے علاج پر فیصلہ
کیا اور متفق ہوکر ظاہر کیا کہ اگر آپریشن نہ کیا جائیگا تو مریض بہت جلد مرجائیگا اسلئے
مجبوراً خوفناک آپریشن کا کیا جانا خاندان شاہی نے بھی منظور کیا اصل میں بادشاہ

کئی مہینوں سے بیمار تھے لیکن خیال تھا کہ تاج پوشی کے موقع تک سرسری علاج ہوتا رہے تاکہ رسم تاج پوشی ہو جائے اور بعد کو آپریشن وغیرہ کیا جائے مگر جب اس بات کا قطعی فیصلہ ہوگیا کہ بادشاہ کی حالت نازک ہے تو شاہی طبیبوں نے آپریشن اور التوائے تاج پوشی کی صلاح دی جب یہ خبر عام ہوگئی کہ بادشاہ معظم اس ناگہانی مصیبت میں مبتلا ہو گئے تو ہر شخص کو رُوحی صدمہ پہنچا ہزاروں حسرتوں کا خون ہوگیا وہ ہنستے ہوئے چہرے جن پر جوش کی سُرخی دوڑ رہی تھی کُملائے ہوئے پھول کی طرح بے رونق نظر آنے لگے قلبی جوش سے بات بات میں مسکرانے والے لب دانتوں کے نیچے دبنے لگے بازاروں ۔ دُکانوں ۔ کارخانوں ۔ ہوٹلوں ۔ ریلوے سٹیشنوں پر جہاں دیکھئے یہی چرچا ہے یہی گفتگو ہو رہی ہے جدھر سُنئے بادشاہ کی بیماری ہی کا ذکر زبان پر ہے جب کہیں دو مرد یکجا ہوئے اُسی کا تذکرہ ہونے لگا جس جگہ چار عورتیں جمع ہوئیں یہی قصّہ چھڑ گیا اُٹھتے بیٹھتے یہی مشغلہ رہ گیا اب ایک متنفس بھی انگلینڈ میں نظر نہیں آتا جس کو اس حیرت انگیز واقعہ کا خیال نہ ہو کوئی ایسی جگہ ڈھونڈے نہ ملیگی جہاں اِس افسوس ناک سانحہ کا تذکرہ نہ ہوتا ہو وہ لوگ جنھوں نے اس جشن کے واسطے لاکھوں روپے برباد کئے تھے زندہ درگور ہی ہو گئے اُن کی تمام آرزوئیں خاک ہوگئیں کُل امیدوں پر پانی پھر گیا جن لوگوں نے بڑے نفع کی خواہش میں کثیر التعداد روپیہ صرف کر ڈالا تھا اس غیر متوقع نقصان کے

خیال سے سخت انتشار میں ہوگئے کیونکہ ایسی نازک حالت میں کوئی شخص یہ قطعی رائے نہیں دے سکتا کہ نتیجہ کیا ہونے والا ہے + **شعر**

قسمت تو دیکھئے کہ کہاں ٹوٹی ہے کمند ❖ دو چار ہاتھ جب کہ لبِ بام رہ گیا

یُوں تو ہر شخص اس مصیبت اور بلا میں شریک ہے اور شاہ کی کُل خیرخواہ رعایا پر اس کا غیر معمولی اثر پڑا ہے مگر زیادہ صدمہ ہندوستانی مہمانان شاہی کو ہُوا جو خاص اس تقریب پر اتنا دور دراز سفر طے کر کے آئے ہیں اُن کی چھل پھل سب جاتی رہی اب نہ باہم وہ خوشیاں ہیں نہ ہنسی مذاق ہے وُہ زرق برق لباس جن پر آنکھ چُندھیا جاتی تھی بالائے طاق رہ گئے سارا ولولہ جاتا رہا نہ تماشا دیکھنے کو جی چاہتا ہے نہ سیر کی خواہش ہے جس کو دیکھئے قالب بیجان کی طرح پڑا ہُوا ہے **بکنگھم پیلیس** کے سامنے تو ہزاروں آدمیوں کا ہجوم ہے سب بادشاہ کی خیریت کے منتظر اور ایک دوسرے سے سرگوشی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں لوگوں کے پر جوش اور گرم خیالات اشک حسرت کے چھینٹے کھا کر ٹھنڈے پڑ گئے ہیں چہروں پر ہوائیاں اُڑ رہی ہیں ہر شخص دل میں دُعا مانگتا ہے کہ خدایا اس دفعہ انگلینڈ کی عزت رکھ اور اس بارِ گراں مصیبت سے بہت جلد ہم لوگوں کو سبکدوش کر سب کی نگاہیں دروازے سے لگی ہوئی ہیں کہ دیکھئے کیا خبر آتی ہے ایسے وقت میں جب کہ دنیا کے ہر حصّے کا آدمی تاج پوشی کے جشن میں شریک ہونے کے لئے اس جگہ آگیا ہے اور دُنیا کے ہر طبقے میں

اس کی خوشیاں منائی جا رہی ہیں یہ جانکاہ صدمہ واقع ہوا جس کی مثال تاریخ عالم میں شاید ہی ڈھونڈھنے سے مل سکے برطانیہ کلاں ہی کی رعایا افسردہ دل نہیں ہے بلکہ دنیا کے ہر حصے و طبقے کے لوگوں کو اس جانکاہ خبر نے صدمہ پہنچایا ہے تار پر تار دوڑ رہے ہیں کہ شہنشاہ معظم کی حالت کیسی ہے ہر شخص اس اُدھیڑ بُن میں پڑا ہوا ہے اخبار چھپ کر پریس سے نکلنے نہیں پاتے لوگ انبوہ انبوہ ہاتھ بڑھا کر دوڑ پڑتے ہیں بُلیٹین کی خبریں بکنگھم پیلیس سے گھنٹہ گھنٹہ آدھ آدھ گھنٹے کے بعد شائع ہو رہی ہیں کہ ہر وقت بادشاہ کی حالت سے اطلاع دے کر بُجھے دلوں کو تسکین دیں شہر کے مختلف حصص میں جہاں اس سے پہلے بڑی شد و مد کے ساتھ آرائش کی جاتی تھی کہیں سنہری رو پہلی جھنڈیاں برابر لگائی جاتی تھیں کہیں سُرخ بانات کا فرش ہو رہا تھا کسی جگہ قسم قسم و رنگ برنگ کے پھول اپنی بہار دکھا رہے تھے اب وہاں بھیروں ناچتا ہے نہ وہ زینت ہے نہ وہ سجاوٹ ایک دم میں ایسا انقلاب عظیم ہو گیا کہ خوشیوں کے سب لوازم ترک کر دئے گئے جو کچھ اس وقت تک کئی مہینوں میں بنا کر تیار کیا گیا تھا چند گھنٹوں میں اُتار کر برابر کر دیا گیا ناظرین اس بات کو دیکھ کر خدائے تعالےٰ کی قدرت کاملہ کا اقرار کرینگے اور مان لینگے کہ ایک ہی زبردست طاقت ہے جو دنیا کے بڑے بڑے الوالعزم اور بزرگ لوگوں کے ارادوں کو فسخ کر دیتی ہے اس میں کوئی

کلام نہیں ہے کہ کسی کو بھی اس کا خیال نہ تھا کہ وہ تیّاریاں اور سازوسامان جن پر لوگوں کے لکھوکھا روپے صرف ہوگئے اور بڑے بڑے منتظم اور رائے دینے والوں نے ایک تاریخ مقرّر کردی اور جس کا ٹل جانا کسی کے بھی خیال و گمان میں نہ تھا بلکہ ہزاروں آدمی لاکھوں میل سے اس بڑے دن کے لئے جوق جوق جمع ہوئے آن کی آن میں وہ قادر مطلق پلٹ دیگا اور لوگوں کے خیالات کو ایسا درست کریگا کہ سب کے سب حیران رہ جائینگے چنانچہ اس وقت سوائے ششش و پنج اور گھبراہٹ کے کچھ بن نہیں پڑتا جو لوگ عاقل و خداشناس ہیں وہ سمجھ گئے کہ اس میں کیا رموز ہیں خداتعالےٰ نے کل دُنیا کے لوگوں کو جن کے دل اس دن سے وابستہ تھے اور وہ اپنے خیال میں مطمئن تھے کہ یہ خوشی کا جلسہ اس تاریخ کو ضروری ہوگا یہ بات دکھادی اور یقین دلادیا کہ سب سے غالب اور زبردست اُس کی رائے ہے جو تمام دنیا کے لوگوں کے خیالات کو ایک لمحہ میں پلٹ دیتی ہے یا تو اس شدّومد سے جشن کی تیّاریاں ہورہی تھیں یا دفعۃً وہ خوشی مبدل برنج ہوگئی اب کوئی شخص نہیں کہہ سکتا ہے کہ تاج پوشی ہوگی بھی یا نہیں سوائے درگاہ قاضی الحاجات میں دعا مانگنے اور گڑگڑا کر التجا کرینگے اور کوئی چارہ نہیں آتا اب اپنی بے ثباتی پر اس قدر یقین ہوگیا ہے کہ ڈرتے ہوئے تاریخ جشن کو تو کیا کوئی یہ بھی نہیں کہہ سکتا ہے کہ بادشاہ سلامت زندہ بھی رہینگے شام کو قریب ۹ بجے راجہ پرتاب سنگھ صاحب بہادر آف اودھ

ودیگر مہمانان شاہی میرے پاس مشورہ کے لئے آئے کہ بادشاہ کی مزاج پرسی کی نسبت کیا راے ہے چنانچہ میں نے اُن کو یہ صلاح دی کہ کل صبح کو ۱۱ بجے چلینگے یہ سن کر سب صاحب رخصت ہوئے ✣

۲۵- جون ۱۹۰۲ء یوم چہارشنبہ

آج صبح اُٹھتے ہی ہوٹل کے ٹیلی فون سے معلوم ہوا کہ بادشاہ کی حالت اب پہلے سے کچھ بہتر ہے مگر ابھی پوری صحت کی کوئی صورت نظر نہیں آتی ڈاکٹر کا قول ہے کہ اگر بادشاہ اچھے بھی ہو جائیں تو ابھی تاج پوشی کے قابل دو ماہ تک نہ ہونگے اور سکرٹری آف سٹیٹ نے اعلان کیا کہ رسم تاج پوشی جو ویسٹ منسٹر ابی میں ہونے والی تھی ملتوی کی گئی دوسرا اعلان نکلا کہ دیگر رسمیں بھی ملتوی کی گئی ہیں خاص شہر لنڈن میں ہر طرح کی آرائش موقوف ہوئی ٹاؤن ہال کا کل سامان آرائش اُتار لیا گیا مگر بیرونجات میں جن لوگوں نے اس تاریخ پر خوشی منانی ہے وہ اُسی طرح پر خوشی کریں ہم سب مہمانان شاہی ہند ۱۱ بجے دن کو جیسا کہ کل رات کو قرار پا چکا تھا محل شاہی یعنی بکنگھم پیلیس میں گئے تاکہ بادشاہ کی احوال پرسی کریں لارڈ جارج ہملٹن صاحب وزیر اعظم ہند بھی موجود تھے لیکن چونکہ بادشاہ کی علالت کے سبب سے ڈاکٹروں نے لوگوں کا آنا جانا یہاں تک کہ خود خاندان شاہی بلکہ ملکہ صاحبہ کو بھی روک دیا تھا اس لئے یورپ کے قاعدے کے مطابق اس کتاب پہ جو اسی

مطلب کے لئے رکھی ہوئی تھی ہم نے دستخط کئے اور ہوٹل واپس ہوئے +

بکنگھم پیلیس

Buckingham Palace.

بکنگھم پیلیس وہ شاہی مکان ہے جس میں آج کل بادشاہ رہتے ہیں اس بڑی عمارت کا نام اس کے بانی جان شیفیلڈ ڈیوک آف بکنگھم کے نام پر رکھا گیا ہے جس نے اس کو سنہ ۱۷۰۳ء میں تعمیر کرایا تھا اور جارج ثالث نے اس کی تعمیر کے ۶۰ برس کے بعد اس کو خریدا تھا کیونکہ سینٹ جیمز کا محل اس کے بڑے کنبے کے لئے کافی نہ تھا اور سنہ ۱۸۲۵ء میں اس کے بیٹے اور جانشین جارج چہارم نے اپنے قابل معمار مسٹر بینش سے کہا کہ پرانی عمارت کو گرا کے اس کی جگہ نیا محل بنائے یہ محل ایک مدت دراز میں تیار ہوا اس کے بانی کے عہد تک ختم نہ ہو سکا ولیم چہارم نے نئی عمارت کو ناپسند کیا اور پرانے محل سینٹ جیمز کو اپنا دار القیام بنایا سنہ ۱۸۳۷ء تک شاہی خاندان میں سے کوئی شخص بھی اس محل میں نہ رہا ملکہ معظمہ کوئن وکٹوریہ نے اس کو اپنے رہنے کے لئے پسند کیا اس کا مشرقی حصہ خوبصورتی میں سینٹ جیمز پارک کے محل سے بہت بڑھا ہوا ہے یہ حصہ جس کے نمونے کو پرنس البرٹ نے پسند کیا تھا۔ ۳۶۰ فٹ لمبا اور ۷۰ فٹ اونچا ہے سنہ ۱۸۴۶ء میں تخمیناً ساڑھے ۲۲ لاکھ روپے کی لاگت میں تعمیر کیا گیا تھا ناچ اور باجا اور لیوی دربار

اسی جگہ ہوتے ہیں اس کے کمرے سینٹ جیمز کے کمروں کی نسبت بہت
وسیع ہیں اس کا اندرونی حصہ نہایت ہی خوشنما ہے دالان سے گزر کر ایک
نہایت ہی وسیع ہال ہے جس کا فرش رنگ برنگ کے پتھروں سے بنا ہوا
ہے اس کمرے کی چاروں طرف رنگ دار وسفید سنگ مرمر کے ستون کی دوہری
قطاریں ہیں جن کے نیچے اور اوپر کے سرے ملمع کئے ہوئے ہیں ملکہ کے پرائیوٹ
کمرے محل کے شمالی حصے میں واقع ہیں گرین ڈرائینگ روم (Green Drawing Room.)
نہایت عمدہ کمرہ ۵۰ فٹ لمبا ہے اور کمرہ تخت گاہ بھی ۶۴ فٹ لمبا ہے جس
میں قرمزی اطلس کا نہایت خوبصورت فرش بچھا ہوا ہے محراب دار
چھت نہایت ہی بیش قیمت لاگت سے آراستہ کی گئی ہے اس محل میں
ایک پکچر گیلری یعنی تصویر خانہ بھی ہے جو ۱۰۸ فٹ لمبا ہے اس میں تصویریں
اگرچہ بہت کم ہیں مگر نہایت عمدہ و چیدہ ہیں اس محل کے جنوب کی طرف
بکنگھم پیلیس کی سڑک پر شاہی اصطبل و بگھی خانہ ہے اصطبل $3\frac{1}{2}$ ایکڑ
میں بنا ہوا ہے جو ۱۸۲۴ء میں تعمیر کیا گیا تھا بگھی خانے میں ایک شاہی ملمع
کی ہوئی گاڑی ہے جس کی لاگت ۱۱۴۹۰ روپیہ بتاتے ہیں اس کے
علاوہ ۴۰ گاڑیاں اور بھی ہیں عام شخصوں کو محل میں جانے کی اجازت
نہیں ہے لیکن اگر کوئی شخص اصطبل کو دیکھنا چاہے تو وہ داروغہ اصطبل
سے اجازت حاصل کر کے دیکھ سکتا ہے چونکہ جناب لائل صاحب بہادر

سابق لفٹنٹ گورنر ممالک مغربی و شمالی کی بازدید کے لئے ۴ بجے وقت مقرر تھا اس لئے میں سردار صاحب کے ساتھ صاحب موصوف کے ملنے کو گیا صاحب بہادر نہایت تواضع و اخلاق سے پیش آئے وہاں سے ۵ بجے **مسٹر سٹرٹ صاحب بہادر** اسسٹنٹ سکرٹری انڈیا آفس کے ملنے کے لئے **ایلبی ماربل** کلب میں گیا جہاں ہر طرح کی خاطر و تواضع کی گئی وہاں سے میں ہوٹل میں واپس آیا بسبب علالت بادشاہ میں نے آج سے بعض **میٹنگ** میں جانا ترک کر دیا چنانچہ آج **ریفی لف کلب** میں لانچ کے لئے مدعو تھا مگر نہیں گیا اور **لیڈی ساسن** کے کلب میں یہی بات جانے کے لئے مانع ہوئی ٭

۲۶ - جون ۱۹۰۲ء یوم پنجشنبہ

آج صبح کو بھی بذریعہ **بلاٹین** معلوم ہوا کہ بادشاہ کی طبیعت بدستور ہے نہایت افسوس سے لکھا جاتا ہے کہ جو کارڈ بدستخط بادشاہ ہمارے پاس اس مطلب کے لئے آئے تھے کہ جشن تاج پوشی میں شریک ہونے کے لئے **ایبی گرجا** میں جائیں آج انہیں کارڈوں سے **سینٹ پال** کے مشہور گرجا میں بادشاہ کی صحت کے لئے دعا مانگنے کے لئے جانا پڑا۔ جہاں پورے ۱۲ بجے دن کا وقت مقرر کیا گیا ہے اور صرف انہیں لوگوں کو اجازت ہے جو بوقت تاج پوشی شریک ہوتے ہم سب مہمانان شاہی ½ ۱۱ بجے گرجا مذکور

میں پہنچے اس وقت سینکڑوں گاڑیاں نہایت عمدہ اور نفیس اچھّی طرح سے سجی ہوئی گرجا کے سامنے آرہی ہیں کسی میں ڈیوک ہیں کسی میں لارڈ ہیں کل اعلےٰ درجے کے اُمرا ہر رُتبے کے لوگ بادشاہ کی صحّت کی دعا مانگنے کے لئے گرجا میں جوق جوق جمع ہو رہے ہیں چند معزّزین انگریزوں نے ہر شخص کو ریسیو کر کے گرجے کے اندر لے جا کر خاص جگہ پر بٹھایا ہم سب مہمانان شاہی بھی اسی طرح فرداً فرداً پہنچے اور اپنے اپنے مقام پر بیٹھے ٭

سینٹ پال کا گرجا
St. Paul's Church

اس عالی شان عمارت میں ہزاروں مرد و زن جمع ہیں اور ایک سنّاٹے کا عالم ہے سوائے حرکات تنفس کسی کی آواز سنائی نہیں دیتی یا کبھی کبھی ہر شخص کو اپنے دل کی دھڑکن محسوس ہوتی ہے ہمیں بیٹھے ہوئے تھوڑی دیر نہ گذری تھی کہ پادری صاحبوں نے دعا مانگنی شروع کی اوّل سب لوگ خاموش بیٹھے رہے اور ایک ایک رسالۂ دعا جو انگریزی میں چھپا ہؤا تھا ہر شخص کے ہاتھ میں دے دیا گیا کہ اس کو دیکھتا رہے پادری صاحب اس کے بموجب پڑھتے جاتے تھے اوّل انھوں نے یہ دعا باجے کے ساتھ مانگی :-

"کہ اے خداتعالےٰ مالک روے زمین و آسمان ہم گنہگار بندوں پر رحم فرما اور ہماری خطائیں اپنے بیٹے اور اُس کے خون بہا کے صدقے میں معاف

کرو غیرہ وغیرہ اس کے بعد پادری صاحبان باجے کے پاس سے ہٹ کر
اپنی اپنی نشستگاہ پر آگئے اور اس وقت سب لوگ جو گرجا میں موجود تھے
گھٹنے کے بل جھک گئے پادری صاحب نے اس وقت یہ دعا مانگی کہ "اے
ہمارے مالک، جو آسمانوں میں ہے اور جس کا نام پاک ہے اور جس کی زمین
و آسمانوں میں بادشاہت ہے ہم کو رزق عطا کر اور ہماری خطاؤں کو اس
طرح معاف کر جس طرح ہم اپنے خطا کاروں کی خطائیں معاف کرتے ہیں ہم
کو خواہشات نفسانی سے بچا اور بُرے رستے سے نجات دے کر سیدھے
راستے کی ہدایت کر تو قادر مطلق مالک زمین و زمان ہے" اس پر سب آمین
کہتے تھے اس دعا کے خاتمے پر سب لوگ معہ پادریوں کے کھڑے ہو گئے اور
بہت سی دعا مانگنے کے بعد یہ دعا مانگی گئی "اُے ہمارے مالک اپنے بندوں
پر نظر ترحم فرما اور اپنے بندے بادشاہ ایڈورڈ کو اپنے فضل و کرم سے
صحت کلّی عطا کر اس کو اُس کے دشمنوں سے نجات دے اور ہمیشہ امن و امان
میں رکھ بہ تصدّق حضرت عیسےؑ. جو ہمارا مالک ہے اَے قادر مُطلق تو
ارحم الراحمین اور نجات دینے والا ہے اپنے دائمی رحم کو اپنے بیکس بندے
ایڈورڈ پر مبذول فرما اور اس کو بیماری سے نجات دے اس کو ایمان
کامل کی ہدایت کر اور اگر تیری مشیت اس کی صحت میں ہے تو اس کو صحت
عطا کر تاکہ تیرے خوف و رجا سے وہ اپنی باقی زندگی میں تیرے احکام کو مدنظر

رکھے ان سب دعاؤں کو بہ تصدق حضرت عیسےٰؑ جو ہمارا مالک ہے قبول کر اے مالک رحیم اپنی رحمت کے صدقے سے ہمارے گذشتہ گناہوں کو معاف کر اور آئندہ گناہوں سے بچنے کی ہدایت کر اور نیکی کی طرف رغبت دلا تا کہ ہم ہمیشہ تیرے فضل و کرم سے راہ راست پر رہیں" *

یہ گرجا ایسی جگہ پر واقع ہے جہاں اس وقت سے برابر گرجے ہی گرجے چلے آتے ہیں جب سے کہ برطانیہ کلاں میں دین عیسوی کا رواج ہؤا کہتے ہیں کہ اس جگہ ڈائنا کا مندر تھا اس گرجا میں بہت تغیر و تبدل ہوتے رہے لنڈن کے مشہور آتش زدگی نے اس کو تباہ و برباد کر دیا سر کرسٹافر رین صاحب (Sir Christopher Wren.) نے اس کے بعد کھنڈلوں کو صاف کرایا اور اس کی جگہ موجودہ گرجا بنوایا سینٹ پال کا گرجا لنڈن کے عین وسط اور بلند حصے میں واقع ہے یہ کل عمارت پورٹ لینڈ کے پتھر سے بنی ہوئی ہے اس گرجے کا طول برآمدہ ملاکر ۵۱۵ فٹ ہے اور چوڑائی مغربی سمت کے برجوں کو ملاکر ۱۸۰ فٹ ہے اور کل عمارت کا محیط ۲۲۹۲ فٹ ہے اس گرجا میں ایک بڑا عالی شان گنبد ہے جس کا قطر ۱۴۵ فٹ ہے اس کی چوٹی پر ایک نہایت عمدہ لالٹین لگی ہوئی ہے کہتے ہیں کہ یہ گرجا کل گرجوں پر فوقیت رکھتا ہے اس کا بنیادی پتھر ۱۶۷۵ء میں رکھا گیا تھا اس کی عمارت ۱۷۱۰ء میں ختم ہوئی تھی مگر اور آرائش کا کام بعد کو بنایا گیا یہ بات قابل

یادگار ہے کہ ۳۵ برس تک جس عرصے میں کہ یہ عمارت تیار ہوئی ایک ہی معمار کے زیر اہتمام اور ایک ہی پادری کی نگرانی میں رہی +

سر کرسٹافر رین صاحب جو اس عالی شان عمارت کے بانی ہوئے گرجا کے ختم ہونے کے بعد کئی برس زندہ رہے گرجا کے مغربی دروازے کے سامنے لڈگیٹ ہل (Ludgate Hill) کے مقابلے میں ملکہ این کا بُت ہے ملکہ کی یہ شبیہ اُن تصویروں سے لی گئی ہے جو برطانیہ۔ آئرلینڈ۔ فرانس اور امریکہ میں بنی ہوئی ہیں مغربی دروازے کے زینے کے ساتھ ہی ایک پتھر کی سِل ہے جو ڈائمنڈ جوبلی کے شکریے کی یادگار ہے اس سِل پر یہ عبارت کندہ ہے "اُس جگہ ۲۲ جون ۱۸۹۷ء کو ملکہ معظمہ کوئن وکٹوریہ نے اپنی تخت نشینی کے ساٹھویں برس کا شکریہ خداوند تعالیٰ کی درگاہ میں ادا کیا" جنوبی برج میں ایک عمدہ گھنٹہ بجتی ہے جو دو سال میں بن کر تیار ہوا تھا اور ۲۱۔ دسمبر ۱۸۹۳ء میں چلایا گیا اس گھنٹے کا لنگر ۱۵ فٹ لمبا اور ۱۷ من کے قریب وزنی ہے تین رُخ سے اس گھنٹے کو دیکھتے ہیں گھنٹے کے ہر رُخ کا قطر ۱۷ فٹ ہے اور حروف کے دائرے کو چھوڑ کر اگر قطر لیا جائے تو ۱۰ فٹ ہے ہندسے کے حروف ۲ فٹ ۹ انچ لمبے ہیں اور اس کی سوئیاں تانبے کی بنی ہوئی ہیں تاکہ اُن پر ہوا اور برف کا اثر نہ ہو منٹ کی سوئی ½ ۹ فٹ لمبی ہے اور گھنٹے کی سوئی ½ ۵ فٹ

ہے گھنٹے گھر میں ایک بڑا گھنٹہ ہے جو فروری ۱۸۸۲ء میں رکھا گیا تھا اور اُس کو گریٹ پارک کے نام سے مشہور کرتے ہیں یہ گھنٹہ انگلستان کے سب گھنٹوں سے بڑا ہے اور اس کا وزن ۴۹۰ من ہے جو ۹ فٹ بلند ہے اس کا قطر ۹ فٹ ۷ انچ اور موٹائی کنارے کے حصّے پر ۹ انچ ہے یہ بڑا گھنٹہ شاہی خاندان کے کسی شخص یا آرک بشپ آف کنٹربری یا لنڈن کے پادری یا گرجا کے امام کے مرنے پر بجایا جاتا ہے بُرج کے شمال میں ۱۲ گھنٹے اور بھی ہیں جو ۱۸۷۸ء میں لٹکائے گئے تھے ان سب کو شہر کے دُکان داروں۔ خیاطوں کپڑا بیچنے والوں اور ماہی گیر وغیرہ وغیرہ نے چڑھایا ہے ان میں سے سب سے بڑے کا وزن ۸۸ من کے قریب ہے اس کا قطر ۵ فٹ ہے میں گرجا کے مغربی دروازے سے داخل ہؤا اور دیکھا کہ گنبد کے نیچے اعلےٰ درجے کا کام کیا ہؤا ہے اور بہت سی محرابیں نہایت خوبصورت وعمدہ طرز کی بنی ہوئی ہیں اس کا کوائر یعنی وہ جگہ جس جگہ بیٹھ کر گاتے ہیں اپنی آراستہ ومزّین چھت اور اس بڑے باجے کے ساتھ جو اس میں رکھا ہؤا ہے دیکھنے کے قابل ہے کچھ عرصے کے بعد اس گرجا میں بھی برقی روشنی کی جائیگی اس گرجا میں دعا مانگنے اور اکثر حصّہ دیکھنے کے بعد میں تین بجے کے قریب ہوٹل واپس آیا چونکہ آج کہیں نہیں جانا ہے اس لئے دو گھنٹے تک آرام کیا اور پھر بگھی پر سوار

ہو کر ہائیڈ پارک وغیرہ کی شام تک سیر کرتا رہا ۔

۲۷ - جون سنہ ۱۹۰۲ء ۔ یوم جمعہ

دو تین روز سے برابر تمام دن آفتاب رہتا ہے موسم میں کسی قدر گرمی بھی ہو گئی ہے کھانے سے فراغت پا کر میں سردار صاحب کے ساتھ لفیبٹ فوٹوگرافر کی دُکان پر جن کو تصویریں تیار کرنے کے لئے دی گئی تھیں اور جس کی نسبت ۲۳ ماہ حال کو ذکر کر آیا ہوں گیا اس نے بہت سی اور تصویریں دکھائیں اور وعدہ کیا کہ کل ہماری تصویروں کو خود ہی بھیج دیگا یہاں سے میں نیشنل گیلری میں گیا ۔

نیشنل گیلری
National Gallery.

یہ عمارت عام لوگوں کے لئے اتوار کو تین بجے سے چھ بجے تک اور پیر و منگل و بُدھ اور ہفتے کو گرمیوں میں دس۱۰ بجے سے سات بجے تک اور سردیوں میں دس۱۰ بجے سے ۴ - ۵ - ۶ بجے تک بغیر کسی فیس کے کُھلی رہتی ہے اور جمعرات و جمعہ کو چونکہ طالب علموں کے مطالعہ کا دن ہے عام لوگوں کو ۱۱ بجے کے بعد ۶ر فیس دینے پر داخل ہونے کی اجازت دی جاتی ہے سنہ ۱۸۲۴ء میں لارڈ لیورپول (Lord Lirverpool) نے مسٹر جے اینگرسٹین (Mr. J. Angerstein) کے پرائیویٹ جمع کردہ تصویرات

کو آٹھ لاکھ پچپن ہزار روپے کو خریدا تھا اور اس کے بعد ۱۸۳۸ء تک یہ تصویریں مسٹر اینگرسٹین ہی کے مکان واقع پال مال میں دکھائی جاتی رہیں بعد کو ایک بڑی عمارت بنائی گئی موجودہ جگہ پر بادشاہی اصطبل تھا جس میں نیشنل گیلری اور رائل ایکڈمی کی کل تصویریں لاکر جمع کی گئیں لیکن ان تصویروں کا مجموعہ روز بروز بڑھتا گیا ۱۸۴۷ء میں مسٹر رابرٹ ورنن (Mr. R. Vernon) نے ۱۵۷ تصویریں اس مجموعے میں زیادہ کیں اور ۱۸۵۱ء میں ولیم ٹرنر (William Turner) جو اعلےٰ درجے کا مصوّر تھا مرتے وقت یہ وصیت کر گیا کہ جس قدر تصویریں اور نقشے میرے ہاتھ کے بنے ہوئے ہیں وہ قوم کے فائدے کے لئے نیشنل گیلری میں رکھے جائیں اور بہت سے لوگ بھی وقتاً فوقتاً اس گیلری میں تصویروں کو بڑھاتے رہے علاوہ اس کے ۱۸۷۱ء تک پچاس لاکھ پچپن ہزار روپے کی تصویریں خرید کر اس میں زیادہ کی گئیں سب سے آخر میں جو تصویر لی گئی ہے اینسی ڈی میڈینا آف ریفیل (Ansidei Madanna of Raphail) کی ہے جو بلینہم (Blenheism) کے تصویر خانے سے لی گئی ہے اس کی قیمت ساڑھے دس لاکھ روپے کتب تواریخ سے ظاہر ہوتی ہے ۱۸۹۷ء میں ۹۶ تصویریں جو برطانیہ کے اُن مصوّروں کی ہیں جو گذشتہ ۱۰۰ سال کے عرصے میں گذر چکے ہیں برٹش آرٹ (British Art) واقعہ مل بینک (Mill-bank) سے جس کو ٹیٹ گیلری بھی کہتے ہیں لاکر

نیشنل گیلری میں رکھی گئیں اس گیلری میں پتّھر کی تصویریں بھی رکھی ہوئی ہیں اس میں ایک بڑا ہال اور کئی کمرے ہیں ان کمروں میں چند لیڈیاں قلمی تصویریں بنا رہی تھیں اُن میں سے دو لیڈیوں کی تصویر کشی کو میں نے بہت پسند کیا اور اُن سے دریافت کیا کہ وہ میرے پورے قد کی تصویر بنا سکیں گی اُن میں سے ایک نے کہا کہ مَیں بنانے کو تیّار ہوں مگر میرا کمال صرف شانوں اور سر کی تصویر کشی میں ہے چنانچہ اس وقت بھی وہ فرشتوں کی فرضی تصویر کے سر و شانہ بنانے میں مشغول تھی اس کا نام مس لیڈی ہے اور وہ نوبرتچن پیلیس سوتھ کینزنگٹن میں رہتی ہے وہ مجھ کو اپنے مکان پر لے گئی جہاں اس کی تصویر کشی کا سامان تھا معلوم ہُوا کہ یہ لیڈی ایک خاندانی عورت ہے اس کا بھائی صوبہ آسام ملک ہند میں باغات چاہ کا مالک ہے اس نے اپنی تیار کردہ چند تصویریں دکھائیں نصف جو قد کی بنی ہوئی تھیں اور نہ مجھے اس قسم کی تصویر کا بنوانا منظور نہ تھا یہ لیڈی صاحبہ پھر مجھ کو اپنی دوست لیڈی لیوکاس کے تصویر خانے میں لے گئیں جو اس وقت موجود نہ تھیں اس لیڈی نے مجھ سے خواہش ظاہر کی کہ لیڈی لیوکاس کے تصویر خانے کو پھر کسی وقت دیکھوں اور پسند کرنے پر اس سے اپنے پورے قد کی تصویر بنواؤں یہاں سے ارلس کورٹ کے میدان میں جو پیرس ان لنڈن کے نام سے موسوم ہے گیا +

پیرس اِن لنڈن

Paris in London

یہ عالی شان عمارت موسم گرما میں ہر قسم کی دُکان اور کھیل کُود اور عجیب عجیب تماشوں سے عمدہ سیرگاہ بن جاتی ہے کئی قسم کے احاطے ہیں جس میں ہر طرح کے تماشے ہوا کرتے ہیں ہر ایک کے دیکھنے کے لئے کچھ نہ کچھ فیس دے کر جانا پڑتا ہے۔یہاں دو تین عجیب چیزیں دیکھنے میں آئیں ایک ۳۰۰ فٹ کا اونچا پہیّہ جس کی نسبت کہتے ہیں کہ دنیا کے تمام پہیوں سے بڑا ہے اس میں برابر خانے بنے ہوئے ہیں اور ریل گاڑی کی طرح ہر درجے کا خاص کمرہ ہے تاکہ ہر شخص اپنی حیثیت کے بموجب سوار ہو سکے اس کی ساخت اُس جھولے کی طرح ہے جس کو ہنڈولہ کہتے ہیں اور جس پر بیٹھ کر میلوں میں لوگ جھولتے ہیں میں بھی معہ **سردار علی حسین خاں صاحب و میر منشی اسید اصغر حسین صاحب بارھوی و اسداللہ پیش خدمت** سوار ہوا یہ چکر بذریعہ انجن کے چلتا ہے اور ۲۰ منٹ میں اپنا دورہ تمام کرتا ہے جب ہم اس پہیّے کے سب سے اونچے مقام پر پہنچے تو لنڈن کی اونچی عمارتیں اچھی طرح سے دکھائی دینے لگیں یہ نظارہ نہایت عمدہ تھا اُس وقت کم کم بارش بھی ہو رہی تھی اور ٹھنڈی ہوا بھی چل رہی تھی۔یہاں سے اُتر کر شیشے کے مکان میں گیا جس کی دو منزلیں ہیں ایک منزل اس حکمت سے ہشت پہلو بنائی گئی ہے کہ

ایک آدمی کے کئی عکس دکھائی دیتے ہیں گو مکانوں کی وسعت اس قدر نہیں ہے مگر تھوڑی سی جمعیت ایسی معلوم ہوتی ہے کہ ہزار ہا آدمی وہاں جمع ہیں چونکہ بارش تھی اس لئے اورئینٹل کنسرٹ روم (Oriental Consord Room) میں گیا جہاں دیکھا کہ مصر و شام کی نوجوان حسین لڑکیاں اپنے اپنے ملک کی وضع کے بموجب عربی زبان میں گا رہی ہیں۔ یہاں تھوڑی دیر ٹھیر کر اس دلکش نظارے کے بعد میں جارڈین ڈی پیرس تھیئیٹر (Gardin de Paris Theatre) میں گیا۔ یہاں انگریزی مرد و عورتیں فرانسیسی طرز پر باجے کے ساتھ گا رہے تھے گویا اپنا حلق پھاڑ رہے تھے یہاں مجھے کچھ لطف نہیں آیا نہ اُن کی آواز سریلی تھی نہ اُن کا گانا مذاق کے موافق تھا وہاں بھی چند منٹ بیٹھ کر چائے پینے کے لئے ایک خاص مکان میں جو استراحت کے لئے بنا ہؤا ہے گیا نصف گھنٹے میں چائے وغیرہ سے فارغ ہؤا جہاں میں چائے پی رہا تھا اس کے قریب چند پانچ پانچ فٹ کی اونچی مشینیں پڑی ہوئی تھیں یہ قابل دید سیر تھی ایک پینی یعنی ایک آنہ ڈال کر کسی مشین کے پہیے کے ہلانے سے چند ثانیے کے بعد ایک روشنی نمودار ہوتی تھی پھر اُسی روشنی کے سامنے مختلف قسم کی تصویریں دکھائی دیتی تھیں ایک منٹ تک تصویریں دیکھنے کے بعد پہیئے کو کتنا ہی گھمائیے پھر حرکت نہیں کرتا تھا اور روشنی گم ہو جاتی تھی تھوڑا وقت اس شغل میں صرف کرنے کے بعد میں ایک

اور مکان میں گیا جس کا نام **پیلے ڈی ال لیوژن** (Palais-de-Illusions)
تھا اندر جانے سے ایک اور مکان شش پہلو وضع کی ساخت کا نظر آیا جس
کو عجیب عمارت کہنا معمولی صفت ہے اس میں ہر طرف بڑے بڑے شیشے
لگے ہوئے ہیں جو اُس کی اعلےٰ صفائی کا مشاہدہ کرا رہے ہیں اس میں داخل
ہونے کے وقت پہلے کہیں کہیں ہلکی اور مدہم روشنی معلوم ہوئی ہمیں اندر
گئے ہوئے صرف ایک ہی منٹ ہوا تھا کہ دفعتاً اس روشنی نے ترقی کی اور
آناً فاناً بڑھنے لگی اور نہایت تیزی کے ساتھ چاروں طرف اس طرح پھیل گئی
کہ گویا ہزاروں شمعیں سرخ رنگ کی روشن کر دی گئیں ہیں یہ آنکھوں کا خیرہ
کرنے والا سماں چند ہی ثانیے رہا تھا کہ روشنی مدھم ہو کر پھر دفعتاً پھیلی اس
مرتبہ سرخ اور سبز رنگ کی روشنی تھی جو ہر طرف مکان کی دیواروں اور گوشوں
کے پہلوؤں پر الگ الگ اپنا جلوہ دکھا رہی تھی سرخی میں سبز رنگ کی
دھاریاں یا سرے میں سرخ رنگ کے خطوط خوشنما کیفیت دکھا رہے تھے
اسی طرح ہر ثانیئے کے بعد یہ روشنیاں کبھی تیز ہو کر مختلف گہرے رنگوں کے
شان دار لباسوں میں ہماری چاروں طرف اور نیچے اوپر پھیل جاتی تھیں
تو مکان ایک بقعۂ نور نظر آتا تھا اس حیرت ناک کیفیت میں یہ عجیب دلکش
سماں تھا کہ اوّل مرتبہ روشنی کے ظہور میں اس شش پہلو مکان کے ہر پہلو
سے گلدستے کی صورت میں پانچ پانچ نوجوان پری جمال لڑکیاں اُبھرتی ہوئی

دکھائی دیں جو آہستہ آہستہ اپنا سر و سینہ اُبھارتی ہوئیں پورے قد میں نمایاں ہو کر عین وسط میں آ کھڑی ہوئیں پھر اوپر کو بلند ہوتے ہوتے زمین سے دو گز کے فاصلے پر جا کر ٹھیریں جب روشنی کا رنگ ہر ثانیے کے بعد بدلتا تھا تو اُن لڑکیوں کے لباس بھی اُسی روشنی کے ہم رنگ دکھائی دیتے تھے ان لڑکیوں کے ہاتھوں میں پھولوں کی چھڑیاں تھیں جن کو وہ آہستہ آہستہ ہلاتی تھیں اس ہلانے کی حرکت سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ زندہ ہیں ورنہ اس سکون کی حالت میں جس کو اپنی مستقل مزاجی سے ظاہر کر رہی تھیں بالکل پریوں کی تصویریں معلوم ہوتی تھیں چند منٹ تک یہ عجیب تماشا دیکھنے کے بعد وہ سارا بقعہ نور مبدل بہ ظلمت ہو کر شبِ ہجراں کی کیفیت دکھلانے لگا۔ یہ لڑکیاں جس طرح آہستہ آہستہ اوپر کو ابھرتی ہوئی معلوم ہوتی تھیں اُسی طرح زمین میں نیچے دھستی ہوئی نظر آئیں مکان پھر روشن ہو گیا اور ہم لوگ اس طلسمی مکان سے باہر نکلے اسی کے متعلق ایک اور عالی شان عمارت میں جس کے وسط میں ایک جھیل بنی ہوئی ہے گئے اس جھیل کے کنارے پر ایک بڑا اونچا ڈھالواں ٹیلا ہے جس پر بذریعہ مشین کے کشتی لے جاتے ہیں اور آدمیوں کو سوار کر کے وہاں سے کشتی کو چھوڑ دیتے ہیں یہ کشتی وہاں سے ڈھال کے سبب سے تیزی کے ساتھ کھسکتی ہوئی بڑے زور و شدت کے ساتھ اس عمیق جھیل میں گرتی ہے اور بڑے زور میں اچھلتی ہوئی

سطح آب پر رواں ہوتی ہے اور بتدریج آہستہ آہستہ اپنی اصلی رفتار کی طرف عود کرتی جاتی ہے اس صدمے سے طبعی حرکات وسکون میں فرق آجانے کے سوا کسی شخص کو تکلیف نہیں پہنچتی اس ٹیلے کی عمودی اونچائی ۷۰ فٹ ہے مگر اس ڈھال کی مسافت جو اوپر سے آتی ہوئی سطح آب سے ملتی ہے ۳۵۰ فٹ ہے یہ ٹیلا علم سائینس کے بموجب اس قاعدے سے بنایا گیا ہے جس سے کسی قسم کے ضرر کا خوف نہیں فی الحقیقت یہ عجیب دل چسپ نظارہ ہے یہاں ایک ریل دیکھنے میں آئی جو بالکل اژدہے کی شکل بنائی گئی ہے اُس کے پہلوؤں پر آدمیوں کے بیٹھنے کے واسطے تختے لگائے گئے ہیں سر سے لے کر دم تک وہی قطع ہے چلنے کے وقت یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک اژدہائے دمان آدمیوں کو سوار کئے ہوئے جا رہا ہے ۔ یہ ریل حوض کے اردگرد چکّر کھاتی ہے اور قابل دید شے ہے ابھی بارش کا سلسلہ موقوف نہیں ہوا تھا کہ میں اس کے قریب کے ریلوے سٹیشن پر سوار ہو کر ۲۰ منٹ میں اپنے ہوٹل میں پہنچ گیا یہاں آکر معلوم ہوا کہ ہندوستان کی ڈاک آئی ہے جس کو پڑھا اور وطن کی خیریت دریافت ہونے سے شکر ایزدی بجا لایا ◆

۲۸- جون ۱۹۰۲ء یوم شنبہ

آج صبح کو معلوم ہوا کہ شاہ معظم کی طبیعت اب اچھی ہے اور دم بدم

بیماری میں فرق پڑتا چلا جاتا ہے ہوا گرم ہو گئی ہے رات کو بغیر پٹو کے
بھی گزر ہو سکتا ہے کھانا کھانے کے بعد چونکہ ہمارے حال کے ڈپٹی کمشنر جناب
بہادر بھڑائچ کے والد صاحب مسٹر فان تھارپ صاحب نے مجھے اس مدرسے کے
معائنے کی خواہش کی تھی جس کے وہ پرنسپل ہیں اس لئے میں وہاں حسب وعدہ
گیا یہ لڑکیوں کا ٹریننگ گرل سکول (Training Girl School) ہے کہ
تعلیم یافتہ لڑکیوں کو طرز تعلیم سکھائی جائے یہاں دو سو لڑکیاں طریقہ تعلیم سیکھتی
ہیں اس سکول کا نام وہایٹ لیڈ کالج ہے جو کنگز روڈ چیلسی پر
واقع ہے اس مدرسے کے متعلق بورڈنگ ہوس ہے جس میں لڑکیوں کے
آرام و راحت کے لئے کھانے پینے وغیرہ کا سامان مہیّا ہے تین حصّے کالج
کا خرچ گورنمنٹ کی طرف سے دیا جاتا ہے اور ایک حصّہ فیس وغیرہ سے
فراہم ہوتا ہے یہاں کی تعلیم کا کورس صرف دو سال ہے یہاں صرف تعلیم
ہی نہیں ہوتی بلکہ سینا پرونا اور دیگر مفید کام بھی سکھائے جاتے ہیں۔
ہر لڑکی کے لئے ایک ایک خوابگاہ علٰحدہ مخصوص ہے یہ صاحب اس کالج
کے پرنسپل اور مسن آدمی ہیں مگر ابھی تک قوٰی بہت اچھے ہیں صاحب موصوف
نے لڑکیوں کے کام جو وہ کرتی ہیں دکھائے جن کو دیکھ کر میں بہت خوش
ہوا ان کی تعلیم بھی اعلٰے درجے تک تھی کیونکہ یہ یہاں کی تعلیم سے فارغ
ہوتے ہی مدارس میں تعلیم دینے کے لئے کسی نہ کسی سکول میں مقرر کی جائینگی

یہاں کا طریقہ تعلیم و تربیت دیکھ کر بھلا ممکن تھا کہ مجھے اپنا ملک نہ یاد آتا اور اس کا حیرت ناک نقشہ آنکھوں کے سامنے نہ پھر جاتا کیا یہ افسوس کی بات نہیں ہے کہ جس چیز میں ادنے اثر بھی ملکی اور قومی ترقی کا ہو وہ قطعاً ہندوستان سے مفقود ہو تعلیم نسوان کے اہم مسئلہ پر کبھی اہل ہند نے توجہ نہیں کی گو یہ مسئلہ اکثر زیر بحث رہا اور تعلیم یافتہ حضرات نے اس میں زور دئے مگر نقار خانے میں طوطی کی آواز کون سنتا ہے کسی کے کان پر جوں بھی نہ رینگی اس میں شک نہیں کہ ہر تقریر کا عام اثر دلوں پر اُسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ وہ اہل ملک کے انداز طبیعت و ملت کے موافق نرم الفاظ میں کی جائے اور آہستہ آہستہ سقم کے رفع کرنے کی کوشش ہو ورنہ ظاہر ہے کہ ایک دم سے کسی فرقے کی طبعی رفتار میں محسوس تغیر پیدا ہو جانا آسان بات نہیں ہے اس میں بڑی بے انصافی کی گئی ہے کہ نئے تعلیم یافتہ اور آزاد طبع اشخاص نے ایسی آزادانہ تقریریں اس خاص مطلب کے لئے کی ہیں جس کے بُرے نتائج پر غور کرنے سے قوم کو بجائے اس کے کہ رغبت ہو نفرت پیدا ہو جانے کا خیال بیجا نہیں ہے ÷

تعلیم نسوان سے میرا یہ مطلب نہیں ہے کہ عورتیں اپنے افعال میں آزادی اختیار کریں یا کسی ایسے سکول میں تعلیم کے لئے بھیجی جائیں جہاں عام عورتوں کی صحبت اور مختلف طبیعتوں کا اندازہ اُن کے پاکیزہ خیالات

میں انقلاب پیدا کرے عورتوں کا معاملہ بہت ہی نازک ہوتا ہے کسی مذہب اور فرقے کے لوگ اس سے انکار نہیں کرسکتے کہ دنیوی ننگ و ناموس میں بڑا حصّہ عورتوں نے لیا ہے بااین ہمہ ان کے عقول ناقص اور فطرتاً مزاج میں نے استقلالی ہوتی ہے اور طبّی قاعدے سے بھی مرطوب المزاج ہونے کی وجہ سے ان میں انفعالات نفسانی اور بسہولت قبول تاثیر کا مادہ موجود ہونا ظاہر ہے میری غرض اس تعلیم نسواں سے یہ ہے کہ اُن کے دینی و دنیوی امور کی اصلاح ہو اور ایسے مدارس میں تعلیم دی جائے جہاں پردے کا بخوبی انتظام اور امور مذکورہ کا پورا لحاظ کیا جاتا ہو اُن کی تعلیم کے لئے کتابیں ایسی تجویز کی جائیں جو تدبیر منزل اور پرورش و تعلیم اطفال کے علاوہ امور آخرت میں نافع ہوں اور کوئی صاحب عقل اس بات کو گوارا نہ کریگا کہ علمی منفعتوں سے عورتیں بالکل حصّہ نہ لے سکیں اور سوا ہانڈی چولھے اور غیر ضروری کاموں میں دن رات سرمغزن کرنے کے تہذیب نفسانی و درستی اخلاق حسن سلیقہ سے محروم رہیں عورتوں کا تعلیم یافتہ ہونا تنہا اُن کے ذاتی امور اور انتظام خانہ داری ہی میں مفید نہیں ہے بلکہ دنیوی معاملہ فہمی کی قوّت اُن کے مردوں کو امور معیشت وغیرہ میں کافی مدد دے سکتی ہے افسوس کی بات ہے کہ ہندوستان میں دو فی صدی بھی ایسی عورتوں کا ملنا مشکل ہے جو تعلیم یافتہ ہونے کی وجہ سے اپنے فرائض منصبی کو بحسن انجام دے سکیں برخلاف

انگلستان کے جہاں دو فیصدی عورتیں ڈھونڈھے نہ ملینگی جو ناخواندہ ہوں عورتوں کے
تعلیم یافتہ ہونے سے علاوہ اس کے کہ قومی یا ملکی ترقی کی رفتار دوونی ہو جاتی
ہے یہ کتنا اچھا نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ بچّوں کی ابتدائی حالت خراب نہیں ہونے
پاتی اور تعلیم و تربیت کی جانب اُن کا قلبی میلان رفتہ رفتہ اَلعَادَۃُ کَالطَّبِیعَۃِ الثَّانِیَۃِ
کا مصداق ہو جاتا ہے اس میں شک نہیں کہ لڑکوں پر ماں کی تعلیم کا جس قدر
اثر پڑتا ہے دوسرے کی تعلیم سے نہیں پڑ سکتا نہ کسی کو ہر وقت ان کے عادات کی نگرانی
کا ایسا وسیع موقع ہاتھ آسکتا ہے گویا بچّے اپنے حسن عادات یا سوء اخلاق
کے پردے میں اپنے والدین کی طرز معاشرت کا اظہار کرتے ہیں **شعر**

در پسِ آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند ❋ آنچہ استادِ ازل گفت ہماں مے گویم

ہمارے ملک میں اطفال کے ابتدائی اوضاع و اطوار کے بگڑ جانے کا
سکّہ جو دلوں پہ بیٹھا ہوا ہے یہی جہالت اُس کا باعث ہے کبھی تو والدین کا
پیار اُن کو افعال میں آزاد کر دیتا ہے کبھی ناقابلیّت علمی سے کھرے کھوٹے
کی تمیز نہیں ہو سکتی کہ اصلاح کی فکر کی جائے تھوڑے ہی عرصے میں عادت
پڑتے پڑتے یہ حالت ہو جاتی ہے کہ اگر حضرت جبرئیلؑ آسمان سے اُتر آئیں
زمانہ ہزار رنگ بدلے دنیا سو پلٹے کھائے مگر طبیعت کا پلٹنا محال ادھر باپ
اگر تعلیم یافتہ بھی ہے تو دنیا وی اُدھیڑ بن میں پڑا ہوا فکر معیشت کاروبار دنیا
اتنی فرصت ہی کہاں دیتے ہیں کہ لڑکوں کی دیکھ بھال کرے ادھر ماں میں اتنا

مادہ ہی نہیں بدسلیقہ۔ بدمغز۔ جاہل الغرض آپ بتلائیے لڑکوں کی ابتدائی حالت کیسے درست ہوسکتی ہے مطلق العنان ہوکر جیسی صحبت پاتے ہیں ویسے حرکات اختیار کرتے ہیں اور تمام عمر ذلت کی حالت میں زندگی بسر کرنے کے سوا فلاح کی صورت نہیں دیکھتے اگر میں یہاں اُن نقصانات کو جو اس بے توجہی کے باعث سے قوم کو لاحق ہوتے ہیں لکھوں تو بجائے خود ایک کتاب ہوجائے یہ ایک مسئلہ ہے جس پر شرفا کی خصوصاً اور عام لوگوں کی عموماً توجہ ہونی چاہیئے تاکہ اولاد کی عمدہ نشوونما آئندہ نسلوں کی ترقی کے ساتھ قومی ترقی کا باعث ہو +

اس مدرسے کو دیکھنے کے بعد مسٹر ینگ صاحب بہادر سابق لفٹنٹ گورنر پنجاب کی ملاقات کے لئے گیا۔ صاحب موصوف کے صاحبزادے نے ریسیو کیا اور مجھ کو مکان میں لے گئے صاحب بہادر ہمارے پرانے مہربانوں میں سے ہیں انہیں ابھی پنجاب سے ریٹائر ہوکر آئے ہوئے چار مہینے ہی ہوئے ہیں اس وقت تک انہوں نے کرایے پر بھی مکان نہیں لیا ہے بلکہ اپنے بھائی کے مکان میں مقیم ہیں میرے بیٹھتے ہی صاحب موصوف کے صاحبزادے نے اپنے والد سے انگریزی میں کہا کہ جناب وہ فقرہ تو مجھے بھول گیا اس پر وہ ہنس پڑے اور میری طرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ آج میں نے اس کو سکھایا تھا کہ جب آپ تشریف لائیں تو وہ آپ سے اردو زبان میں کہے کہ مزاج شریف جس کو وہ بہ سبب غیر زبان ہونے کے بھول گیا

اس پردہ اور بھی خوب ہنسے ادھر اُدھر کی گفتگو کے بعد میں نے لیڈی صاحبہ کی خیریت کی نسبت دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ وہ بہ سبب اختلاج قلب سرکاری ہسپتال میں زیر علاج ہیں اس پر میں نے ہمدردی سے تاسف ظاہر کیا اور ان سے رخصت ہو کر ہوٹل میں واپس آیا کھانا کھانے اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد آرام کیا +

۲۹-جون ۱۹۰۲ء یوم یکشنبہ

نیچرل ہسٹری میوزیم

Natrual History Museum.

آج صبح کو اُٹھ کر شہر کی سیر کے لئے گیا اور پہلے نیچرل ہسٹری میوزیم واقعہ سوتھ کینزنگٹن (S. Kensington) کو جا کر دیکھا جس کا اس موقعہ پر مفصل طور سے تو نہیں مگر مجملاً کچھ ذکر کیا جاتا ہے کیونکہ اگر اس کے تفصیلی حالات درج کئے جائیں تو ایک بسیط کتاب ہو جائے نیچرل ہسٹری میوزیم یعنی قدرتی موجودات کا عجائب خانہ یہ انگلستان میں عالی شان عمارت ہے جس کی لاگت ۶۰ لاکھ روپے کے قریب سُنی جاتی ہے اس کی انتہائی لمبائی ۶۷۵ فٹ اور اس کا ہر ایک بُرج ۱۹۲ فٹ اونچا ہے بڑے دروازے سے داخل ہوتے ہی میں اُس محراب میں گیا جس میں بندروں کے ڈھانچے ٹنگے ہوئے ہیں اور اسی لئے اس کمرے کا نام بندروں کا کمرہ ہے بڑا وسطی ہال ۱۷۰ فٹ

لمبا - ۲۷ فٹ اونچا اور ۹۷ فٹ چوڑا ہے اس میں تمام عجائب خانے کے عمدہ نمونے رکھے ہوئے ہیں اس کمرے کے وسط میں بعض نمونے ایسے ہیں جو اچھّی طرح سے زندہ حیوانات کی ماہیّت کو ذہن نشین کرتے ہیں وسطی ہال سے نکل کر میں اُس کے جنوبی حصّے کی طرف گیا جس میں آگے پیچھے دو لمبے برآمدے ہیں ہر ایک برآمدہ ۲۷۸ فٹ لمبا اور ۵۰ فٹ چوڑا ہے اس عمارت میں ہر قسم کے حیوانات اور معدنیات کے علیحدہ علیحدہ حصّے ہیں پرندوں۔ گھونگوں مچھلیوں کیڑے مکوڑوں کے ڈھانچے مغربی سمت میں پہلی منزل پر اور دُودھ پلانے والے اُن جانوروں کے ڈھانچے جو سطح زمین پر رہتے ہیں دوسری و تیسری منزلوں پہ رکھے ہیں مشرقی جانب کی پہلی منزل کے کمروں میں مچھلیوں اور دودھ پلانے والے اُن حیوانات کے ڈھانچے ہیں جو زیر زمین رہتے ہیں نیز ہر قسم کے دیگر حشرات الارض کے ڈھانچے بھی اسی جگہ ہیں علاوہ ازیں ہر قسم کے سپنج یعنی ابر مردہ اور پودے بھی رکھے ہوئے ہیں اس کی پہلی منزل پر کل معدنیات اور دوسری پر نباتات کی ہر قسم آسانی سے دیکھنے میں آسکتی ہے یہ سب چیزیں ایسے عمدہ طور سے رکھی ہوئی ہیں کہ ہو بہو اصلی معلوم ہوتی ہیں دنیا کے اکثر عجیب و غریب حیوانات اس جگہ موجود ہیں منجملہ اُن کے ایک دریائی گھوڑا ہے جس کو میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا ہرن اور بارہ سنگھے اس قدر بڑے بڑے دیکھنے میں آئے جو قد میں بیل کے برابر ہیں یہاں عجیب الخلقت زرافہ

جانور بھی دیکھا گیا اس عجائب خانے کی خاطر خواہ سیر کر کے ۲ بجے کے قریب
میں ہوٹل واپس آیا ۳ بجے تک چائے وغیرہ سے فارغ ہو کر معہ
رائے بہادر مسٹر بروا صاحب آسامی پھر سیر کرنے کے لئے
نکلا اور کیو گارڈن (Cave Garden) میں ہوتا ہوا بشی پارک
(Bushy Park) کو گیا جس میں سے ایک سڑک میل بھر لمبی گزری ہے
جس کے اِدھر اُدھر دونو کناروں پر شاہ بلوط کے درخت ایسی خوبصورتی
سے لگے ہوئے ہیں کہ اُن کو دیکھ کر انسان کا دل باغ باغ ہو جاتا ہے۔
ماہ مئی کے آخر میں جو پھول کھلنے کا زمانہ ہوتا ہے ہزاروں آدمی اس
خوش قطع پارک کی سیر کو آتے اور بڑا لطف اُٹھاتے ہیں اس پارک سے
چل کر میں ڈائنا فونٹین (Diana Fountain) کے پاس سے گزرا چونکہ وقت
بہت تنگ ہو گیا تھا اسلئے ہوٹل کو واپس آیا اور آرام کیا +

ینول ریویو

۳۰- جون ۱۹۰۲ء یوم دوشنبہ

آج میں ۸ بجے ہوٹل سے چل کر پورٹسمتھ کے قصد سے
ریلوے سٹیشن سوتھ ایمپٹن پر پہنچا اس جگہ سپیشل ٹرین کل مہمانان شاہی
ہند کے لئے جن میں مہاراجگان ذی اختیار بھی شامل ہیں تیّار کھڑی ہے

ہمارے ساتھ اسسٹنٹ سکرٹری آف سٹیٹ و ڈاکٹر پالن صاحب
و مسٹر گبریل صاحب و دیگر امرائے انگلستان ہم سفر ہیں ہم سب بمقام مذکور
پر ۱۰ بجے دن کے پہنچے پورٹسمتھ جہازوں کا مرکز ہے اس جگہ تاج پوشی
کی خوشی میں جہازوں کو آراستہ کیا گیا ہے قسم قسم کی جھنڈیاں جو ہوا میں لہرا
رہی ہیں ان کے عکس سے پانی کی موجوں میں طرفہ کیفیت پیدا ہے گو تاریخ
۲۸۔جون ۱۹۰۲ء قرار پائی تھی مگر شاہنشاہ معظم کی ناگہانی بیماری نے معرض
تعویق میں ڈال دیا اور بجائے ۲۸ کے ۳۰ ر مقرر ہوئی ٹرین بالکل اس جہاز
کے متصل آکر کھڑی ہوئی جس پر سوار ہوکر ہم کو جہازوں کا نظارہ دیکھنا ہے
اس جہاز کا نام ایس ایس روم ہے جو خاص اس موقع کے لئے نہایت
ہی آراستہ کیا گیا ہے سب صاحبوں کے سوار ہونے کے بعد جہاز حرکت میں
آیا چونکہ ہم سب بہت سویرے چلے تھے اور کھانا نہیں کھایا تھا اس لئے
بجائے ایک بجے کے ۱۲ بجے لانچ کھایا گیا۔ کھانا نہایت باتکلف ہے ہر قسم
کے میوے بکثرت میزوں پر چنے گئے ہیں چاندی کے ظروف میں طرح
طرح کے کھانے کی چیزیں رکھی ہوئی ہیں اسسٹنٹ سکرٹری آف
سٹیٹ ہند جو نہایت خلیق ہیں محبت سے ہر شخص کا بازو تھام کر کرسی پر
بٹھاتے ہیں کھانا کھانے کے بعد میں تختہ جہاز پر آیا تاکہ جہازوں کا معائنہ
کروں نمائش کے لئے جو جہاز آراستہ ہیں وہ پانچ قطار میں کھڑے ہیں ہر

ہر قطار کے درمیان اس قدر فاصلہ ہے کہ جہاز بخوبی گزر سکے اوّل قطار میں ۲۵ جہاز دوسری قطار میں ۲۸ جہاز تیسری میں ۲۰ چوتھی میں ۲۰ پانچویں میں ۱۸ جہاز ہیں پانچویں قطار میں جو جہاز کھڑے ہیں وہ ممالک غیر کے جہاز ہیں اسی وجہ سے حساب میں بھی نہیں لئے گئے ہمارا جہاز ان قطاروں کے بیچ میں سے اس طرح گزرا کہ جہازوں کی آرائش اور اُن کے انتظام کا پورا نظارہ ہم بے تکلف کر سکتے ہیں جس جہاز کے قریب سے ہم گزرتے ہیں برابر سلامی دی جاتی ہے فوجی لوگوں کے ہتیار برق کی طرح اپنی چمک دکھا کر آنکھوں کو خیرہ کرتے ہیں اس سیر میں تھوڑی تھوڑی دیر بعد ہمارے واسطے چاے وسیگریٹ وغیرہ لاتے ہیں بڑی خوبی سے یہ موقع گزرا کل جہاز جو سرکار انگریزی سے متعلق ہیں اس وقت ۱۱۳ ہیں جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے نیز غیر ممالک کا ایک ایک جنگی جہاز بھی اس جگہ موجود ہے جن کے مخصوص نشان یہ بتلا رہے ہیں کہ کن کن ملکوں سے ان کا تعلق ہے۔

جنگی جہاز	۲۱ عدد
اوّل درجے کے کروزر یعنی گشتی جہاز	۱۰ عدد
دوم درجے کے کروزر یعنی گشتی جہاز	۱۳ عدد
تیسرے درجے کے کروزر یعنی گشتی جہاز	۲ عدد

جنگی جہاز جن کو سلوپ کہتے ہیں . . . . . یک عدد

ٹارپی ڈو توپوں والے جہاز . . . . . . ۱۷ عدد

ٹارپی ڈو تباہ کرنے والے جہاز . . . . . ۳۲ عدد

" " . . . . . ۷ عدد

تعلیمی جہاز . . . . ۱۰ عدد

کل ۱۱۳

ان جہازوں میں فوج اور کل افسران فوج کی تعداد ۲۸۹۸۱ نفوس ہے
اس جگہ بعض جہازوں کا رقبہ و لاگت وغیرہ کا ناظرین کی آگاہی کے لئے
ذکر کرنا بے فائدہ نہ ہوگا ـ

فہرست مشہور جہازات

۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱
نمبر شمار	نام جہاز انگریزی میں	نام جہاز اردو میں	وزن جس قدر اٹھا سکتے ہیں	تعداد فوج	طول	عرض	وہ گہرائی جو پانی میں جہاز کو چاہیئے	کتنے گھوڑوں کی طاقت ہے	سن تکمیل	لاگت جہاز
			ٹن		فٹ	فٹ	فٹ			فٹ
۱	Magnificent	میگنیفیسنٹ	۱۴۹۰۰	۷۸۸	۳۹۰	۷۵	۲۷½	۱۲ہزار	۱۸۹۵	۹۸۲۳۹۱
۲	Majestic	میجسٹیک	۱۴۹۰۰	۷۹۰	۳۹۰	۷۵	۲۷½	″	″	۹۸۳۷۳۲
۳	London	لنڈن	۱۵۰۰۰	۷۸۱	۴۰۰	۷۵	۲۶¾	۱۵ہزار	۱۹۰۲	۱۱۰۷۱۱۱

نمبر شمار	نام جہاز انگریزی میں	نام جہاز اردو میں	وزن جس قدر جہاز اٹھا سکتے ہیں	تعداد فوج	طول	عرض	وہ گہرائی جو پانی میں جہاز کو چاہیئے	کتنے گھوڑوں کی قوت ہے	سنہ تکمیل	لاگت جہاز
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱
			ٹن		فٹ	فٹ	فٹ			
۴	Ariodne	آیری این	۱۱۰۰۰	۷۰۰	۴۳۵	۶۹	۲۵ ¼	۱۸ ہزار	۱۸۹۸	۵۶۵۴۶۴
۵	Sutlej	ستلج	۱۲۰۰۰	۷۵۵	۴۴۰	۶۹ ½	۲۶ ¼	۲۱ ہزار	۱۹۰۲	۷۹۰۷۰۶
۶	Resolution	ریزولیوشن	۱۴۰۰۰	۷۲۵	۳۸۰	۷۵	۲۷ ½	۱۳ ہزار	۱۸۹۳	۹۲۹۷۶۷
۷	Revenge	ریونج	۱۴۰۰۰	۷۴۷	۳۸۰	۷۵	۲۷ ½	”	۱۸۹۵	۹۲۴۸۴۱
۸	Empress of India	ایمپرس آف انڈیا	۱۴۰۰۰	۷۲۹	۳۸۰	۷۵	۲۷ ½	”	۱۸۹۳	۹۰۲۷۸۸
۹	Devastation	ڈیوسٹیشن	۹۳۳۰	۴۲۰	۲۸۵	۶۲ ¼	۲۷ ½	۷ ہزار	۱۸۷۳	۴۳۱۰۰۰

اس نقشے میں معدودے چند جنگی جہاز دکھائے ہیں اس کے ملاحظہ کرنے سے قیاس ہو سکتا ہے کہ ایک جنگی جہاز کے تیار کرنے میں کس قدر روپیہ صرف ہوتا ہے تمام دنیا میں یہ مان لیا گیا ہے کہ دولت انگلشیہ کی بحری طاقت کل بحری طاقتوں سے بڑھی ہوئی ہے گو اس اہم اور ضروری موقع پر کل طاقت کے جہازوں کا ایک عشر عشیر بھی دکھایا نہیں گیا کیونکہ روے زمین کے مختلف حصص میں جہاں جہاں کہ سلطنت برطانیہ کا جھنڈا گڑا ہؤا ہے وہاں بھی جہازوں کی ضرورت ہے اس موقع پر تو صرف وہی

جہاز دکھائے گئے ہیں جن کا تعلق گریٹ برٹن سے ہے ان جہازوں کے بنانے میں تقریباً ۵۰ کروڑ روپے کی لاگت آئی ہے پچاس کروڑ روپیہ کہنے کے لیئے یوں تو صرف دو لفظوں کی ضرورت ہے مگر ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اس قدر کثیر التعداد روپیہ کئی سلطنتوں کا خراج ہوتا ہے ان جہازوں کے علاوہ بہت سے جہاز سلطنت برطانیہ کے اور بھی ہیں جن کی پوری تعداد بتانا خالی از دقت نہیں ان جنگی جہازوں میں تقریباً... اتوپیں ہیں و دیگر سامان جنگ معہ سپاہ کے ہر وقت موجود و تیار رہتا ہے جہازوں کی ساخت اور انتظام فوجی کو دیکھ کر کیسا ہی عاقل و فرزانہ شخص کیوں نہ ہو دنگ رہ جائیگا اور دولت انگلشیہ کی طاقت و ثروت کا نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر جائیگا میں اس جگہ پر یہ کہے بغیر نہ رہ سکونگا کہ دُنیا میں آج کل ہماری گورنمنٹ سے بڑھ کر شاید ہی کوئی طاقت باثروت و با اقتدار ہو اس پر لطف یہ ہے کہ ہر وقت ان کا ہر شخص اور اُن کی ہر رعایا بہ سبب عمدہ سلوک و مہربانیوں کے اپنے ملک و قوم کے لئے جان دینے کو تیار ہے اور جہاں تک ہو سکتا ہے اپنی جان و مال کو ملک و قوم کے لئے قربان کر ڈالتا ہے پھر بھلا کیونکر ایسی قوم صفحۂ روزگار پر ہر جگہ اور ہر گوشے میں اپنا پورا تسلط نہ کرلے اور اُس سے بڑھ کر ان کا حسن انتظام عدل رعایا پروری آزادی مذاہب جس کو دُنیا کے لوگوں کا اعلےٰ مقصد کہنا چاہیئے اس درجے ہے کہ ہر ملک کا آدمی ان پر دل دادہ ہے بحری طاقت

کا تو یہ حال ہے کہ دنیا کے ہر بحر کے مشہور و معروف دروازے پر انہیں کا تسلط ہے جیسے جبل الطارق و عدن جو مشہور بحروں کے باب ہیں اس سے بڑھ کر ہزاروں میلوں پر جہاں جہاں جزائر نظر آتے ہیں تقریباً انہیں کی عملداری ہے اور اس پر شب و روز اسی میں ساعی ہیں کہ اپنے حدود ممالک کو بڑھاتے چلے جائیں اور جہاں تک ہوسکے اپنی سلطنت کو تمام دنیا میں پھیلا دیں بعد معائنہ جہاز ہم لوگ پورٹسمتھ میں واپس آکر سپیشل ٹرین پر جو موجود تھی سوار ہوکر روانہ لنڈن ہوئے واپسی کے وقت میرے قریب سے یکے بعد دیگرے گزرنے والی ریلوں کا تانتا لگ گیا اور دُخانی گھوڑے دوڑنے لگے ۱½ گھنٹے کے عرصے میں نوّاب محمد فیّاض علی خاں صاحب بہادر نے ۲۵ ریلوں تک شمار کیا گویا قریب قریب ہر چار منٹ کے بعد ایک ٹرین گزری اس سے ظاہر ہے کہ جب ایک طرف سے اس قدر گاڑیاں گزریں تو ضرور ہے کہ دوسری طرف سے بھی اسی قدر گاڑیاں آئی ہونگی سٹیشن پر گاڑیاں موجود تھیں سب صاحبان سوار ہوکر اپنے اپنے فرودگاہ پر آئے ۔

کلونیل افواج کا ریویو

یکم جولائی ۱۹۰۲ء یوم سہ شنبہ

آج صبح کو ہم سب کلونیل افواج کا ریویو یعنی معائنہ کے لیئے ہارس گارڈ پیریڈ میں ۱۰ بجے صبح کو گاڑیوں پر سوار ہوکر گئے یہاں فوجوں

کے دیکھنے کے لئے تمام امراے لنڈن و دیگر معززین و مہمانان شاہی بذریعہ ٹکٹ بلائے گئے ہیں جن کی نشستگاہ کے لئے خوبصورت سٹینڈوں کو نہایت عمدہ سرخ رنگ کی بانات سے سجایا ہے ہزاروں مرد و عورت کا مجمع ہے جو اپنے شاندار لباسوں میں رونق جلسہ کو بڑھا رہے ہیں ہندوستانی شاہی مہمان اپنے زرق برق طرح طرح کے لباسوں میں عام مجمع میں ممیز نظر آرہے ہیں اور اس جگہ وہ فوجیں جو مختلف آبادیوں سے آئی ہوئی ہیں صف بستہ کھڑی ہیں جن کے کمان افسر اس وقت فیلڈ مارشل دی ڈیوک آف کناٹ ہیں ۱۱ بجے دن کو پرنس آف ویلز صاحب معہ مفصلہ ذیل و دیگر ولیعہدان ممالک غیر تشریف لائے ؛

ڈیوک اف اوسٹا (Aosta) ولیعہد صاحب ڈنمارک

ولیعہد صاحب ملک سویڈن

ولیعہد صاحب ملک یونان

ولیعہد صاحب رومانیا

گرانڈ ڈیوک او ہیسی (Hesse)

پرنس نی کولس (Nicholas) آف یونان

پرنس انڈریو او یونان

دی ڈیوک او سیکس کوبرگ Sax-Coburg

پرنس کرسچن آف شلیسوگ آف ہولسٹین (Schleswig of Holstein)
پرنس البرٹ او شلیسوگ آف ہولسٹین

اُن کے تھوڑی دیر بعد حضور ملکہ معظمہ الیگزنڈرا بھی تشریف لائیں جن کے ساتھ لایف گارڈز کا کین اسکورٹ (ایک فوج کا نام ہے) تھا اُن کے پہنچتے ہی ہُرّا ہُرّا کے نعرے بلند ہوئے اور شاہی سلامی سَر کی گئی جن فوجوں کا معائنہ ہونا ہے ان میں تمام دنیا کے مقبوضات انگلستان کے چیدہ چیدہ افواج کے منتخب سپاہی ہیں جزیرہ فجی کے لوگ اپنی دیسی پوشاک میں ننگے پیر کھڑے ہیں جن کے بال لمبے لمبے اور رنگے ہوئے گھونگر والے ہیں سنگاپور آف سٹریٹ کے سکھ فوج مغربی افریقہ کے حبشی اور نیز مفصلہ ذیل ملکوں سے بھی سپاہی بلائے گئے ہیں ۔

کنیڈا ۔ آسٹریلیا ۔ نیوزیلینڈ ۔ کیپ کالونی ۔ نٹال ۔ سیلون ۔ ہانگ کانگ ۔ سٹریٹ آف ملایا ۔ جیمیکا ۔ ٹرینی ڈاڈ ۔ برٹش گائنا ۔ برموڈاز ۔ سرالیون ۔ گیمبیا ۔ گولڈ کوسٹ ۔ لیگوس ۔ نارتھ نائی جیریا ۔ سوتھ نائی جیریا ۔ فجی + علاوہ ازیں مالٹا ۔ قبرس ۔ اوگنڈا ۔ وسط افریقہ ۔ شمالی بورنیو کے کنٹنجنٹ فوج کے سپاہی بھی ہیں جن کی کل تعداد ۰۰ ۸ کے قریب ہے دنیا کا کوئی حصّہ نہ ہوگا جہاں کی فوج کے کچھ نہ کچھ سپاہی یا افسر اس موقع پر لنڈن میں نہ آئے ہوں اور اُن کی سب سے مشخص وردی اس پر دال

نہ ہو کہ وہ کس ملک کے ہیں کرّہ ارض کے ہر حصّے کا آدمی. جہاں جہاں کہ گورنمنٹ انگلشیہ کی سلطنت ہے یہاں اپنے ملک کی وردی میں ملبس نظر آتا ہے لوگوں کے مختلف خط و خال و لباس بتا رہے ہیں کہ ہماری گورنمنٹ کا تسلّط کن کن ممالک میں ہے شمال سے جنوب تک اور شرق سے مغرب تک کے ملکوں کا سپاہی اس موقع پر دیکھنے میں آتا ہے جس سے سلطنت کی شان و شوکت و عظمت کا سکہ دلوں پر بیٹھتا ہے مجھے یقین ہے کہ ایسا موقعہ اس سے پہلے کبھی اس ملک میں نہ ہؤا ہوگا اور شاید آئندہ بھی ہر صنف و قوم و ملّت کا اس خوبصورتی سے یکجا ہونا مشکل ہو افواج برطانیہ کا قیاس اس سے ہو سکتا ہے کہ ہندوستان و چین و امریکہ و اوشبنیا و افریقہ و کل جزائر دنیا کی فوجیں اگر ملائی جائیں تو کئی لاکھ تک نوبت پہنچ جائے اس پر روز افزوں ترقی اُن کی تعداد کو اور بھی بڑھا رہی ہے جو لوگ دنیا کی تواریخ سے واقف ہیں وہ ضرور کہ دینگے کہ کسی قوم کو اس قدر تسلط کسی زمانے میں نہیں ہوا یہ سب فوجیں رنگارنگ اور طرح طرح کی وردیاں اور لباس پہنے ہوئے ایک ایک کر کے قطار میں باقاعدہ پرنس آف ویلز صاحب کے سامنے سے گزریں لوگوں کے ہر طرف سے ہُرّا ہُرّا کے نعرے ایسے بلند ہوئے کہ کل میدان اُن کی آوازوں سے گونج گیا جب کل فوج سامنے سے گزر چکی پرنس آف ویلز صاحب اپنے گھوڑے سے اُتر کر زمین پر کھڑے

ہوگئے اور اُن کے سامنے وہ فوجی افسر جنھوں نے افریقہ میں کارنمایاں کئے تھے باقاعدہ پیش کئے گئے جن سے پرنس آف ویلز صاحب نے ہاتھ ملایا اور تمغہ جات دئے یہاں سے فارغ ہونے کے بعد میں ہوٹل میں واپس ہُوا اور کھانا کھا کے تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد پھر گاڑی پر سوار ہوکر دو تین گھنٹے سیر کر کے قریب شام ہوٹل میں آیا آج ½ ۱۰ بجے شب کو مارشنا یُوینس اولینز ڈون ایٹ ہوم کی پارٹی میں گیا یہاں بڑے بڑے امرائے انگلینڈ جمع ہیں اور میرے معزز دوست مہانان شاہی لباس فاخرہ زیب تن کئے مجلس کی رونق کو بڑھا رہے ہیں اس جگہ لوگوں کی اس قدر کثرت ہے کہ بیٹھنا تو درکنار کھڑے ہونے کو بھی جگہ نہیں ملتی کیونکہ شہر لنڈن کے اکثر معززین و امرا اس جگہ مدعو ہیں یہاں اُن انگریزوں نے جو پنجاب رہ آئے ہیں مجھ سے یہ خواہش کی کہ میں اپنے معزز دوست مہانان شاہی سے ان کا تعارف کراؤں جس میں میرا بڑا وقت صرف ہُوا اس کے علاوہ بہت سے امرا سے گفتگو رہی ہر قسم کا میوہ اور اشیاے خوردنی میزوں پر چنے ہوئے ہیں اور قسما قسم کی مٹھائیاں ان کی رونق کو دوبالا کر رہی ہیں اس پر باجے کی سریلی آواز اور ہی سما باندھے ہوئے ہے قریب ½ ۱۲ بجے شب تک یہ پارٹی جمع رہی اس کے بعد ہر شخص رخصت ہو کر اپنے اپنے مکان کو گیا ۔

۲- جولائی ۱۹۰۲ء یوم چہار شنبہ

آج ہندوستانی فوجوں کا معائنہ کرنے کے لئے ½ ۹ بجے ہم سب پھر مارس گارڈ پیریڈ گئے کل کی طرح یہاں آج بھی نشستگاہ کا انتظام اچھا ہے ابھی آئے ہوئے تھوڑی دیر نہیں گزری تھی کہ تمام مجمع کی آنکھوں کو ایک شان و شوکت سے آنے والی دو اسپہ گاڑی نے اپنی جانب مخاطب کر لیا جس میں ملکہ معظمہ اور پرنس آف ویلز صاحب کی بیوی بیٹھی ہوئی ہیں ہر شخص نے اپنے قاعدے کے موافق تعظیم کی اور اُن کے بعد پرنس آف ویلز صاحب بہادر تشریف لائے جن کی باقاعدہ سلامی کی گئی ہر طرف سے ہُرّا ہُرّا کا شور بلند ہوا اور تمام ہندوستانی فوج باقاعدہ نہایت نفیس اور عمدہ وردیوں میں آراستہ ہتھیار لگائے ہوئے سامنے سے گزری جن کا نظارہ بھی دیگر افواج سے کسی بات میں کم نہیں ہے بلکہ عام طور سے زباں زد خلائق ہے کہ آج کی فوج کا نظارہ ان کے قد و قامت و لباس وغیرہ کے لحاظ سے کل کی نسبت بہت اچھا ہے جب یہ فوج گذر گئی تو حضور پرنس آف ویلز صاحب نے گھوڑے پر سے اتر کر چند شخصوں کو اپنے ہاتھ سے تمغے عنایت کئے جن میں راجہ صاحب بیکانیر و میجر کاکس صاحب و کنور پرتھی رانا سنگھ صاحب و آر ڈی کوپر صاحب پرائیویٹ سکرٹری مہاراجہ کولاپور ہیں اس کے بعد گھوڑے پر سوار

ہو کر تشریف لے گئے چونکہ آج ابر ہے اور سردی بھی ہے دیر تک ہوا کے جھوکوں میں رہنے سے طبیعت کو اضمحلال کا عذر بار دہاتھ آیا اور شام تک کہیں جانے کو جی نہ چاہا رات کو طبیعت کے ہلکی ہو جانے نے مجھے اس بات پر آمادہ کیا کہ اُس گارڈن پارٹی میں جو چارلس و لیڈی الیٹ کی طرف سے وکٹوریہ روڈ امپلڈن پارک میں کی گئی ہے جاؤں اور استقلال نے اُس وقت تک میرے عزم کا ساتھ نہ چھوڑا جب تک ایک گھنٹہ وہاں ٹھیرنے کے بعد ہوٹل کی جانب واپسی کی رائے قرار نہ پائی*

۳- جولائی ۱۹۰۲ء یوم پنجشنبہ

آج صبح کو میں شاہی فوٹوگرافر مسٹر لفیٹ کی دکان پر گیا جو بانڈ سٹریٹ میں رہتا ہے چند تصویریں وہاں کھنچوائیں اور ہوٹل واپس آکر ایک بجے چاے وغیرہ پینے کے بعد لنڈن کا چڑیا خانہ دیکھنے کو گیا*

چڑیا خانہ

یہ چڑیا خانہ اس شاداب و خوش قطع باغ میں واقع ہے جس کا انتظام ایک سوسائٹی کے متعلق ہے جو ۱۸۲۹ء میں لنڈن کے چڑیا خانہ کی سوسائٹی کے نام سے اس غرض سے قائم کی گئی تھی کہ قسم قسم کے حیوانات وجانوروں و پرندوں کو دیکھ کر علم حیوانات کے معلومات کو ترقی دیں اور قسم قسم کے حیوانات کا امتحان کریں کہ آیا انسان کو فائدہ دے سکتے ہیں یا

نہیں اور ان سے نتیجے حاصل ہو سکتے ہیں یا نہیں یہاں تک کہ ذاتی تجربات
اس علم کو قابل قدر کردیں اس میں ۲۳۰۰ ممبر و ۲۰ آنریری ممبر و ۲۵ غیر ملک
کے ممبر اور ۲۰۰ خط و کتابت کرنے والے ممبر ہیں اور ہر سال نیا میر مجلس
مقرر ہوتا ہے اور ایک کونسل اس کے ساتھ مل کر اس کا انتظام کرتی ہے
ان باغوں کی زمین کا رقبہ قریب ۳۱ ایکڑ کے ہے اس چڑیا خانہ میں حیوانوں
کی تعداد ۲۵۰۰ کے قریب ہے یہاں کا انتظام بھی قابل غور ہے پچیس سو جانور
ہیں اور اُن کے لئے چونتیس سو مستعد اور کارگزار ممبر ہیں اگر یہ زمین اور
یہ جانور اتنے آدمیوں میں تقسیم کئے جائیں تو ادنےٰ حساب دان بھی اس کا
لطف اُٹھا سکتا ہے کہ ہر آدمی کے حصّے میں ¾ جانور اور ¾ بسوا خام زمین
سے زائد انتظام کے لئے نہیں پڑتی بادشاہ نے خواہش کر کے کمال مہربانی
سے محکمہ جنگلات سے سالانہ کرایہ پر اس زمین کو دلا دیا ہے اور ہر سال
قریب ۶ لاکھ آدمی کے دیکھنے کے لئے آتے ہیں جن سے ۱۲ ر فی مرد و عورت
و ۶ ر فی بچّہ فیس لی جاتی ہے مگر پیر کے دن سب سے فی کس ۶ ر لئے جاتے
ہیں اتوار کو چڑیا خانہ بند رہتا ہے مگر ممبر و اُن کے دوست اور خاص ٹکٹ
والے اُس دن بھی جا سکتے ہیں چڑیا خانہ کو دیکھنے سے معلوم ہوا کہ سوسائٹی
کا انتظام نہایت قابل تعریف ہے اس میں عجیب و غریب چرند و پرند اور
حیوانات کا مجموعہ خدا کی صنعت اور خلقت کا ادنےٰ نمونہ ہے جو حیوانات

دیکھنے میں آئے اُن میں سے چند کا ذکر کیا جاتا ہے +

تبت کا بھینسا یہ چھوٹی گائے کے قد کے برابر ہے کہتے ہیں کہ یہ جانور تبت کے پہاڑوں پر ۱۴ سو فٹ سے لگا کر ۱۵ ہزار فٹ تک کی اونچائی تک سردیوں میں اور ۲۰ ہزار فٹ تک گرمیوں میں چڑھ جاتا ہے اہلِ تبت باربرداری کا کام اِسی سے لیتے ہیں +

زبرا یہ افریقہ کا نہایت خوبصورت جانور ہے جس کے تمام جسم پر قریب قریب فاصلے پر سفید زرد و سیاہ دھاریاں معلوم ہوتی ہیں قد و قامت میں خچر کے مشابہ ہے اِس کی تھوتھنی سے لے کر دُم تک ایک سفید خط کھنچا ہوا ہے یہ وحشی جانور آدمیوں سے مانوس ہو جاتا ہے میں نے خود کسی اخبار میں دیکھا ہے کہ اہل افریقہ بجائے خچر کے اسی سے کام لیتے ہیں -

سفید دم کا افریقہ کا ہرن یہ ہرن نہایت ہی عجیب و غریب ہے۔ جو اپنے جسم اور ایال دار گردن اور سفید دُم سے بالکل گھوڑے کے مشابہ ہے اُس کے سر پر دو مڑے ہوئے سینگ ہیں اس کے گلے اور پیٹ اور تھوتھنی پر بالوں کا بڑا گچھا ہے یہ بڑا وحشی اور نہایت ہی ڈرپوک جانور ہے اس ہرن کو سوسائٹی نے ۱۸۹۳ء میں منگوایا تھا اس نے یہاں بچے دیکر بڑی ترقی کی ہے +

افریقہ کا ہاتھی یہ ہاتھی قد و قامت میں ہندوستان کے ہاتھیوں کی

مانند ہے مگر اس کا سر چھوٹا اور پچھلا حصّہ اُبھرا ہؤا ہے کان اس قدر بڑے ہیں کہ پشت و شکم کا بھی تھوڑا حصّہ فطرت نے اُن کی جگہ کے لئے خاص کر دیا ہے اور کئی قسم کے ہاتھی بھی یہاں ہیں جن میں سے بعض ہندوستانی ہاتھیوں کے مشابہ ہیں اور ایک ہاتھی اس قدر چھوٹا ہے کہ معمولی بھینس کے برابر ہے

ایک ہاتھی پر سواری کے لئے عماری بھی رکھی ہوئی ہے اور ۶ ر فی آدمی لے کر اُس پر سوار کرتے ہیں چنانچہ بہت انگریز و لیڈیز و بچے میرے سامنے اُس پر سوار ہوئے چونکہ ان کے ملک میں ہاتھی نہیں ہوتا اس لئے بہت خوشی سے اس پر سوار ہوتے ہیں جس سے ایک معقول کرایہ کی آمدنی کمپنی کو ہوتی ہے ؂

زرافہ اس سفید داغ دار جانور کا اگلا حصّہ اونٹ کی طرح اور پیچھے سے ٹانگیں بہت چھوٹی ہیں گردن قریب دو گز لمبی اور کان اونٹ کے کان سے کسی قدر چھوٹے کانوں کے بیچ میں دو سینگ بھی ہیں کمر سے اوپر کے جسم کا حصّہ اس قدر بلند اور اُبھرا ہؤا ہے کہ زمین پر گھاس وغیرہ نہیں کھا سکتا اس کے لئے دیوار یا کسی بلند مقام پر چارے کا انتظام کیا جاتا ہے یہاں سے واپس ہو کر شہر کے مختلف پارکو نسے ہوتا ہؤا ہوٹل میں آیا اور رات کو ۱۰ بجے کونٹس رابرٹس ایٹ ہوم (Countess Roberts) میں گیا یہاں بہت سے امرائے انگلستان جمع ہیں اور لیڈیاں قسم قسم کے

لباسہاے فاخرہ سے مجلس کو رونق دے رہی ہیں کھانے کی چیزیں میزوں پر باقاعدہ خوبصورتی سے چُنی ہوئی ہیں بہت سے لوگوں سے مختلف امور میں گفتگو ہوتی رہی ایک گھنٹہ بیٹھ کر پھر اپنی قیام گاہ کا رُخ کیا +

۴- جولائی ۱۹۰۲ء یوم جمعہ

آج صبح کو کھانا کھانے کے بعد نیوی اینڈ آرمی (Navy and Army) کمپنی کی دُکان پر بندوق و دیگر سامانات پسند کرنے و خرید کرنے کے لئے گیا یہ دُکان لنڈن کے نہایت ہی مشہور دُکانوں میں سے ہے مَیں نے چند بندوقیں مع کل سامان کے خریدیں یہاں سے فارغ ہوکر مَیں مشہور معروف ہرٹ فورڈ ہوس Hertford House کے دیکھنے کے لئے گیا +

ہرٹ فورڈ ہوس

یہ عمارت لنڈن کی سب سے بلند جگہ پر واقع ہے اس میں نہایت عمدہ عمدہ تصویریں اور قسم قسم کے صندوق و چلے دان و چاندی کے پھول اور زمردی کام کے آراستہ برتن الماریوں میں رکھے ہوئے ہیں لکڑی و ہاتھی دانت کے برتن قسم قسم کی تلواریں و کٹاریں و دیگر اسلحہ بھی ہیں اس عمارت کے مجموعے کو لیڈی ویلس صاحبہ نے اپنی قوم کے لئے اس شرط پر وقف کیا تھا کہ گورنمنٹ عین لنڈن کے وسط میں کوئی جگہ دے اور اُس پر ایک خاص عجائب خانہ بنائے جس میں یہ مجموعہ رکھا جائے اور یہ شرط بھی تھی

کہ یہ تمام مجموعہ ہمیشہ اکٹھا رکھا رہے اور اس میں اور صنعت کی چیزیں نہ ملائی جائیں اور اس کا نام مجموعہ وَیلس قرار پائے اس لئے ھرٹ فورڈ ہوس خرید اگیا ۵ الاکھ روپے کی لاگت سے عجائب خانہ کی حیثیت کی ایک عمارت تیار کی گئی اس عجائب خانہ میں انگلش ڈِنمارک۔ اٹلی اور سپین کی نہایت اعلےٰ درجے کی تصویریں رکھی ہوئی ہیں ۲۲۔ جون ۱۹۰۰ء کو شہنشاہِ اعظم ایڈورڈ ہفتم نے بحالت ولیعہدی عوام کے لئے اس عمارت کا افتتاح کیا تھا *

یہاں سے مَیں مختلف باغات کی سیر کرتا ہُوا ہوٹل کو واپس آیا گو مَیں آج ڈچزاو ویسٹ منسٹر و مسز چارلس ہاکس لی کے یہاں مدعو ہوں مگر وہاں جانے سے اس لئے معذور رہا کہ آج رات کو ۱۰ بجے مجھے انڈیا آفس کے لیوی دربار میں جانا ہے *

انڈیا آفس کا لیوی دربار

کھانا وغیرہ کھانے کے بعد رات کو وقت مقرّرہ پر دربار میں شامل ہُوا جس میں پرنس آف ویلز صاحب معہ بیگم صاحبہ بحیثیت قائم مقامی شاہنشاہ ہند و ملکہ معظمہ کے مقرّرہ وقت سے آدھ گھنٹے کے بعد تشریف لائے کل دربار میں قریب ۳ ہزار آدمی کے جمع ہیں اس مجمع میں وہ لوگ جو انڈیا یا کلونیل بستی سے آئے ہیں اور نیز بڑے بڑے افسرانِ انگلستان

و انڈیا آفس بھی شامل ہیں انڈیا آفس کا وسطی صحن پھولوں اور طرح طرح کی تصویروں اور گیس کی روشنی سے ایک عجیب خوشنما منظر بن گیا ہے اس صحن پر مصنوعی چھت نہایت خوبصورتی اور اعلےٰ درجے کی کاریگری سے لگائی ہے جس میں مصنوعی ستارے ٹنکے ہوئے ہیں جو رات کو اصلی ستاروں کی طرح سے چمکتے ہیں اس دربار کے ہال کو ہند کی شاہی عمارتوں کی طرح سے آراستہ کیا ہے ہم سب پرائیویٹ انٹری سے داخل ہوئے اور ایک علیحدہ کمرے میں جو نہایت آراستہ ہے بیٹھے ذی اختیار راجگان ہند کی کرسیاں ڈائس (Dias) یعنی چبوترے پر شہزادہ ولی عہد کی کرسی سے کچھ ہٹی ہوئی بچھائی گئیں ہیں یہ لیوی دربار خاص رؤسائے ہند کے لئے منعقد ہوا ہے اس لئے ہم سب ریپریزنیٹوان ہند کے بعد دیگرے شہزادہ صاحب کی خدمت میں گئے جنہوں نے بڑی خوشی سے ہاتھ ملایا اور ہر شخص کے حالات دریافت کئے ہم لوگوں کے بعد افواج ہند کے بڑے بڑے افسروں کی باری آئی بعد ازاں شہزادہ صاحب تشریف لے گئے اس موقع پر بہت لفٹیننٹ گورنران سابق جو ہندوستان میں رہ چکے ہیں و دیگر امرائے انگلستان بحیثیت ناظرین شریک جلسہ ہیں اور اُن خاص خاص مقاموں پر کھڑے ہوئے نظارہ کر رہے ہیں جو اُن کے لئے مقرر کئے گئے ہیں ہم سب آپس میں کچھ دیر تک باہم گفتگو کرنے کے بعد ایک بجے رات کو یہاں سے چل کر ہوٹل

میں آئے ۔

وِنڈزر کیسل

۵۔ جولائی سنہ ۱۹۰۲ء یوم شنبہ

آج ایک بجے دن کو ونڈزر کیسل Windsor Castle جانے کی غرض سے جو شہنشاہان انگلینڈ کا صدر مقام اور اس کے قریب ہی ملکہ معظمہ کی قبر ہے دیگر معزز مہمانان شاہی کے ساتھ ہوٹل سے روانہ ہو کر ½۱ بجے سٹیشن پیڈنگٹن Paddington پر پہنچا ہم سب سپیشل ٹرین پر سوار ہو کر روانہ ہوئے ہمارے ساتھ اسسٹنٹ پولیٹکل افسر مسٹر گبریل صاحب Mr. Gabriel بھی ہیں یہاں عجیب لطیفہ ہوا کہ ہم میں سے بعض عالی حوصلہ حضرات نے سپیشل ٹرین کا مفت احسان گوارا نہ کیا اور اپنے پاس سے ٹکٹ خرید کر کے سوار ہوئے اثنائے راہ میں مجھے بھی اپنا ہم خیال سمجھ کر اس بات کا ذکر کیا جب اُن پر ظاہر ہوا کہ یہ گاڑی گورنمنٹ کی طرف سے خاص ہمارے ہی لئے مامور ہے تو اُن کو سخت افسوس ہوا ۲۰ منٹ میں ۲۰ میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد ہم ریل سے اُتر کر شاہی گاڑیوں پر جو ہمارے لینے کے لئے آئی ہوئی تھیں سوار ہوئے ہر شاہی گاڑی میں دو سے آٹھ تک حسبِ ضرورت گھوڑے لگائے جاتے ہیں اور کوچبان گھوڑوں کی پشت پر سوار ہوتے ہیں جن کی وردیاں سرخ ہوتی ہیں اور گاڑیوں کے پیچھے سائیس

بھی سرخ وردیاں پہنے کھڑے ہوتے ہیں پہلے ہم ملکہ معظمہ قیصرہ ہند کوئن وکٹوریہ
کی قبر پر پہنچے جو سٹیشن کے متصل ہے یہ مقبرہ نہایت خوبصورت اور چھوٹی
سی ۱۲ فٹ مربع کرسی دار عمارت ہے جس کے دروازے کی دونو جانب دو
فرشتوں کی مجسمہ شکلیں کھڑی ہیں ایک کے ہاتھ میں ناقوس و کھجور کے پتے
اور دوسرے کے ہاتھ میں کتاب بائیبل اور تلوار ہے ان شکلوں کا اس جگہ
پر ہونا از روے اعتقاد مذہب عیسوی باعثِ نجات سمجھا جاتا ہے چند
زینے چڑھ کر نہایت تعظیم سے سناٹے کے عالم میں ہم داخل گنبد قبر قیصرہ ہند
ہوئے جس میں ملکہ اور اُن کے پیارے شوہر استراحت فرما ہیں لوح قبر پر جو
قریب ۶ فٹ زمین سے بلند ہے انہیں کے پورے قد کی سنگ مرمر کی
تصویریں نہایت خوبصورت بنی ہوئی اس طرح دکھائی ہیں گویا دونو
فرشِ خواب پر آرام کر رہے ہیں اور استاد بناوٹ میں ایسی صنعت اور
کاریگری کو کام میں لایا ہے کہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ ملکہ صاحبہ کا رُخ
اپنے پیارے شوہر کی طرف ہے اس گنبد کے گوشے میں اندر کی طرف ان
کی لڑکی کی قبر ہے ملکہ معظمہ کی قبر کو دیکھ کر ہم سب پر ایک عالم سکوت
طاری ہو گیا آنکھوں میں دنیا کی بے ثباتی کا نقشہ پھر گیا ایک دن وہ تھا
کہ اُن کے رعب و جلال کا ڈنکا چار دانگ عالم میں بج رہا تھا روے زمین
پر سلطنت اس قدر فراخ تھی کہ آفتاب اُن کی مقبوضہ زمین سے باہر غروب

نہیں ہوتا تھا اب ہم ایک عالم سکوت میں قیصرہ ہند کو پڑا ہؤا دیکھتے
ہیں جو اس دولت و ثروت سے جو انبار در انبار موجود ہے ایک حبہ فائدہ
نہیں اُٹھا سکتیں دُنیا کے ایسے صریح نتائج سے ہر انسان کو سبق حاصل
کرنا چاہیئے ان کی قبر پر ہم نے پھولوں کے ہار چڑھائے جو لنڈن سے ہمراہ
لائے تھے ان پھولوں کے ساتھ ایک ایک کارڈ بھی باندھا گیا جس پر پھول
چڑھانے والے کا نام مع چند درد آمیز الفاظ کے لکھا ہؤا تھا یہ کارڈ
شہنشاہ معظم کی خدمت میں پہنچائے جاتے ہیں اور اُن کی نقل کتاب شاہی
میں کی جاتی ہے یہاں اس رسم کا بیان کر دینا بھی ناظرین کے لئے ضرور
باعث دلچسپی ہوگا اہل انگلینڈ میں یہ رسم متداول ہے کہ جب کوئی
پرنس (Prince) یا اولوالعزم آدمی یہاں آئے تو اس کے لئے ایک گونہ
لازم ہے کہ وہ شہنشاہ کی قبر پر پھولوں کے ہار چڑھائے یہ ہار ہندوستان
کے دستور کے بموجب تاگے میں پرو کر نہیں بنائے جاتے بلکہ ایک قسم کا
گول چوبی نہایت نفیس و خوبصورت چکر ہوتا ہے اُس کے چاروں طرف
خوش رنگ پھول نہایت خوش اسلوبی سے لگاتے ہیں اس قسم کے ہار
لنڈن میں ۱۵ روپے سے لگا کر ۶۰ روپے کی قیمت تک ملتے ہیں ✦

ملکہ صاحبہ کی قبر پر ان کی ایک وفادار خادمہ نے دنیا کو ترک کر کے
مجاوری اختیار کی ہے اس خادمہ نے اپنی عمر کا بڑا حصّہ ان کی خدمتگزاری

میں صرف کیا ہے اب وہ نہیں چاہتی کہ تھوڑی سی بقیہ عمر کو اور کاموں میں صرف کرکے بعد مرگ ان کی خدمت سے منہ موڑے *

یہاں سے فارغ ہوکر محل شاہی کی طرف جو ونڈزر کیسل کے نام سے مشہور ہے رُخ کیا راہ میں بہت سی بارگون سے گزرتے ہوئے کچھ کم ایک گھنٹے میں **ونڈزر کیسل** میں پہنچے جہاں دو شاہی افسر ہمارے لینے اور قصر شاہی کو دکھانے کے لئے موجود تھے یہ عالی شان عمارت انگلستان کے شہنشاہوں کے بزرگوں کی قیام گاہ رہی ہے **ولیم فتاح** (William) نے اس عمارت کی بنیاد ڈالی تھی لاکن موجودہ محل شاہی جو شاہان سلف کے زمانے میں تغیر و تبدل ہوتا رہا اس کا پتہ صرف شاہ ایڈورڈ ثالث (Edward) کے زمانے سے لگتا ہے اس کی آخری مرمت جارج چہارم (George) کے زمانے میں ہوئی اور خاتمہ حضور ملکہ معظمہ کے وقت میں بصرف ایک کروڑ بیس لاکھ روپیہ ہوا اس عالی شان عمارت میں ملکہ معظمہ قیصر ہند اکثر دربار منعقد فرماتی تھیں اور اسی جگہ قیام رکھتی تھیں اکثر شاہان یورپ وغیرہ اسی محل میں فروکش کئے جاتے تھے تمام قصر نہایت عمدہ طور سے آراستہ و پیراستہ ہیں اس میں پورے پورے قد کی دستی بنی ہوئیں تصویریں لٹکائی گئی ہیں جو کل شاہان سلف انگلستان و دیگر خاص خاص بزرگان ملک کی ہو بہو شکلیں ہیں اس قصر میں کئی بڑے بڑے عالی شان کمرے

ہیں ہر کمرہ کسی نہ کسی مطلب کے لئے مخصوص ہے مثلاً دربار کرنے کھانے پہننے سونے غسل کرنے مطالعہ کتب کرنے وغیرہ وغیرہ کے لئے ان میں سے چار کمرے چار مختلف رنگ یعنی سرخ ۔ سبز ۔ زرد ۔ بنفش ریشمی کپڑے کی پوشش سے چاروں طرف سے منڈھے ہوئے ہیں جن کا خوبصورت فرش بھی اُسی رنگ کا ہے اُس پر لطف یہ ہے کہ ان کا فرنیچر (Furniture) یعنی سامان بھی اپنے کمرے کے رنگ کے موافق رنگین ہے ہر کمرے میں نہایت عمدہ اور مطلا کرسیاں بچھی ہوئی ہیں اور کمرہ ایسی خوش اسلوبی و دل فریبی سے آراستہ کیا گیا ہے کہ انسان کی طبیعت بشاش ہو جاتی ہے اس قصر میں ایک چھوٹا سا گرجا بنا ہؤا ہے جس میں ملکہ معظمہ اتوار کو نماز پڑھنے جاتی تھیں یہاں ایک عالی شان کتب خانہ بھی ہے جس میں ہر قسم کی اور ہر زبان کی کتابیں ہیں بعض کتابیں مشرقی ممالک کی عمدہ خط کی لکھی ہوئی بھی دیکھنے میں آئیں وہ قرآن شریف جو مہدی کاذب کا تھا جس نے مصر میں انگریزوں سے لڑائی کی تھی اسی کتب خانے میں رکھا ہے مختلف سلطنتوں کے بہت سے سامان بھی جو انگریزوں نے متعدد لڑائیوں میں حاصل کئے تھے موجود ہیں ۱۸۸۹ء کے سفر یورپ میں جب میرا گذر اس قصر میں ہوا تھا تو میں نے بہت سی عمدہ اور نادر چیزیں دیکھی تھیں جن میں دو کرسیاں تھیں ایک شاہ دہلی کی اور دوسری سلطان ٹیپو شاہ میسور کی تھی ان میں سے شاہ دہلی کی

کرسی تو معمولی چاندی کی تھی مگر سلطان ٹیپو والی چاندی کی کرسی پر ایک نقرئے
چتر نصب تھا جس پر نہایت خوش وضع مور پر پھیلائے کھڑا تھا جس کو
اُسی کے رنگ کے جواہرات سے مرصع کیا گیا تھا لاکن اس سفر میں وہ دونو
میری نظر سے نہیں گزرے بس شاید کسی اور محل میں رکھی گئی ہوں اس قصر کے
کمروں کے پھرنے میں ۱½ گھنٹہ صرف ہوا آخر ہم لوگ تھوڑی دیر آرام
کے لئے اُس کمرے میں جو باغ کی طرف واقع ہے گئے یہاں ہمارے لئے
لانچ تیار تھا جن برتنوں میں کھانا رکھا گیا ہے وہ اعلےٰ درجے کے چینی و
چاندی کے ظروف ہیں اس کمرے سے اس چھوٹے سے باغ کا خوب نظارہ
ہوسکتا ہے جس میں ایک تالاب اور فوارہ ہے یہ باغ ہر قسم کے پھولوں
سے سجا ہوا ہے اس میں ایک قسم کے سرو نما درخت لب باغ اس خوبصورتی
سے لگے ہوئے ہیں کہ باغ کا لطف اور بھی بڑھ جاتا ہے یہاں تھوڑی دیر
آرام کرنے اور لانچ کھانے کے بعد شاہی اصطبل و بگھی خانے کو دیکھنے
گئے یہ دونو عمارتیں نہایت صاف و ستھری ہیں بگھی خانے میں مختلف قسم
کی گاڑیاں ہیں منجلہ ان کے ایک چھوٹی سی گاڑی دیکھنے میں آئی جس میں
ملکہ معظمہ صاحبہ بیٹھتی تھیں اور اس میں ایک چھوٹا سا ٹٹو جوت کر اس
باغ میں پھرا کرتی تھیں ایک اور گاڑی دکھائی گئی جو شہنشاہ معظم کے
بچپن کے زمانے کی ہے جس میں شہنشاہ موصوف سوار ہو کر پھرا کرتے تھے

یہ گاڑی اُسی طرح درست اور سالم موجود ہے اصطبل میں چند سبزی جوڑیاں ہیں جن کو اپنی عمدگی نسل وخوبصورتی کے اعتبار سے سب پر فوقیت حاصل ہے گھوڑوں کے ساز کے کمروں کو بھی ہم نے دیکھا شاہی نفیس ساز ہر قسم کے قرینے سے رکھے ہوئے پائے جو قیمتی ہونے کے سوا اپنی صفائی سے بالکل نئے معلوم ہوتے ہیں یہاں سے ہم ایک قریب کے سکول میں گئے جہاں طلبا تعلیم پاتے ہیں یہ سکول خاص ملکہ معظمہ اور شاہی خاندان کے ممبروں کی نگرانی میں ہے یہاں سے پھر پھر اکر گاڑیوں پر سوار ہوئے یہ عالیشان شاہی قصر جس کی ابھی ہم سیر کر چکے ہیں باہر سے ایک سادی عمارت دکھائی دیتی ہے مگر وہ لوگ جو اس کے اندرونی حصص میں پھر آئے ہیں اندازہ لگا سکتے ہیں کہ بیرونی و اندرونی ساخت و آرائش میں زمین و آسمان کا فرق ہے قصر شاہی سے روانہ ہو کر ہم ریلوے سٹیشن پر پہنچے سپیشل ٹرین کھڑی تھی اس پر سوار ہوئے اور لنڈن کے پیڈنگٹن (Paddington) سٹیشن پر جہاں سے سوار ہوئے تھے اُترے اور ہوٹل میں جاکر کھانے وغیرہ سے فارغ ہو کر آرام کیا +

۶- جولائی ۱۹۰۲ء یوم یکشنبہ

آج چونکہ اتوار ہے اس لئے شام تک کہیں جانا نہیں ہُوا کتابیں بنیں اور سفر نامے پر نوٹ کرنے میں مصروف رہا ½۶ بجے ہواخوری کے لئے

بعض پارکوں میں گیا اور چہل قدمی کی چونکہ مسٹر و مسز ہاکس لے میرے ملنے کے لئے آئے تھے اسلئے ۱/۲ ۶ بجے شام کے قریب اُن کے مکان پر بازدید کرنے کے لئے گیا مسز ہاکس لے اپنے دو چھوٹے بچّوں کو جو نہایت حسین ہیں میرے پاس لائیں جن کے دیکھنے سے میں نہایت خوش ہوا مسٹر و مسز ہاکس سے دیر تک گفتگو رہی اور ان سے رخصت ہوکر ہوٹل واپس آیا ٭

۷- جولائی ۱۹۰۲ء یوم دوشنبہ-

آج بھی میرا اکثر وقت کتب بینی میں صرف ہوا ۴ بجے شام کو لائل صاحب بہادر (Lyall) سابق لفٹنٹ گورنر پنجاب ملنے کے لئے آئے اور ایک گھنٹے تک تشریف فرما رہے پنجاب کے مختلف حالات دریافت کرتے رہے پھر تاج پوشی کے بارے میں ذکر رہا صاحب موصوف بادشاہ کی ناگہانی بیماری پر بڑا افسوس کرتے رہے اور ساتھ ہی اس بات سے مسرت ظاہر کی کہ بادشاہ رو بصحت ہیں ان کے تشریف لے جانے کے آدھ گھنٹے کے بعد سر ڈینس فٹز پٹرک صاحب بہادر (Sir Dennis Fitz Patrick) سابق لفٹنٹ گورنر پنجاب تشریف لائے اُن سے مختلف اذکار رہے اور قریب پون گھنٹے تک بیٹھنے کے بعد رخصت ہوئے شام کے ۷ بجے کے قریب مسٹر و مسز ہاکس لے معہ اپنے بچّوں کے میری بازدید کے لئے تشریف

لائے اور ایک گھنٹے تک ٹھیر کر واپس تشریف لے گئے رات کو ۱۰ بجے ایک پارٹی میں گیا جس میں **نیشنل انڈین ایسوسی ایشن** کی طرف سے کنورسیٹ سی آئی منعقدہ جہانگیر ہال واقعہ امپیریل انسٹیٹیوٹ ہے اس پارٹی کا منشا یہ ہے کہ انڈین ایسوسی ایشن تعلیم ہندوستان پر غور وپرداخت کرے اس جگہ دو گھنٹے تک گفتگو رہی جس کے اختتام پر ۱۲ بجے کے قریب میں ہوٹل کو واپس آیا +

۸- جولائی ۱۹۰۲ء یوم سہ شنبہ

آج دوپہر تک میں کسی جگہ نہیں گیا ایک بجے کے قریب انڈیا آفس (India Office) میں گیا اور کرنیل ویلی صاحب سے جو وزیر اعظم ہند کے اسسٹنٹ سکرٹری ہیں ملاقات کی اس موقعہ پر انڈیا آفس وفارین آفس کی نسبت ذکر کرنا بہتر معلوم ہوتا ہے +

فارن آفس

فارن آفس کی عمارت نہایت بلند اور بہت ہی وسیع ہے اس کا بڑا صحن جو سینٹ جیمز پارک (St. James' Park) کی طرف ہے عمارات اٹلی کی طرز پر بنا ہوا ہے اس عمارت کے اندرونی صحن کو بھی جو ۲۵۰ فٹ لمبا اور ۱۷۰ فٹ چوڑا ہے بیرونی عمارت کی طرح نہایت عمدہ آراستگی اور خوبصورتی سے بنایا ہے اور بے شمار بتوں سے آراستہ کیا ہے انڈیا آفس

میں بھی فارن آفس سے کچھ چھوٹا صحن ہے لیکن اُس سے بڑھ کر آراستہ و پیراستہ ہے جس کی چھت شیشے کی بنی ہوئی ہے دونو کے شاہی کمرے نہایت آراستہ ہیں اس عمارت کی مشرقی جانب کلونیل آفس ہے اس کل عمارت کی لاگت ۷۵ لاکھ روپے کے قریب ہے ویلی صاحب سے ملاقات کرنے کے بعد میں سر جیمز لائل صاحب بہادر و سر ڈینس فٹزپٹرک صاحب بہادر کی بازدید کے لئے گیا ان کی ملاقات سے فارغ ہو کر بعض پارکوں کی سیر کرتا ہُوا ۸ بجے شام کو واپس ہُوا راہ میں پال مال کے بازار میں فنشا صاحب بہادر سابق کمشنر دہلی سے سرسری ملاقات ہوئی ان صاحب موصوف سے پنجاب کا ہر اعلےٰ و ادنےٰ آدمی واقف ہے +

پال مال

پال مال ایک مشہور و معروف لنڈن کا چھوٹا سا بازار ہے اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ سینٹ جیمز پارک میں چارلس ثانی شاہ انگلستان ایک قسم کا کھیل کھیلا کرتے تھے جس کو مال کہتے ہیں اور اسی سبب سے اس بازار کا نام پال مال پڑ گیا اس بازار میں صرف شاہی سرکاری عمارات ہی نہیں ہیں بلکہ ملکہ معظمہ کے دو صاحبزادوں کے مسکونہ مکانات بھی ہیں علاوہ بریں لنڈن کے بہت سے متمول و خطاب یافتہ مشہور و معروف لوگوں کی بھی عمارتیں اسی بازار میں ہیں رات کو ۱۰½ بجے لیڈی ہالورڈ و مس الڈن

کے ایٹ ہوم (Lady Howard-de-Walden at Home) میں گیا۔ جہاں کولونیل بستیوں کے معزز صاحبان سے ملاقات کرنی تھی اور اسی غرض کے لئے یہ جلسہ کیا گیا تھا ایک گھنٹے تک اُن سے ملاقات کی اور پھر واپس ہوا۔

۹- جولائی سنہ ۱۹۰۲ء یوم چہار شنبہ

آج صبح کو اٹھا تو معلوم ہوا کہ کچھ کچھ بارش ہو رہی ہے باوجود کم کم پانی برسنے کے بھی ۱۱½ بجے دن کے ہوس آف پارلیمنٹ (House of Parliament) کے دیکھنے کے لئے گیا میرے ساتھ میرے معزز دوست نواب فیاض علیٰ خان صاحب و مسٹر بروا صاحب و سردار علی حسین خاں صاحب و مسٹر و نچو کار صاحب تھے پارلیمنٹ کے ممبر سر منچر جی مانک جی باؤنگری نے ہم کو ریسیو کیا اور ہم کو اپنے ہمراہ لے کر اس عالی شان عمارت میں داخل ہوئے +

ہوس آف پارلیمنٹ

۱۶- اکتوبر سنہ ۱۸۳۴ء میں جب پارلیمنٹ کی پرانی عمارت کو ایک سخت آتش زدگی نے بالکل نیست و نابود کر دیا تب سینٹ سٹیفن (St. Stephen) کا گرجا جس کو ایڈورڈ ثالث نے تعمیر کرایا تھا صدیوں تک ہوس آف کومنز (House of Commons) کے جلسوں کی جائے انعقاد رہا پارلیمنٹ نئی عمارت کے نمونے پر بنائی گئی ہے اور موجودہ پارلیمنٹ کی عمارت کا بنیادی پتھر اپریل سنہ ۱۸۴۰ء میں رکھا گیا تھا اس کل عمارت کا رقبہ ۸ ایکڑ ہے اور سلسلہ

عمارت ۹۰۰ فٹ طول اور ۳۰۰ فٹ عرض کے بعد ختم ہوتا ہے اس کا برآمدہ ۹۴۰ فٹ لمبا اور ۳۳ فٹ چوڑا ہے اور دریا کے برابر چلا گیا ہے جس کی بڑی بڑی محرابوں میں اُن شاہوں کے بت رکھے ہوئے ہیں جو ولیم فاتح سے لگا کر ملکہ وکٹوریہ تک گزرے ہیں اس عمارت میں ۱۱ کھلے صحن ہیں اور ۱۱۰۰ کمرے و ۱۰۰ زینے ہیں اگر اس عمارت کے کل برآمدوں کی ایک قطار بنائی جائے تو ۳ میل تک برابر سلسلہ چلا جائیگا اس عمارت کے جنوب مغربی گوشے میں وکٹوریہ ٹاور ۳۳۱ فٹ اونچا اور ۷۵ فٹ مربع بنا ہوا ہے یہ بُرج چار مخروطی ڈاٹوں پر قائم ہے جو ۶۰ فٹ بلند ہیں اس بُرج کے بالا فرش تک ۵۵۳ سیڑھیاں ہیں جو چکر کھاتی ہوئی گئی ہیں جھنڈے کی چوب اعلےٰ درجے کے لوہے کی بنی ہوئی ہے جو ۱۲۰ فٹ اونچی ہے اس چوب کے پائیں حصّے کا قطر ۲ فٹ ہے اور بالا حصّے کی چوٹی کا ۹ انچ جب پارلیمنٹ بیٹھتی ہے تو آہنی سلاخ پر پھریرا لگا دیا جاتا ہے اس بُرج کے نیچے ایک دروازہ ہے جہاں سے بادشاہ داخل ہوتے ہیں اس عمارت کا وسطی بُرج ہوا کی آمد و رفت کا کام دیتا ہے اس کی اونچائی ۲۶۱ فٹ ہے اس عالیشان عمارت کے شمال مغربی گوشے پر گھنٹہ گھر ہے جو ۴۰ فٹ مربع اور ۳۲۰ فٹ اونچا ہے اس کے ۹ درجے علاوہ اس منزل کے ہیں جس میں گھڑی لگی ہوئی ہے ہر منزل میں چند کمرے ہیں جس میں کبھی کبھی قیدی رکھے جاتے ہیں

اس عمارت کے وسط میں دو بڑے بڑے سوراخ نیچے سے اوپر تک چلے گئے ہیں ان میں ایک سے اس عمارت میں ہوا آتی جاتی ہے اور دوسرے سے جو ۱۶۰ فٹ اونچا ہے اور اس گھنٹے کو قائم رکھے ہوئے ہے گھنٹے کے بھاری لنگر سرکتے رہتے ہیں چکردار سیڑھیاں گھنٹہ کے کمرے تک چلی گئی ہیں یہ کمرہ بہت تاریک ہے اس کا ارتفاع ۲۵ فٹ طول ۲۸ فٹ اور عرض ۱۹ فٹ ہے جس جگہ گھنٹہ بجتا ہے اس کو ملا کر ارتفاع کوچے سے ۲۰۰ فٹ ہے گھنٹہ دریائے ٹیمز کے پانی کی خود بخود حرکت سے چابی پاتا ہے اس کے چاروں طرف ڈائل ہیں ہر ایک ڈائل کا ½ ۲۲ فٹ قطر اور ۴ ۱۱ من کے قریب وزن ہے اور رات کو خود بخود روشن ہو جاتا ہے اس کے ہندسے ۲ فٹ لمبے اور چھ چھ فٹ کے فاصلے پر ہیں منٹ والی سوئی ۱۶ فٹ اور گھنٹے والی ۹ فٹ لمبی ہے گھنٹہ ایک کٹورے پر لگ کر بجتا ہے اس گھنٹے کا وزن ۳۷۴ من کے قریب ہے اور پاؤ گھنٹہ آٹھ چھوٹی چھوٹی گھنٹیوں کے لگنے سے بجتا ہے چکردار زینہ گھنٹہ بجنے والی جگہ پر ختم ہو گیا ہے لیکن اگر لکڑی کا زینہ لگائیں تو اور بھی اس سے اوپر جا سکتے ہیں اسی طرح سے لالٹین والے برآمدے میں پہنچ سکتے ہیں جو گھنٹہ گھر کی چھت سے ۱۰۰ فٹ نیچا ہے +

پارلیمنٹ کی عمارت کا اندرونی حصّہ بیرونی حصّے سے بھی بڑھکر عالیشان

ہے ناظرین کو ہر ہفتہ کے دن ۱۰ بجے سے ۴ بجے تک جا کر دیکھنے کی اجازت ہے جب پارلیمنٹ کا اجلاس ہو تو اس وقت ہوس آف کامنز اور ہوس آف لارڈز میں بحث سننے کے لئے کسی ممبر کی اجازت سے جا سکتے ہیں اس عمارت میں داخل ہو کر جو وکٹوریہ ٹاور کے نیچے ہے ہم ایک ۱۵ فٹ چوڑے زینے پر چڑھے اس زینے میں منقش دریچوں کے ذریعے سے روشنی پڑتی ہے ان میں سے ایک میں ایڈورڈ کنفیسر (Edward Confessor) کی شبیہ ہے اور دوسری میں ملکہ وکٹوریہ کی تصویر ہے اس زینے سے ہم نارمن پورچ (Norman Porch) یعنی نارمن برآمدے میں گئے اس برآمدے کا گنبدی حصہ نہایت عالی شان ستون پر قائم ہے اس کے بائیں دروازے سے بادشاہ کے لباس پہننے والے کمرے کا راستہ ہے جو نہایت عمدہ کپڑے کی تصویروں سے آراستہ کیا گیا ہے ان تصویروں سے تھوڑی دلیری ٹپکتی ہے اس کمرے سے ہو کر رائل گیلری یعنی شاہی برآمدے کی راہ سے ہم ہوس آف لارڈز میں پہنچے اس کے فرش میں خوبصورت پچی کاری کی ہوئی ہے اور چھت پر تختہ بندی ہے جس پر نہایت عمدہ ملمع کیا ہوا ہے اس کمرے کی دیواروں پر دو بڑی بڑی کپڑے کی تصویریں ہیں جس میں سے ہر ایک ۴۵ فٹ لمبی اور ۱۲ فٹ چوڑی ہے ایک تصویر میں نیلسن (Nelson) کی موت کی حالت دکھائی گئی ہے جو مشہور

ٹریفالگر (Trefalgar) کی لڑائی میں کام آیا تھا اور دوسری میں بلوچر
اور ویلنگٹن کی ملاقات کی تصویر کھینچی ہے جو واٹرلو (Waterloo) کی
لڑائی کے بعد ہوئی تھی اس کمرے کے مشرقی کنارے پر ایک شاہی کرسی چبوترے
پر منبّت کار بلوط کے شامیانہ کے نیچے رکھی ہوئی ہے اس چبوترے پر
جانے کے لئے تین سیڑھیاں ہیں شاہی برآمدہ یعنی رائل گیلری اور
ہوس آف لارڈز کے درمیان پرنسیز چیمبر (Princes' Chamber) یعنی
شاہزادوں کا کمرہ ہے اس میں بھی اعلےٰ درجے کی صنعت کا کام ہے اس
کمرے میں ملکہ وکٹوریہ کی ایک تصویر سنگ مرمر کی بنی ہوئی ہے جو تخت
پر بیٹھی ہوئی ہیں اور جن کے بشرے سے عدل و انصاف مترشح ہے اس
کمرے سے ہوس آف لارڈز میں جانے کے لئے دو دروازے ہیں ایک
دروازے سے ہوکر ہم ہوس آف لارڈز میں گئے یہ ایک عظیم الشان
شاہانہ عمارت ہے جس کا طول ۹۰ فٹ اور عرض ۴۵ فٹ اور ارتفاع
بھی ۴۵ فٹ ہے اس کمرے میں ۱۲ منقّش دریچوں سے روشنی پڑتی ہے
ان دریچوں میں شاہانِ انگلستان اور اُن کی بیگموں کی تصویریں رکھی ہوئی
ہیں تخت پر ایک عالی شان سنہرا شامیانہ ہے اور تمام ہوس آف لارڈز
بہت ہی سجا ہوا بارونق مقام ہے اس کے دریچوں اور طاقچوں کے درمیان
ان پیئروں (Peers) کی تصویریں رکھی ہوئی ہیں جنہوں نے شاہِ جون کو

میگناچارٹا (Magnacharta) پر دستخط کرانے کے لئے مجبور کیا تھا اور اُونچی محرابوں کے سروں پر کپڑوں کی تصویریں تخت کے اوپر نصب ہیں اور اُس کے دوسرے سرے پر انصاف مذہب اور دلیری کی صورت کی خوشنما تصویریں بنائی گئی ہیں تخت کے سامنے ایک گدّی بچھی ہوئی ہے جس پر لارڈ چینسیلر (Lord Chancellor) تشریف رکھتے ہیں پی ارز کے بیٹھنے والی جگھوں پر سرخ مراکو کا چمڑا منڈھا ہوا ہے اس مکان کے سرے پر تخت کے مقابل بار ہے جس پر کپڑا لگا ہوا ہے اور ہوس آف کامنز کے ممبروں کو اجازت ہے کہ اس پر بیٹھیں اور شاہی تقریر کو سُنیں جو پارلیمنٹ کے اجلاس کے وقت ہو دریچے سے نیچے کی طرف ایک خوبصورت برآمدہ ہے جس میں ریپوبرٹر (Reporter) اور اجنبی لوگ بیٹھتے ہیں جس کی دیواریں اور چھت نہایت ہی عمدہ پچی کاری وغیرہ سے مزیّن ہیں کمرہ میں بجلی کی روشنی ہوتی ہے اس کے قریب پی ارز (Peers) کا دالان ہے جس میں ہوس آف لارڈز کے ہر ممبر کی فرداً فرداً ٹوپی ٹانگنے کی کھونٹی ہے ہر کھونٹی پر ہر پیرز کا نام خوبصورتی سے کندہ ہے اس میں سے ہو کر پی ارز ویٹینگ روم (Peers' Waiting Room) میں گئے جس میں دو کپڑے کی مذہبی تصویریں لگی ہوئی ہیں ہوس آف لارڈز اور ہوس آف کامنز کے درمیان مثمن ہال ہے جس میں دو دالان ہیں

اس مثمن ہال کا قطر ۶۰ فٹ اور بلندی ۷۵ فٹ ہے اس پر گنبدی پتھر
کی عمارت ہے جو نہایت عمدہ سنگِ موسے کی بنی ہوئی ہے دیواروں پر
انگلستان کے ہتھیاروں کی تصویریں کھینچی ہوئی ہیں راستے پر سنگ موسے
کی بنی ہوئی تصویریں ہیں دروازوں کے گوشوں اور طاقوں میں شاہان
انگلستان اور ان کی بیگموں کی تصویریں ہیں ڈاک خانہ و تار گھر بھی
اسی ہال میں ہے اور اسی جگہ سے وہ زینے جو سیاحوں کی نشستگاہ
کی گیلری کو اور ہوسز کی کمیٹی کو جاتے ہیں نکلے ہیں اس کی دیواروں میں
گز اور پونڈ بترتیب رکھے ہوئے ہیں جو سلطنت برطانیہ میں جاری ہیں
ویٹنگ ہال کی اس دیوار پر جو مثمن دالان کے مشرقی جانب واقع ہے
برطانیہ کے مشہور اور معروف شعرا کے اُن نظاروں کی تصویریں جن کا ذکر
انھوں نے اپنی کتب میں کیا ہے کپڑے سے بنی ہوئی لٹکتی ہیں ہال سے
گزر کر ہم کومنز (Commons) کے دالان میں گئے یہ دالان ویٹنگ ہال اور
ہاؤس آف کامنز کو ملحق کرتا ہے اس کے بعد ہوس آف کامنز ہے
جو ہوس آف لارڈز کی نسبت کم سجا ہوا ہے یہ کمرہ ۷۵ فٹ لمبا ۴۵ فٹ
چوڑا ۴۱ فٹ اونچا ہے اور ۶۷۰ ممبروں کے لائق وسعت نہیں رکھتا
جو اس میں بیٹھنے کے لئے نامزد ہیں اس میں صرف ۴۷۰ آدمیوں کے
بیٹھنے کی گنجائش ہے جب کسی موقع پر کل ممبروں کے شامل ہونے کی

ضرورت پڑتی ہے تو بڑی تکلیف ہوتی ہے کمرے میں ممبروں کے لئے جس قدر گنجائش ہوتی ہے کرسیاں بچھادی جاتی ہیں باقی ممبروں کو ادھر اُدھر گوشوں اور دالانوں میں بیٹھنا پڑتا ہے اس کمرے میں بھی ۱۲ در تیچے ہیں اس کے شمالی سرے پر سپیکر یعنی میر مجلس کی کرسی ہوتی ہے اور اس کرسی کے سامنے میز پر کلرک بیٹھتے ہیں جب جلسے کا انعقاد ہوتا ہے تو اس میز پر ایک گرز رکھا جاتا ہے جو انعقاد مجلس کا ایک نشان ہے سپیکر کی کرسی کے داہنی طرف ان کے ہم رائے وزرا اور اُن کے معاونان ممبر بیٹھتے ہیں اور ان کے بائیں طرف وہ لوگ جو ان کے مقابل ہوتے ہیں تشریف رکھتے ہیں سپیکر کی کرسی سے اوپر کی جانب اخبار نویسوں کا دالان ہے جس میں غیر لوگ ہوس آف کامنز کے فیصلوں اور بحثوں کو لکھتے رہتے ہیں اس دالان سے اوپر لیڈیوں کے لئے کمرہ ہے جس میں وہ آکر بیٹھتی ہیں اور حالات کو دیکھتی ہیں لیکن وہ جال دار کام جو کمرے کے سامنے ہے ان کو دیکھنے سے روکتا ہے اور پورے طور سے کیفیت نظر نہیں آتی اس کمرے کے دوسرے سرے پر دالان پیپرز ہے اس کے متصل ایک اور دالان ہے جس میں وہ لوگ جو تماشا دیکھنے آتے ہیں بیٹھتے ہیں اس دالان میں بھی برقی روشنی ہوتی ہے +

آج کُل ممبرانِ ہوس آف کامنز ویٹنگ ہال میں جمع ہیں اور

سپیکر صاحب کے منتظر ہیں جب تک سپیکر تشریف نہ لائیں کوئی شخص اس کمرے میں داخل نہیں ہوتا ہمارے پہنچنے کے ساتھ ہی سپیکر صاحب تشریف لائے اُن کے آگے آگے نشان ۔ بردار عصا ہاتھ میں لئے ہوئے آتے ہیں جب وہ ہوس آف کامنز کے قریب پہنچے تو نشان بردار پکارا کہ صاحبو سپیکر صاحب تشریف لائے ہیں اپنی اپنی ٹوپیاں اُتار کر آداب بجالاؤ جو ہیں سپیکر صاحب داخل ہوئے سب نے تعظیماً اپنی اپنی ٹوپیاں اُتاریں اور ان کے پیچھے پیچھے ہوس آف کامنز کے کمرے میں داخل ہوئے صاحب موصوف اپنی جگہ پر جا بیٹھے اور ممبروں نے اپنی اپنی جگہ لی اور بحث پیش ہوئی ہم بھی اس کمرے میں جو ناظرین کے لئے مخصوص ہے جا بیٹھے اور ایک گھنٹہ تک ان کی بحث وغیرہ کو سنتے رہے یہاں بھی لیجس لیٹو کونسل کی طرح سے ممبر اُٹھ کر گفتگو کرتے ہیں لیکن فرق اس قدر ہے کہ یہاں کے ممبر اچھی طرح چھان بین کرتے ہیں اور ہر مسئلے کا فیصلہ پوری بحث کے بعد کثرت رائے پر ہوتا ہے ؞

یہاں سے سنٹرل ہال کو واپس ہوتے ہوئے مغربی جانب کے داہنے دروازے سے ہو کر میں سینٹ سٹیفن ہال میں گیا جو ایک خوبصورت دالان ۹۵ فٹ لمبا اور ۳۰ فٹ چوڑا ہے یہ دالان سینٹ سٹیفن کی گرجا کی جگہ واقع ہے کہتے ہیں کہ سابق میں اجلاس پارلیمنٹ کی جائے انعقاد یہی جگہ

تھی ان عمارات کو دیکھنے میں بڑی دیر لگی اور پھرتے پھرتے تھک گیا اسلئے ہوٹل واپس آیا اور تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد تین بجے کے قریب پھر میں گاڑی پر سوار ہو کر چلا اور ہائیڈ پارک کے مشہور و معروف باغ میں سیر کرنے کے لئے گاڑی سے اُترا ؂

ہائیڈ پارک

یہ وسیع اور خوشنما باغ ۴۰۰-ایکڑ رقبہ میں پھیلا ہوا ہے اس کا نام اس کے پرانے مالک ہائیڈ صاحب (Hyde) کے نام پر چلا آتا ہے جن کے قبضے میں یہ باغ رہا اور وہ اس کے بانی ہوئے یہ باغ ہنری ہشتم کے عہد میں شاہی ملکیّت بن گیا اور اس میں ہرنوں کا رمنا بنایا گیا اس کے بعد چارلس ثانی نے اس باغ کا احاطہ بنایا اور درخت لگائے چنانچہ چند درخت اس نے اپنے ہاتھ سے بھی نصب کئے شاہ ولیم ثالث (William) نے اس میں بڑی ترقی دی اور جارج ثانی (George) کی محبوبہ ملکہ کیرولین (Caroline) نے سرپن ٹین (Serpentine) کو جو اس باغ میں ایک مشہور و معروف جھیل ہے بنایا اس جھیل کے کناروں پر گل لالہ و گل سنبل کی ہمیشہ شگفتگی بہار بے خزاں کا لطف دکھاتی ہے لنڈن میں جب موسم اعتدال پر ہوتا ہے تو یہ باغ شاہی خاندان کے ممبروں و حکومت کے بڑے بڑے افسروں متمول فیشن ایبل لوگوں کی خاص سیرگاہ ہوتا ہے یہ لوگ

ہزاروں کی تعداد میں مشہور سیرگاہ راٹن رو (Rotten Row) پر چلتے پھرتے نظر آتے ہیں بے شمار گاڑیاں اور خوشنما لباس پہنے ہوئے لوگ اس مشہور سیرگاہ میں امڈے پڑتے ہیں راٹن رو (Rotten Row) ۱/۲ ۱ میل لمبا ہے جس کی نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ روٹ ڈی راے (Route-deRoi) یعنی شاہی تفرُّج گاہ سے بگڑتے بگڑتے راٹن رو رہ گیا بائیسکل کے چلانے والوں کو اس پارک کے ایک حصے پر چلنے پھرنے کی اجازت ہے اور ایک راستہ خاص بائیسکل کے چلانے کے لئے بنا ہؤا ہے جو اُسی نام سے مشہور ہے اس باغ میں قریب ایک گھنٹہ پھرنے کے بعد میں اپنی قیام گاہ کو واپس ہؤا +

۱۰-جولائی ۱۹۰۲ء یوم پنجشنبہ

آج دوپہر تک کسی قدر پانی برستا رہا اور بادل خوب گرجا کیا اسلئے میں ۳ بجے شام تک کہیں نہیں گیا بلکہ سوانح عمری امیر صاحب کابل دیکھتا رہا چونکہ ۱/۲ ۳ بجے امپیریل کارونیشن بازار (Imperial Coronation Bazar) واقع رائل بوٹینیکل گارڈن (Royal Botanical Garden) میں شامل ہونا ہے جہاں ملکہ معظمہ انگلستان تشریف لاکر بازار کا افتتاح کرنے والی ہیں اس لئے میں ۳ بجے چل کر ۱/۲ ۳ بجے وہاں پہنچا راستے میں برابر خفیف سی بارش ہوتی رہی پرائیویٹ اینٹری (Private Entry) یعنی خاص

دروازے سے داخل ہوا جہاں اس ہسپتال کی کمیٹی کے ممبر مدعو شدہ
صاحبوں کو ریسیو کرتے تھے اور گاڑی سے اُترنے پر مجھ کو بھی اُس
نہایت خوشنما خیمے میں لے گئے جہاں بہت سے امرائے فرنگستان تشریف فرما
تھے یہ بازار بیمار بچّوں کی تیمارداری کے لئے ان کے ہسپتال کو مدد دینے کی
غرض سے لگایا گیا ہے جس کے میر مجلس ڈیوک آف فائف صاحب
(Duke of Fife) ہیں یہ بازار ۸ - ماہ حال سے ۱۰ - ماہ حال تک کھُلا
رہیگا اس میں چوبی دُکانوں سے آراستگی اور شاندار خیموں کی خوشنمائی
کُل چیزوں کا فراہم ہونا اعلےٰ سامان ایسا نہیں ہے جس سے کسی کی
متفحص نگاہیں یہ دریافت کرسکیں کہ اس کو نوجوان رنگین ادا معشوق کے
مزاج کی طرح استقلال نہیں اس بازار کا نقشہ مسٹر ایف ڈبلیو سینیٹ صاحب
(Senate) نے کھینچا ہے اور وہایٹ لے کمپنی نے اپنے خرچ سے بنوایا
ہے پھولوں اور چین کے کاغذی قندیلوں کی سجاوٹ اور دُکانوں میں
ہر قسم کے نفیس اسباب کی آرائش اعلےٰ درجے کی ہے بڑی خصوصیّت جو
اس بازار کو حاصل ہے وہ اُن حسین نامور لیڈیوں کی دُکانداری سے ہے جو اپنے
فاخرہ لباس میں اس بازار کی زینت کی باعث ہیں یہ دکانیں مختلف کمپنیوں
اور مشہور سوداگروں نے اس بازار میں اپنی دُکان کی شاخ کے طور پر کھولی
ہیں میرے پہنچنے سے ۵ منٹ بعد ملکہ معظمہ تشریف لائیں جن کے استقبال

کے لئے پریزیڈنٹ صاحب ہسپتال معہ اپنے چند ممبروں کے گاڑی تک گئے پریزیڈنٹ صاحب کی لڑکی نے ایک پھولوں کا خوشنما گلدستہ پیش کیا وہاں سے خراماں خراماں ملکہ صاحبہ اس خیمے میں تشریف لائیں. جہاں ہم سب بیٹھے ہوئے تھے ہر شخص سے ہاتھ ملاکر نہایت مہربانی سے مزاج پرسی کی اور بازار کو افتتاح فرمایا +

جب ہم بازار میں داخل ہوئے تو لیڈیاں ہر طرف سے آکر گھیرنے لگیں ہر ایک اپنی دُوکان کی طرف کھینچنے لگی تاکہ اس کی دُکان سے کچھ خریدا جائے چنانچہ میں نے مختلف دُکانوں سے کچھ سیگریٹ و چاندی کا سامان خریدا ان فروخت کرنے والی لیڈیوں میں ڈچز آف لیڈز (Dutchess of Leeds) و ڈچز آف مارل بورا (Dutchess of Marlborough) و دیگر بہت سی معزز و خاندانی لیڈیاں ہیں جو ہر طرف سے آکر گھیرتی ہیں کہ کوئی نہ کوئی چیز ضرور مول لیجئے یہ اسباب جو یہاں فروخت ہوتا ہے اس کی علّت غائی صرف یہ ہے کہ اس ہسپتال کے لئے چندہ جمع کیا جائے کیونکہ ہر چیز اصل قیمت سے چند در چند قیمت پر فروخت کی جاتی ہے غرض کچھ دیر تک اس بازار میں اِدھر اُدھر پھرنے کے بعد میں اپنی قیام گاہ کی جانب واپس ہوا اور اپنی ضروریات و نماز وغیرہ سے فارغ ہو کر لیڈی لارینس ایٹ ہوم (Lady Lawrance at Home)

میں ۱۰ بجے شب کو گیا اس جگہ بہت سے نامور و مقتدر اہل لنڈن موجود ہیں ایک گھنٹے تک میں ان صاحبوں سے گفتگو کرتا رہا اس پارٹی میں انگریزی باجا نہایت دل کش سُر میں بج رہا ہے اور ہر قسم کے کھانے پینے کی چیزیں میزوں پر چُنی ہوئی ہیں تھوڑی دیر کے بعد لیڈی لارنس صاحبہ سے جو اس دعوت کی بانیہ تھیں رخصت ہو کر چلا آیا +

۱۱- جولائی ۱۹۰۲ء یوم جمعہ

آج صبح کو ۱۰ بجے کے قریب مسٹر فینشا صاحب بہادر سابق کمشنر دہلی جن کی نسبت میں پہلے کسی تاریخ میں ذکر کر آیا ہوں تشریف لائے اثنائے ذکر میں میں نے ان سے یہ ظاہر کیا کہ میرا ارادہ ہے کہ میں گریٹ برطانیہ کے مشہور و معروف و قابل دید شہروں کی سیر و سیاحت کے لئے جاؤں اور چاہتا ہوں کہ کوئی عمدہ پروگرام آپ تجویز فرمائیں چنانچہ انہوں نے مہربانی سے ایک گھنٹہ صرف کرنے کے بعد ایک پروگرام بنایا اور یہ بھی فرمایا کہ ایک کتاب مسمے بہ گریٹ برٹن آپ منگوا لیں جس سے سیر کرنے میں بڑی مدد ملیگی اثنائے گفتگو میں اُنہوں نے یہ بھی ذکر کیا کہ آج کل وہ ایک کتاب کے چھپوانے میں مصروف ہیں جس میں اُنہوں نے دہلی کا مفصل حال لکھا ہے اور غدر ۱۸۵۷ء کا حال خصوصیت سے بیان کیا ہے اور وہ امید کرتے ہیں کہ دربار دہلی کے انعقاد سے پہلے چھپوا کر ہندوستان میں بھیج دیں کچھ دیر تک

گفتگو کرنے کے بعد صاحب موصوف تشریف لے گئے ٭

چونکہ شاہنشاہ معظم ہند کی بیماری کی وجہ سے شہزادہ پرنس آف ویلز صاحب بہادر

ان کے قائم مقام ہو کر سینٹ جیمز پیلیس محل شاہی میں آج ۱۱ بجے ملاقات

کرنے والے ہیں اس لئے ہیں وہاں گیا اس محل کے سامنے دو رویہ فوج

صف آرا ہے جس نے ہمارے وہاں پہنچتے ہی حسب قاعدہ سلامی کی اور

ہم سب مہمانان شاہی سوائے آنریبل آصف قدر سید

واصف علی میرزا مرشدآبادی و مہاراج کمار پرودیات کمار ٹاگور

کلکتہ محل شاہی میں داخل ہوئے جہاں کرنل وائلی صاحب اسسٹنٹ وزیر اعظم ہند

و سمتھ صاحب (Smith) نے ریسیو کیا اور ہم ہال کمرے میں بیٹھے حضور

پرنس آف ویلز صاحب بہادر معہ پرنسز آف ویلز صاحبہ دوسرے

ہال کمرے میں رونق افروز تھے مہمانان شاہی میں سے ہر شخص نے علیحدہ علیحدہ

اُن کی خدمت میں جاکر شرف ملاقات حاصل کیا شہزادہ صاحب بڑے لائق

جوان اور متین آدمی ہیں اُن کی بیگم صاحبہ خندہ رُو حسین متواضع اور منکسر النفس

معلوم ہوتی ہیں ہز رائل ہائینس شہزادہ صاحب و بیگم صاحبہ کمال

مسرت سے ہر ایک سے پیش آئے ہاتھ ملایا اور احوال پُرسی کی میں نے

بادشاہ سلامت کے ایسے موقع پر بیمار ہونے کا بڑا افسوس ظاہر کیا اور خیریت

کی خبر دریافت کی جس کے جواب میں ہز رائل ہائینس پرنس آف ویلز صاحب بہادر

نے فرمایا کہ بادشاہ سلامت اب رُوبصحت ہیں اور عنقریب ہی تاریخ تاج پوشی شہنشاہ ملک معظم مقرر ہونے والی ہے چونکہ بادشاہ سلامت نے آپ سب صاحبوں کو خاص اپنی خواہش سے اس مبارک تقریب میں بلایا ہے وہ کمال خوش ہونگے اگر آپ حضرات اُن کی خوشی میں شریک ہوں میں نے شاہزادہ صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ ہمارا عین مدعا یہ ہے کہ اس مسرت افزا جلسے میں شامل ہوں اور ہم سب اس قدر دُور دراز سفر سے اسی مبارک جشن میں شریک ہونے کی غرض سے آئے ہیں یہ تو صرف چند روز ہی کا معاملہ ہے اگر ہمیں زیادہ بھی اس موقعہ میں شریک ہونے کے لئے رہنا پڑے تو ہم دل و جان سے حاضر ہیں چونکہ ابھی ملک معظم کی تاج پوشی میں عرصہ ہے اس لئے اگر جناب کی مرضی ہو تو بہتر معلوم ہوتا ہے کہ ہم گریٹ برطانیہ کی سیر و سیاحت کر آئیں جس کو حضور شاہزادہ صاحب نے بڑی خوشی سے پسند کیا اس کے بعد میں پرنس آف ویلز صاحب و بیگم صاحبہ سے ہاتھ ملا کر رخصت ہؤا اور گاڑی پر سوار ہو کر ہوٹل میں واپس آیا اور لانچ کھانے اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد ۲ بجے البرٹ میموریل کو دیکھنے گیا ÷

البرٹ میموریل

یہ عمارت حضور ملکہ معظمہ آں جہانی کے پیارے شوہر البرٹ صاحب

کی یادگار میں ایک بڑے اونچے چبوترے پر جس کے چاروں طرف پتھر
کی سیڑھیاں لگی ہوئی ہیں بنوائی گئی ہے یہ اونچا مینار نہایت خوبصورتی سے
تعمیر کیا گیا ہے اس کے بیچوں بیچ اُن کی پیتل کی تصویر نائیٹ اوبی گارٹر
کے لباس میں ایک خوشنما چتر کے نیچے بنی ہوئی ہے اس تصویر کی اونچائی
۱۳ فٹ اور کل مینار کی اونچائی ۱۵۰ فٹ ہے اس کے چاروں طرف بہت سی
پتھر کی تصویریں بنی ہوئی ہیں اور چبوترے کے چاروں گوشوں پر ہر بر اعظم
کا نشان جہاں جہاں حضور ملکہ معظمہ آں جہانی کی سلطنت ہے بنایا گیا
ہے مثلاً ایک گوشے پر اونٹ کا مجسمہ ہے اور دوسرے پر ہاتھی کا اسی طرح
چاروں کونوں پر نہایت عمدہ اور خوبصورت مجسمے بنے ہوئے ہیں یہ میموریل
یعنی یادگار ایک وسیع میدان میں بنا ہوا ہے +

۱۲- جولائی سنہ ۱۹۰۲ء یوم شنبہ

چونکہ آج لارڈ کچنر صاحب بہادر کمانڈر ان چیف افریقہ سے
تشریف لانے والے ہیں اس لئے ان کا پروسیشن یعنی جلوس کا نظارہ
کرنے کے لئے میں ۱۱ بجے دن کو وہاں گیا اور ۱۱½ بجے کے قریب
لارڈ کچنر صاحب بہادر بڑے جلوس سے تشریف لائے جن کے استقبال
کے لئے شہزادہ پرنس آف ویلز صاحب معہ لارڈ رابرٹس صاحب
و دیگر مقتدر حکّام ریلوے سٹیشن پر تشریف لے گئے دورویہ انڈین فوجیں

ان کے جلوس کے لئے کھڑی کی گئیں ہیں تماشہ بین لوگوں کا تو کچھ شمار ہی نہیں چونکہ صاحب موصوف جنگ ٹرنس وال کے فیصلے کے بعد تشریف لائے ہیں اس لئے لوگوں کے دلوں میں خاص جوش ہے لارڈ صاحب جنگی خاکی لباس پہنے ہوئے ہیں راہ کی گرد نے ان کے تمغہ جات کو بھی وردی کے ہم رنگ کر دیا ہے۔ یہاں سے ۱۲ بجے ہم واپس آئے چونکہ آج بھی ۶ بجے سیوج کلب کی طرف سے خاص انڈین مہمانان شاہی کو ڈنر ملنا ہے اس لئے میں وہاں گیا کیونکہ مختلف جلسوں میں مجھ سے اس میں شامل ہونے کی خواہش ظاہر کی گئی تھی اس میں چار قسم کے لوگ ممبر ہو سکتے ہیں اخبار نویس فوٹو گرافر تھیئٹر والے و مصنف کتب علوم یہاں ہمیشہ ۶ بجے شام ہی کو ڈنر دیا جاتا ہے برخلاف اور کلبوں کے کیونکہ لوگ جلد کھانے سے فارغ ہو کر اپنے اپنے کام میں جا لگتے ہیں اس کلب کا نام سیوج اس لئے رکھا گیا ہے کہ ہر شخص آزاد ہے جو چاہے کرے کسی چیز کی قید نہیں ہے اس کلب کا سالانہ چندہ پانچ پونڈ ہے جو اور کلبوں کے چندوں کی نسبت کم ہے یہاں میرے معزز دوست کرنل مارشل جناب جو پنجاب میں ڈویژنل جج رہ چکے ہیں مجھ سے ملے یہاں پہنچنے پر پریزیڈنٹ صاحب نے مع دیگر ممبران کے ریسیو کیا اور اندر لے گئے اور اپنی کلب کی سائن بک پر یادداشت کے طور پر ہر مہمان کے

دستخط کرائے یہاں ہر قسم کے انگریزی مذاق کے کھانے موجود ہیں میری ایک طرف
کرنل مارشل صاحب ہیں اور دوسری طرف سی انچ اے ہل صاحب بہادر
جو مہاراج کولاپور صاحب کے ہمراہ آئے ہیں مہمانان ہند کی طرف سے
صرف میں و ڈاکٹر پولن صاحب و ہز ہائینس مہاراجہ کولاپور و نواب
فیاض علیٰ خاں صاحب و نواب محمد اسلم خاں صاحب اس ضیافت
میں شریک ہیں گو اس کلب میں سپیچ دینے کا قاعدہ نہیں ہے مگر مہمانان ہند
کی خاطر سے کھانے سے فارغ ہونے کے بعد پریذیڈنٹ صاحب ڈیوڈ ایم سی موریسن صاحب بہادر
(David M. C. Morrison) نے کھڑے ہو کر اوّل جام صحت بادشاہ پھر
جام صحت ملکہ معظمہ پھر جام صحت مہمانان ہند نوش کیا اور اُن کے آنے کا
شکریہ ادا کیا ان کی اختتام تقریر کے بعد مہمانان شاہی ہند کی طرف سے
ہز ہائینس مہاراجہ صاحب کولاپور نے شکریہ ادا کیا اس سے پہلے میں
ذکر کر آیا ہوں کہ اس کلب کے کل ممبر صاحب کمال ہیں ہر شخص نے اپنا اپنا
کمال دکھایا یعنی کسی نے مہمانان شاہی کی دستی تصویر کھینچی اور کسی نے ہاتھ
سے سایئے میں قسم قسم کی تصویریں بنا کر دکھائیں مثلاً تصویر انسان و ہاتھی و
گینڈا و اونٹ وغیرہ اور اسی طرح بہت سے مختلف قسم کے پرندوں کی تصویریں
بنا کر دکھائیں گانے والوں نے اچھی طرح سے گایا اور بجایا ایک شخص نے بھان متی
کا تماشا دکھایا چونکہ کرنل محمد اسلم خاں صاحب اُس سے مزاح کرتے تھے

اس لئے اس نے اُنہیں پر کرتب کیا اور اُن کی ڈاڑھی میں سے گیند پیدا
کر دیا اس پر بڑا قہقہ اُڑا اسی طرح سے اور بہت سے دستی کرتب بھی دکھائے
اکثر ممبران نے ہمارے دستخط یادگار کے لئے اپنے اپنے کارڈوں پر کرائے
اس لہو ولعب میں رات زیادہ آگئی گیارہ بج گئے میں اپنے مکان کو واپس آیا۔

۱۳- جولائی ۱۹۰۲ء یوم یکشنبہ

چونکہ قبل اس کے ڈاکٹر پالن صاحب نے مجھے اپنے قصبہ کالول ہوسٹال تسج کینٹ
میں مدعو کیا تھا جہاں اُن کا کل خاندان رہتا ہے اس لئے آج ۹ بجے صبح
کی گاڑی میں معہ سردار علی حسین خاں صاحب و اسداللہ پیش خدمت
وہاں پہنچا صاحب موصوف معہ اپنے اعزا کے ریلوے سٹیشن پر ملے اور بکمال خلق
اپنے مکان پر لے گئے یہ ایک خوبصورت و نفیس چھوٹا سا دو منزلہ مکان ہے
جس کا ڈیڑھ سو پونڈ سالانہ کرایہ دینا پڑتا ہے اس قصبے کی آبادی ۵ ہزار
آدمی کی ہے اور اس میں دو منزلہ و سہ منزلہ مکانات ہیں بمقابلہ اس کی آبادی
کے یہاں کے مکانات کی عمدگی و بازاروں کی رونق اور باغوں کی کثرت
قابل تعریف ہے تھوڑی دیر ٹھیر کر میں یہاں کا کالج دیکھنے کو گیا اس عالیشان
عمارت کی خوبصورتی و عمدگی بتاتی ہے کہ اس قصبے کے لوگوں کو تعلیم کا کس قدر
خیال ہے اور وہ اس پر کیسے دل دادہ ہیں کالج سے واپس ہونے کے ساتھ
ہی کھانے کا وقت بھی آ چکا تھا صاحب موصوف نے دیسی و انگریزی کھانے

بڑے انتظام و تکلف سے تیار کرائے ہیں کھانے میں صاحب موصوف
کے ہمراہ مسز پالن صاحبہ و مس پالن صاحبہ بھی جو نہایت ہی خوش خلق
اور خوبصورت لیڈیاں ہیں میرے اور سردار صاحب کے ساتھ شریک ہوئیں کھانے
سے فارغ ہو کر مکان کے ملحقہ باغ میں سیگار پینے کے لئے بیٹھے اور ½ ۲ بجے
کے قریب گاڑی میں سوار ہو کر قصبے کے مکانات و باغات کو دیکھا اور جانے
کی اجازت چاہی صاحب موصوف و لیڈی صاحبہ نے بہت اصرار کیا کہ
رات کو اسی جگہ آرام کروں لیکن بسبب زیادہ کاروبار کے ٹھیر نہ سکا ڈاکٹر صاحب
موصوف ریل تک پہنچانے آئے ٹرین پر سوار ہو کر ½ ۶ بجے شام کو لنڈن
آیا اور فرودگاہ میں آرام کیا *

۱۴ - جولائی ۱۹۰۲ء یوم دوشنبہ

آج مطلع بالکل صاف ہے ۱۰ بجے کے قریب کھانا کھانے اور دیگر
ضروریات سے فارغ ہونے کے بعد میں نے چاہا کہ آج مسٹر ولیم رائیٹگن صاحب بہادر
بیرسٹر ایٹ لا و سابق جج چیف کورٹ پنجاب کی عیادت کو جاؤں کیونکہ مجھے
معلوم ہوا کہ وہ بہ سبب علالت طبع میرے ملنے سے معذور ہیں صاحب موصوف
پنجاب کے دار السلطنت شہر لاہور میں ۴۰ برس سے متجاوز بود و باش
رکھ چکے ہیں اور میرے خاندان سے خاص محبت رکھتے ہیں خصوصاً مجھ سے
اس لئے ۱۱ بجے ان کے مکان پر گیا چونکہ صاحب موصوف بہ سبب شدت بخار

پلنگ پر سے ہل نہیں سکتے تھے اس لئے میں اُن کے دیکھنے کے لئے خوابگاہ میں گیا صاحب بہادر نے مجھے دیکھتے ہی معافی چاہی کہ میں بسبب بیماری کے آپ کو اب تک نہیں مل سکا اور اب آپ کے دیکھنے سے میری نصف بیماری جاتی رہی مجھے پنجاب کا چھوڑنا بہت شاق گزرتا ہے مگر بچوں کی تعلیم کے سبب مجبوراً یہاں قیام پذیر ہوں آج کل صاحب موصوف ولایت میں ہوس آف کامنز کے ممبر ہیں اور اپنا بیرسٹری کا کام بھی کرتے ہیں یہاں سے رخصت ہو کر وائٹ لے کی دُکان پر گیا جو شہر لنڈن میں اعلےٰ درجے کی عمدہ اور مشہور دُکان ہے اس میں ہر قسم کا اسباب موجود ہے اور دنیا کی کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو یہاں نہ مل سکتی ہو میں نے بہت سی دستی بنائی ہوئی تصویریں یہاں سے خریدیں اور ۴ بجے تک سیر کرتا ہوا ہوٹل واپس ہوا گو میں کرنل مارشل صاحب بہادر کے ہاں ½۴ بجے شام کو مدعو ہوں مگر بسبب تکان کے وہاں جانے سے قاصر ہوں ❖

۱۵- جولائی ۱۹۰۲ء یوم سہ شنبہ

آج بھی ابر ہے اور کُہرے کے سبب سے تمام عالم میں تیرگی پھیلی ہوئی ہے قریب ۱۰ بجے کے مطلع صاف ہوا یہ نئی بات نہیں ہے بلکہ اکثر ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ دن کو بغیر چراغ روشن کئے کچھ نظر نہیں آتا ۱۲ بجے کے قریب پھر میں وائٹ لے کی دُکان پر گیا اور کچھ مختلف قسم کی چیزیں

معہ چاندی سونے کے اسباب و شیشہ آلات وغیرہ کے خریدیں اور کہا گیا
کہ یہ مال ہندوستان کو میرے نام بھیج دیا جائے قیمت ادا کر دی گئی (لاہور
پہنچنے پر معلوم ہوا کہ وہ سارا اسباب بلا کسی نقصان کے پہنچ گیا ہے) اس
سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ان لوگوں نے تجارت کو اپنے حسن انتظام اور معاملہ
کی صفائی اور نیک نیتی سے کس حد تک پہنچایا ہے کہ لاکھوں اور کروڑوں
روپے کا اسباب صرف زبان ہلانے سے کس اطمینان کے ساتھ آتا جاتا رہتا
ہے اس دکان سے ۲ بجے کے قریب اسباب خرید کر واپس ہوٹل ہوا شام
کو ۹ بجے کے قریب سرکس (Circus) کے تماشا دیکھنے کے لئے ڈاکٹر و مسز
و مس پالن صاحبان کے ساتھ گیا کیونکہ ڈاکٹر صاحب موصوف نے مجھ سے
وعدہ لے لیا تھا اس سرکس کا مکان نہایت عمدہ بنا ہوا ہے اور یہاں
عجیب عجیب کرتب دیکھنے میں آئے جن میں سے میں اس جگہ دو ایک کو
ناظرین کی آگاہی کے لئے لکھتا ہوں ایک سات آٹھ برس کی لڑکی بائیسکل
پر سوار ہو کر اس کو دوڑا رہی تھی اسی حالت میں جبکہ گاڑی تیز جا رہی تھی
ایک حبشی لڑکا اس کا ہم سن اس کے پیچھے دوڑ کر سوار ہو گیا لڑکی اسی
تیزی سے بائیسکل کو دوڑاتی رہی اور یہ پارے کا بنا ہوا لڑکا کبھی اچک کر
اس کے آگے جا بیٹھتا تھا کبھی بغل میں کبھی اس کے پیچھے گویا بجلی ہو رہا
تھا اور اس لڑکی سے اظہار محبت کرتا جاتا تھا کیا اچھے موقع پر اس کو تعشق

سو جھالڑکی ہزار چاہتی تھی کہ ہٹی رہوں بدن سے بدن مس نہ ہونے دوں
کہاں ممکن لڑکا ہے کہ لپٹا ہی جاتا ہے کبھی جھپ سے بوسہ لے لیتا ہے
کبھی گلے لگاتا ہے اُسی دوڑ میں اُس نے پھُرتی سے بائیسکل کا اگلا پہیہ
اکھیڑ کر اپنے ہاتھ میں لے لیا اور بائیسکل ایک ہی پہیہ پر دوڑتا رہا آگے چلکر
جس گدی پر وہ بیٹھی تھی وہ بھی نکل گئی اس کی بھی کچھ پرواہ نہ کی بائیسکل اسی
تیزی سے چلتا رہا اسی حالت میں بائیسکل کے کل جوڑوں کو جو علیحدہ کر دیئے
تھے ایک ایک کر کے جوڑنے کے بعد پھر وہی حبشی لڑکا اُس کے پیچھے
اچک کے اپنا سر لڑکی کے سر پر رکھ کے اُلٹا کھڑا ہو گیا اسی طرح اُس نے
اور بہت سے کرتب کئے جن کا یہاں ذکر بسبب طوالت کے چھوڑ دیا گیا آخر
میں ایسا تماشا دکھایا جو عشق کے بُرے نتائج پر مبنی تھا دو بھائی ایک ہی
عورت پر عاشق ہوئے ان میں سے ایک بھائی محبت کے جوش میں اس
عورت کو ایک چواسپہ گاڑی پر بٹھا کر لے چلا اور اُسی ہال کمرے سے ہو کر
جہاں ہم بیٹھے ہوئے تماشا دیکھ رہے تھے راستہ پہنچتا ہوا دوسری طرف
غائب ہو گیا یہ معمولی وسعت کا مکان تھا اس میں سے گاڑی کا معہ چار گھوڑوں
کے نکل جانا تعجب خیز امر تھا گاڑی کے جانے کے بعد مکان میں زمین سے
پانی اُبلتے اُبلتے جوش مارنے لگا ہم لوگ بلند مقام پر بیٹھے ہوئے تماشا
دیکھ رہے تھے پھر ایک پُل نمایاں ہوا اور وہ گاڑی دوسرے راستے سے

اُس پُل پر سے گزرنے لگی گھوڑے بھڑکے اور گاڑی دریا میں گر کے معہ گھوڑے اور سوار کے غرق ہوگئی یہ کوئی طلسم نہیں تھا بلکہ اصلی واقعہ تھا میں نے قریب ۲ گھنٹے کے اس تماشے کو دیکھا اور قیام گاہ کو واپس آیا ٭

۱۶- جولائی ۱۹۰۲ء یوم چہار شنبہ

آج صبح کو مطلع صاف ہے اور سورج کا روشن چہرہ صاف طور پر نظر آرہا ہے ۱۱ بجے سوار ہوکر نیوی آرمی (Navy Army) کی دُکان پر گیا اور کچھ اسباب خرید کر کے ۱½ بجے کے قریب قیام گاہ کو واپس آیا اور ۲ گھنٹے تک کتاب دیکھنے کے بعد مختلف جگہوں کی سیر کو گیا ٭

کینزنگٹن پیلیس
Kensington Palace.

جن میں سے کینزنگٹن پیلیس واقع کینزنگٹن گارڈن کا حال قابل ذکر ہے یہ خوبصورت اور دل کشا قصر سوائے چار شنبہ کے ناظرین کے دیکھنے کے واسطے بلا کسی فیس کے ہر روز کھلا رہتا ہے اس قصر کا تاریخی واقعات سے بہت کچھ تعلّق ہے کیونکہ ملکہ معظمہ کوئن وکٹوریہ اسی جگہ پیدا ہوئی تھیں اور زمانۂ طفولیّت کو بھی اسی جگہ بسر کیا تھا اور اسی مقام پر مورخہ ۲۱- جون ۱۸۳۷ء کو ۵ بجے صبح کے ملکہ معظمہ کو اپنی تخت نشینی کی خوشخبری دی گئی تھی اس قصر کو ولیم ثالث نے بصرف اٹھائیس لاکھ تین ہزار پانچ سو روپے

لارڈ چینسیلر فنچ صاحب ((Lord Chancellor Finch)) سے خریدا تھا جس نے اس کے بڑھانے اور خوبصورت کرنے میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا اور یہ قصر شاہی مسکن قرار پایا اور جارج اوّل کے عہد میں اس کے ساتھ اور چند کمرے اضافہ کئے گئے لاکن جارج ثانی نے اپنی رہائش گاہ کو اس میں مناسب نہ سمجھا اگرچہ شاہی خاندان کے چند ممبران اسی میں رہتے رہے اور ملکہ معظمہ وکٹوریہ کے عہد سلطنت میں ۲۶ - مئی ۱۸۶۷ء کو اسی قصر میں پرنسز مے صاحبہ (Princess may) جو آج کل ڈچز آف یارک (Dutchess of York) ہیں پیدا ہوئی تھیں لاکن ملکہ معظمہ نے ۱۸۹۸ء میں جبکہ اس کے چند کمرے بالکل خستہ و خراب ہو گئے تھے پارلیمنٹ کے ہوس آف کامنز سے تین لاکھ پینتالیس ہزار روپے منظور کرائے اور اُن کمروں کی از سر نو مرمت کرائی جو کہ آج کل اُن پرانے تاریخی واقعات کو جن سے کہ اُس کا تعلق ہے پورے طور سے عیاں کرتے ہیں ❖

قریب غروب آفتاب ہوٹل میں واپس آکر نماز وغیرہ و دیگر ضروریات سے فارغ ہو کر ریسپشن (Reception) کمیٹی کے جلسے میں گیا جو انہوں نے ہندوستانی مہمانان شاہی و کولونیل (Colonial) افسروں کے ملنے کے لئے کی تھی یہاں بھی حسب قاعدہ بہت سے معزز اہل انگلستان و مہمانان شاہی تشریف لائے جن میں اکثر سے ملاقات کی اور گفتگو ہوتی رہی قریب ۲ گھنٹے

کے یہاں صرف ہوئے +

۱۷- جولائی ۱۹۰۲ء یوم پنجشنبہ

آج بھی آسمان کا دامن ابر کے دھبّوں سے پاک رہا میں ۱۲ بجے تک ہوٹل سے باہر نہیں گیا گو آج مجھے ۲/۱ ۱ بجے اس لانچ میں جو کونٹیس آف اون سلو (Countess of Onslow) نے واٹرلو (Waterloo) میں کیا تھا جانا ہے جس کیلئے ڈاکٹر پالن صاحب میرے پاس تشریف لائے اور مجھ سے لانچ میں شامل ہونے کی خواہش ظاہر کی مگر چونکہ میں سر جوزف فریزل صاحب بہادر سے جو پنجاب کے چیف کورٹ میں چیف جسٹس رہ چکے ہیں ملاقات کا وعدہ کر چکا تھا اس لئے نہ جا سکا اور بذریعہ تار اپنی مجبوری کی اطلاع دی ۳ بجے سر جوزف فریزل صاحب بہادر کے مکان پر جو ہوٹل سے ۴ میل کے فاصلے پر ہے گیا صاحب بہادر بڑے تپاک سے ملے ۲/۱ ۱ گھنٹے کے قریب مختلف باتیں ہوتی رہیں وہاں سے روانہ ہو کر مضافات لنڈن کی ایک گھنٹے تک سیر کی ۶ بجے کے قریب ہوٹل میں آیا پھر کہیں جانے کا ارادہ نہیں ہوا نماز عشا سے فارغ ہو کر آرام کیا +

۱۸- جولائی ۱۹۰۲ء یوم جمعہ

آج بھی صبح کو آسمان پر ایک چھینٹ ابر کی نہیں ہے مگر ۹ بجے بادل کے ٹکڑے نمایاں ہوئے اور ۱۲ بجے پھر مطلع صاف ہو گیا میں ٹامس کک اینڈ سن

کے دفتر میں گیا اور اُن سے روانگی جہاز کا حال دریافت کر کے جہاز اجیبیٹ
میں جو ۱۵- اگست کو روانہ ہند ہوگا جانے کا انتظام کیا وہاں سے واپس آکر
ہندوستان کو ڈاک روانہ کی ۸ بجے شام کو ایک تھیٹر واقع پکاڈلی (Piccadali)
میں گیا وہاں صرف ایک قصہ عشق کا تماشا تھا جو ایسا عجیب اور دل فریب
نہ تھا جس کی تشریح کی ضرورت ہوتی +

۱۹- جولائی ۱۹۰۲ء یوم شنبہ

آج بھی مطلع صاف ہے ۱۱ بجے کھانے کے بعد وائٹ لے (Whitelay)
کی دُکان پر گیا وہاں سے کچھ اسباب خرید کر سبر کرتا ہوا۔ ایک بجے ہوٹل میں
آیا اور ۳ بجے ہم سب لوگ مارکوئیس آف سالسبری (Marquis of Salsbury)
کے یہاں جو فیلڈ ہوس (Field House) میں مدعو کئے گئے ہیں بذریعہ
ریلوے گئے کیونکہ یہ جگہ لنڈن سے ۱۷ میل کے فاصلے پر ہے لارڈ سالسبری
(Salsbury) وزیر اعظم انگلستان کی طرف سے دو اسپہ گاڑیاں سٹیشن پر
موجود تھیں ہم لوگ سوار ہو کر وزیر اعظم صاحب کے مکان پر پہنچے چونکہ
وزیر اعظم صاحب سن رسیدہ ہیں اس لئے ان کو ریسیو کرنا مشکل تھا
اُنھوں نے اپنی بجائے اپنی بیٹی کو یہ خدمت سپرد کی جنھوں نے تمام
مہمانوں کا استقبال کیا اور کمال متانت سے ہر شخص کی احوال پرسی کی
جب باغ میں داخل ہوئے تو خود وزیر اعظم صاحب ایک سادہ لباس میں

تشریف فرما تھے ڈاکٹر پالن صاحب بہادر نے معرفی کرائی جس کے جواب
میں اُنہوں نے فرمایا کہ ہاں میں ان کے نام سے واقف ہوں یہ پنجاب سے
آئے ہیں صاحب موصوف کی بیدارمغزی کا ثبوت اسی سے ہوتا ہے کہ
صرف نام لینے پر ہی مقام سکونت وغیرہ کا پتہ بتلا دیا واقعی وزارت جیسا
معزز عہدہ ایسے ہی عالی دماغ لوگوں کو زیبا ہے ان کا باغ بہت ہی پُرفضا
ہے اور اُس کے دو درجے ہیں ہر قسم کے رنگین پھولوں اور خوشنما درختوں
اور بیلوں سے آراستہ مغرب کی طرف چھوٹتا ہوا فوّارہ ہر مرتبہ شوخی سے
ہوا کا گوشہ دامن بھگو دینے میں مشّاق جا بجا باجا بجتا ہوا کھانے میں
ہر قسم کے میوے اور چاے وغیرہ ہر شخص کے لئے اعلےٰ تکلّف سے موجود
اس دعوت میں بڑے بڑے الوالعزم اشخاص کل انگلستان کے پانچ ہزار
کے قریب ہونگے ہم وہاں قریب دو گھنٹے تک ٹھیرے اور بعد کو رخصت
ہوکر ریلوے سٹیشن پر پہنچے یہاں بھی اکثر دوستوں سے ملاقات ہوئی اور
مختلف مضامین میں بحث ہوتی رہی الغرض ۷ بجے شام کو اپنے مقام پر
پہنچے ضروریات سے فراغت کر کے آرام کیا ؂

۲۰- جولائی ۱۹۰۲ء یوم یکشنبہ

آج صبح ہی سے ابر چھایا ہوا ہے گھیر گھار بہت ہے ہوا کی خنکی نے
سردی بھی کسی قدر زیادہ کر دی ہے چونکہ معلوم ہے کہ اتوار کے سبب سے

نہ تو کوئی خط آئیگا نہ اخبار اور نہ کسی سے ملاقات ہوسکیگی اس لئے کھانا کھانے کے بعد قریب ۱۲ بجے کے گاڑی میں سوار ہوکر ہائیڈ پارک (Hyde Park) میں جس کا ذکر پہلے ہوچکا ہے سیر کرنے کے لئے گیا کسی پچھلے انوار کو بھی اسی پارک میں آنے کا اتفاق ہؤا تھا تو ہزاروں مرد و زن اس جگہ جمع تھے اور اُن کرسیوں پر بیٹھے تھے جو کہ اس پارک میں کئی ہزار پڑی ہوئی ہیں ان کرسی نشینوں سے فی کس ار لیا جاتا ہے کم خرچ بالانشیں اسی کو کہتے ہیں اس روپے کے وصول کے لئے کلکٹر صاحب (Collector) موجود رہتے ہیں مگر چونکہ آج ابر ہے اور ٹھنڈک بھی ہے اس لئے کم لوگ آئے ہیں مَیں نے بھی قریب ایک میل کے اس میں گشت کی اور ایک جھیل کے کنارے پر جو کہ سرپن ٹائیں (Serpentine) کے نام سے موسوم ہے قریب ½ ۱ گھنٹے تک ہوا خوری کرنے کے بعد ½ ۱ بجے واپس آیا ٭

۲۱- جولائی سنہ ۱۹۰۲ء یوم دوشنبہ

چونکہ میرا ارادہ ہے کہ انشاء اللہ کل گریٹ برٹن کی سیر و سیاحت کے لئے جاؤں لہٰذا آج صبح ہی سے ملازمین کو اشیا کے فراہم کرنے اور سامانِ سفر مہیا و درست کرنے کی تاکید کی گئی اور ضروریات سے فراغت کرکے سینٹ جیمز پارک (St. James's Park) کی سیر کو گیا جس کا مختصر حال لکھنا

خالی از لطف نہ ہوگا۔

سینٹ جیمز پارک

یہ پارک لنڈن کے تمام پارکوں میں سے بڑھ کر قدیمی اور خوبصورت ہے ہنری ہشتم کے عہد تک یہ ایک صرف دلدلی جگہ شہر لنڈن سے تھوڑے فاصلہ پر تھی اس کی شمالی حد پر خاص جذامیوں کے لئے ہسپتال تھا لیکن شہنشاہ معظم ہنری نے اس ہسپتال اور اس کی ملحقہ زمین کو خرید لیا اور اُس میں رہنے کے لئے ایک شاہی محل بنوایا اور اس دلدل کو خشک کرایا اس کی چاروں طرف بڑی بڑی دیواریں بنوا کر اس میں ہرن چھوڑوائے اس پارک کا رقبہ نوّے ایکڑ کے قریب ہے تقریباً اس کے سارے طول میں ایک پانی کا قطعہ ہے جس کے وسط میں ایک چھوٹا سا جزیرہ ہے اس پانی میں بطخیں تیرتی ہوئی پھرتی ہیں اس کی مشرقی حد پر ہارس گارڈز پیریڈ گرؤنڈ (Horse Gaurds Parade Ground) اور مغرب میں بکنگھم پیلیس اور جنوب میں برڈ کیج واک (Bird Cage walk) اور اس کی شمالی جانب پال مال اور اس کے قریب ہی محل سینٹ جیمز ہے یہ جذامیوں کے اُس ہسپتال کی جگہ پر جس کا ابھی ذکر آچکا ہے بنوایا گیا ہے اس محل کو ہنری ہشتم نے تعمیر کرایا تھا اور ولیم اورنج (Orange) کے عہد حکومت میں جبکہ وہائٹ ہال تباہ ہو گیا آئرلینڈ اور سلطنت برطانیہ کے شہنشاہوں کا

سرکاری طور پر جائے سکونت قرار پایا پُرانی عمارت کا بہت ہی کم نشان
باقی ہے سب نئی عمارت بنائی گئی ہے کیونکہ سنہ ۱۸۰۹ء کی آتش زدگی نے اس
کے مشرقی حصّے کو بالکل برباد کردیا ہنری ہشتم کے وقت کی عمارت میں سے
یادگار کے طور پر صرف سینٹ جیمز سٹریٹ (St. James' Street) کی
طرف کا دروازہ شاہی گرجا اور موجودہ ہال باقی ہے جس میں شاہی دربار وغیرہ
منعقد ہوتا ہے اسی محل میں حضور ولی عہد صاحب نے مہمانان شاہی سے ملاقات
فرمائی تھی جس کا ذکر میں کسی پچھلی تاریخ میں کر آیا ہوں اس محل میں جلا وطن
بادشاہوں اور بیگموں کی بہت سی یادگار چیزیں رکھی ہوئی ہیں سیر و سیاحت
کے بعد شام کو قیام گاہ پر واپس آیا ⁂

سیاحت برطانیہ

۲۲ - جولائی سنہ ۱۹۰۲ء یوم سہ شنبہ

آج ۹ بج کے پانچ منٹ پر صبح کو میں پیڈنگٹن سٹیشن سے مع سردار علی حسین خاں صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر پنجاب و میر منشی سید اصغر حسین صاحب بارھوی و اسد اللہ بیش خدمت اکسفورڈ کی طرف ڈاکٹر پالن صاحب و مسٹر ونچو کار صاحب و نوّاب فیّاض علی خاں صاحب و مسٹر بروا صاحب و مسٹر چٹنوبیس صاحب و مسٹر مونگ اون گانگ صاحب کے ساتھ روانہ ہوا شہنشاہ ہند کی طرف سے ہم سب مہمانان شاہی کے لئے سرکاری طور پہ انتظام کیا گیا ہے کہ وہ کل گریٹ برٹن کے مشہور و معروف شہروں کی سیر و سیاحت کریں جس کی نسبت گذشتہ تاریخ میں ذکر کر آیا ہوں مسٹر فلپ صاحب ایجنٹ کک اینڈ سن

راستے کے انتظام و ہماری آسائش کے لئے مقرر ہیں ❖

ہم سب کے سب لنڈن سے روانہ ہوئے تمام راہ میں سبزہ زار ہی سبزہ زار نظر آتا ہے اکثر جگہ جو اور گیہوں کے کھیت دیکھے جاتے ہیں قسم قسم کے پھول بھی بعض جگہ صحرا کو گلزار بنائے ہوئے ہیں بارش بھی کم کم ہو رہی ہے جا بجا سرسوں کے کھیت اپنے زرد پھولوں سے بسنتی لباس پہنے ہوئے تازہ بہار دکھا رہے ہیں راستے میں اکثر شہروں کے نظارہ سے قدرت خدا نمایاں ہو رہی ہے کارخانوں کی کثرت سے ہر جگہ لوہے کی زنجیریں دھویں کا آسمان نظر آ رہا ہے گاڑی سٹیشن ریڈنگ پر جو بسکٹوں کے کارخانوں کے لئے مشہور شہر ہے ٹھیرتی ہوئی سیدھی سٹیشن اکسفورڈ پر جو لنڈن سے ۶۳ میل کے فاصلے پر واقع ہے پہنچی ہم رو بک ہوٹل میں جا کر اُترے بارش اب بھی ہو رہی ہے تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد میں مع سردار علی حسین خاں صاحب لیڈی ایچیسن صاحبہ کو جو ہمارے لائق و مشہور لفٹیننٹ گورنر صاحب بہادر پنجاب کی بیوہ ہیں اور جن کو ہمارے خاندان سے ایک خاص محبت تھی ملنے کے لئے گیا لیڈی صاحبہ ہم کو دیکھ کر نہایت خوش ہوئیں ان کی صاحبزادی جو ہمارے پولیٹیکل ایجنٹ میجر ڈنلوپ سمتھ صاحب بہادر کی بیوی تھیں تھوڑا عرصہ ہوا چند بچے چھوڑ کر راہی ملک عدم ہوئیں میں نے اُن کے مرنے کا بہت تاسف کیا اور اُن کے بچوں کو پیار کیا اور قریب ایک گھنٹہ

بیٹھ کر پھر ہوٹل کو واپس آیا چونکہ سردار علی حسین خاں صاحب کی رخصت قریب اختتام ہے اور اُن کو ہندوستان واپس جانا ہے اسلئے وہ مجھ سے رخصت ہوکر روانہ لنڈن ہوئے تاکہ دو تین روز وہاں ٹھیر کر براہِ فرانس ہندوستان جائیں ٭

حالات شہر اکسفورڈ

اس شہر کی آبادی ۱۹۰۱ء کی مردم شماری کے بموجب ۴۹۴۱۳ نفوس ہے یہ شہر برّ اعظم یورپ کے نہایت ہی قدیم اور مشہور دار العلوم میں سے ہے اور دریاے چرول (Cherwell) دریاے ٹیمز (Thames) کے مقام الحاق پر واقع ہے اس کے چاروں طرف خوشنما پہاڑیاں واقع ہیں جن کی چوٹیوں پر چڑھ کر کل شہر اور اس کے برجوں اور میناروں کا اچھی طرح سے نظارہ ہوسکتا ہے اکسفورڈ (Oxford) کا لفظ آسن فورڈ (Ousenford) سے مشتق ہے جس کے معنی پانی کے ہیں چونکہ یہ شہر اُس جگہ واقع ہے جہاں دو دریا آپس میں ملتے ہیں اس لئے اس کا نام آسن فورڈ سے بکثرتِ استعمال بگڑ کر اکسفورڈ ہوگیا گو بحیثیت ایک سیاح کے میرا یہ فرض نہیں ہے کہ کسی مقام کے انتظامی حالات کو تفصیل کے ساتھ لکھوں اور غیر ضروری طوالت دوں مگر چونکہ یہ شہر علم کا ٹکسال ہے اس لئے اگر عام لوگوں کے فائدے اور واقفیت کی غرض سے وہاں کے انتظامات و طریقہ تعلیم وغیرہ

مشہور دار العلوم کیمبرج کے حالات کے ساتھ مطابق بالمقابلہ بیان کئے جائیں تو شاید بیجا نہ ہو ✤

کہتے ہیں کہ یہ شہر ۸۶۰ء میں آباد کیا گیا تھا اور دار العلوم کی بُنیاد شاہ الفرڈ نے ۸۷۹ء میں ڈالی تھی مگر یہ بات مشکوک معلوم ہوتی ہے کیونکہ طالبعلموں اور مدرسین کا ابتدائی اجماع ۱۲۰۰ء میں بیان کرتے ہیں ۱۳۰۰ء کے شروع میں اکسفورڈ یورپ کے مشہور دار العلوموں میں شامل کیا گیا اکسفورڈ اور کیمبرج کے دار العلوم نے تمام ممالک یُورپ امریکہ کے دار العلوموں کی نسبت شروع سے اب تک بہت ہی کم تغیر و تبدّل کیا ہے ہر ایک دار العلوم سے علٰحدہ علٰحدہ کالج اور ہال متعلق ہیں ایسے کالج اکسفورڈ میں ۲۲ اور کیمبرج میں ۱۸ ہیں بہت سے کالجوں کو بادشاہ اور عام رعایا مدد دیتی ہے ہر دار العلوم کا انتظام تعلیم یافتہ لوگوں سے تعلّق رکھتا ہے جن کے نام دار العلوم کے رجسٹر میں درج رہتے ہیں یہ لوگ اس جماعت کو کیمبرج میں سینیٹ اور اکسفورڈ میں کنووکیشن کہتے ہیں اگر کوئی امر منظوری کے قابل ہوتا ہے تو وہ پہلے ایک چھوٹی جماعت میں پیش کیا جاتا ہے جس کو اکسفورڈ میں ہیب ڈومیڈل کونسل (Hebdomadal Council) یعنی ہفتہ وار اجماع اور کیمبرج میں سینیٹ کونسل (Senate Council) کہتے ہیں اس جماعت میں دار العلوم کے بڑے بڑے

افسر کالج کے کامل پروفیسر اور سینیٹ یا کنووکیشن (Convocation)
کے اعلےٰ ممبر شامل ہوتے ہیں جو امور کہ اکسفورڈ کی کنووکیشن میں پیش
کیئے جاتے ہیں اُن کے لئے یہ ضروری ہے کہ ان کو وہ جماعت جس کو کنگریگیشن
(Congregation) کہتے ہیں منظور کرلے جس میں کنووکیشن کے خاص افسر
اور اکسفورڈ کے رہنے والے ممبر شامل ہوتے ہیں کیمبرج میں اسی طرح
سے تمام امور پہلے الیکٹرل رول (Electoral Roll) یعنی منتخب اشخاص
کی جماعت میں پیش ہو کر سینیٹ میں بغرض منظوری بھیجے جاتے ہیں
دار العلوم میں اعلےٰ درجے کا حاکم چینسلر (Chancellor) یعنی صدر الصدور
کہلاتا ہے جس کو سینیٹ اور کنووکیشن علٰحدہ علٰحدہ منتخب کرتے ہیں چینسلر
کے ماتحت ایک وایس چینسلر ہوتا ہے جس کو اکسفورڈ میں چینسلر
اور کالج کے بڑے بڑے عماید منتخب کرتے ہیں حالانکہ کیمبرج میں اُس کو
صرف سینیٹ ہی منتخب کرتی ہے چینسلر یا تو شاہی خاندان سے ہوتا ہے
یا کوئی اعلےٰ درجے یا رتبے کا امیر ہوتا ہے جس کے عہدے کا کُل کاروبار
وایس چینسلر کرتا ہے ہر یونیورسٹی میں دو پراکٹر (Proctors) یعنی
منتظمان مدرسہ ہوتے ہیں جو باری باری مختلف کالجوں سے مقرر کیئے
جاتے ہیں تاکہ طلبا کو قانون سے اطلاع دیتے رہیں ان کی مدد کے لئے
چار سپراکٹر ماتحت ہوتے ہیں اور اُن کے ماتحت اور افسر ہوتے ہیں جن کو

بلڈاگ کہتے ہیں ہر کالج کے اندرونی کاروبار کا انتظام ایک افسر کے سپرد ہوتا ہے جس کو پرووسٹ (Provost) پرنسپل ماسٹر۔ پریزیڈنٹ (President) ریکٹر (Rector) وڈین (Dean) کہتے ہیں اس افسر کی مدد کے لئے فیلوز Fellows ہوتے ہیں جو اعلےٰ درجے کے تعلیم یافتہ لوگوں سے منتخب کئے جاتے ہیں اور اُن کو اس افسر کے منتخب کرنے کے حقوق حاصل ہوتے ہیں فیلوز کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ اسی کالج کے تعلیم یافتہ ہوں جس کالج میں یہ فیلوز ہیں اگرچہ کیمبرج کا اسی پر عمل ہے فیلوز اور ٹیوٹرز (Tutors) کو روزمرہ کے محاورے میں ڈونس (Dons) کہتے ہیں وہ طالب علم جو انڈر گریجوئیٹ ہوتے ہیں یا تو کسی کالج میں رہتے ہیں جہاں دو یا زیادہ کمرے ان کے لئے مخصوص ہوتے ہیں یا شہر کی کسی خاص جگہ میں رہتے ہیں جس کو یونیورسٹی کے افسران تسلیم کریں وہ سب مل کر کالج کے ہال میں کھانا کھاتے ہیں اتوار کے دن ایک جا گرجوں میں عبادت کرتے ہیں اور ہفتے کے اور دنوں میں بھی گرجوں میں عبادت کرتے ہیں مگر اُن لوگوں کو گرجا میں آنے کی اجازت نہیں ہوتی جن کے عقائد فاسد ہو جائیں ان طالب علموں کو بغیر کسی خاص سبب کے کالج سے رات کو غیر حاضر رہنے کی اجازت نہیں ہے لکچر سننے وکھانا کھانے کے وقت گرجے میں جانے کے وقت اور دیگر ایام میں اندھیرا ہونے کے

بعد کم درجے کے طلبا کو ایک تعلیمی وردی پہننی پڑتی ہے جو سرمئی رنگ کی گون ہوتی ہے اور ایک عجیب چوگوشہ ٹوپی سر پر رکھتے ہیں بی اے اور ایم اے کے طلبا کی وردی دیگر کم درجے کے طلبا کی نسبت مختلف ہے اور ڈاکٹر لوگ درباری موقعوں پر سرخ رنگ کی شان دار پوشاک پہنتے ہیں اتوار اور اور تعطیلات میں کیمبرج کے گریجویٹ اور انڈر گریجویٹ اپنی سیاہ گون کی بجائے سفید لباس پہنتے ہیں مگر اکسفورڈ میں یہ رسم بالکل ترک ہو گئی ہے اعلےٰ درجے کے مضمون جو طلبا کو کیمبرج اور اکسفورڈ یونیورسٹیوں میں تعلیم دئے جاتے ہیں وہ مفصلہ ذیل ہیں۔

کل قدیمی زبانیں علم ریاضی علم فلسفہ علم تمدن علم شریعت علم قانون علم طب علم طبعیات

اکسفورڈ میں یونیورسٹی کا سال چار حصّے پر تقسیم کیا گیا ہے کیمبرج میں تین پر اکسفورڈ میں غیر جگہوں کے طالب علموں کو جنہوں نے ابھی وہاں کے درجے کے برابر کوئی امتحان پاس نہ کیا ہو کم از کم ایک سال تک وہاں کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد زباں دانی اور ابتدائی ریاضی کا امتحان دینا پڑتا ہے تاکہ وہ پھر اس بات کے قابل ہو جائیں کہ کالج میں داخل ہو کر ڈگری حاصل کرنے کے لئے تعلیم پا سکیں ایسے امتحان کو کیمبرج یونیورسٹی میں پریویس ایگزامینیشن (Previous Examination) کہتے ہیں اس کے بعد جو امتحان دینا پڑتا ہے اُس کو اکسفورڈ میں پبلک ایگزامینیشن اور

کیمبرج میں جنرل ایگزامینیشن کہتے ہیں ان امتحانوں کے مضمون کو
زبان دانی اور ریاضی کی شرکت بہ نسبت پہلے امتحانوں کے مشکل کر دیتی ہے
اس میں یونانی زبان کی انجیل بھی شامل ہے مگر انجیل کے ساتھ تھوڑا
عرصہ ہوا ہے کہ کیمبرج والوں نے تاریخ انگریزی وجواب مضمون انگریزی
کو بڑھا دیا ہے بی اے کی ڈگری حاصل کرنے کے لئے ایک امتحان جس کو
اکسفورڈ میں سیکنڈ پبلک ایگزامینیشن کہتے ہیں کالج میں رہنے کے
تین سال بعد لیا جاتا ہے کیمبرج میں ان چند تعلیم کے مقررہ مضامین میں
سے ایک میں طالب علم کی پسند پر امتحان لیا جاتا ہے اور اکسفورڈ میں
امیدوار کو بی اے کی معمولی ڈگری حاصل کرنے کے لئے مفصلہ ذیل مضامین
میں سے تین مضمونوں میں امتحان دینا پڑتا ہے ۔

(۱) تاریخ یونان و تاریخ رومن و فلسفہ جو اُن کی اصلی زبان میں ہو ۔

(۲) انگریزی۔ فرانسیسی۔ جرمنی۔ پولٹیکل ایکانومی یعنی سیاست مدن
اور قانون ۔

(۳) جیامٹری (علم ہندسہ) کیمسٹری (علم کیمیا) فزکس (علم طبعی)
میکینکس (علم جرثقیل) ۔

(۴) مذہبی تعلیم کے مضامین ۔

ان منتخبہ مضامین میں سے ضروری ہے کہ طالب علم یا تو فلسفہ و تاریخ

کو ے یا فرانسیسی جرمنی کو۔جو طالب علم معمولی ڈگری پر قانع نہیں ہوتے بلکہ اور آنرز یعنی اس سے بڑھ کر علمی عزاز بھی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اُن کو اور امتحان دینا پڑتا ہے اکسفورڈ میں آٹھ مضامین میں سے کسی ایک کو لینا پڑتا ہے تاکہ ڈگری آف آنرز حاصل کرے +

(۱) علم ادب جس میں قدیمی تاریخ و علم فلسفہ شامل ہے +

(۲) ماڈرن ہسٹری یعنی تاریخ جدید +

(۳) علم فقہ +

(۴) نیچورل سائینس یعنی علم موجودات +

(۵) علم ریاضی +

(۶) علم مشرقی +

(۷) تھیالوجی یعنی علم الٰہی +

(۸) زبان انگریزی +

جو طالب علم کامیاب ہو جاتے ہیں وہ حسب لیاقت چار گروہوں میں منقسم کئے جاتے ہیں اور وظیفہ اُسی لڑکے کو ملتا ہے جو اوّل درجے میں پاس ہو صرف وہ طالب علم اعلےٰ درجے کے پاس شدہ خیال کئے جاتے ہیں جو علم ادب میں اوّل درجے پاس ہوں +

کیمبرج میں بھی ڈگری آف آنرز دی جاتی ہے وہ بی اے جنہوں نے

کالج کے ضروری اخراجات اور فیس کو ادا کیا ہو تین سال کے بعد ایم اے ہو سکتے ہیں اور وہ یونیورسٹی کے کنووکیشن یا سینیٹ میں رائے دینے کے مجاز ہو جاتے ہیں دونو یونیورسٹیوں میں بیچلر آف میڈیسن و ڈاکٹر آف میڈیسن و قانون علم الٰہی و یا علم موسیقی کی بھی ڈگریاں دی جاتی ہیں۔

اکسفورڈ اور کیمبرج کی یونیورسٹیوں کا طریقہ تعلیم بہت سی یونیورسٹیوں سے مختلف ہے بہت سے فیلوز کو پہلے ۳۰۰ پونڈ سالانہ تک اس شرط پر عمر بھر کے لئے دیا جاتا تھا کہ وہ ہرگز شادی نہ کریں اور اپنی مذہبی تعلیم کو رواج دیں مگر اب اُن کی دو قسمیں ہو گئی ہیں جن میں سے بعض کو ۶ یا ۷ سال تک کچھ انعام کے طور پر دیا جاتا ہے اور اس میں شادی کرنے اور سکونت وغیرہ کسی چیز کی قید نہیں ہے اور بعض کو اس شرط پر کچھ دیا جاتا ہے کہ وہ کالج یا تعلیم کا کام کرتے رہیں علاوہ ازیں انڈر گریجویٹ کو بہت سے وظائف دئے جاتے ہیں جن کی تعداد ۳۰ پونڈ سے ۱۲۰ پونڈ سالانہ تک ہوتی ہے اور رہنے کے کمرے مفت دئے جاتے ہیں بعض کالج بہت متمول ہیں مثلاً ٹرینیٹی کالج واقعہ کیمبرج و کرائیسٹ چرچ (Ghrist Church) و میگڈلن واقعہ اکسفورڈ۔

اکسفورڈ کی یونیورسٹی و کالجوں کی سالانہ آمدنی ساٹھ لاکھ روپے سے زیادہ ہے اور کیمبرج کی ساڑھے سینتیس لاکھ روپیہ سالانہ ہے اکسفورڈ میں ۵۴ پادری ہیں جن کو اٹھائیس لاکھ پچاس ہزار روپے سالانہ دئے جاتے ہیں

اور کیمبرج میں ۳۷۰ پادری ہیں جن کو ۱۵ لاکھ روپیے سے زیادہ ملتے ہیں
اکسفورڈ اور کیمبرج کی یونیورسٹیاں برطانیہ کلاں میں سب سے بڑھ کر
متمول یونیورسٹیاں ہیں اس لئے دیگر یونیورسٹیوں کی نسبت ان
یونیورسٹیوں میں طالب علم کو زیادہ خرچ کرنا پڑتا ہے یعنی بائیس سو روپیے
سے تین ہزار روپیے تک سالانہ ایک طالب علم کو خرچ کرنا ہوتا ہے اگرچہ
بعض یونیورسٹیوں میں ۱۵ سو روپیے بھی لئے جاتے ہیں اور بعض طالب علم
کالج سے باہر بھی اس سے کم خرچ پر رہ سکتے ہیں طالب علموں کے لئے
ہر قسم کی ورزشی کھیلوں۔ گانے بجانے والوں تھیئیٹر۔ تاش و شطرنج کھیلنے
والوں کے متعدد و مختلف کلب گھر ہیں ان سب میں سے مشہور مدرسہ
یونین ڈیبیٹنگ سوسائٹی (Union Debating Society) ہے یہاں
ہر سال یونیورسٹی کے طالب علموں میں کشتیوں کی دوڑ ہوتی ہے جو نہایت ہی
قابل دید ہے مگر اور ورزشوں کے مقابلے لنڈن میں ہوتے ہیں دونو یونیورسٹیوں
میں والنٹیر بھی ہیں ان یونیورسٹیوں کے دیکھنے کا موقع گرمیوں کے
ٹرم کا آخری ہفتہ ہوتا ہے ہزاروں لوگ جمع ہوتے ہیں ڈگریاں دی جاتی
ہیں جس سے تعلیمی شان و شوکت دیکھنے کے علاوہ ناظرین کالج والوں کی
مہماں نوازی کا خاص لطف اُٹھاتے ہیں کھیل وغیرہ کے دیکھنے کا موقع
ماہ جون میں ہوتا ہے کالج کے کھیلوں کے دیکھنے کا ایک اور عمدہ وقت وسط

گرما کا زمانہ ہے اس وقت بڑے بڑے کالجوں میں کرکٹ میچ اور کشتیوں
کی دوڑ ہوتی ہے ناظرین کو چاہیئے کہ تعطیلات کرسمس و ایسٹر و تعطیلات گرما
میں جو جون سے اکتوبر تک رہتی ہیں کالجوں کے دیکھنے کے لئے نہ جائیں ٭

اکسفورڈ میں ۲۱ کالج ایک ہال پچاس پروفیسر تئیس لکچرار
تین سو فیلو اور تین ہزار طالب علم ہیں چونکہ مجھے یہاں اکثر کالجوں
کے دیکھنے کا اشتیاق تھا اس لئے اپنے قیام گاہ ہوٹل روبک سے معہ
دیگر احباب کالجوں کے دیکھنے کے لئے گیا ٭

بلیل کالج
Balliol College

یہ کالج ۱۲۶۰ء سے ۱۲۶۸ء تک یعنی آٹھ سال میں بن کر تیار
ہوا تھا ہیں سامنے کے صحن اور بڑے برج کے نیچے سے ہو کر داخل عمارت
کالج ہوا اس کی شمالی جانب ایک بڑا کتب خانہ ہے جو ۱۴۸۰ء میں بن کر
تیار ہوا تھا اس کتب خانے میں بڑی پرانی اور نایاب چھاپے کی انجیلیں
ہیں اس میں ایک کھانے کا کمرہ ہے جو ۱۸۷۷ء میں کھولا گیا تھا اس کے
ساتھ نہایت خوشنما باغ ہے آج کل یہ کالج یہاں کے کل کالجوں پر فوقیت
رکھتا ہے اور تعلیم میں بھی اعلےٰ درجے کا مانا گیا ہے یونیورسٹی بھی اسی
کالج سے متعلق ہے دیگر کالجوں سے طلبا اسی کالج کی یونیورسٹی کے

امتحانات میں شامل ہو کر ڈگری آف آنرز حاصل کرتے ہیں اور تمام اکسفورڈ میں یہی ایک یونیورسٹی ہے +

آل سولز کالج

All-Souls College

اس میں تین احاطے ہیں اس کی بنیاد ہنری چچل (Henry Chichele) نے جو نارتھ ایمپٹن شائر (Northamptonshire) کے ہائی ہم فیررز (Higham Ferrers) کا رہنے والا تھا ۱۴۳۷ء میں ڈالی تھی جس کو ۴۶۵ برس کا زمانہ گزرا اُس شخص کا بُت ہنری ششم شاہ انگلستان کے ساتھ اس بُرج میں لگا ہوُا ہے جس کے نیچے سے ہم گزرے اس کالج کا نام آل سولز اس لئے رکھا گیا ہے کہ ہنری پنجم شاہ انگلستان کے عہد میں وہ چند وفادار آدمی جو جنگ فرانس میں کام آئے تھے اُن کی سنگی تصویریں اس کالج میں رکھی ہوئی ہیں اُس کی بُنیاد ایک محافظ و چالیس فیلو اور دو پادری و تین کلرکوں کے لئے ڈالی گئی تھی اس کی عمارت میں پہلے جو چچل نے تیار کی تھی ایک لاکھ اکتالیس ہزار آٹھ سو پینتالیس روپیہ صرف ہوُا تھا اس کی شمال جانب ایک گرجا ہے جو کہ پُرانے زمانے کے نمونے پر ۷۰ فٹ سے ۳۰ فٹ تک کی عمودی عمارت ہے ہم لوگ اس میں ایک محراب سے جو اس کے شمال مغرب میں واقع ہے گزر کر داخل ہوئے سوائے ایام تعطیل

کے یہ ہر روز ۱۲ بجے سے ایک بجے تک اور ۲ بجے سے ۴ بجے تک کھلا رہتا ہے گو آج کل کالج میں موسمی تعطیل ہے لیکن خاص ہمارے دکھلانے کے لئے کھولا گیا گرجا کے بڑے مغربی دریچے کو ۱۸۶۲ء میں مسمّی ٹروس نے بنایا تھا اور باقی ۴ دریچوں میں نہایت صاف اور قیمتی شیشے لگے ہوئے ہیں جن میں رنگین تصویریں اعلےٰ صنعت کے ساتھ ایسی بنی ہوئی ہیں کہ شیشے پر چھپی ہوئی معلوم ہوتی ہیں ان مختلف تصاویر میں عقائد مذہب عیسوی کے موافق عاقبتی امور یعنی بہشت و دوزخ میں جو حالات ہونگے اُن کا پورا فوٹو کھینچا ہے بعض تصاویر میں اس عذاب کا نمونہ جو دوزخ میں گنہگاروں پر ہوگا دکھایا ہے اور اسی طرح سے بہشت میں جو آرام اور عیش ایک بہشتی کو ہوگا اُس کو ظاہر کیا ہے اس سے منشا اُن کا یہ ہے کہ جو لوگ اس گرجا میں آئیں وہ ہمیشہ قہر خدا سے ڈرتے رہیں اور اس کی مہربانیوں کی امید رکھیں اس گرجا کی شمال جانب ایک بڑا ہال ۱۷۲۹ء کا تعمیر شدہ ہے جس کو قریب ۱۷۵ برس کا عرصہ گزرا اس ہال میں بہت سے آدمیوں کی تصویریں رکھی ہوئی ہیں اُنہیں میں اس کالج کے بانی کی بھی تصویر ہے اس ہال کی سامنے ہی ہماری داہنی جانب ۲۰۰ فٹ کے فاصلے پر کتب خانہ کاڈرنگٹن Codrington ہے جس کی بنیاد ۱۷۱۶ء میں ڈالی گئی تھی اور ۱۷۶۰ء میں ختم ہوئی اس کی بنیاد کرنل کاڈرنگٹن نے جو اس

کالج کے فیلو تھے ڈالی تھی اور نوّے ہزار روپے کی قیمتی کتابیں اور ڈیڑھ لاکھ روپیہ نقد اپنی وصیّت کے ذریعے سے اس کالج میں دیا تھا اس کتب خانے میں اسّی ہزار کتابیں ہیں جن میں اکثر مذہبی ہیں اس عمارت میں اس کے بانی کا بُت ہے اس کالج سے ہو کر ہم نیو ایگزامینیشن سکولز (New Examination Schools) کی عمارت میں گئے +

نیو ایگزامینیشن سکولز

یہ عمارت ۱۸۸۲ء میں کھولی گئی تھی اس کی لاگت پندرہ لاکھ روپے کی ہے ناظرین کے لئے ۹ بجے صبح سے ۴ بجے شام تک کھلی رہتی ہے فی کس ۳/ لئے جاتے ہیں اس عمارت میں لکچر دئے جاتے ہیں اور یونیورسٹی کے طالب علموں کا امتحان اسی جگہ لیا جاتا ہے جو عموماً ماہ اگست میں ہوتا ہے اس کے مشرقی جانب ۱۸۸۸ء میں ایک عمارت بنائی گئی تھی جس میں نن کالجی ایٹ (Non-Collegiate) طالب علموں کو تعلیم دی جاتی ہے یہاں سے ہم میری مگڈانل کالج (Mary Magdalen College) میں گئے +

میری مگڈانل کالج

اس کی بنیاد ۱۴۵۸ء میں ڈالی گئی تھی اور ۱۴۸۱ء میں بن کر تیار ہوا تھا اس عمارت میں چار مربّع صحن ہیں جن کا رقبہ ۱۲- ایکڑ کے قریب ہے اور کُل کالج میں ۱۰۰- ایکڑ کے قریب زمین ہے اس کالج کے متعلق ایک

گرجا ہے جو ۱۴۸۰ء میں تعمیر کیا گیا تھا گرجا سے نکل کر ہم بذریعہ زینوں کے کھانے کے کمرے میں گئے اس کمرے کی آراستگی بلوط کی لکڑیوں سے کی گئی ہے اور دیواروں پر اس کالج کے بانی اور بہت سے معزز لوگوں کی تصویریں لٹکی ہوئی ہیں کمرے سے اُتر کر اُس کے متصل ہی ایک وسیع باورچی خانے میں گئے جس پر لکڑی کی چھت پڑی ہوئی ہے یہ اگلے وقتوں کا بنا ہُوا ہے اور غالباً سینٹ جان بیپٹیسٹ St. John Baptist کے ہسپتال کا باورچی خانہ تھا اس میں ایک کتب خانہ بھی ہے جس میں پرانے زمانے کی کتابیں رکھی ہوئی ہیں یہاں سے چل کر ہم نیو کالج New College میں گئے ٭

نیو کالج

اس کی بنیاد ۳۰۔ جون ۱۳۷۹ء کو پڑی تھی گو اس عمارت کو ۵۴۲ برس کا زمانہ گزرا ہے مگر اس کی اکثر عمارتیں اب تک بدستور قائم ہیں اس کے متصل ایک گرجا ہے جس میں نہایت موثر تصاویر شیشوں پر اُسی طرح بنی ہوئی ہیں جن کا ذکر میں ابھی اوپر کر آیا ہوں اس کالج کے متعلق گرجا کے مشرقی جانب کھانے کا کمرہ ہے جس میں زینہ کے ذریعے سے چڑھ کر جانا ہوتا ہے اس کمرے میں بھی بہت سی تصویریں معہ بانی کی تصویر کے لٹکی ہوئی ہیں ان تصویروں سے ایک آمدنی ہے جس سے اب تک یہ کالج قائم چلا آتا

ہے اس چٹھی میں جو اس کالج کے پرنسپل مسٹر ڈبلیو اے ورڈن صاحب
نے مجھے تحریر فرمائی اظہار کرتے ہیں کہ ۱۸۶۲ء میں جب وہ اس کالج میں
ملازم ہو کر آئے تھے تو صرف ۳۰ طالب علم تھے مگر اس وقت ۲۲۰ انڈر گریجوئیٹ
کالج میں موجود ہیں جس میں سے ۲۰۰ طالب علم خاص کالج میں رہتے ہیں
۱۸۵۰ء تک اس کالج کی خاص یونیورسٹی تھی مگر اس کے بعد طالب علموں
کو اس یونیورسٹی سے ڈگری آف آنرز حاصل کرنا پڑتا ہے جو سارے اکسفورڈ
میں ممتاز ہے جیسا کہ آج کل بیلیل (Balliol) کالج کی یونیورسٹی ہے
اور کالجوں کی طرح اس کالج کو بھی گورنمنٹ سے کسی قسم کی مدد نہیں ملتی صرف
اُس آمدنی سے جو اُس کا بانی اس کے نام وقف کر گیا ہے اور نیز فیس کی
آمدنی سے اس کا انتظام عمدگی سے چلتا ہے یہاں سے اُتر کر ہم کتب خانے
میں گئے اس کے قریب ہی نہایت خوشنما باغ ہے جو موسم بہار میں جبکہ
شاہ بلوط شگفتہ ہوتا ہے خوب کیفیت دکھلاتا ہے وارڈن (Warden) کے
کتب خانے میں اس کے بانی کی نہایت دلچسپ و بیش قیمت متبرک چیزیں
رکھی ہوئی ہیں جس میں سے قابل ذکر ایک بروچ (Broach) یعنی انگریزی
فیشن کا ایک خاص زیور ہے جس کو تکمہ کی جگہ گلوبند میں لگاتے ہیں اس
کا بانی اپنے مذہبی لباس پہننے کے وقت اس کو ٹانکتا تھا اس کی شکل
انگریزی حرف ایم کی طرح ہے جس پر تاج بنا ہوا ہے اور اس پر چاندی کا

خول چڑھا ہوا ہے اس میں زمرّد و لعل و موتی جڑے ہوئے ہیں یہاں سے
چل کر ہم کتب خانہ بوڈلین Bodleian میں گئے +

بوڈلین

اس کتب خانے کا قدیمی حصہ ۱۴۴۵ء سے لیکر ۱۴۸۱ء تک تعمیر ہوا تھا جس کو
شاہ ہنری چہارم کے لڑکے نے بنوایا تھا اس کتب خانے میں چھ لاکھ
کتابیں ہیں جس میں تیئس ہزار بیش قیمت اور نادر دستی لکھی ہوئی ہیں اس کے
قریب ہی ایک پکچر گیلری ہے جس پر ہم بذریعہ زینہ کے گئے اس میں بہت
سے معروف و مشہور آدمیوں کی تصویریں رکھی ہوئی ہیں جن کا تاریخی واقعات
سے بڑا تعلّق ہے اس کتب خانے سے ہوکر ہم **ایش مولین میوزیم**
(Ashmolean Museum) میں گئے +

ایش مولین میوزیم

اس میں نہایت پُرانے زمانے کی چیزیں رکھی ہوئی ہیں جس میں
شاہ الفرڈ کا ایک یادگار جواہر ہے جو ۱۶۹۳ء میں ملا تھا خالص سونے
میں جڑا ہوا اور اُس میں مینا کار کی تصویر بنی ہوئی ہے اور اس کے گرد
ایک عبارت کندہ ہے. جس کے معنی یہ ہیں "الفرڈ کے حکم سے میں تیار کیا
گیا ہوں" ایک تلوار بھی دیکھنے میں آئی جو پوپ لیو دہم نے شاہ ہنری ہشتم
کو پیش کی تھی اور ایک خطاب انگریزی جس کے معنی حامئ دین ہیں دیا

تھا یہ تلوار شاہ موصوف کے زمانے سے بہت پہلے کی بنی ہوئی ہے اور فرانس کے بادشاہ کے پاس بھی بھیجی گئی تھی بہت سی قدیمی عجیب اشیا میں ایک بُت ہے جس کی نسبت خیال ہے کہ وہ پانچ ہزار برس قبل مسیحؑ کا بنا ہوا ہے اس مشہور و معروف عجائب خانہ کے دیکھنے کے بعد ہم لنکن کالج (Lincoln College) میں گئے ✣

لنکن کالج

اس کالج کی بنیاد ۱۴۲۷ء میں پڑی تھی یہ بھی مشہور کالجوں میں ہے اس میں لکڑی کی چھت اور ایک باورچی خانہ ہے جو نہایت ہی پُرانے زمانے کا بنا ہوا ہے ✣

اس کے بعد ہم کرائیسٹ چرچ (Christ Church) مینس فیلڈ کالج (Mansfield College) ٹیلر انسٹیٹیوشن (Taylor Institution) سینٹ جانز کالج (St. John's College) کلیرنڈن پریس (Clarendon Press) وغیرہ وغیرہ دیکھنے کے لئے گئے اس شہر اور اس کی یونیورسٹی و دیگر تعلیمی مدارس کو دیکھنے سے جن کا بنظر اختصار میں نے کم کم حال لکھا ہے اس ملک کے لوگوں کا علمی شوق اور سرگرمی ظاہر ہوتی ہے اس میں کوئی کلام نہیں کہ شہر اکسفورڈ و کیمبرج جیسے دار العلوم شہروں کا نظیر صفحہ روزگار کے کالعلم میں کم ہے اور دلوں میں ان کی روز افزوں ترقی اور تعلیمی شوق کا سکہ جما ہوا

ہے ایسے شہر میں جس کی آبادی پچاس ہزار باشندوں سے بھی کم ہو صرف کالج کے تعلیم پانے والے لوگوں کا چار ہزار کے قریب ہونا نوٹ کرنے کے قابل ہے اگرچہ اس تعداد میں دیگر شہروں کے طلباء بھی شریک ہیں ؂

تقریباً برطانیہ کلاں کے ہر شہر و قصبہ میں علیحدہ علیحدہ تعلیمی سکول و کالج قائم ہیں اور جس قدر کالج ہیں ان کے انتظام و خرچ وغیرہ سے گورنمنٹ کو کوئی غرض نہیں ہے پرنسپل سے لگا کر معلموں تک اور عمارت عظیمہ سے لے کر باغوں اور سڑکوں اور روشوں تک سب کے خرچ کا بار پبلک کے سر ہے جس کو وہ ایسی خوش اسلوبی اور باہمی اتفاق سے نباہتے ہیں کہ اس سلسلے میں روزانہ ترقی ہوتی جاتی ہے اور ہزاروں شخص اس کار خیر سے مستفیض ہو کر چار دانگ عالم میں خلق خدا کو فائدہ پہنچاتے ہیں اور خود بھی آسودہ رہتے ہیں (خدا تعالےٰ گورنمنٹ کے سایۂ عاطفت میں یہ دن ہندوستان کو بھی نصیب کرے) برخلاف ہمارے ہندوستان کے سلسلۂ تعلیم کے کہ اوّل تو پبلک کو اس کا خیال ہی بہت کم ہے اگر ہے بھی تو ایسے ضعیف اصول پر کہ ترقی کی آہستہ رفتار محسوس نہیں ہوتی اور اس کے فوائد ایسے باریک اور خفی ہیں کہ شائد خوردبین سے بھی نظر نہ آسکیں یہاں کی تعلیم ملکی و مالی حالات کے سبب سے ایسے اُلجھاؤ میں پڑی ہوئی ہے

کہ خدا ہی سلجھائے۔

اگرچہ ہندوستان کے ہر صوبے میں یونیورسٹیاں قائم ہیں اور بظاہر پبلک کو اُن سے زیادہ تعلّق ہے مگر بغیر گورنمنٹ کی اعانت کے کام نہیں چلتا برخلاف اس کے انگلستان کی یونیورسٹیاں اپنے اپنے کالجوں سے متعلّق ہیں سرکار کو اُن سے کچھ سروکار نہیں اس کا سبب صرف تعلیم کی طرف اہل ہند کی کم توجہی ہے جس سے وہ اپنے ذاتی حقوق کے قدر نہیں کرتے جیساکہ ہندوستان میں علی گڈھ کالج کے متعلّق مدّت سے یونیورسٹی کا چرچا سننے میں آتا ہے لیکن ہنوز روزِ اوّل ہے اگر اہل برطانیہ کی طرح یہ لوگ بھی ہوش و گوش سے کام لیں تو شاید گورنمنٹ اُس محنت سے جو اُن کے بارے میں اُسے کرنی پڑتی ہے سبکدوش ہو جائے اور بفرضِ محال اگر ہو بھی تو بھی وہ اپنی کوششوں کو کہاں تک وسیع کر سکتے ہیں جبکہ ان لوگوں کی تحصیل علم سے صرف یہ خواہش ہوتی ہے کہ مڈل سے ایم اے تک کسی درجے کی سند حاصل کرکے اپنے ابنائے جنس پر تفاخر کریں اور اس کے ذریعے سے اچھی بُری کسی حیثیت کی ملازمت پاکر اپنی تن پروری کر سکیں۔

ہمارے ہندوستان کا سکیم آف سٹڈیز یعنی طرزِ تعلیم ایسا خراب نہیں ہے جس پر حسرت کی نگاہیں نہ پڑیں اور ترقی کی مشتاق آنکھیں خون کے آنسو نہ روئیں ابتدا ہی سے لڑکوں کی تعلیم میں دشواریاں پیدا ہو گئی ہیں

اور اُن کے نازک ذہنوں پر بڑا بار پڑگیا ہے مختلف کتابوں اور متعدد علوم کی تحصیل میں نہ اُن کو سبق کا حظ ملتا ہے نہ مطالب ان کے ذہن نشین ہوتے ہیں اور نہ لیاقت علمی پیدا ہوتی ہے رات دن طوطے کی طرح رٹا کرتے ہیں اسی کا نتیجہ ہے کہ پر پُرزے نکالتے ہی اپنے مُنہ میاں مٹھو بن جاتے ہیں محنت شاقہ سے مقررہ امتحانات کو پاس کرنے کے بعد بھی بعض تو بیماریوں کی نذر ہو کر اپنی باقی ماندہ زندگی سے مایوس ہو جاتے ہیں بعض اپنی آنکھوں کو علم کی نذر کر دیتے ہیں سکول سے نکلے آئی گلاس کی ضرورت ہوئی یہ مصیبت جھیل کر بھی طرّہ یہ ہے کہ لیاقت علمی کا پورا مادہ حاصل نہیں ہوتا اور کسی کام کو بھی بطرز احسن انجام نہیں دے سکتے جب تک کہ علحدہ ان کو اس سے پوری پوری واقفیت نہ کرائی جائے چنانچہ اسی زمانے میں فارسی تعلیم کا کورس جو پنجاب یونیورسٹی نے بی اے امتحان میں رکھا ہے میرے پاس درستی و ترتیب کے لئے بھیجا گیا جس کا انتخاب بہت سی متعدد کتابوں سے کیا گیا ہے اور اُن کے ایسے تھوڑے تھوڑے حصّے رکھے گئے ہیں کہ اُس سے لیاقت علمی تو درکنار اُن کا مطلب بھی اچھی طرح سے نہیں سمجھ سکتے میں نے کتابوں کی تعداد کو کم کیا اور مضامین کو بڑھایا تاکہ طلبا یہ تو سمجھیں کہ وہ کیا پڑھتے ہیں اور مطلب مصنّف کا کیا ہے کیونکہ کسی کتاب کے پڑھنے کا حظ اور مصنّف کی طرز تحریر سے اس وقت تک واقفیت نہیں ہو سکتی

جب تک ایک معتدبہ حصہ اس کا نہ پڑھایا جائے فارسی مضمون کا حال مشتے نمونہ از خروارے ہے اور مضامین کا قیاس بھی اسی سے کر سکتے ہیں اگر ابتدائی درجوں میں سہولت کر دی جائے اور رفتہ رفتہ لڑکوں کی قوت کے موافق مطالب علمی زیادہ کئے جائیں تو وہ سمجھ کے پڑھ بھی سکتے ہیں اور تحصیل علم کا لطف بھی اٹھا سکتے ہیں اور ذہن کا آئینہ زنگ جہالت سے صاف ہوتے ہوتے اس قابل ہو سکتا ہے کہ اس میں کامیابی کی شکلیں نمایاں ہو سکیں اگر افسران محکمہ تعلیم ذرا ادھر توجہ کریں تو نہایت آسانی سے یہ نقص رفع ہو سکتے ہیں کیونکہ تحصیل علم کا منشا تو یہ ہے کہ اس سے علمی قوت پیدا ہو سکے نہ یہ کہ مصرعہ چارپایہ برو کتابے چند کا مصداق ہو جائے ٭

طریقۂ تعلیم کی یہ صورت طالب علموں کی یہ عالی حوصلگی ہر شخص یہی چاہتا ہے کہ کسی طرح پاس ہو جاؤں لیاقت آئے یا نہ آئے نوکری ملے حالانکہ وہ سخت دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں جس طمع میں وہ اپنی لیاقت کو خاک میں ملاتے ہیں خواب میں بھی اس کی صورت نہیں دیکھتے اب سوائے اس کے کہ گھر بیٹھے اپنی قسمت کو رویا کریں اور انہیں کتابوں کے صفحوں پر اپنا سر پٹکا کریں اور کیا ہو سکتا ہے ہر سال پاس شدہ طالب علموں کی تعداد بڑھتی چلی جاتی ہے محکمہ جات سلطانی میں اتنی گنجائش کہاں کہ سب کی پرورش کی جائے اب نوبت یہ پہنچی ہے کہ مڈل پاس شدہ کو کانسٹبلوں اور چٹھی رسانوں

میں بھی بھرتی نہیں کرتے جب اُن کو ملازمت نہیں مل سکتی اور صنعت و حرفت سے بالکل ناواقف تو سوا اس کے کہ یہ فارسی مثل صادق آئے اور کیا ہو سکتا ہے۔ آدم بیکار یا دزد شود یا بیمار *

جب ملازمت کی یہ حالت ہوئی اور طالب علم مارے مارے پھرنے لگے تو بعض عالی دماغ حضرات نے یہ ڈھنگ جمایا کہ اپنے بچوں کو بیرسٹری حاصل کرنے کے لئے ولایت روانہ کرنے لگے اوّل تو اس پیشے کی وسعت نے یہ مطلب ہی فوت کر دیا کہ وہ فراغ بالی سے اوقات بسر کر سکیں. جیسا کہ سابق میں ذکر ہو چکا ہے اس کے علاوہ ان کی اخلاقی عادات اور نیو فیشن تہذیب پبلک کی نظر سے مخفی نہیں ہے جو لوگ اپنے بچوں کو وہاں بھیجتے ہیں وہ اس قدر زیادہ خرچ تو اُن کی تعلیم کے واسطے دے نہیں سکتے کہ وہاں کے اعلےٰ لوگوں کی طرح عزت سے رہ سکیں اور اونچے لوگوں کی صحبتوں سے مستفیض ہو سکیں اس لئے مجبوراً اپنی استطاعت پر نظر کر کے ادنےٰ درجے کے لوگوں کی معاشرت اختیار کرتے ہیں ایک تو سوسائٹی ہی خراب اس پر ان کی آزادی سونے میں سہاگا ہو جاتی ہے ناقص صحبتیں نوجوان حسینوں کے جھمگٹے نہ کوئی روک نہ ٹوک پھر انسان ہیں کہاں تک صحبت کا اثر نہ پڑے رفتہ رفتہ طبیعت میں وہی خو بو اثر کر جاتی ہے اعلےٰ صحبتوں کا اتفاق نہیں ہوتا جس سے وہ اپنے انداز و طرز پر نظر کر کے اچھے بُرے کا فرق نکال سکیں

ملکی تہذیب بھی تشریف لے جاتی ہے اور دین کو بھی خدا حافظ
کہ کر اس شعر کے مصداق بن جاتے ہیں ؎

بتوں کی گلی چھوڑ کر کون جائے ✿ یہیں سے ہے کعبے کو سجدہ ہمارا

اب جو بڑی دھوم سے وطن میں آئے رنگ ہی اور تھا نہ وہ مزاج نہ وہ خو بُو گویا
نئی دُنیا سے آ رہے ہیں تقریر کا لہجہ ہی بدل گیا نشست و برخاست کا
طریقہ ہی اور ہو گیا اس پر طرّہ یہ کہ ان کے ہم پیشہ لوگوں کی کثرت اور
اُن کے اپنے ابنائے جنس سے نفرت اس بات کی مانع ہو جاتی ہیں کہ وہ
اپنے روزمرّہ کے اخراجات کو بھی پورے طور سے کما سکیں اور جس فائدۂ
کثیر کی غرض سے اُن کو ولایت بھیجا گیا تھا وہ بالکل فوت ہو جاتا ہے ؛

یہ طویل رام کہانی جو میں نے کہی اور اس قدر سر مغزن کی اس سے
یہ مطلب نہیں ہے کہ میری کتاب کے کالم پورے ہوں بلکہ یہ مقصود ہے
کہ ہمارے اہل ملک متنبہ ہو کر اپنے بچوں کی عمر کو ضائع نہ کریں اور زر کثیر و
دولت خداداد کو بیجا صرف کر کے ان الانسان لیؤسٌ کفور کے مصداق نہ بنیں
بلکہ شروع ہی سے ان کا بنیادی پتھر ایسے استحکام کے ساتھ قائم کیا جائے
جس پر ایک اعلےٰ اور خوبصورت عمارت تیار ہو سکے یعنی اپنے بچوں کو ابتدائی
تھوڑی سی تعلیم کے بعد اپنے مذہبی امور کی طرف توجہ دلائیں اور اس بات کو
اُن کے لئے لازمی قرار دیں کیونکہ جو بچے شروع ہی سے مذہبی تعلیم پا کر اپنے

اصول و فروع دین سے واقف اور اُن کے ذہن میں مذہبی عقائد راسخ ہو جاتے ہیں تو غیر اقوام کی صحبت اور طرز معاشرت ان کو راہِ راست سے ہٹا نہیں سکتی اس میں کوئی کلام نہیں ہے کہ جو شخص مذہبی پابندیوں سے آزاد ہو جاتا ہے وہ نہ تو دنیا کے کام کا رہتا ہے اور نہ دین کے کام کا شعر

نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم ✿ نہ ادھر کے ہوئے نہ اُدھر کے ہوئے

تعلیم مذہبی دنیوی تعلیم کے ساتھ ضرور ہونی چاہئے ورنہ وہ تعلیم یا سعی جو دنیا کے لئے ہو محض لا حاصل ہے خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَہ ہونے کے سوا کوئی نتیجہ نہیں +

علاوہ اس کے ہر امر اُسی وقت تک ہر مذہب و ملّت میں ممدوح ہے جب تک نقائص دینی اُس میں پیدا نہ ہوں نہ یہ ضروری بات ہے کہ ایک ہی پیشے کی طرف ساری قوم رجوع کرے اور اپنے عزیز وقت اور قیمتی صحّت کے ضائع کرنے کے ساتھ ہی اُس فن کی وقعت کو بھی کھو دے عمدہ تعلیم وہ ہے جو اس کی راحت سے زندگی بسر کرنے کے لئے بیمہ ہو اوضاع و اطوار کو درست کرے انسانی اخلاق میں فرق نہ آنے دے عیوبِ ذاتی کو مٹائے قومی ہمدردی کا شوق دلائے +

صنعت و حرفت کی طرف ہمارے اہل ملک کو ذرا توجہ نہیں بلکہ اس کو حقارت کی نظروں سے دیکھتے ہیں حالانکہ آج کل کی تعلیم سے یہ تعلیم

بدرجہا بڑھ کر مفید اور عمدہ ہے مقابلہ کرنے سے فرق معلوم ہو سکتا ہے اگر کسی نے انٹرنس
تک کی تعلیم پائی ہو جو اوسط درجے کے لحاظ سے گیارہ برس میں کم از کم
ڈیڑھ ہزار روپیہ صرف کرنے کے بعد حاصل ہو سکتی ہے اور آخر میں
دس عـــہ روپے کی نوکری کے لئے اس کو سرگردان ہونا پڑتا ہے اب اگر وہی
لڑکا کسی صنّاعی اور حرفتی سکول میں اتنے عرصے تک تعلیم پاتا اور اتنا ہی
روپیہ اس پر صرف کیا جاتا تو ضرور ہے کہ وہ اعلےٰ درجے کا کاریگر اور مستری
ہو جاتا اوّل تو نوکری اس کے قدموں سے لگی رہتی بفرضِ محال نہ بھی
تو وہ خود اپنے زور بازو سے بہت کچھ کما سکتا اور کسی کا دست نگر نہ ہوتا شعر

ہر کہ نان از عملِ خویش خورد ❋ منّتِ حاتمِ طائی نبرد

تمام قومی بھائیوں سے میری استدعا ہے کہ میری اس تحریر کو داستانِ امیر حمزہ
نہ سمجھیں اور تخیلات اور اغراق شاعری پر محمول نہ کریں تھوڑی دیر اپنا
عزیز وقت رائیگان کر کے ان باتوں پر غور فرمائیں اور عمدہ نتائج پر نظر
کر کے حرفتی اور صنعتی مدرسے قائم کریں پھر اُس میں اعلےٰ اعلےٰ درجے
کے کاریگر وصنّاع بہم پہنچائیں اور ایسے سکولوں میں جہاں مروجہ تعلیم
کے ساتھ صنعت وحرفت کی بھی تعلیم دی جاتی ہو جیسا کہ آج کل پنجاب یا اور
دوسرے شہروں میں دو چار سکول جاری کئے گئے ہیں اپنے بچّوں کو تعلیم
دلوائیں ایسی صورت میں اُن کا مطلب بھی فوت نہیں ہوتا اور میرا مقصد

بھی حاصل ہوجاتا ہے ادھر لڑکا جغرافیہ علم حساب علم سائینس وغیرہ سے واقف ہوتا ہے اُدھر دستکاری میں اعلےٰ دستگاہ پیدا ہوجاتی ہے یعنی معماری۔نجاری۔زرگری۔خیاطی۔آہنگری وغیرہ میں مداخلت پیدا ہونے سے خود محتاج الیہ اوروں کا ہوجاتا ہے اب نہ اُسے ملازمت کی پرواہ نہ سفارش کی ضرورت ✤

کالجوں سے ہوکر میں اُس ہوٹل میں واپس آیا جہاں قیام پذیر تھا نماز سے فارغ ہونے کے بعد چاے پی اور برمنگھم جانے کے قصد سے ۵½ بجے ہم لوگ سٹیشن پر آئے جس ریز روڈ گاڑی میں ہم لنڈن سے آئے تھے اسی میں سوار ہوکر ۶ بجے روانہ ہوئے راستے میں جو جو عجائبات دیکھنے میں آئے وہ قابل ذکر ہیں اکسفورڈ پر گارڈ نے ہم سے آکر کہا کہ آپ کی گاڑی کے پیچھے ایک گاڑی لگائی جاتی ہے جس کو راستے میں اگلے سٹیشن پر ہم عین اس وقت جبکہ گاڑی پچاس میل کی رفتار سے جارہی ہوگی علیحدہ کردینگے اور ہمارا آدمی علیحدہ کرنے سے پہلے آپ کو سبز جھنڈی سے اطلاع دیگا چنانچہ گاڑی پوری رفتار میں چلی آدھ گھنٹہ گزرا ہوگا کہ گارڈ نے سبز جھنڈی سے ہم کو اس طرف متوجہ کیا دیکھا کہ پہلی وائی کم کا ہک ہاتھ سے گارڈ نے کھول دیا گاڑی اُسی طرح جارہی تھی تھوڑی دیر میں کیا دیکھتے ہیں کہ اُس نے گاڑی میں بیٹھے بیٹھے ایک پیچ سے فوراً گاڑی کو

علیحدہ کر دیا ہماری ٹرین اسی رفتار سے چلتی رہی چند لمحے تک وہ گاڑی بھی ہم کو چلتی ہوئی دکھائی دی مگر بعد کو سٹیشن پر آکر ٹھیر گئی اور ہماری ٹرین چلی آئی۔ دوسرے یہ کہ یہاں انجن چلتے چلتے پانی زمین سے کھینچ لیتا ہے اور یہ انتظام کیا گیا ہے کہ لائن میں ہر مقررہ فاصلے پر پانی نالیوں میں بھرا ہوتا ہے اور اُنہیں نالیوں سے چلتے چلتے انجن عین رفتار میں پانی لے لیتا ہے ٹھیرنے کی ضرورت نہیں ہوتی وقت بیکار نہیں جاتا جیسا کہ ہندوستان میں پانی کے لئے کسی نہ کسی سٹیشن پر گاڑی کو دم لینا ضروری ہے گو ہندوستان میں ابھی اس کا عملدرآمد نہیں ہے مگر امید ہے کہ چند سال کے عرصے میں ہو جائے ہم ۷ ۳/۴ بجے ۶۳ میل اکسفورڈ سے چل کر برمنگھم میں پہنچے سیلون علیحدہ ٹھیرائی گئی اور اسباب وغیرہ قریب کے گرانڈ ہوٹل میں جہاں ہمارے ٹھیرنے کے لئے انتظام کیا گیا تھا بھیجا گیا ہم بھی وہاں جا اُترے یہ ہوٹل اس شہر میں اعلےٰ درجے کا ہے اور کھانے وغیرہ کا عمدہ انتظام ہے یہاں بارش بھی کم کم ہو رہی ہے اور موسم اچھا سرد ہے کھانا وغیرہ و نماز سے فارغ ہو کر ۱۱ بجے سو رہے ؎

برمنگھم

۲۳ جولائی ۱۹۰۲ء یوم چہار شنبہ

یہ شہر سطح سمندر سے ۴۵۰ فٹ بلند اور انگلینڈ میں بلحاظ آبادی

ورقبہ کے چوتھا شہر ہے اس کا طول بلد ۱ درجہ - ۴۸ دقیقہ جانب مغرب اور
۵۲ درجہ - ۲۹ دقیقہ جانب شمال ہے لنڈن سے اس کا فاصلہ براہِ نارتھ ویسٹرن ریلوے
۱۱۳ میل اور براہ گریٹ ویسٹرن ریلوے ۱۲۸ میل اور بذریعہ جغرافیہ
۱۰۹ میل ہے کہتے ہیں کہ اس شہر کو سیکسنوں (Saxons.) کی قوم برم
نے سولھویں صدی میں آباد کیا تھا اور انہیں کے نام پر برمنگھم مشہور ہوا
سنہ ۱۷۰۰ء میں اس کی آبادی صرف ۱۵۰۰۰ نفوس اور سنہ ۱۸۰۱ء میں ۷۳۶۷۰
و سنہ ۱۸۴۱ء میں ۱۸۲۸۹۲ - اور سنہ ۱۸۸۱ء میں ۴۰۰۷۷۴ نفوس تھی اب
سنہ ۱۹۰۱ء کی مردم شماری کے بموجب ۵۲۲۱۵۲ نفوس ہے یہ شہر پہاڑیوں
پر واقع ہے اور بے قاعدہ بسا ہوا ہے چنانچہ اس کے پرانے کوچہ و بازار
نہایت تنگ اور کج ہیں مگر ۲۰ یا ۳۰ سال گزشتہ سے اس کے سقم رفع
کرنے میں اہتمام کیا جاتا ہے یہ شہر پیتل لوہے اور دیگر معدنیات کے
کارخانہ جات کا مرکز ہے اور مانچسٹر (Manchester) کے بعد دستکاری کے
لئے سب سے بڑھ کر مشہور شہر ہے باوجودیکہ اس شہر کو انجنوں اور دخانی چمنیوں
کی کثرت ہر وقت چاہ بابل کی طرح دھواں دھار رکھتی ہے اس پر بھی اس
شہر کی صنعت دستکاری مشہور تجارتی شہروں کی صنعت سے بدرجہا بڑھکر
ہے برمنگھم کے لوگ ملکی و رسمی امور میں ہمیشہ سے آزاد منش رہے ہیں جو ترقی
کہ اس شہر کی کمیٹی نے انتظام شہر اور باہمی موافقت و ہر دل عزیزی کی وجہ

سے کی ہے وہ اپنا آپ نظیر ہے سڑکیں نہایت صاف روشنی کا انتظام اعلیٰ درجے کا اور شرح محصول بطریق مناسب ہے گو گورنمنٹ نے اصلاح و فائدہ عامۂ خلائق کی غرض سے ہندوستان کے ہر شہر و قصبے میں کمیٹیاں قائم کی ہیں اور اُن کا کل انتظام اسی جگہ کے باشندوں کے ہاتھ میں دیا ہے تاکہ کل شہر و قصبہ کے کل امور کے نگراں رہیں اور انتظامات و صفائی و درستی شہر میں اہتمام تام کریں اور اسی غرض سے ہر قوم و ملّت و صنف کا آدمی اس میں شامل کیا جاتا ہے تاکہ اپنی قوم کا خیال رکھ کر اُن کے حقوق نہ تلف ہونے دے اور اس میں کلام نہیں کہ کمیٹیوں سے غرض و علّت غائی ایک نفع کثیر ہے جو عام لوگوں کو پہنچایا جائے مگر ہمارے ملک کے لوگوں نے اس کے پہلو کو ایسا بدلا ہے کہ اصلی غرض مفقود ہو کر اور ہی نتائج پیدا ہوئے ہیں جس امر کے لئے ممبر کمیٹی ہیں اس کا ذرا خیال نہیں نہ سڑکوں کی صفائی کی فکر ہے نہ تاریک جگہوں میں روشنی کا بندوبست ہے عمارتوں میں بے قرینہ اگر زیادتی بھی ہو جاتی ہے تو کچھ پروا نہیں کرتے سڑکیں ٹوٹی ہوئی ہیں راہ میں گڑھے پڑے ہیں گاڑیاں جھٹکے کھاتی ہیں آدمی ٹھکرا کے گر رہے ہیں اس کا کوئی انتظام نہیں شہر کی گلیاں اور تنگ راستے آمد و رفت میں آدمیوں کو تکلیف دیتے ہیں اس کی جانب ذرا توجہ نہیں عمارتوں میں ادھر چھجوں نے بڑھ کے آسمان کے بعض حصّے کو چھپایا

اُدھر لوگوں نے اپنے مکان کے آگے چبوترہ بنا کر راستے کو تنگ کیا سب کرم ہوگئے مگر اصلاح کی کوئی صورت پیدا نہیں ہوئی واہ کیا خوب انتظام ہے اگر خیال ہے تو یہ ہے کہ اس ممبر کمیٹی ہونے کے مستعار اعزاز کو حاصل کریں اوّل تو اس کا ملنا ہی ٹیڑھی کھیر ہے اور اگر بہزار جرّ ثقیل سو طرح کی سعی و کوشش سے نصیب بھی ہوا تو پھر کیا ہے محلّے والوں کا ناک میں دم ہے خواہ مخواہ حکومت جتائی جاتی ہے کہ یہ کوڑا کیوں پڑا ہے یہاں دکان کیوں ہے غرض طرح طرح کے طریقوں سے بیچارے لوگوں کو تنگ کرتے ہیں اور وہ مفاد جس کے لئے یہ حضرت اس عہدۂ جلیلہ پر ممتاز کئے گئے ہیں بالکل مفقود ہوجاتا ہے اور اشیاے تجارتی پر اس قدر محصول لگایا جاتا ہے کہ اکثر لوگ اپنا مال جہاں تک ممکن ہوتا ہے اس کی حدود سے باہر رکھتے ہیں اگر لاتے بھی ہیں تو کسی ناجائز طریقے سے مال کو شہر میں بلا محصول لے جاتے ہیں جس سے کمیٹی کو اچھّا خاصا نقصان پہنچتا ہے اور جس غرض اور فائدہ کے لئے اس کی بنیاد ڈالی گئی اس کا ذکر ہی نہیں اگر کمیٹی شرح محصول میں کمی کرے اور تھوڑے فائدے سے غرض رکھے تو بڑی آمدنی ہو مجھے خود اپنے تجربے سے معلوم ہے کہ بہت سا مال شہر لاہور کے قرب و جوار کے گاؤں میں محصول ہی کے ڈر سے حدود کمیٹی سے باہر رکھ کر فروخت ہوتا ہے شہر میں نہیں لایا جاتا اس سے ہزاروں روپے کا سالانہ نقصان کمیٹی کو اُٹھانا

پڑتا ہے اگر محصول میں تخفیف ہوتی تو دُکان داروں کو کیا ضرورت تھی کہ اس قدر دور اپنی دُکان کی ایک اور شاخ کھولتے برطانیہ کلاں کی کمیٹیوں کے انتظامات دیکھ کر عقل حیران ہوتی ہے میں امید کرتا ہوں کہ کل ہندوستان کی کمیٹیاں ان کے قدم بہ قدم چلنے کی کوشش کرینگی اور ان عیبوں کو جو اُن کے دامنِ شہرت پر دھبّہ ڈالے ہوئے ہیں رفع کرینگی ۔

شہر برمنگھم میں بہت سی تجارتی متحدہ کمپنیاں ہیں جو اس بات کا خاص خیال رکھتی ہیں کہ مشین کے رواج میں ترقی نہ ہونے پائے اسی لئے برمنگھم کے بہت سے کارخانہ جات میں وہی کام کئے جاتے ہیں جن میں مشین کی ضرورت نہیں بلکہ دستی محنت سے عمل میں آتے ہیں قریب ۲۰۰ کے دستی کارخانے جاری ہیں اس شہر کے کل کارخانہ جات میں ایک لاکھ کاریگر کام کرتے ہیں اور ساڑھے سات کروڑ روپے کا قیمتی اسباب سالانہ تیّار ہوتا ہے ان میں سے دس ہزار آدمی تو بندوقوں کے کارخانوں میں کام کرتے ہیں جو چھ لاکھ بندوقوں کی نالیاں سالانہ بناتے ہیں سنہ ۱۸۵۵ء سے سنہ ۱۸۶۴ء تک جبکہ کریمیا کی لڑائی درپیش تھی اس جگہ چالیس لاکھ بندوقیں تیّار ہوئیں اور سات لاکھ سات سو بندوقیں لڑائی میں بھیجی گئیں سب سے بڑھ کر قابل تعریف کارخانہ سٹیل پن (Steel pen) کا ہے جس کا نام گلٹ اینڈ سن (Gillott and Son) واقعہ ۳۶ میلن کا سٹر

سٹرایٹ (Lancaster St.) ہے اور بہت سے کارخانے شیشے و گلاس و
ٹین و پلیٹ وغیرہ بنانے کے ہیں جن کے علیحدہ علیحدہ بیان کی تشریح کے
لیئے ایک رسالہ درکار ہے اس جگہ ایک کارخانہ بنام ہیٹنس منٹ اینڈ میٹلورک
(Heaton's Mint and Metal Work) واقعہ اکنیلڈ سٹریٹ (Icknield Street)
ہے جس میں انگلستان و دیگر ممالک کے پیتل اور تانبے کے سکے ڈھالے
جاتے ہیں اس کارخانے میں تانبے کی ایسی نالیاں ڈھالی جاتی ہیں جن میں
ٹانکا نہیں ہوتا میں اُس کارخانے کے دیکھنے کو گیا جہاں شیشہ بنایا جاتا
ہے اور اس کو مختلف صورتوں میں ڈھالتے ہیں یا ہاتھ سے درست کرتے
ہیں شیشہ کو تین حصے ریت دو حصے اوکسائیڈ آف لیڈ (Oxide of lead) و ایک حصہ
پٹاش باہم ملا کر بناتے ہیں مجھ کو خاص اس جگہ لے گئے. جہاں ان تینوں
چیزوں کو مرکب کرتے ہیں اور کمال درجے کی حرارت تین دن تک پہنچائی
جاتی ہے یہاں تک کہ شیشہ ٹھوس ہو جاتا ہے پھر اس کو بھٹی میں ڈال کر
اس قدر گرمی دیتے ہیں کہ پانی کی طرح پگھلنے لگتا ہے پھر ایک سوراخ دار لوہے
کے ذریعے سے اس پگھلے ہوئے شیشے کو بقدر ضرورت نکالتے ہیں اور اس
کو پھونک کر اس سے مختلف صورت میں شیشے کے برتن گلاس صراحیاں
چمنی وغیرہ بناتے ہیں میرے سامنے دو گلاس ایک صراحی چند چمنیاں
بنائی گئیں۔ یہاں سے چل کر ہیں ایف اینڈ سی آسلر کمپنی کے گلاس و تانبے

کے کارخانے میں گیا پہلے مجھ کو شو۔روم یعنی وہ کمرہ دکھایا گیا جس میں شیشہ و تانبے کی عمدہ عمدہ چیزیں فروخت کرنے کے لئے بطور نمونے کے رکھی ہوئی تھیں اس کے بعد مالک کارخانہ ہم کو خاص اس کمرے میں لے گیا جہاں شیشے کو صیقل کرتے ہیں شیشے کے بنانے اور اس سے مختلف چیزوں کے تیّار کرنے کی حکمت تو میں پہلے بیان کرچکا ہوں اب ان شیشوں کو صیقل کرنے اور ان پر مختلف قسم اور رنگ کے پھول پیدا کرنے کے طریقے لکھتا ہوں شیشے کو اوّل بذریعہ مشین صاف و شفاف کرکے لوہے کی باریک گول چرخی سے پھول وغیرہ کے نقش اس پر کندہ کرتے ہیں جب لوہے کی چرخی سے نقوش کندہ ہوجاتے ہیں تو اس کو ریت سے بذریعہ مشین مانجتے ہیں اور پھر دو دفعہ لکڑی سے مانج کر اس کو ایسا شفاف اور خوبصورت بنالیتے ہیں جیسا کہ بازاروں میں دیکھے جاتے ہیں اس کارخانے میں قریب ۲۰۰ مرد کے کام کرتے ہیں اور مختلف کاروبار ہر شخص کے متعلّق ہیں کوئی لکیریں بناتا ہے کوئی آڑے خط کھینچتا ہے کوئی پھول بناتا ہے کوئی صاف کرتا ہے غرض کہ ایک شیشے کی صراحی یا کوئی اور برتن کئی کاریگروں کی مدد سے تیّار ہوتا ہے شیشے کے اُن کارخانوں میں بڑی بھاری مشین اور خرچ کثیر کی ضرورت نہیں صرف اس کے سیکھنے کی ضرورت ہے جس کو چند ہفتے میں ذہین آدمی بخوبی سیکھ سکتا ہے ✢

اس جگہ سے ہیں برمنگھم سمال آرمز کمپنی (Birmingham Small Arms Comp) میں گیا. جہاں کے منیجر و مالک صاحب مہربانی سے اپنے کارخانہ کے دروازے سے استقبال کرکے اندر لے گئے چند جگہیں ہم کو دکھائیں مگر چونکہ ½ ۱ بجے کا وقت تھا کاریگر کھانا کھانے گئے ہوئے تھے اور مشینیں بیکار کھڑی تھیں اس لئے ان لوگوں کی خواہش سے اتنی دیر ٹھہرنا پڑا کہ کل کاریگر آجائیں اور کام شروع کیا جائے اس عرصے میں منیجر صاحب نے ہم کو بندوقیں دکھائیں اور کہا کہ آج کل اس کارخانے میں پانچ ہزار کاریگر کام کرتے ہیں اور ہفتے میں چار ہزار بندوقیں تیار ہوتی ہیں اس کارخانے کے کئی حصّے ہیں جن میں مختلف قسم کے پُرزے بنائے جاتے ہیں جو بندوقوں میں کام آتے ہیں مثلاً کہیں نالیاں بنتی ہیں کہیں گھوڑے بنتے ہیں اس کارخانے میں بائیسکل گاڑیاں بھی بنتی ہیں عُمدہ بائیسکل کی قیمت ایک سو پچاس روپے ماہ؁ اور معمولی بائیسکل کی قیمت ایک سو بیس روپے ماعہ؁ سے پچھتر روپے ؏ تک ہے ہم تقریباً ایک گھنٹے تک رہے گو یہ بڑا کارخانہ ہے مگر یہاں کے بڑے بڑے کارخانوں کے لحاظ سے چھوٹے کارخانوں میں شمار کیا جاتا ہے اس کارخانے میں مزدوری گھنٹے کے حساب سے دی جاتی ہے یہاں ایک عجیب قسم کی گھڑی دیکھنے میں آئی جس کی شکل ہمارے ملک کے عام سٹیشنوں کی لمبی گھڑیوں کی طرح ہے یہ گھڑی دیوار میں لگی ہوئی ہے

جس میں وقت بتانے کے علاوہ یہ صنعت کی گئی ہے کہ کاریگر اور مزدور کی
اوقات جتنے عرصے تک اس نے کام کیا ہو اس سے معلوم ہو جاتے ہیں
ہر کاریگر کام کرنے سے پہلے اس میں داخل ہونے کے وقت کنجی لگا جاتا ہے
جس سے اس کا وقت اور نمبر درج ہو جاتا ہے اُسی کے بموجب اس کو مزدوری
دی جاتی ہے اس سے یہ فائدہ ہے کہ کسی شخص کے وقت میں اختلاف نہیں
ہو سکتا حساب میں دقّت نہیں پڑتی حاضری لینے اور اس کا رجسٹر بنانے
اور منشی وغیرہ کے ملازم رکھنے کی ضرورت نہیں رہتی یہاں سے چل کر میں
اپنے قیام گاہ میں آیا راستے میں تھوڑی تھوڑی بارش ہو رہی ہے طعام و
نماز وغیرہ سے فارغ ہو کر شہر کی عمدہ اور مشہور عمارات کو دیکھنے کے لئے گیا
جن میں سے چند عمارات کا مختصر حال لکھتا ہوں +

ٹاؤن ہال

اس کو اگر قلب شہر برمنگھم کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا اس عالی شان عمارت
کا ایک کمرہ اس قدر وسیع ہے کہ سات ہزار آدمی اس میں سما سکتے ہیں
اس کے سرے پر ایک باجا ہے جس میں چار ہزار نلیاں لگی ہوئی ہیں یہ
عمارت ۱۸۵۰ء میں تعمیر ہوئی تھی یہاں سے چل کر ایک اور عمارت میں
گیا جہاں گونگوں اور بہروں کی پرورش اور تعلیم کی جاتی ہے اس کا انتظام
۱۸۱۵ء سے کیا گیا ہے اس وقت سے اب تک اس میں بڑی ترقی ہوئی ہے

اور روز بروز ہوتی جاتی ہے اس کے معین بھی بڑے الوالعزم اور عالی حوصلہ لوگ ہیں اس وقت اس میں دو سو بچے موجود ہیں اس شہر میں بہت سے پبلک پارک اور عمدہ گرجے و تجارتی جگہیں و خوبصورت باغ اور ہوٹل دیکھنے کے قابل ہیں برمنگھم کے سٹیشن کی نسبت لوگوں کا خیال ہے کہ یہ عمارت دنیا کے کل سٹیشنوں سے بڑھ کر ہے فی الحقیقت سٹیشن تو خوبصورت ہے مگر ایسا خیال شاید مبالغے سے خالی نہ ہو اس کی چھت شیشے کی بنی ہوئی ہے ہوٹل سے ۴ بجے روانہ ہو کر ریلوے سٹیشن پر آئے جہاں ہماری ریزرو گاڑی موجود ہے سٹیشن پر اس قدر انبوہ کثیر ہے کہ بیان سے باہر ہے ہر شخص خلق اور ملنساری سے گفتگو کرتا ہے ۴½ بجے برمنگھم سے شیفیلڈ کو روانہ ہوئے ابر محیط آسمان ہے تھوڑی تھوڑی بارش ہو رہی ہے ہر طرف قطعہ زمین سبزہ زار سے تختہ زمردین نظر آتا ہے مختلف قسموں کے درخت نئے نئے رنگ کے پھول اور بھی منظر کو خوشنما کئے ہوئے ہیں۔ ۳۰ میل برمنگھم سے نکل کر ایک پہاڑی کا دلکش سماں نظر آیا اُس کے نشیب و فراز میں گھنیرے درختوں کی کثرت جابجا سبزہ کی کیفیت اپنا سماں باندھے ہوئے ہے ایسا دلچسپ نظارہ ہے کہ نگاہ کا جی نہیں چاہتا کہ پلٹ کر خانۂ چشم میں جائے خدا تعالےٰ کی صنعت کاملہ و قدرت شاملہ ہر برگ و شجر سے ہویدا ہے **شعر**

ہر گیا ہے کہ از زمیں روید ❊ وحدہٗ لاشریک لہٗ گوید

برمنگھم میں ایک تار جناب لارڈ میئر صاحب شیفیلڈ کا بدیں مضمون آیا تھا کہ ہم کمال اشتیاق سے خواہاں ہیں کہ مہمانان شاہی کا خیر مقدم کریں جس کے جواب میں ہم نے ٹیلیگراف کے ذریعے سے شکریے کا اظہار کیا ½ ۶ بجے شام کو گاڑی شیفیلڈ میں پہنچی ❊

حالات شہر شیفیلڈ

شیفیلڈ انگلستان کا ایک بڑا بھاری تجارتی شہر ہے سنہ ۱۹۰۱ء کی مردم شماری کے بموجب اس کی آبادی ۳۸۰۷۱۷ ہے سنہ ۱۷۳۶ء میں اس کی آبادی ۱۴۱۰۵ اور سنہ ۱۸۰۱ء میں ۴۵۰۰۰ تھی یہ شہر دریائے ڈون (Don) و دریائے شیف (Sheaf) کے مقام الحاق پر واقع ہے اگرچہ اس شہر کو دھوئیں کی کثرت نے سیاہ کر رکھا ہے مگر اس خوبصورتی میں جو دامن کوہ پر واقع ہونے سے اس میں قدرتاً پیدا ہے کوئی نقص نہیں آیا شیفیلڈ کی ابتدائی تاریخ کی نسبت ٹھیک معلوم نہیں ہے۔ کہتے ہیں کہ نارمن والوں کی فتح کے وقت یہ شہر سیکسن والوں کے قبضے میں تھا اسی شہر میں میری سکاٹلینڈ ۱۲ برس تک قید رہی شیفیلڈ چاقو سونے چاندی کے برتن و فولادی بندوقیں و سیپ کے کام اور لوہے اور فولاد کے بھاری بھاری اسباب بنانے میں شہرۂ آفاق ہے

سارے شہر میں اس قدر کارخانوں کی کثرت ہے کہ تمام لوگ ہر چہار طرف
پہاڑیوں کے کنارے پر آباد ہوئے ہیں سٹیشن پر لارڈ صاحب موصوف
کے سکرٹری و دیگر معتمدین ہمارے خیر مقدم کے لیئے موجود ہیں ان سے معلوم
ہوا کہ لارڈ صاحب موصوف ہمارے ملنے کے منتظر ہیں ہم سوار ہوکر
منشن ہوس (Mansion House) میں آئے جہاں ایک بڑی خلقت ہمارے
دیکھنے کے لئے موجود ہے ہم ہال کمرے میں لارڈ صاحب کے پاس گئے
جہاں کہ وہ خود معہ اپنے تمام کنبے کے لوگوں و دیگر اعلےٰ افسران شہر کے
تشریف فرما ہیں کیونکہ انھوں نے اس وقت مہمانان شاہی کے لئے
ٹی پارٹی کا اہتمام کیا ہے۔ ڈاکٹر پالن صاحب نے مجھ سے اور صاحب
موصوف سے تعارف کرایا انھوں نے بڑے تپاک سے ملاقات اور حال پرسی
کی اسی طرح ہر شخص سے تعارف کرایا گیا لارڈ صاحب موصوف اور اُن کے
لڑکے ولڑکی ہمہ تن ہر شخص کی تواضع و تکریم میں مصروف رہے اُنھوں نے
ہم کو اپنے ساتھ لے کر تمام کمروں کی سیر کرائی یہ عمارت شاہی عمارتوں کی
طرح نہایت خوبصورت وخوشنما بنی ہوئی ہے اس میں ایک بڑا ہال ہے
جس میں لارڈ صاحب موصوف بیٹھ کر کمیٹی کرتے ہیں اور دیگر ممبر بھی
دائیں بائیں بیٹھتے ہیں اس ہال کے علاوہ اور بہت سے کمرے مختلف
بنے ہوئے ہیں یہ ساری عمارت دو منزلہ ہے ہم سب لارڈ صاحب کے

لڑکے کے ہمراہ مینار ٹاؤن ہال کو دیکھنے کے لئے گئے جہاں سے تمام شہر کا نظارہ ہو سکتا ہے مگر افسوس ہے کہ کہرا اس قدر پڑ رہا ہے کہ دور کی چیز معلوم نہیں ہوتی اس ٹاور (Tower) پر جانے کا زینہ اس قدر تنگ ہے کہ لاغر اور نقیہ آدمی بھی بہ تکلف چڑھ سکتے تھے ہم لوگوں میں جو لوگ معمولی جثے کے ہیں وہ تو جوں توں کر کے چڑھ گئے اور جو جسیم و فربہ ہیں وہ دروازے کی ڈاٹ ہو کر رہ گئے اس کے بعد ہم لارڈ صاحب سے رخصت ہوئے گاڑیوں میں سوار ہو کر وارن کلف ہوٹل (Wharncliffe Hotel) میں گئے ہمارا اسباب کمروں میں رکھا تھا ہم نے یہاں آکر اپنی اپنی جگہ قیام کیا میں اس قدر تھکا ہوا ہوں کہ کھانا کھانے میں شریک نہیں ہو سکتا اس لئے اپنے کمرے میں کھانا منگوایا ہندوستان کی ڈاک کو دیکھا جو یہاں ملی الحمد للہ خیریت کا حال پڑھ کر شکر ایزدی بجالایا کھانا کھانے و نماز پڑھنے کے بعد سو رہا +

۲۴-جولائی ۱۹۰۲ء یوم پنجشنبہ

آج صبح کو جو اٹھا تو ابر بالکل نہیں آفتاب نکلا ہوا ہے $\frac{1}{2}$ ۹ بجے حاضری کھائی اور ایک گھنٹے تک ہندوستان کو خطوط لکھے ابھی اس سے فراغت نہیں ہوئی تھی کہ لارڈ می آر صاحب بہادر تشریف لائے اتنے میں اور مہمانان شاہی بھی آگئے مزاج پرسی اور معمولی گفتگو کے بعد لارڈ صاحب نے فرمایا کہ باہر گاڑیاں موجود ہیں چلئے کارخانے کی سیر کیجئے

لارڈ صاحب نے ایک بڑے کارخانے میں جس کا نام براون اینڈکو ہے اطلاع کرادی تھی کہ کل ۱/۲ ۱۰ بجے صبح کو کارخانے میں مہمانان شاہی آئینگے ہوٹل سے جب ہم لارڈ صاحب کے ہمراہ گاڑیوں میں سوار ہوئے تو دیکھا کہ ادھر اُدھر اس قدر لوگوں کا مجمع ہے کہ اُن کی تعداد کے اندازے میں ہر بار نگاہ کو غلطی ہوتی ہے ہیں اور لارڈ صاحب و نواب فیاض علیخاں صاحب رئیس بھاسو و ڈاکٹر پالن صاحب کمشنر ایک گاڑی میں ہیں باقی صاحبان اور گاڑیوں میں چند افسران پولیس گھوڑوں پر ہماری گاڑیوں کے ساتھ ساتھ ہیں جب ہم کارخانہ مذکور کے باہر اُترے تو دیکھا کہ مسٹر ایلس صاحب بہادر (Mr. Ellis) چیرمین آف کمپنی معہ اپنے دیگر ممبران و عہدہ داران کے باہر موجود ہیں ہم سب سے لارڈ صاحب موصوف نے ان کا تعارف کرایا وہ ہم کو پہلے ہال کمرے میں لے گئے اور دو جہازوں کے نمونے دکھائے جو نہایت خوبصورتی سے بنا کر میزوں پر رکھے ہوئے ہیں اس کارخانے میں جہازوں اور ریلوں کے کل سامان تیار ہوتے ہیں اور ایک جہاز اس جگہ ۱۸ مہینے میں تیار ہوتا ہے یہ دو جہاز جن کے نمونے ہم کو دکھائے گئے بہت بڑے ہیں جو اس کارخانے میں تیار کئے گئے ہیں ایک کا نام ریمیلیز (Ramillies) ہے جس کا طول ۳۸۰ فٹ عرض ۷۵ فٹ اور گہرائی ۱/۲ ۲۷ فٹ ہے اس میں ۴۳۰۰ ٹن اسباب لد سکتا ہے اور اس

کی رفتار ½ ۱۷ میل فی گھنٹہ ہے دوسرا جہاز اشئی (Ashi) اس کا طول ۴۰۰ فٹ عرض ۷۵ فٹ گہرائی ½ ۴۳ فٹ ہے اس میں پندرہ ہزار دو سو ٹن بوجھ آسکتا ہے اس کی رفتار فی گھنٹہ ۱۸ میل ہے اس ہال سے نکل کر ہم کو سات آٹھ فولاد کے نمونے دکھائے گئے جن کی آزمائش کی گئی ہے کہ توپ کا گولہ کس قدر اُن میں اثر کرتا ہے ہر نمونے پر توپ کے زور اور گولوں کے توڑ کا نشان موجود ہے جس سے بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے کہ ایک کی بہ نسبت دوسرے میں کس قدر کم و بیش گولے نے اثر کیا آخری نمونے پر ثابت ہوا کہ توپ کے گولے نے اس پر کچھ اثر نہیں کیا اُچٹ کے رہ گیا ایسے فولاد کی چادروں سے جنگی جہاز مڑھے جاتے ہیں تاکہ دشمن کے گولوں سے محفوظ رہیں یہ چادر قریب آٹھ انچ کے موٹی ہوتی ہے جس میں قریب پانچ انچ کے فولاد اور قریب تین انچ کے دبیز لوہا ہوتا ہے پھر اور مختلف قسم کے کارخانے دیکھے جہاں جہازوں کا اور سامان بنتا ہے یہاں ایک جہاز مکس رووار نامی تیار ہو رہا ہے جو تقریباً فروری ۱۹۰۳ء تک مکمل ہوجائیگا اس جگہ اس قدر بڑے بڑے لوہے کے پریس ہیں جو دس ہزار ٹن لوہے کو ایک دفعہ اُٹھا کر دبا سکتے ہیں لوہا پانی کی طرح پگھل کے رہ جاتا ہے اور اس سے منٹوں میں قسم قسم کی چیزیں بن جاتی ہیں کہیں لوہے کی بڑی بڑی چادریں ڈھالی جاتی ہیں اور کہیں لوہے کے بیلن جن میں سے ہر ایک پانچ سو ٹن وزنی ہے اسی طرح ہزاروں قسم

کا اسباب تیار ہوتا ہے جن کی تفصیل کے لئے ایک علحدہ کتاب چاہیے ایک بجے کے قریب تک ہم سب اس کارخانے میں پھرتے رہے اور اس کے ہر حصے کو دیکھتے رہے چونکہ لارڈ صاحب موصوف نے دعوت کا انتظام کیا تھا اس لئے ہم لوگوں کو اپنے ہمراہ لئے ہوئے اپنے مکان ٹاؤن ہال میں آئے راستے میں لوگوں کا انبوہ تماشائیوں کا ہجوم ہے اور جس طرف سے ہمارا گزر ہوتا ہے باآواز بلند ہُرّہ ہُرّہ کے نعرے بلند ہوتے ہیں عورتیں تالیاں بجا کر الگ چیرز دیتی ہیں اور ہر شخص اپنی ٹوپی اُتار کر ہلاتا ہے جو اُن کی رسم کے موافق اعلےٰ درجے کی تہذیب اور عزت خیال کی جاتی ہے قریب ½۱ بجے اپنے مُنہ ہاتھ دھونے سے فراغت پا کر اس بڑے ہال میں لے گئے۔ جہاں کھانا چُنا گیا تھا کھانا کھانے کے بعد لارڈ صاحب موصوف کے ہمراہ ہم سب نے شہنشاہ ہند کا جام صحت نوش کیا جس کے بعد میں نے کھڑے ہو کر بزبان اردو مفصلۂ ذیل صاحب موصوف کا شکریہ ادا کیا جس کا ترجمہ ڈاکٹر پالن صاحب کمشنر نے انگریزی میں اُن کو سمجھایا :-

لارڈ صاحب و جنٹلمین صاحبان میں اپنے اور کُل معززین مہمانان شاہی کی طرف سے لارڈ صاحب موصوف کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ ہم لوگوں کے ساتھ بکمال لطف و اخلاق پیش آئے اور کل سے اس وقت تک ہماری تواضع اور مہمان نوازی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت

نہیں کیا ہم ہندوستان سے شاہنشاہ معظم کی تاج پوشی کی تقریب میں شریک
ہونے اور اُس مبارک دن کو دیکھنے کے لئے اس قدر دور دراز سفر طے
کر کے آئے نہایت افسوس کا مقام ہے کہ پچھلے مہینے کی ۲۴ تاریخ کو یعنی
تاج پوشی کی تاریخ سے دو دن پہلے ہم کو یہ افسوس ناک خبر بذریعہ تار
معلوم ہوئی کہ شاہنشاہ معظم سخت بیمار ہیں اور جشن تاج پوشی ملتوی
کیا گیا یہ سن کر ہم کو جو صدمہ ہوا وہ بیان سے باہر ہے اس میں شک نہیں
کہ انگلینڈ و نیز ممالک برطانیہ کے باشندوں کو عموماً اور ہم لوگوں کو خصوصاً
صدمہ ہوا کیونکہ ہم نے خاص اس مطلب کے لئے اپنا وطن چھوڑا اور
سفر کی زحمتیں اور راہ کے مصائب برداشت کئے اور عین وقت پر
محرومی کا منحوس منہ دیکھنا پڑا اب ہم شب و روز بادشاہ کی صحت کُلی کے
منتظر ہیں خدا کا ازحد شکر ہے کہ شاہنشاہ معظم کی طبیعت روز بروز
صحت پذیر ہے اور یہ بات بھی قرار پا چکی کہ ۹۔ ماہ اگست کو جشن تاج پوشی
کیا جائیگا خدا کرے وہ دن جلد آئے کہ ہم تاج پوشی اپنے معظم بادشاہ کی
دیکھ کر قلبی جوش اور دلی مسرت کا اظہار کریں واقعی وہ دن عجب دن ہوگا
اُدھر جشن تاج پوشی کی مسرت اُدھر شاہ کی صحت کا ولولہ یہ دُہری خوشیاں
عجب لطف دکھائینگی جب ہم ہندوستان کو واپس جائینگے تو ان مہربانیوں
اور نوازشوں کو جو اہل انگلینڈ نے ہمارے ساتھ کیں نہ بھولینگے ۔۔

فی الحقیقت لارڈ صاحب موصوف ایک زیرک متواضع قابل اور ہردل عزیز امیر ہیں میرے بعد نوّاب فیّاض علی خاں صاحب نے بھی مختصر تقریر اسی پیرایہ میں کی اور سب نے شکریہ ادا کیا اس کے بعد لارڈ صاحب موصوف اٹھے اور مفصلۂ ذیل تقریر کی:۔

"صاحبان والا میں آپ کی تشریف آوری کا نہایت مشکور ہوں اور مجھے اس بات کا فخر حاصل ہے کہ آج مہمانان شاہی کا میزبان ہوں اس میں کلام نہیں کہ ہم جس قدر شہنشاہ معظم کی رعایا ہیں خواہ انگریز وہندوستانی و حبشی و امریکہ والے کیوں نہ ہوں سب آپس میں بھائی ہیں ہم سب کو ایک دوسرے سے بطور برادرانہ پیش آنا چاہیے"

اس کے بعد ہم کو لارڈ صاحب موصوف نے خاص اپنے کارخانے کے چاقو بطور نشانی دئیے یہاں سے پھر انہیں گاڑیوں میں بیٹھ کر ۳ بجے راجرس اینڈ سن کمپنی کے کارخانے میں گئے جس کے نام سے ہندوستان کا ہر شخص واقف ہے یہاں بھی ہم کو مختلف کارخانے جہاں چاقو وچھریاں و دستے وغیرہ بنائے جاتے ہیں دکھائے گئے ہاتھی دانت کا ذخیرہ بھی دیکھنے میں آیا جو افریقہ و ہندوستان و دیگر ممالک بعیدہ سے لاکر جمع کیا گیا ہے یہ دانت افریقہ کے ہاتھیوں کے ۸ فٹ کے قریب لمبے دیکھے گئے ان کا قطر ۲ فٹ کے قریب ہوگا چھوٹے چھوٹے قسم کے تو ہزاروں ہاتھی دانت

موجود تھے اس کے بعد ہم شو روم میں گئے جہاں کہ بنا ہوُا اسباب فروخت کے لئے رکھا رہتا ہے اس جگہ قابلِ ذکر یہ بات ہے کہ ایک رتی لوہے کی سات قینچیاں بہت باریک اور خوبصورت دیکھنے میں آئیں باوجود اس نزاکت کے وہ برابر کام دے سکتی ہیں اور باریک بال کتر سکتی ہیں یہاں بھی مالک کارخانہ نے سب کو بطور یادگار ایک ایک چاقو دیا اس کے علاوہ میں نے اور بہت سے چاقو جو اس کارخانے کے نہایت عمدہ بنے ہوئے تھے خریدے اس کارخانے میں پانچ شلنگ سے لیکر پانچ پونڈ تک کے چاقو بنتے ہیں جب مَیں نے کرنل راجرس سے اس بات کی بابت استفسار کیا کہ اس کے کیا معنی ہیں کہ آپ کے کارخانے کے چاقو ۱۲ر سے ۲عہ تک ہندوستان میں ملتے ہیں اور یہاں اس وقت ۱۲عہ سے کم نہیں ہے اس کے جواب میں اُنہوں نے کہا کہ ہندوستان کے لئے چاقو تیار ہو کر باہر کے باہر چلے جاتے ہیں ان چاقوؤں کو اُن سے کیا نسبت وہ حسب حیثیت اہل ہند بھیجے جاتے ہیں اُن چاقوؤں کو یہاں کوئی استعمال نہیں کرتا یہاں سے سوار ہو کر ہم لارڈ صاحب موصوف کے ہمراہ کوہستان کے بیرونی حصے دیکھنے کے لئے گئے افسران پولیس برابر ہمارے ساتھ تھے جب شہر سے ۲ میل نکلے تو معلوم ہوُا کہ یہ ملک بالکل کوہستانی ہے اس کے نشیب و فراز میں مکانات بنے ہوئے ہیں سبزہ زار ہی سبزہ زار

چاروں طرف دکھائی دیتا ہے اور ہم برابر سات میل تک پہاڑیوں اور دیہات کو دیکھتے اور خوش منظر جگہوں کی سیر کرتے ہوئے مقام فاکس ہوس (Fox House) پر پہنچے چونکہ اس مقام پر لومڑی کا شکار کھیلتے ہیں اس لئے اس کو اس نام سے موسوم کیا ہے راستے میں مَیں نے لارڈ صاحب سے اثنائے گفتگو میں ذکر کیا کہ آپ کے دیہات میں سوائے سبز گھاس کے اور کوئی جنس دیکھنے میں نہیں آئی اس کا کیا باعث ہے اُنہوں نے فرمایا کہ یہاں فصلوں کی پیداوار کم ہوتی ہے اس لئے اس کا تردد نہیں کیا جاتا بلکہ مویشیوں کے چارے کے لئے چھوڑ دیتے ہیں جو اجناس کی نسبت زیادہ مفید ہے فاکس ہوس میں ایک مختصر ہوٹل ہے جہاں ہم اُترے چائے پی اور تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد پھر چلے راستے میں چکّردار سڑکوں کا کبھی اُوپر جانا اور پھر نیچے آنا چشموں کا بہنا سبز درختوں اور سبزہ زار کا لہلہانا اور ریل کی سڑک کا بھی اُنہیں چکّردار جگہوں سے پیچ و تاب کھا کر نکلنا ایک عجیب اور دل چسپ نظارہ ہے جس گاؤں میں سے گزرتے ہیں اس گاؤں کے لوگ سڑک پر جمع ہو جاتے ہیں اور ہُرّے ہُرّے کے نعرے بلند کرتے ہیں قریب چھ میل اور چل کر مینارڈ آرمز ہوٹل گرنڈل فورڈ ڈربی شائر (Maynord Arms Hotel Grendléford Derbyshire) میں پہنچے یہ ضلع

ڈربی شائر کا چھوٹا شہر ہے یہاں بھی ہم نے چائے پی اور کچھ تھوڑا سا کھانا کھایا قریب ۲ گھنٹے ٹھہر کر ۸ بجے شام کو گاڑیوں پر سوار ہوکر روانہ شیفیلڈ ہوئے اور زیادہ نشیب و فراز راستے سے ہوتے ہوئے ۲۳ میل کا سفر کرنے کے بعد ۱۰ بجے شام کو شیفیلڈ میں پہنچے باوجودیکہ اندھیرا ہوگیا ہے مگر لوگوں کے ٹھٹھ کے ٹھٹھ ہماری واپسی کے منتظر ہیں اور ہرّے ہرّے کے نعرے مارتے ہیں لارڈ صاحب موصوف ہوٹل تک ہمارے ہمراہ آئے اور شب کا کھانا بھی ہمارے ساتھ تناول فرمایا ۱۱ بجے رات کو ہم سے رخصت ہوکر اپنے مکان پر تشریف لے گئے ان کی مہماں نوازی اور محبّت کا اندازہ ان کی اس رفاقت سے ہوسکتا ہے کہ برابر ہمارے ساتھ رہے اور ایک لمحہ بھی جدا نہ ہوئے رخصت ہونے کے وقت وعدہ فرماگئے کہ ہم پھر کل ۱۰ بجے ہوٹل میں آپ صاحبوں کو لینے آئینگے اور چند کارخانے دکھاکر ۱۲ بجے دوپہر کو سوار کرینگے رات زیادہ گزر چکی تھی نماز پڑھ کر آرام کیا +

۲۵ - جولائی ۱۹۰۲ء یوم جمعہ

آج بھی مطلع صاف ہے گو کبھی کبھی ابر اپنے دامن میں آفتاب کو چھپا لیتا ہے ۹ بجے کھانے سے فارغ ہوکر اسباب وغیرہ بندھوایا کیونکہ آج ۱۲ بجے اڈنبرا کو جانا ہے ۱۰ بجے کے قریب لارڈ صاحب تشریف

لائے برفاقت صاحب بہادر گاڑیوں پر سوار ہو کر اُن کے کارخانے میں
گئے ان کے لڑکے اس کے منتظم ہیں اس کارخانے میں لوہا معدنی حالت
سے درست و مصفّا کر کے سلاخوں اور بڑے بڑے لٹھوں کی صورت میں
لایا جاتا ہے اور پھر اس جگہ سے اور کارخانوں میں بھیجا جاتا ہے جہاں
اس سے اور بہت سی چیزیں حسب ضرورت بنتی ہیں آدھ گھنٹے تک ہم
اس کے مختلف حصّوں میں پھر کر کام کو دیکھتے رہے جس کے بعد واکر اینڈ ہال
(Walker and Hall) کے کارخانے میں گئے جہاں چاندی سونے کے برتن
بنائے جاتے ہیں اور نیز ملّمع کا کام بھی کیا جاتا ہے یہاں کے منیجر صاحب
اپنے کارخانے سے باہر استقبال کے لئے تشریف لائے صاحب سلامت
اور مزاج پرسی کے بعد باتیں کرتے ہوئے اندر لے گئے ہزاروں قسم کی
چیزیں بنی ہوئی دیکھنے میں آئیں کہیں چمچے کہیں چھریاں و کانٹے جن
سے کھانا کھاتے ہیں کہیں سیگریٹ کیس کہیں دیگر آرائش کے سامان وغیرہ
بنائے جاتے ہیں یہ چیزیں پہلے کسی اور دھات سے تیّار کی جاتی ہیں پھر
ان پر چاندی یا سونے کا ملّمع کیا جاتا ہے بعض برتنوں پر یہاں بھی نقش
ہوتے ہیں اور اس کام کو لڑکے اور عورتیں کرتی ہیں ¾ ۱۱ بجے کے قریب
ہم معہ لارڈ صاحب اس کارخانے سے باہر نکلے اور دیکھا لوگوں کے غٹ
کے غٹ بازاروں و کوچوں میں جمع ہیں یہاں سے گاڑیوں پر سوار ہو کر

ریلوے سٹیشن پر پہنچے اور پلیٹ فارم پر لارڈ صاحب نے اپنی ایک ایک
عکسی تصویر دی تھوڑی دیر بعد ٹرین آئی ہماری ریزروڈ گاڑی اس میں لگائی
گئی لارڈ صاحب ہر ایک سے ہاتھ ملا کر رخصت ہوئے اور گاڑی چلی
لارڈ صاحب معہ تمام اپنے ساتھیوں اور مجمع کثیر کے ہرّے ہرّے کے
نعرے مارتے تھے یہاں سے چل کر ہم کئی شہروں سے گزرے جن میں
قسم قسم کے کارخانے باہر سے دیکھنے میں آئے اور کوئی بھی چھوٹا سا چھوٹا
قصبہ دکھائی نہ دیا جہاں کسی نہ کسی قسم کی مشین نہ دیکھی گئی ہو اس سے
صاف ظاہر ہے کہ اس ملک میں تجارت کو کس قدر عزّت کی نگاہوں سے
دیکھتے ہیں جو ہے وہ اسی طرف گرویدہ ہے ریل پر سے ہر طرف سبزہ زار
ہی سبزہ زار دکھائی دیتا ہے اور باغ عالم میں خدا کی قدرت کی بہار نظر
آتی ہے چھوٹے چھوٹے چشمے دریا اور جھیلیں اور رہی آب و تاب بڑھا رہے
ہیں ۱½ بجے ہم نے گاڑی ہی میں لانچ کھایا اور پانچ بجے سٹیشن کارلائل
پر چائے پی اور ۶½ بجے کے قریب دو سو پچھتّر میل مسافت طے کر کے اڈنبرا
میں پہنچے یہاں کا سٹیشن اس قدر وسیع اور بڑا ہے کہ اس پر تیس پلیٹ فارم
کے قریب ہیں کل عمارتوں میں شیشے کی چھتیں ہیں ایجنٹ کک اینڈ کو
مع گاڑیوں کے پلیٹ فارم پر موجود تھے۔ ہم گاڑیوں پر سوار ہو کر رائل ہوٹل
میں پہنچے ظہرین اور مغربین کی نماز سے فارغ ہو کر ۹ بجے کھانا کھایا اور معمولی

گفتگو کے بعد آرام کیا ؛

۲۶ - جولائی ۱۹۰۲ء یوم شنبہ

صبح کو اُٹھ کر معلوم ہوا کہ رات کو خوب بارش ہوئی اس وقت بھی ابر محیط آسمان ہے اور کچھ ترشح بھی ہو رہا ہے یہاں تک کہ سردی محسوس ہوتی ہے کھانا کھانے کے بعد گاڑی منگوائی اور سوار ہو کر اڈنبرے شہر کے مشہور مقامات دیکھنے کے لئے چلا ؛

حالات شہر اڈنبرا

شہر اڈنبرا جو سکاٹ لینڈ کا دار السلطنت ہے تین قطعات کوہ پر واقع ہے بنیاد پڑنے کے بعد کئی صدیوں تک یہ شہر صرف وسطی پہاڑی پر آباد رہا ۶۲۶ء میں جب ایڈون شاہ نارتھمبریا (Edwin, King of Northumbria) نے قلعہ بنوایا اور اس کو اپنے نام سے موسوم کیا تو اس موضع کی حالت بہ نسبت پہلے کے بہت بہتر ہو گئی اور قصبوں میں شمار ہونے لگا سیمن آف ڈرہم (Simon of Durham) ۸۵۴ء میں اس شہر کی نسبت لکھتا ہے کہ اس زمانے میں یہ ایک مشہور گاؤں تھا ۱۱۴۳ء میں اس کی وسعت ندربو (Netherbow) تک پہنچ گئی اور قصبہ کہلانے لگا اسی سال میں ڈیوڈ اول (David I.) نے ہولی روڈ (Holyroad) کو جہاں توپیں رہتی ہیں ایک فصیل بنوا کر مستحکم کرایا اور

مغربی سمت میں آبادی کو بڑھا کر اپنے مکان مسکونہ تک ملا لیا ۱۲۰۰ء کے
شروع میں الگزنڈر ثانی نے سب سے پہلے اڈنبرا میں پارلیمنٹ قائم
کی اس بات نے اس شہر کی اس قدر وقعت بڑھا دی کہ یہ اپنے آس پاس
کے کل سکاچ آبادیوں میں ڈیوڈ ثانی کے عہد میں ممتاز ہو گیا ۱۴۳۶ء
میں جب سکاٹ لینڈ کا جیمز اوّل (James) مقام پرتھ (Perth) پر قتل
کیا گیا یہ شہر کل سلطنت کا پایہ تخت قرار پایا اس سے چودہ برس بعد
جیمز ثانی نے فصیل شہر کو بنوایا جو سولھویں صدی میں تیار ہوئی اس وقت
سے اس شہر میں امرا و فضلا آباد ہونے لگے ۱۵۴۰ء میں اس شہر کی
وسعت مکانات سے اور بڑھ گئی ۱۶۲۰ء میں ہائی رگز (High Riggs)
کو ٹاؤن کونسل (Town Council) نے خریدا اور اس کو فصیل شہر میں
شامل کیا ۱۷۶۷ء میں شہر کو اور وسعت دی گئی اسی سال میں براؤن سکوئر
(Brown Square) و جارج سکوئر (George Square) بنائے گئے ۱۷۸۷ء
میں سوتھ برج (South Bridge) کھلنے پر اس کے جنوبی حصے میں ترقی
ہوئی اور ۱۸۱۵ء میں ریجنٹ برج (Regent Bridge) کی تعمیر سے ایک نیا
قصبہ پڑ گیا جس نے اس کو اور بارونق بنا دیا اس وقت سے اب تک
شہر تمام اطراف میں بڑھتا چلا جاتا ہے پہلے ۱۷۷۵ء میں اس شہر
کی آبادی مع لیتھ (Leith) کے جو اس سے ملی ہوئی بستی ہے ۱۹۵۷۵ نفوس

تھی لیکن ۱۸۹۱ء میں مع لیتھ کی آبادی کے ۳۴۲۹۲۵۔ اور خاص شہر کی آبادی ۲۶۱۲۲۵ تھی اس شہر کی نفاست۔ فراخ سڑکیں اور خوبصورت صاف عمارتیں اس کو اس قابل بناتی ہیں کہ اگر گریٹ برٹن کا پیرس کہا جائے تو بجا ہے اس شہر کی سڑکیں اور بازار دھوئیں اور غبار سے ایسے صاف ہیں کہ گریٹ برٹن کے کسی شہر میں دیکھنے میں نہیں آئے اور شہر اڈنبرا کو طبی و جراحی کالجوں و یونیورسٹیوں کی وجہ سے ایک خاص امتیاز حاصل ہے یہ شہر چونکہ پہاڑیوں پر واقع ہے اور اس کا سلسلۂ عمارت کبھی نیچے کبھی اوپر چلا جاتا ہے اس لئے ایک دل چسپ سین نظر آتا ہے سب سے پہلے میں اڈنبرا کیسل میں گیا اس وقت خوب بارش ہو رہی ہے +

حالات اڈنبرا کیسل

یہ قلعہ اونچی پہاڑی پر واقع اور پُرانی عمارت ہے کہتے ہیں کہ اوائل میں جنگلی قوم نے اس کی بنیاد ڈالی تھی گو اب جدید عمارتوں نے اس میں بڑا حصہ لیا ہے عمارت سینٹ مارگرٹ گرجا (St. Margaret's Chapel) اور قلعہ کا وہ حصہ جس میں ملکہ میری (Queen Mary) کا کمرہ ہے سب ۱۵۶۳ء کے بنے ہوئے ہیں بیرکیں (Barracks) اور پُرانے پارلیمنٹ ہوس کی از سرِ نو مرمت کی گئی ہے اس قلعے میں اس قدر گنجائش ہے کہ تین پلٹنیں

رہ سکتی ہیں اور یہ قلعہ سکاٹ لینڈ کے نہایت مستحکم چار قلعوں میں سے ہے اس لئے اس میں ہمیشہ فوج رہتی ہے میں اس قلعے کے دروازے ہیں جوکہ پہاڑی کی اونچی سطح پر واقع ہے تھوڑی سی چڑھائی طے کرنے کے بعد داخل ہُوا اوّل سامنے سے ہاف مون بیٹری (Half-moon Battery) یعنی توپ خانہ نظر آیا اس توپ خانے میں شاہی تعطیلات اور دیگر قومی جلسوں کے وقت توپیں چھوڑی جاتی ہیں ۱½ بجے دن کو ہر روز توپ وقت بتانے کے واسطے آبزرویٹری (Observatory) واقع بلیک فورڈ ہل (Blackford Hill) کے ذریعے سے جس کا سلسلہ ایک تار سے ملایا گیا ہے چلائی جاتی ہے اس کی آواز اگر دن صاف ہو تو ۲۰ میل تک جا سکتی ہے قلعے کے اردگرد ایک خندق ہے جو آج کل خشک ہوگئی ہے اور پلے گرونڈ (Play ground) کے کام میں آتی ہے اس کے آگے بڑھ کر دروازہ پورٹ کلس گیٹ (Portcullis Gate) پر پہنچا جس پر پُرانا شاہی قید خانہ تھا جہاں کہ مارکوئیس آف گائل (Marquis of Gile) اور شاہی قیدی اپنی قتل سے پہلے قید کئے گئے تھے گورنر کے مکان سے گزر کر اور چوڑی سڑک سے ہوتا ہُوا اُس جگہ پہنچا جہاں کہ شاہی تاج اور شاہی نشانات رکھے ہوئے ہیں اور جس کو تاج والا کمرہ کہتے ہیں یہ چیزیں سکاٹ لینڈ کے قدیمی بادشاہوں کے نشانات ہیں

جن میں ایک تاج اور ایک عصا ایک تلوار شاہی شامل ہے اور ایک درباری چاندی کا عصا بھی ہے کہتے ہیں کہ یہ عصا شاہی خزانچی سے تعلق رکھتا تھا ان نشانات کی نسبت گم ہوجانے کی خبر اڑی تھی لیکن سر والٹر سکاٹ (Sir Walter Scott) کی عنایت سے ۱۸۱۸ء میں پھر مل گئے یہ تاج رابرٹ بروس (Robert Bruce) اور ملکہ میری جیمز ششم و چارلس اول کے سروں پر رہ چکا ہے اور یہ تلوار پوپ جولیس ثانی نے جیمز چہارم کو تحفۃً دی تھی اس کے نزدیک ہی ملکہ میری کا کمرہ ہے اسی جگہ ۱۵۶۶ء میں جیمز ششم اپنی والدہ میری کے سپرد کیا گیا تھا قلعہ کے اس حصے کو میری نے صرف اپنے رہنے کے لئے ۱۵۶۵ء میں بنایا تھا ملکہ میری کے کمرے کے نیچے ایک گنبدی قید خانہ ہے اور اس قلعے کے جنوب کی طرف چند قید خانے اور بھی ہیں جن میں کہ وہ اسیر قید کئے گئے تھے جو نپولین کی لڑائی میں گرفتار ہوئے تھے ملکہ مارگرٹ (Margaret) کا گرجا اسی قلعے کے بڑے اونچے مقام پر واقع ہے اس قلعے کو غالباً ملکہ میلکم کین مور (Queen of Malcolm Canmore) نے بنایا تھا اور اس قلعے میں جب تک کہ وہ ۱۰۹۳ء تک زندہ رہی اسی گرجا میں عبادت کیا کرتی تھی یہ نہایت مختصر عمارت صرف ۱۶½ فٹ لمبی اور ۱۰½ فٹ چوڑی ہے اور اب تک محفوظ ہے اس کے قریب ہی مانس میگ (Mans Meg) نامی ایک توپ

اُس جگہ پڑی ہے جہاں سے اس عالی شان شہر کا بخوبی نظارہ ہو سکتا ہے یہ توپ خاص سکاٹ لینڈ کی بنی ہوئی ہے اس توپ کو ۱۶۸۴ء میں لنڈن کے ٹاور میں اُٹھا کر لے گئے لیکن جارج چہارم نے ۱۸۲۹ء میں پھر اُسی قلعے میں بھیج دیا اس قلعے کے دیکھنے کے بعد لاکورٹس (Law Courts) میں گیا جو شاہان سکاٹ لینڈ کے زمانے میں پارلیمنٹ کے کمرے کے نام سے موسوم تھا یہ ایک نہایت عالی شان عمارت ہے جس زمانے میں سکاٹ لینڈ علیحدہ خود مختار سلطنت تھی اس وقت اس جگہ اہل سکاٹ لینڈ کی پارلیمنٹ منعقد ہوتی تھی۔ مگر جب سے سکاٹ لینڈ برطانیہ کے ماتحت ہو گیا ہے اس وقت سے یہاں مقامی عدالتیں ہوتی ہیں اس کا ہال کمرہ ۱۲۲ فٹ لمبا ۴۹ فٹ چوڑا ہے اس کی چھت میں بلوط کی لکڑی کا کام نہایت خوبصورت کیا ہوا ہے اور ہال کو بہت سے بُتوں اور تصویروں سے آراستہ کیا ہے اس عمارت کے صحن کے وسط میں چارلس ثانی کا بُت گھوڑے پر سوار بنا ہوا ہے جو ۱۶۸۵ء میں بنایا گیا تھا کہتے ہیں کہ یہ بت ہالینڈ میں ڈھالا گیا تھا مگر اس بُت سے کاریگر کا نام ظاہر نہیں ہوتا پارلیمنٹ سے نکل کر ایڈووکیٹ لائبریری (Advocate Library) میں گیا اس کتب خانے میں گریٹ برٹن کی ہر ایک نئی کتاب جو طبع ہوتی ہے مفت بھیجی جاتی ہے اس وقت ڈیڑھ لاکھ جلد

سے زیادہ یہاں موجود ہیں اور عام لوگوں کو اس کتب خانے میں جانے اور کتابوں کے مطالعہ کرنے کی اجازت ہے کتب خانے کے دیکھنے کے بعد میں اُس کمرے میں گیا جہاں ججان سول کورٹ بیٹھے ہوئے مقدمات کر رہے تھے تھوڑی دیر ٹھیر کر اُن کے مقدمات کو سُنتا رہا اس جگہ سے چل کر اڈنبرا کے بازاروں سے گزرتا ہوا ہولی روڈ پیلیس (Holyroad Palace) میں پہنچا +

ہولی روڈ پیلیس

یہ شاہی عمارت سیاحوں کے لئے ہر تعطیل کے دن ۱۱ بجے دوپہر سے ۶ بجے شام تک گرمیوں میں اور ۱۱ بجے سے ۴ بجے شام تک سردیوں میں کھلی رہتی ہے چند سال کا عرصہ گزرا کہ بغیر فیس وغیرہ کے اُس کے دیکھنے کی اجازت تھی اب ۶ ر فی کس لئے جاتے ہیں مگر منگل و جمعرات اور ہفتہ کو بغیر لئے دئے دیکھنے کی اجازت ہے جس جگہ پر کہ اب ہولی روڈ پیلیس واقع ہے اس جگہ پر ایک گرجا تھا جس کی بنیاد ڈیوڈ اوّل نے ڈالی تھی اور یہ ہولی روڈ ایبی کے نام سے مشہور تھا اس سارے محل کا صرف وہ حصّہ جس کا پُرانے زمانے سے تعلق ہے کوئن میری کے کمرے ہیں اس عمارت کا یہ حصّہ جیمز پنجم نے تعمیر کرایا تھا پہلے میں اس کے پکچر گیلری میں گیا جو نہایت نفیس اعلےٰ درجے کا کمرہ ۱۵۰ فٹ لمبا اور ۲۷ فٹ چوڑا ہے

اس کمرے میں ۱۰۶ شاہان سکاٹ لینڈ کی تصویریں آویزاں ہیں۔ جو حضرت مسیح علیہ السلام سے ۳۳۰ برس پہلے سے لے کر جیمز ہفتم تک کے بادشاہوں کی ہیں اسی ہال میں شاہ چارلس اپنے لیوی دربار کیا کرتا تھا اور آج کل بھی لارڈ ہائی کمشنر صاحب (Lord High Commissioner) یعنی اعلےٰ افسر چرچ آف سکاٹ لینڈ کے عام جلسوں کو منعقد فرماتے ہیں اور اس میں لارڈ ڈارن لی (Lord Darnley) کے کمرے ہیں جن سے کوئین مری کے تاریخی واقعات کا تعلق ہے اور لارڈ ڈارن لی کی جوانی کی ایک تصویر بھی ہے یہاں بہتر معلوم ہوتا ہے کہ لارڈ ڈارنلی اور میری کی نسبت مختصر سا حال بیان کر دیا جائے جن کا واقعہ سکاٹ لینڈ کا ہر تاریخ دان اچھی طرح سے جانتا ہے +

حالات لارڈ ڈارن لی و ملکہ میری

ے من از آن حسن روز افزوں کہ یوسف داشت دانستم + کہ عشق از پردۂ عصمت بروں آرد زلیخا را

ملکہ میری جس کو ملکہ سکاٹس بھی کہتے ہیں جیمز پنجم شاہ سکاٹ لینڈ کی لڑکی تھی اور صرف سات روز کی تھی کہ باپ کا سایہ ۱۵۴۲ء میں اس کے سر سے اٹھ گیا عرصے تک اس کے حالات دنیوی انقلاب کے ہاتھوں ہزاروں پلٹے کھاتے رہے اس کا نازک مزاج زمانہ کے تغیر کے ساتھ نئے رنگ بدلتا رہا ۱۵۶۱ء میں جبکہ وہ ۱۹ سال کی تھی اور اس کا

نوخیز شباب اور حسن خداداد حسینان زمانہ سے بیش تھا ملک فرانس سے جہانکہ پیدا ہوئی تھی اپنے شہرۂ حسن یا زلفِ پیچاں کی طرح پریشان ہوکر سکاٹ لینڈ میں آئی اور ملکہ سکاٹ لینڈ مشہور ہوئی اس کے عہد سلطنت میں بہت سے تغیر و تبدل واقع ہوئے جن کا تعلق خاص ملکہ کی ذات سے ہے گو ملکہ مذکور کا ایک بیاہتا شوہر اس سے پہلے مر چکا تھا جبکہ وہ فرانس میں تھی مگر اس کا حسن عالم پسند ایسا نہ تھا جو اپنے خریدار پیدا نہ کرلیتا لارڈ دارن لی جو ملکہ کا پھوپھی زاد بھائی تھا دل پر تیر عشق کھا بیٹھا ؎

درونِ سینۂ من زخم بے نشاں زدۂ ❦ بحیرتم کہ عجب تیر بے کماں زدۂ

صدمۂ مفارقت اور شوق دیدار نے جب اس کو کسی پہلو چین نہ لینے دیا تو ۱۶ فروری ۱۵۶۴ء میں ملکہ الزبتھ کی سفارشی چٹھی اور اپنی والدہ کی ہیرے کی انگوٹھی لے کر فرانس و انگلینڈ سے ہوتا ہوا سکاٹ لینڈ میں آیا ملکہ نے بہت خاطر و تواضع کی رسم مہماں نوازی میں دل شکنی کا لحاظ رکھا اور اس کو اُمرا کے زمرے میں داخل کیا لارڈ دارن لی گو کوئی غیر نہ تھا مگر اب حاکم و محکوم و مالک و مملوک کی نسبت اُدھر آگ کا اثر ادھر پارے کی کیفیت رُعب حُسن اجازت نہ دیتا تھا کہ اظہار مطلب کے پردے میں اس نعمت غیر متوقع کی جو یک جائی سے حاصل تھی ناشکری کی جائے مگر دلی خلے چینیاں اُس کو ہر بار اُبھارتی تھیں کہ جب اُکھلی

میں سر دیا تو دھمکوں سے کیا ڈر ہے

شرع گوید منع لب کن عشق گوید نعرہ زن ❊ کاے تو ہم در راہ عشق خود عناں انداختہ

آخر شوق مواصلت اور جوش محبّت نے اس بات پر مجبور کیا کہ اپنا منشا دلی ظاہر کرے **مصرعہ** عاقلی نبود ز درماں درد پنہاں داشتن ❊

لارڈ نے جب ملکہ سے شادی کی درخواست کی تو غرور حسن اور ناز معشوقانہ نے پہلے تو مزاج کو زلف کی طرح برہم کر دیا اور غصّے میں بہت تاؤ پیچ کھائے اور وہ انگوٹھی جو اُس نے پیش کش کی تھی واپس کر دی **شعر**

غرور حسن اجازت مگر نداد اے گل ❊ کہ پُرسشے نکنی عندلیب شیدا را

مگر آخر رفتہ رفتہ اس سچّی محبت نے اپنا رنگ دکھایا اور جذبۂ عشق معشوق کو بر سر رحم لایا ملکہ بھی لارڈ سے محبت کرنے لگی اور ملکہ الزبتھ کو اس بات سے اطلاع دی کہ میں لارڈ سے شادی کرنے پر آمادہ ہوں ملکہ الزبتھ اس پیام سے بہت خوش ہوئی الغرض ۱۵ مئی ۱۵۶۵ء کو باہم عقد ہوا اور دونو کی آرزوئیں بر آئیں شب وصل نے ہجراں کو دل سے بھلا دیا خانہ خلوت نگاہوں میں بہشت بریں معلوم ہونے لگا دونو طرف محبّت کا جوش عاشق و معشوق ہم آغوش زلفوں میں پیچ و تاب نہ نگاہوں میں حجاب غرض اس کا لطف کچھ اُسی کے دل سے پوچھنا چاہئے جس کو یہ وقت نصیب ہوا ہو ✣

ملکہ موصوف نے لارڈ کو پہلے ارل اور اس (Earl of Ross)
کے ممتاز خطاب سے ملقب کیا اس نئے پیوند کے ہونے سے بعض عمائد سلطنت
اپنے جامے سے باہر ہوگئے اور ذاتی مخالفت نے اُن کو اس بات پر آمادہ
کیا کہ ملکہ کو قید کریں اور لارڈ کو مار ڈالیں مگر اپنے منصوبے میں کامیاب
نہ ہوئے کچھ مدت ملکہ اپنے خاوند کے ساتھ لطف زندگی اُٹھاتی رہی مصرعہ
نے غم دُزد نے غم کالا۔ نہایت اطمینان سے دونو زندگی بسر کرتے رہے
مگر حوادث روزگار اور گردش چرخ دوار بھلا کب چین لینے دیتی ہے شعر

یہ دو دل کو اک جا بٹھاتا نہیں ❀ کسی کا اسے وصل بھاتا نہیں

سامان مخالفت جمع ہوگئے لارڈ ڈارن لی نے چاہا کہ تاج شاہی اپنے سر
پر رکھے اور زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لے مگر اس بات کو ملکہ نے منظور
نہیں کیا لارڈ کو سخت ناگوار گزرا اب محبت مبدل بعداوت ہوگئی عاشقی
و معشوقی طاق پر دھری رہی اغراض نفسانی شریک ہوئے کسی نے
سچ کہا ہے کہ تین زر انسان کی زندگی کو تلخ کر دیتی ہیں زر۔ زمین۔ زن
اُس نے چاہا کہ عمائد سلطنت سے سازش کر کے ملکہ کو تخت سے اُتار دے
اور ڈیوڈ رزیو کو جو پیارا اسکرٹری تھا اور جس پر ملکہ کی بیحد عنایتوں
اور شفقتوں نے لارڈ کے دل میں رقیبانہ خیال پیدا کر دیا تھا عروس اجل
سے ہم آغوش کرے کیونکہ تخت کے نہ ملنے کا باعث وہ اسی شخص کو سمجھتا تھا

جب ملکہ کو لارڈ کے ان ارادوں کی اطلاع ہوئی تو نہایت مکدر ہوئی شیشۂ دل سنگ بیداد سے چکنا چور ہوا وہ زلفیں جو اکثر بازوے عاشق پر پڑی رہتی تھیں اب ڈسنے کے لئے کالی ناگن بن گئیں وہ نگاہیں جو چپکے چپکے راز محبّت سے ایک دوسرے کو خبر دیتی تھیں زمانے کی طرح پھر گئیں ملکہ کو لارڈ سے ایسی نفرت ہوگئی اور اس قدر بیزار ہوئی کہ اُس کی شکل دیکھنا نہیں چاہتی تھی الغرض خاوند و بی بی میں سخت جھگڑا پیدا ہوگیا اور دونو کی باہمی نزاع بیچارے رزیو کے تخریب کا باعث ہوئی گیہوں کے ساتھ گھن پس گیا تریا ہٹ تو مشہور ہے ملکہ کو شوہر سے. جو نفرت ہوئی تو محبّت کا وہ حصّہ بھی رزیو کے حق کا ہوگیا اب نوبت یہ پہنچی کہ گلعذار ملکہ کو بے اُس کے ایک لمحہ صبر و قرار نہ تھا اور لارڈ خار کھائے ہوئے ہر وقت اس کے قتل کی فکر میں رہتا تھا اور موقع ہاتھ نہ آنے سے کانٹوں پر لوٹتا تھا ؎

رُکی واں بھی طبیعت بدگمانی سے محبّت کی
چمن میں گل سے کھٹکا ہوں میں قربِ خار پر کیا کیا

کہتے ہیں کہ رزیو فنِ موسیقی میں کمال رکھتا تھا اور فرانسیسی زبان سے واقف تھا اس لئے ملکہ اس کو بہت عزیز رکھتی تھی اور دم بھر کے لئے نگاہ سے اوجھل ہونا اس کا گوارہ نہ تھا غریب رزیو کی حالت قابل افسوس

تھی اور ترقیوں کے عوض میں ملکہ ایسی شاہزادی کی محبّت جس کی امید دلاتی تھی اُس کو اپنی جان کے لالے پڑ گئے بعینہ وہ اس شعر کا مصداق بن گیا ؎

ہمیں ہیں وہ جس کو جز تنزل کبھی ترقی نہ ہوگی ورنہ
زمین پر جو پڑا ہے سایہ کبھی وہ بالائے بام ہوگا

لارڈ کو جب کچھ نہ بن پڑا تو اس نے اس کے دشمنوں کو گانٹھا ۹۔ مارچ ۱۵۶۶ء کی شام کو ہفتے کے دن پانچ سو آدمیوں نے ہولی رُوڈ پیلیس کو گھیر لیا اور ایک سو ساٹھ آدمی صحن محل شاہی میں گھس گئے اس وقت میری اپنے اس کمرے میں جو اُس کے نام سے موسوم ہے بیٹھی تھی اور اس کے پاس اُس کے سوتیلے بھائی و چند دیگر آدمی مع رزیو کے بیٹھے تھے کہ یکایک بادشاہ اس کے کمرے میں خود داخل ہوا اور اُس کے پہلو میں بیٹھ کر اپنا ہاتھ بڑی محبّت سے اس کے گلے میں ڈال دیا اتنے میں لارڈ رتھوین (Ruthven) جو بڑا مہیب شکل آدمی تھا زرہ پہنے ہوئے اسی کمرے میں داخل ہوا اُس کی صورت سے غصّے کے آثار نمایاں تھے ملکہ کی جب نظر اس عفریت پر پڑی وہ تاڑ گئی کہ دال میں کچھ کالا ہے آپس میں دشمنوں نے کھچڑی پکائی ہے یہ سمجھتے ہی اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑی ہوئی گیسو مار سیاہ کی طرح بل کھانے لگے چہرہ سرخ ہوگیا آنکھیں اُبل پڑیں فرط غیظ و غضب سے وہ جسم نازک کانپنے لگا۔ فوراً ایک ڈانٹ بتائی کہ او نابکار

یہاں سے چلا جا ملکہ کی جب یہ آواز بلند ہوئی تو وہ چند آدمی جو نیچے زینے پر چھپے ہوئے تھے فوراً کھٹا کھٹ چڑھ آئے اور اس چھوٹے سے کمرے میں تلواریں اور خنجر نکالے ہوئے اس زور سے گھسے کہ خدا کی پناہ یہ میز گری وہ برتن ٹوٹے قیامت برپا ہوگئی میز ملکہ کے اوپر جا پڑی ملکہ اس وقت چھ مہینے کی حاملہ تھی وہ عفریت صورت رتھ وین اپنا خنجر نکال کر للکارا کہ ملکہ صاحبہ ہمیں آپ سے کوئی سروکار نہیں ہے ہمیں اس حرام زادے سے مطلب ہے جو آپ کے پاس بیٹھا ہے جب اس غریب رزیو نے اپنی جان پر بنتے دیکھی تو ملکہ کے پیچھے جا چھپا اور مایوسی سے اُس کی گون کو پکڑ کر نا امیدی کے لہجے سے کہنے لگا کہ اے ملکہ صاحبہ انصاف کیجیئے اور میری جان بچائیے ابھی ملکہ نے اُس کو کسی قسم کا جواب نہیں دیا تھا کہ دشمن پھر جھپٹے اور قبل اس کے کہ لارڈ ڈارن لی ملکہ کے دامن کو اس کے ہاتھ سے چھڑائے ایک شخص مسمی کر آف فالڈن سائیڈ (Ker-of-Foldanside) نے ملکہ کے سامنے پستول چھتیاکر کہا کہ خبردار آپ کچھ نہ بولئے ورنہ ابھی فیر کر دونگا اور ڈارن لی علحدہ ملکہ کو پکڑے رہا اتنے میں جارج ڈگلس (George Douglas) نے بادشاہ کے خنجر کو کھینچا اور رزیو کے بھونک دیا اور بڑی بے دردی سے اس کو گھسیٹتے ہوئے لے چلے راستے میں تلواروں سے اس پر وار کرتے رہے زینے کے

رگڑوں اور زینے کی ٹکروں سے اس کا سر چھل چھلا کر چکوترہ ہو گیا
چنانچہ اس کے خون کے قطروں کے نشانات اب بھی اس واقعہ کے
شاہد حال ہیں علاوہ ان زخموں کے جو بدن پر زمین کی رگڑ سے پڑے
تھے چھبیس کاری زخم تلوار کے تھے اس کش مکش میں اُس کی روح نکل گئی
لاش کو عُریاں کر کے دُور پھینکوا دیا اور کوئی دقیقہ اس کی بے عزتی کا فروگذاشت
نہیں کیا ملکہ اپنے کمرے میں بیٹھی ہوئی کچھ صدمہ کچھ غصہ ہزار قسم کے
خیال ایک رنگ آتا تھا ایک جاتا تھا اس ناگہانی واقعہ کی ہیبت نے
اُس کی نازک طبیعت پر بُرا اثر ڈالا تھا سر جھکائے ہوئے اپنے خیال کے
ادھیڑ بُن میں پڑی ہوئی تھی کبھی کانپ اُٹھتی تھی کبھی موتی سے آنسو
پھول سے رخسارے پر جھلکتے ہوئے معلوم ہوتے تھے ابھی خیال نے
یک سوئی نہیں پیدا کی تھی کہ ایک مرتبہ کسی آواز نے چونکا دیا ملکہ نے سر
اُٹھا کے دیکھا ایک شخص اس واقعہ کی خبر لایا ہے اس وقت عجیب امید
و یاس کی حالت تھی کسی غیر ممکن خیال کی خوشی میں اگر چہرے پر دوڑنے
والی سرخی نمایاں بھی ہو جاتی تھی تو دوسری حالت فوراً اُس کا رنگ پھیکا
کر دیتی تھی مگر اس آنے والے نے دو لفظوں میں اس کا فیصلہ کر دیا اور
رزیو کی افسوس ناک مرگ کی خبر دی ملکہ نے اپنے آنسو پونچھے اور کہا خیر
اُس بیچارے کی تو جان گئی مگر میں نے بھی اگر انتقام نہ لیا تو کام

ہی نہیں کیا ع لائیگا رنگ خون کسی بے گناہ کا۔ لاش تو اس کی ملکہ کے حکم سے شاہی قبرستان میں دفن کی گئی اور ملکہ کو دشمنوں نے اسی کمرے میں تھوڑی دیر کے لئے قید کر دیا ڈارن لی نے اختیارات شاہی اپنے ہاتھ میں لئے۔ بعد اس انتظام کے پھر ملکہ کو آزادی دی گئی اس کے خدمتگار اپنے کاروبار خانگی میں ہمیشہ کی طرح مصروف ہوئے دوسرے دن ملکہ معہ اپنے خاوند کے ہولی روڈ سے شاہی قلعہ ڈنبار میں چلی گئی اور ۱۸ تاریخ کو دو ہزار سواروں کے ساتھ اڈنبرا میں آئی اور بجائے اس کے کہ ہولی روڈ میں قیام پذیر ہو دوسرے مکان میں فروکش ہوئی اور جب تک لڑکا نہ پیدا ہو اُسی جگہ رہی ۱۹۔ جون ۱۵۶۶ء کو لڑکا پیدا ہوا اور جیمز ششم کہلایا لڑکے کے پیدا ہونے کے بعد ملکہ اپنے خاوند سے ظاہرا بہ محبّت ملتی رہی اور کبھی اُس کے ساتھ رہتی تھی جب سے ملکہ کو اپنے خاوند کی حلف دروغی اور دورنگی کا پورا یقین ہوا تھا جو اس نے اس کے سکرٹری کے قتل میں ظاہر کی تھی اس وقت سے اس بات کی منتظر تھی کہ لڑکا پیدا ہو لے تو اس سے طلاق لے لُوں جس کے لئے اس نے اپنے معتبر ایلچی کو روم میں بھیجا تھا مگر شاید اپنی کوشش میں کامیاب نہ ہوئی اس وقت سے ڈارن لی کا آفتاب اقبال غروب ہونے لگا آخر طالع کی روشنی دھیمی پڑی گو اس کو اپنی حالت میں تغیّر محسوس نہ ہوا ہو مگر دقیقہ بین اور تجربہ کار نگاہوں سے

اس انقلاب کی رفتار پوشیدہ نہیں رہ سکتی اب ملکہ کی نظر شفقت و محبّت بوتھویل (Bothwell) کی طرف ہوگئی یہ شخص چونکہ ہولی روڈ ہی میں رہتا تھا اس لئے اس کو ملکہ سے ملنے اور حظِّ صحبت اُٹھانے کا اکثر موقع ملتا تھا آخر ملکہ نے مورے (Moray) مورٹن (Morton) میٹ لینڈ (Maitland) وغیرہ وغیرہ کی رائے سے ڈارن لی کے مارنے میں کوشش کی میری نے اپنے شوہر کو بُلایا اور ایک ہفتے تک اپنے پاس رکھا بعد کو ڈارن لی گلاس گو چلا گیا ۲۴- جنوری کو خود ملکہ اڈنبرا سے اس کے لینے کو گلاس گو گئی اور ۳۱- کو واپس لائی اور اس کے رہنے کے لئے وہ مکان کرک آف فیلڈ (Kirk of Field) جو موجودہ یونیورسٹی کی جگہ واقع تھا تجویز کیا گیا اب اس کی خوفناک موت کا پورا حال کہ کیونکر واقع ہوئی تاریخ سے تعلق رکھتا ہے ہماری کتاب میں اس قدر گنجائش نہیں ہے کہ مفصل احاطہ تقریر میں لایا جائے خلاصہ یہ کہ ۹- فروری تک ملکہ نے خوب اُس کی آؤ بھگت کی اور کمال محبّت سے پیش آتی رہی خاص قتل کی رات کو اس نے اس کے ساتھ رہنے کا ارادہ کیا مگر پھر کہنے لگی کہ چونکہ ہولی روڈ میں میری ایک منہ بولی بہن کی تقریب ہے اس لئے مجھے اس میں آج شریک ہونا ضروری ہے یہ کہ کر اس کو بوسہ دیا اور اپنے ہاتھ سے انگوٹھی اُتار کر اس کے ہاتھ میں پہنائی اور کہنے لگی کہ میں تجھ سے بڑی محبّت رکھتی ہوں

اور خدا حافظ کہکر رخصت ہوئی اسی اثنا میں بارود کی ایک بڑی مقدار اس مکان کے نیچے رکھی گئی دوسرے دن صبح کو ایک دھماکا ہؤا اور اڈنبرا کے بہت سے اہل شہر اس مہیب آواز سے جاگ اُٹھے اور جب موقع پر گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ مکان بارود سے اُڑگیا اور ڈارن لی معہ ایک غلام کے باغ میں جھلسا ہؤا پڑا ہے کہ کردکہ نیافت عام لوگوں کا یہ خیال تھا کہ یہ کام ارل بوتھویل کا ہے اور اُن لوگوں نے بھی جو اس کے ساتھ اس قبیح کام میں شریک تھے اور جن کو ان کے کئے کی سزا ملی اس بات کا اقبال کیا کہ بوتھویل ان کا شریک تھا اور یہی وہاں بارود لے جانے کا باعث ہؤا اور بارود کو جان ہیپ برن (John Hepburn) نے دیا سلائی لگائی جو بوتھویل کا چچازاد بھائی تھا بوتھویل کا حال سنئے کہ جب مکان میں داخل ہؤا تو اُس نے پینے کے لئے کچھ مانگا اور نیم فوجی لباس میں جو وہ پہنے ہوئے تھا اپنے بستر پر لیٹ کر سو گیا اسے لیٹے ہوئے آدھا گھنٹہ ہؤا تھا کہ اس کے ملازموں میں سے ایک نے خبر دی کہ بادشاہ کا مکان اڑا دیا گیا اور وہ ہلاک ہو گیا بوتھویل نے حیران ہو کر کہا لاحول ولاقوۃ کس سے ایسی نمک حرامی ظہور میں آئی اُسی وقت اٹھا اور کپڑے پہنے اور فوراً اپنے سالے ہنٹلی (Huntley) کے ہمراہ جو اس کے ساتھ اس سازش میں شریک تھا محل میں ملکہ میری کے پاس گیا جب میری نے

اپنے شوہر کے مرنے کی خبر سنی تو بڑا افسوس کیا اور اپنی حفاظت کے لئے قلعے میں چلی گئی اور اسی وقت کمرے کو بند کر کے اُس میں بیٹھ رہی جس سے ظاہر امعلوم ہوا کہ اس کو دوسری دفعہ بیوہ بننے کا سخت افسوس ہے ؛

دن نکلتے ہی موقع واردات پر ہزاروں لوگ جمع ہوئے آدمیوں کی کثرت سے کھوے سے کھوا چھلنے لگا ہر شخص اپنی عقل کے موافق رائے زنی کرتا رہا بوتھویل بھی فوراً ایک فوج کے ساتھ آموجود ہوا پہلی فکر اس نے یہ کی کہ ڈارن لی کے جسم کو لوگ نہ دیکھیں اس کی نعش کو اٹھا کر ایک کمرے میں جو اس کے قریب ہی تھا لے جا کر ڈال دیا یہاں یہ نعش اس وقت تک پڑی رہی جب تک کہ پریوی کونسل نے معائنہ نہیں کی اس کے بعد لاش ہولی روڈ میں بڑے کرّوفر سے دفن کی گئی ؛

ملکہ میری نے اب بالکل ہولی روڈ کو چھوڑ کر قلعے ہی میں رہنا اختیار کیا اور اس کی ڈاکٹروں نے پریوی کونسل کو اطلاع دی کہ ملکہ کی صحت میں فتور پڑتا جاتا ہے اگر اس نے تبدیل آب وہوا نہ کی تو ہلاکت کا اندیشہ ہے اس لئے بایمائے پریوی کونسل ملکہ معہ بوتھویل ہنٹلی وغیرہ کے جو سازش میں شریک تھے ایک سو خدمتگار کے ساتھ تبدیل آب وہوا کے لئے چلی اور سی ٹن ہوس میں ۷۔ مارچ تک رہی ملکہ کی محبت بوتھویل کے ساتھ روز بروز بڑھتی جاتی تھی اور جذبۂ الفت دونو کا ترقی پر تھا اور

مزہ بھی محبّت کا یہی ہے کہ ع دونو طرف ہو آگ برابر لگی ہوئی۔
اگرچہ بوتھویل اور دیگر اشخاص عام طور سے ڈارن لی کے قتل کے
ملزم قرار دئے گئے مگر کچھ نہ ہؤا مقدمہ بھی قائم ہؤا تحقیقات بھی ہوئی
لیکن نتیجہ جیسا چاہیئے تھا نہ نکلا ۲۱۔ اپریل کو میری ہولی روڈ سے اپنے
بچّے کو سٹرلنگ کیسل (Stirling Castle) میں دیکھنے کے لئے گئی اور
۲۴ کو واپسی کے وقت بوتھویل نے آٹھ سَو سواروں کے ساتھ آمن برج
(Almond Bridge) کے قریب جو اڈنبرا سے ۶ میل کے فاصلے پر ہے
ملکہ کو گھیر لیا اور زبردستی قلعہ ڈنبار میں لے گیا اس سے دو دن بعد اپنی
بیوی کو طلاق دینے کے درپے ہؤا اس کی بیوی لیڈی جین گارڈن
(Lady Jane Gordon) جس سے کہ اُس نے چند مہینے ہوئے شادی کی تھی
اس کے چچا کی لڑکی تھی اُس نے اُس پر کامسری کورٹ (Commissary Court)
میں زنا کا الزام لگایا اور آرک بشپ کی عدالت نے ان کے نکاح کو فضول
ٹھیرا کر فیصلہ کر دیا ملکہ میری ڈن بار کیسل میں اس شخص کے ساتھ جس کو
تمام جہان اُس کے خاوند کا قاتل سمجھتا تھا رہنے لگی کچھ عرصے کے بعد اس
کے ساتھ اڈنبرا میں آئی چونکہ اس بات کا یقین ہو چکا تھا کہ بوتھویل نے
زبردستی ملکہ کو اپنے قبضے میں کر لیا ہے شہر کے دروازے بند کر لئے گئے اور
اہل شہر مسلح ہو گئے اور قلعے سے توپیں چلائی گئیں دوسرے دن ملکہ شہر میں

گھوڑے پرسوار ہوکر نکلیں گھوڑے کی باگ بوتھویل کے ہاتھ میں تھی ۸-مئی کو اشتہار دیا گیا کہ ملکہ بوتھویل سے نکاح کریگی ۱۱-تاریخ کو ملکہ مع بوتھویل کے محل میں گئی اور پندرہ تاریخ کو دونو کا نکاح ہوگیا اور ملکہ نے بوتھویل ڈیوک آف آرکنی (Duke of Orkney) و مارکوئیس آف فائیف (Marquis of Fife) کا خطاب عطا کیا اور نہایت ہی اعلے درجے کا تاج اپنے ہاتھ سے اس کے سر پر رکھا عماید وامرائے سلطنت اس شادی میں شریک نہیں ہوئے شادی کے بعد میری نہایت خوشنما لباس پہنتی تھی اور بوتھویل کے ساتھ سوار ہوکر نکلتی تھی ملکہ کا منشا تھا کہ مجھ میں اور اس میں حاکم اور محکوم کی نسبت نہ رہے بلکہ بے تکلفانہ بسر ہو مگر بوتھویل اس کے خلاف تھا ملکہ تمسخراً اس کو چھیڑتی تھی اور تاج اس کے سر پر رکھتی تھی اور وہ اتار کے پھینک دیتا تھا آخر رفتہ رفتہ یہ بے تکلفی ملکہ کو عذاب جان ہوگئی پھر تو اُس نے بھی ہاتھ پاؤں نکالے اور ملکہ کی خوب خبر لینے لگا جن لوگوں نے ملکہ کو پرائیویٹ طور پر دیکھا اُن کو فوراً معلوم ہوگیا کہ ملکہ اس سے ناراض ہے سر جیمز میلول (Sir James Melville) ناقل ہے کہ بوتھویل ملکہ کے ساتھ ایسی بے عزتی اور گالی گلوج سے پیش آتا تھا کہ ملکہ میری نے میرے سامنے چاقو مانگا تا کہ اپنے آپ کو ہلاک کرے یا کسی دریا میں اپنے آپ کو غرق کرے شادی سے پہلے ملکہ کو بہت سی اطلاعیں دی گئی تھیں کہ

وہ بوتھویل سے شادی نہ کرے مگر اُس نے نہ مانا اب پچھتا رہی ہے مصرعہ

چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی

شادی سے تھوڑے عرصے کے بعد تک تو ملکہ و بوتھویل اس خیال میں تھے کہ کوئی ان کا دشمن نہیں ہے مگر بعد کو معلوم ہوا کہ ان کے سینکڑوں دشمن ہیں اور رعایا نے اس بات پر کمر باندھی ہے کہ ملکہ کو اس ظالم کے ہاتھ سے چھوڑا دے لوگوں نے یہ سازش کی کہ ملکہ بوتھویل دونو کو ہولی روڈ میں جہاں وہ رہتے ہیں گرفتار کرلیں کیونکہ بوتھویل ایک لحظہ بھی جدا نہ ہوتا تھا بلکہ اُس کے ساتھ ساتھ رہتا تھا تاکہ پورے طور پر نگرانی کرے اور اس کو آزاد نہیں ہونے دیتا تھا مگر ارل آف آرگائیل (Earl of Argyll) نے ملکہ کو اُن کی سازش سے اطلاع دے دی اور اسلئے ملکہ معہ اپنے خاوند کے بارتھ ویک کیسل (Borthwick Castle) میں چلی گئی اس جگہ سے وہ ایک غلاموں کا لباس پہن کر ڈنبار کی طرف ۱۱- جون کو بھاگ گئی اور ۱۲ کو پریوی کونسل نے اشتہار دیا کہ اراکین سلطنت بڑے بڑے شہروں سے آئیں تاکہ ملکہ کو اس ظالم بوتھویل کے ہاتھ سے نجات دلائی جائے ملکہ کو جب یہ خبر معلوم ہوئی تو گو وہ جانتی تھی کہ میری فوج میری حمایت تو ضرور کریگی مگر اس کا خوف تھا کہ میرے خاوند سے برگشتہ ہونے کے سبب سے اس کو ہلاک کر ڈالیگی اس لئے اس نے ۱۵- جون ۱۵۶۷ء میں

اپنے آپ کو معتبرین امرا کے سپرد کیا بوتھویل بھاگ گیا اور پھر اس کو ملکہ نے
عمر بھر نہیں دیکھا وہ جزیرہ ارکنی میں جاکر پناہ گزین ہوا اور دریائی ڈاکو ؤں
کا پیشہ اختیار کیا آخر کار ڈنمارک والوں نے گرفتار کر کے قید خانے میں
ڈال دیا اور اسیری ہی میں مرگیا ملکہ میری اب اپنی رعایا کی قیدی بن کر
اڈنبرا میں لائی گئی کم درجے کے لوگوں نے بھی اس کو گالیاں دیں اور برا بھلا
کہا اور یہ تقریباً برہنہ تھی گرد و غبار و آنسوؤں کے مسلسل تار سے پہچانی
نہیں جاتی تھی اس کو شہر میں گھما کر ہائی سٹریٹ (High Street) کے
بلیک ٹرن پائیک (Black Turnpike) مکان میں رہنے کی جگہ
دی گئی پر تھوڑے عرصے کے بعد ہولی روڈ میں لے جاکر اس کا لباس
تبدیل کرایا اور ٹوٹے پھوٹے قلعہ لاچ لیون (Lochleven) میں لے جاکر
رکھا اُس نے اپنے بزرگوں کے شاہی محل ہولی روڈ کو ایسا چھوڑا کہ پھر
کبھی نہ دیکھا لاچ لیون صرف ۵۰ گز چوڑی عمارت تھی جس میں وہ قریباً
ایک سال تک قید رہی بڑے بڑے عمائد کی خفیہ کونسل نے لارڈ لینڈزی
(Lord Lindsey) کو اُس کے قید خانے میں بھیجا تاکہ ملکہ کو مجبور کرے کہ
اپنے شیر خوار بچے کے نام سلطنت منتقل کر دے مگر ملکہ نے اس بات کو
نامنظور کیا اور لینڈزی نے ملکہ کے نازک بازو کو اپنے لوہے کے دستانے
سے دبایا اور مجبور کر کے کاغذ پر دستخط کرائے کہ اسے سلطنت سے کچھ واسطہ

نہیں ۲۔مئی کو ملکہ قید خانے سے بھاگ نکلی اور ایک زبردست دستے سے جو دریا کے اُس طرف تھا جا ملی جب ملکہ کے رہا ہونے کی خبر عام ہوئی تو اس کی فوج کا بعض حصّہ اس کا شریک ہوا باقی فوج نے ملکہ کا مقابلہ کیا ۱۳۔مئی ۱۵۶۸ء کو ملکہ شکست کھانے کے بعد مفرور ہو کر بجائے اس کے کہ وہ فرانس کو جائے جہاں اس کی بڑی عزّت ہوتی وہ انگلستان میں ملکہ الزبتھ کے پاس پناہ گزیں ہوئی مگر اس نے بھی اس کو قید کر کے زنداں میں ڈال دیا اور ۱۸ برس تک قید رہی اور بڑی بے رحمی و بے انصافی سے ماری گئی*

اس عبرت ناک مقام کو دیکھنے کے بعد میں براہ راست اپنے قیام گاہ کی طرف چلا کیونکہ دو بج چکے ہیں اور لانچ کا وقت آ گیا ہے راستے میں تماشائیوں کا ہر جگہ ہجوم نظر آتا ہے تین بجے لانچ کھایا اور پانچ بجے گو بارش ہوتی رہی چند اور مشہور مقامات کو دیکھا جس میں قابلِ ذکر فیٹس کالج (Fettes College) ہے*

فیٹس کالج

یہ عمارت مشہور میڈیکل کالجوں میں سے ایک کالج ہے جس کو سر ولیم فیٹس صاحب (Sir William Fettes) نے شرفا کے بچّوں کی تعلیم کے لئے بنوایا تھا جو بسبب غربت کے قابل رحم ہو گئے ہوں اس سے بڑھ کر ایک اور ہسپتال ہے جو ڈونیلڈسن ہسپتال (Donaldson's Hospital)

کے نام سے مشہور ہے جس کے بنوانے کے لئے تین لاکھ پندرہ ہزار روپے مسٹر جیمز ڈونیلڈسن نے وصیّت کے ذریعے سے دیا تھا تاکہ یتیم لڑکے و لڑکیاں اس کالج میں تعلیم پائیں یہ عالی شان عمارت ٹیوڈر (Tudor) نمونے پر بنائی گئی ہے یہ ایک مستطیل عمارت ہے جو ہر طرف سے ۲۰۰ فٹ لمبی ہے اور اس میں دو سَو یتیم لڑکے و لڑکیاں تعلیم پاتے ہیں ۷½ بجے شام کو واپس آکر کھانا کھایا اور نماز سے فارغ ہوکر ۱۰ بجے آرام کیا ۔

۲۷- جولائی ۱۹۰۲ء یوم یکشنبہ

آج بھی اڈنبرا میں قیام ہے صبح تک خوب ابر رہا ۹ بجے کھانے سے فارغ ہوکر ۱۰ بجے دریاے فورتھ کے پُل کو دیکھنے گیا مہمانان شاہی بھی ساتھ ہیں راستے میں چند چند قدم کے فاصلے پر عمدہ عمدہ پختہ سنگی عمارتیں نظر آئیں اور ہر جگہ سبزہ ہی سبزہ دکھائی دیتا ہے جس سے روح تازہ ہوتی ہے کئی پارکوں اور چھوٹی چھوٹی بستیوں میں سے گزر کر ہم کو دریاے فورتھ کا ریلوے پُل نظر آیا اس جگہ ایک نشیب ہے جس میں سے ہوکر پُل پر جانا پڑتا ہے اور بگھیاں آہستہ آہستہ نہایت احتیاط سے روک کر چلائی جاتی ہیں دریا کے کنارے پر پہنچ کر وہاں اُترا اور ایک دُخانی جہاز میں بیٹھ کر سیر کے لئے چلا ۔

حالات پُل دریائے فورتھ واقع متصل اڈنبرا

یہ پُل جو سر بنجمین بیکر (Sir Benjamin Baker) کے نمونے پر بنایا گیا ہے اور آج کل کے اعلےٰ درجے کے انجنیری کاموں میں سے سمجھا جاتا ہے ۱½ میل لمبا ہے اور دنیا کے کل پُلوں سے اونچا ہے کیونکہ اُس کی اونچائی ۴۵۰ فٹ کی ہے اس پُل کو دو بڑی کمانیوں پر قائم کیا ہے وہ ستون جن پر کمانیاں قائم ہیں اُن کی بُنیاد ۵۰ سے ۹۰ فٹ تک پانی میں گلائی گئی ہے اور اس کا قطر تہ میں ۷۰ فٹ اور چوٹی پر ۶۰ فٹ ہے یہ فولادی کمانیاں جن کا قطر ۱۲ فٹ ہے ۳۷۰ فٹ بلند ہیں اس عالی شان پُل کی تعمیر میں ۵۰ ہزار ٹن فولادی لوہا اور ۸۰ ہزار آہنی میخیں خرچ ہوئی ہیں اگر کل لوہے کو جو اس پُل میں لگا ہے ڈھال کر ایک چادر کی صورت میں بنایا جائے تو ۲۵ - ایکڑ زمین کی سطح میں پھیل جائیگا جس وقت اس پر رنگ چڑھایا گیا ہے تو ۲۵ ٹن رنگ اور ۳۵۰۰۰ گیلن تیل خرچ ہؤا تھا یہ پُل سنہ ۱۸۸۳ء میں بن کر تیار ہؤا اُس پر سوا پانچ کروڑ روپے لاگت آئی ہے اس خرچ کو چار کمپنیوں نے مل کر ادا کیا تھا اس پُل کے بننے سے بڑا فائدہ یہ ہؤا کہ ملک کے شمالی حصے بذریعہ ریل کے متصل ہو گئے اور آنے جانے میں بڑی سہولت ہو گئی اس پُل کے دیکھنے میں ایک گھنٹہ صرف ہؤا کشتی میں اِدھر اُدھر دریائے فورتھ کی سیر اور زیر پُل اس کی ساخت کے

معائنہ کے بعد جب ہم کنارے واپس آئے تو ایک فوٹوگرافر کی خواہش کے موافق اس کے کمرے میں ٹھیرے اور اس نے کل مہمانان شاہی کا فوٹو لیا پھر اس جگہ سے گاڑیوں پر سوار ہو کر ½ ۲ بجے کے قریب ہوٹل میں آئے اور تھوڑا سا آرام کرنے بعد نماز پڑھی اور پھر شہر کے بعض مقامات دیکھنے گیا۔ جن میں سے قابلِ ذکر مفصلۂ ذیل ہیں۔

حالات بوٹینک گارڈن

Botanic Garden

اس باغ کا رقبہ ستائیس ایکڑ کے قریب ہے اور اعلےٰ درجے کا خوبصورت بنایا گیا ہے اس میں ایک نہایت عمدہ کمرہ بنا ہوا ہے جو ۱۰۰ فٹ لمبا اور ۶۰ فٹ چوڑا اور ۷۰ فٹ اونچا ہے اس میں غیر ملکوں کے درخت نصب کئے گئے ہیں اور شیشوں کی چھت پڑی ہوئی ہے کہ درختوں کو کسی قسم کا آسیب نہ پہنچے آدھ گھنٹے تک ہم باغ کے چاروں طرف پھرتے رہے یہاں سے گاڑیوں پر سوار ہو کر اڈنبرا کی پُرانی یونیورسٹی کو دیکھنے کے لئے گئے یہ چار پہلو عمارت ہے سنہ ۱۵۸۲ء میں بنائی گئی تھی مگر اوجڑ جانے کے بعد پھر سنہ ۱۷۸۹ء میں تیار کی گئی اس کا طول ۳۵۶ فٹ اور عرض ۲۲۵ فٹ ہے اس یونیورسٹی کے کتب خانے میں ۲ لاکھ مجلد چھپی ہوئی اور ۷ ہزار دستی لکھی ہوئی کتابیں ہیں اس یونیورسٹی میں چالیس پروفیسر ہیں جو علم دین۔

علم قانون علم طب علم طبعی علم موسیقی وغیرہ وغیرہ کی تعلیم دیتے ہیں
اس کالج میں ۲۰۰ سے زیادہ طالب علموں کو وظیفہ دیا جاتا ہے جو
ایک لاکھ پینسٹھ ہزار روپے سالانہ کے قریب ہوتا ہے اس یونیورسٹی
سے ہر سال تین ہزار طالب علم شریک امتحان کئے جاتے ہیں جن میں
سے اکثر طبّی طالب علم ہوتے ہیں اس یونیورسٹی میں دو سَو عورتیں تعلیم
پاتی ہیں علاوہ ازیں سَو عورتیں مدارس اڈنبرا میں تعلیم پاتی ہیں فن طبّی وجراحی میں
اڈنبرا کو دو سَو سال سے شہرت حاصل ہے چونکہ اس کے محکموں میں روز مرہ
ترقی ہوتی جاتی ہے اور موجودہ عمارت میں گنجائش نہیں رہی اس لئے
طبّی جماعتوں کے لئے ایک اور عالی شان عمارت کی ضرورت ہے +

رائل کالج آف سرجنز

Royal College of Surgeons

جو یونیورسٹی کالج سے جنوب کو واقع ہے ۱۸۳۲ء میں بصرف
تین لاکھ روپیہ بنایا گیا تھا اس کالج میں جراحی کا کام سکھایا جاتا ہے اور
اس کے متصل ایک عجائب گھر ہے جس میں علم تشریح بدن اور ہر قسم کی
مرض کے نمونے رکھے ہوئے ہیں جو درخواست دینے پر اندر جا کر دیکھے
جا سکتے ہیں اس کے بعد ہم نیو میڈیکل سکول کو دیکھنے گئے اس عمارت کی
ساخت عمارات شہر اطالیہ کے نمونے پر ہے اس میں کیمیا گری و جرّاحی

کے کمرے اور ایک عجائب خانہ تشریح انسانی کا ہے جس میں بہت سے ڈھانچے رکھے ہوئے ہیں اس کالج کی کل تیاری میں تقریباً پونے سینتیس لاکھ روپیہ صرف ہوا تھا اس سکول کے متعلق میک ایون ہال ایک ہال کمرہ ہے جو مسٹر میک ایون (M'Ewan) کی عالی ہمتی سے سوا سترہ لاکھ روپے کی لاگت میں تیار ہوا تھا یہ کمرہ اس شہر میں تمام عمارتوں کی نسبت دیکھنے کے قابل ہے یہیں ۲۷۰ فٹ بلند ایک بُرج ہے جس پر سے ہو کر اگر چاہیں تو ہال کمرے کے کوٹھے پر آ سکتے ہیں اس عمارت میں ایک نہایت ہی خوبصورت و نفیس ساٹھ ہزار روپے کا قیمتی باجا ہے یہ باجا برقی طاقت سے بجایا جاتا ہے جس میں ۷۰۰ مختلف برقی تار ہیں جو ۲۴۲۴ آواز دینے والی نلیوں پر کام دیتے ہیں +

اس وسیع اور مشہور عمارت کے دیکھنے کے بعد میں واپس ہوا اور کھانا کھانے سے فراغت پا کر ریلوے سٹیشن کو دیکھنے گیا یہ سٹیشن نہایت ہی وسیع اور عالی شان عمارت ہے ½ میل کے قریب اس کا پلیٹ فارم لمبا ہے اس میں قریب ایک گھنٹے تک پھرنے کے بعد اس کے متعلق کے باغوں کی سیر کرتا ہوا ہوٹل میں ۱۰ بجے واپس ہوا جو اس سے بہت ہی قریب ہے اور آرام کیا +

۲۸ - جولائی سنہ ۱۹۰۲ء یوم دوشنبہ

آج صبح کو جو اٹھا تو طبیعت کچھ ناساز معلوم ہوئی اعضا میں سستی مزاج میں تغیر گو صبح کی ہلکی ہلکی ہواؤں نے بہت کوشش کی کہ مزاج کو اصلی حالت پر لائیں اور مَیں نے دو گولیاں کونین کی بھی کھائیں مگر طبیعت کا رنگ نہ بدلا چونکہ آج اڈنبرا سے گلاسگو جانا ہے اس لئے ۸¾ بجے کھانے سے فارغ ہوکر چلنے کی تیاری کی گئی اور اسباب سٹیشن پر پہلے ہی سے پہنچ گیا ریزروڈ گاڑی میں سوار ہوکر ۹¼ بجے اڈنبرا سے چلے طبیعت اس وقت تک نہیں سنبھلی گاڑی راستے میں فورتھ برج سے جس کا ذکر پچھلی تاریخ میں ہوچکا ہے عبور کرکے ایلوا سٹرلنگ سٹیشنوں سے گزرتی ہوئی ۱۲ بجے خاص سٹیشن ابرفائیل پر ٹھیری یہاں اُترکر ہم لوگ لانچ کھانے کے بعد ان بگھیوں پر جو موجود ہیں سوار ہوکر سیر کے لئے چلے چونکہ ادھر چند پہاڑی جھیلوں کا خوشنما منظر قابل دید ہے اس لئے یہ راہ اختیار کی گئی ورنہ اگر ہم سیدھے اڈنبرا سے گلاسگو کو جاتے تو شاید دو گھنٹے میں پہنچ جاتے

۱۲ بج کر ۴۵ منٹ پر ابرفائیل سے چواسپہ گاڑیوں پر سوار ہوکر ٹراسیچز (Trossaches) کی طرف روانہ ہوئے یہ راستہ ۶ میل پہاڑوں کے درمیان سے گزرتا ہے اِدھر اُدھر نشیب و فراز میں مختلف قسم کے سرسبز و شاداب درختوں کی جابجا کثرت سامنے پہاڑیوں کی بلند چوٹیاں

کبھی نگاہ سے مخفی کبھی نمایاں ہو کر طرفہ کیفیت اور بہار قدرت دکھا رہی ہیں داہنی جانب روح کو فرحت آنکھوں کو طراوت بخشنے والا جھیل ڈرنکی (Drunkie) کا نظارہ ایسا نہیں ہے کہ نگاہ موجوں کے تماشے میں ہر طرف لہراتی نہ پھرے یا کنارے کنارے سبزہ زار کے صاف اور ستھرے فرش پر لوٹ لوٹ کر نہ رہ جائے سطح آب پر کثرت امواج سے کسی حسین کی آبی پوشاک کے چنے ہوئے دامن کی کیفیت اور حبابوں پر اٹھتے ہوئے جوبن کا عالم عاشق مزاج لوگوں کے جی بہلانے کے لئے قدرتی سامان ہے یہ عجیب سیرگاہ اور قابل دید مقام ہے جدھر سے گزرئے جہاں جائیے ایک ہی قسم کا مختلف شکلوں میں نظارہ دکھائی دیتا ہے سبزہ زار اور آب رواں کے سوا کچھ نظر نہیں آتا زمین کے صفحے پر جا بجا پانی کی جدولیں لطف دے رہی ہیں جھیل ایکری (Achray) کی بلندی سے ٹراسیچز کا منظر تو عجب فرحت بخش ہے خدا کی قدرت کا دلکش سین نظر آتا ہے دور تک لہلہاتا ہوا سبزہ زمین کو تختۂ زمردین بنائے ہوئے ہے وہ تازگی وہ رونق وہ آب و تاب طبیعت سیر کو لہرائے نگاہ کا پلٹنے کو جی نہ چاہے تختۂ آب ڈھلا ہوا چاندی کا پتر معلوم ہو رہا ہے چاروں طرف جھیل کا کنارہ جس کو پانی کی روانی اور موجوں کی تھپیڑوں نے خشکی کے بعض حصے کو دبا کر ضرور کاواک کر دیا ہو گا دور سے کیسا خوشنما نظر آرہا ہے گویا صانع قدرت

نے بیضاوی پرکار سے کاٹ کر برابر کیا ہے آفتاب کی روشن شعاعوں
کے عکس سے جگمگاتا ہوا پانی موجوں کی چمک حبابوں کی دمک سے تختۂ یاقوت
بنا ہوا آنکھوں کو خیرہ کر رہا ہے گویا پانی کے اندر ہزاروں بجلیاں
چمک رہی ہیں جنوب کی طرف کوہ بن و ہیتو کی بلند چوٹیاں آسمان سے
باتیں کرتی ہوئی معلوم ہو رہی ہیں جہاں تک پہنچنے کے لئے سنگلاخ راہ
کا نشیب و فراز اور دشوار گزار گھاٹیوں کا چڑھاؤ اُتار پیک نظر کی رفتار
میں تکلف پیدا کر دیتا ہے ہر طرف ہرے ہرے گنجان درختوں کی قطار
پھولوں کی بہار کہیں نہریں کہیں سبزہ زار قیامت کا نظارہ اور غضب کا
سین ہے دیدۂ بصیرت سے دیکھنے والوں کی آنکھوں میں خدا کی قدرت
کا نمونہ اور اس کی صنعت کاملہ کا نقشہ پھر جاتا ہے ؎

برگ درختانِ سبز در نظرِ ہوشیار ❋ ہر ورقے دفتریست معرفتِ کردگار

نگاہ کبھی دھوپ کی تپش سے تلملا کر گھنیرے درختوں کی چھاؤں
میں دم لینے کے لئے ٹھیر جاتی ہے کبھی کانٹوں اور جھاڑیوں سے اپنا
اُلجھا ہوا دامن چھوڑا کر آگے بڑھنے کا قصد کرتی ہے غول کے غول
چہچہاتے ہوئے طائر اِدھر سے اُدھر اُڑتے ہوئے نظر آ رہے ہیں کہیں
سبز طائروں کی ٹکڑی کہیں زرد چڑیوں کی جماعت اپنے مختلف رنگ کے
پر و منقار سے فضائے ہوا کو تختۂ گلزار بنا رہی ہے کبھی اُن کا غول باندھ کر

اُڑنا کبھی متفرق ہوکر اس درخت سے اُڑکر اُس درخت پر بیٹھنا دلچسپ تماشا ہے قریب سے سننے والوں کو اُن کی خوش آئندہ صدائیں اور دلکش آوازیں تو محو کر دینے والی ہیں ممکن نہیں کہ انسان وہاں جائے اور اُن کی خوش نوائیاں و نغمہ سرائیاں اس کے پردۂ گوش کو ہارمونیم نہ بنا دیں یا صوفی صاف مشرب کا سر عالم وجد میں ہلتے ہلتے گھڑی کا کھٹکا نہ ہو جائے شمال کی جانب کوہ بنیان الگ اپنا روپ دکھا رہا ہے اس کی سرسبزی و شادابی کا رنگ ہی اَور ہے نگاہ صنعت باری کے مشاہدے میں حیران ہو ہو کر رہ جاتی ہے سایہ دار درختوں کی سبزی کہیں ہلکی کہیں گہری کوئی نوخیز کوئی کُہن سال یہ سرسبز وہ نہال پتّوں کا ہلنا شاخوں کا جُھک جُھک کے باہم ملنا پھولوں کی بہار طائروں کی چھنکار نسیم کی گلریزی شبنم کی عنبر بیزی کلغہ کی دہک کنیل کی دمک ہر جگہ دل بہلنے کا سامان جدھر دیکھئے خدا کی قدرت عیان ایک مقام ہو تو انسان جی بھر کے دیکھ لے ابھی ایک طرف کے نظارے سے سیری نہیں ہوئی کہ دوسری جانب کا فرحت افزا میدان حیرت انگیز سماں بے اختیار اپنی جانب متوجہ کر لیتا ہے رُباعی

گلشن میں پھروں کہ سیر صحرا دیکھوں | یا معدن کوہ و دشت و دریا دیکھوں
ہر سو تیری قدرت کے ہیں لاکھوں جلوے | حیراں ہوں کہ دو آنکھوں سے کیا کیا دیکھوں

پہاڑ کی گھاٹیوں کو گنجان درختوں کی کثرت سے راہ کی پیچیدگیاں وہم

وخیال کے لئے قدرتی بھول بھلیاں بنائے ہوئے ہیں ٹرا سیچز گلین (Glen) سے نکلتے ہی کے ٹرائیں (Kathrine) کی جھیل دکھائی دی۔ کنارے کے خطوط جو دُور سے باریک دیکھے جاتے تھے جوں جوں قربت ہوتی جاتی ہے تار نگاہ کی طرح پھیلتے ہوئے معلوم ہو رہے ہیں سبزہ زار کا سواد جو دُھندلا نظر آ رہا ہے سیاہی مارتی ہوئی سبزی دکھانے لگا جھیل کا صاف و شفّاف پانی جس پر آب آئینے کی طرح سطح مستوی کا دھوکا تھا قریب سے ثابت ہؤا کہ ہوا کے تھپیڑوں سے بلند و پست موجوں کی شکنوں نے اس کے پلاستر کو بگاڑ رکھا ہے ہوا کے ٹھنڈے ٹھنڈے جھونکے آنے لگے پانی کی چادر ہلتی ہوئی نظر آئی الغرض ۱۱ بجے ہم لوگ یہاں پہنچے قریب سے اس کی شان و شوکت اور ہی نظر آئی یہ جھیل آٹھ میل لمبی اور ایک میل چوڑی ہے زیادہ سے زیادہ اس کی گہرائی ۴۹۵ فٹ اور سطح سمندر سے اس کی سطح ۳۶۴ فٹ بلند ہے وقعی جھیل ہے کہ دریائے نیل مینڈک اُچھل رہے ہیں حباب آنکھیں مل رہے ہیں تھوڑی دیر وہاں سیر کرنے کے بعد ہم لوگ ایک دُخانی کشتی پر جو لب ساحل کھڑی ہوئی ہے سوار ہوئے گو ہم کو اس بات سے اطلاع دی گئی تھی کہ یہاں سے خشکی کی راہ بذریعہ گاڑی کے جزیرہ سلور سٹرینڈ (Silver Strand) اور جزیرہ ایلنز آئیل (Ellen's Isle) کی سیر کو بھی جاسکتے ہیں یہ دونو جگہیں

بہت سرسبز و شاداب لائق سیر اور قابل دید ہیں مگر چونکہ وقت میں وسعت نہیں ہے اس لئے اس طرف کا قصد نہیں کیا ٭

دو بج کر ۵ ا منٹ پر کشتی پانی کو کاٹتی ہوئی اپنے دونو پہلوؤں میں بلند موجوں کی سڑکیں بناتی ہوئی چلی اس جھیل کے ارد گرد ہرے ہرے خوشنما درخت دکھائی دیتے ہیں اور ان کے سرسبز پتوں کی جھلک گو دور سے صاف نظر نہیں آتی پھر بھی لطف میں لطف بڑھا رہی ہے ایک میل راستہ طے کرنے کے بعد ہم کو بائیں جانب گاب لینز کیو (Goblins' Cave) کا خوشنما منظر اور تھوڑی دور آگے بڑھ کر بیل ایچ نیمبو (Bealachnambo) کا درہ نظر آیا یہ عمدہ اور فرحت بخش مرغزار جھیل کی سطح سے ۷۰۰ فٹ بلندی پر واقع ہے اس کی لطیف ہوا اور نفیس فضا ایسی نہیں ہے کہ دیکھنے والے کو سیر کا مشتاق نہ بناوے گو دور سے نگاہیں پورا لطف نہیں اٹھا سکیں مگر اس کی خوبی اور لطافت بعینہٖ اس کا نقشہ آنکھوں کے سامنے کھینچ دیتی ہے اس کے خودرو درختوں کی شادابی سبزہ کے کھیتوں کی سیرابی کہیں کہیں مختلف پھولوں کی بہار جابجا سبز پوشانِ لبِ جو کا نکھار خود بتلا رہا ہے کہ یہ خطہ قدرتی حسن اور خوشنمائی میں اپنا آپ ہی نظیر ہے

ابیات

رَوضَۃٌ مَّاءُ نَھرِھَا سَلسَالٌ ۔ دَوحَۃٌ سَجعُ طَیرِھَا مَوزُونٌ

آں پُراز لالہ ہائے رنگا رنگ | ویں پُراز میوہ ہائے گوناگوں
باد در سایۂ درختانش | گسترانیدہ فرشِ بوقلموں

اگر کوہ بانوینو کو جانا چاہیں تو اس درّے سے جاسکتے ہیں ہماری کشتی قدرتی سماں دکھاتی ہوئی اپنے راکبوں کا جی بہلاتی ہوئی ایک طرح جارہی ہے تھوڑی دور آگے بڑھے تھے کہ جھیل سے متصل گلاسگو واٹرورکس کی خوشنما نہر جس کا افتتاح ملکہ معظمہ کوئین وکٹوریہ نے ۱۴ اکتوبر ۱۸۵۹ء کو کیا تھا نظر آئی شہر گلاسگو تک جو یہاں سے ۳۴ میل کے فاصلے پر واقع ہے اس نہر سے پانی پہنچانا خود اس کی لمبائی کو بتلا رہا ہے یہ طول وطویل نہر ساڑھے چورانویں لاکھ روپے کی لاگت میں تیار ہوئی تھی راستے میں بہت سی آبادیاں اور گاؤں بھی دیکھنے میں آئے جن کا ذکر اس جگہ بلاضرورت کتاب کا حجم بڑھا دینے کے سوا کچھ نفع رساں نہیں ہے قریب تین بجے کے ہماری کشتی سٹران انچ لیچرر (Stranachlacher) کے مقام پر جو جھیل کٹرائن (Katrine) کا آخری سٹیشن ہے اور یہاں سے اس جھیل کا ایک مختصر حصّہ قریب ۲ میل کے اور باقی رہ جاتا ہے لبِ ساحل ٹھیری اس جگہ ایک وسیع اور عالی شان ہوٹل بلند مقام پر بنا ہوا ہے جس کی خوشنمائی ایسے پرفضا موقع پر کچھ دیکھنے ہی سے تعلق رکھتی ہے اس کے خوبصورت دریچوں سے جھیل کی ہر کیفیت کا نظارہ نہایت

خوبی سے ہو سکتا ہے یہاں کشتی پر سوار ہو کر اعلٰے سامان کے ساتھ
مچھلیوں کے شکار کا عمدہ موقع ہے مگر وقت کی تنگی نے اس شغل سے
باز رکھا تھوڑی دیر معمولی سیر کے بعد ۳ ½ بجے کے قریب چواسپہ گاڑیوں
پر سوار ہو کر یہاں سے روانہ ہوئے دور تک جانے والی نگاہ دوڑ دوڑ کے
ہر پست و بلند کی خبر لانے لگی یہ وسیع سڑک جس پر ہماری گاڑی جا رہی
ہے پہاڑ کے درمیان سے گزرتی ہوئی کم کم نشیب و فراز کے ساتھ سیدھی
دریائے انورس نیڈ (Inversnaid) کے ساحل تک پہنچتی ہے راہ میں
دو رویہ صحرا کی فضا لطیف و پاکیزہ ہوا آنکھوں کو نورِ دل کو سرور بخش رہی
ہے پہاڑ کے ڈھالواں دامن پر تلے اوپر گنجان درختوں کی کثرت نے کس
خوبصورتی سے غیر مستوی سطح کے عیب کو چھپایا ہے پتھر کے تہ بہ تہ ٹکڑے
جو دُور سے پارہ ہائے ابر معلوم ہو رہے تھے قریب سے اپنی عجیب و غریب
ساخت کا مفتون بنا کر صانع مطلق کی بے نظیر صنعت کا تماشا دکھا رہے
ہیں کہیں پتّوں کی چکناہٹ اور نرم نرم ٹہنیوں کی نزاکت سے ہونہار
درختوں کی نشو و نما کا نقشہ آنکھوں میں پھر جاتا ہے کسی طرف خود رو
اشجار جن میں کوٹ کوٹ کے تازگی بھری ہوئی ہے اپنی بالیدگی سے اس
بات کا کامل ثبوت دے رہے ہیں کہ باغبانِ قدرت کے لگائے ہوئے
پودوں کو نہ تھالے کی ضرورت ہے نہ خبر گیری کی احتیاج ہوا کے تُند جھونکوں

سے درختوں کی نازک اور سبز ٹہنیاں جو اِدھر اُدھر ہو جاتی ہیں پتّوں میں
چھپے ہوئے حصّے کے ظاہر ہونے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ معشوقانِ
سبز پوش بند قبا کھولے ہوئے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں کھا رہے ہیں
شاخوں پر لپٹی ہوئی بیلیں حسینوں کی بکھری ہوئی زلفوں کا پیچ و خم یاد
دلا رہی ہیں ہری ہری گھاس کے کھیتوں کا رنگ ہی جدا ہے گویا
فصل بہار نے اس غرض سے کہ تماشائیوں کا دامن نگاہ غبار آلودہ
نہ ہو کاشانی مخمل کا فرش بچھا رکھا ہے یا کسی رنگین ادا کے دھانی دوپٹے
کا گوشہ دامن زمین پر لٹک رہا ہے آنکھیں اس قدرتی سین اور عجائب و
غرائب اشیا کا تماشا کرتے کرتے نگارخانۂ چین یا تھیئٹر کا پردہ ہو گئیں
سامنے حدِ نگاہ کے فاصلے پر سڑک کے کنارے جو دو خط مستقیم کی طرح
مل کر زاویہ حادہ بناتے ہیں آگے بڑھنے سے اُن کا تدریجی انفراج کتنا
خوشنما معلوم ہو رہا ہے ½ ۴ بجے کے قریب ہماری گاڑی اس فرح افزا
میدان کو طے کر کے ساحل ان ورس نیڈ (Inversnaid) پر پہنچی یہ
عظیم الشان جھیل ہے جس کا نظارہ دور ہی سے کیفیت دکھا رہا
تھا مصرعہ ❊ ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر ست ❊ اس کی فضا ہی
اور ہے اس کا سماں ہی نرالا ہے کنارے کنارے دور تک سبزہ کے
لہلہاتے ہوئے کھیت اور آب رواں کی چالدار لہریں جو نظر کو قائم نہیں

رہنے دیتیں اس کا تعجب دلا رہی ہیں کہ علے اتصال دیکھنے والوں کی آنکھوں کو ارتعاش کا مرض کیوں نہیں ہو جاتا کہیں کنارے کنارے سبزہ نے پانی کی رنگت کو کاہی کر دیا ہے کسی جگہ آفتاب کی روشن شعاعیں سایہ دار درختوں سے چھن چھن کر زمین کو دھوپ چھاؤں بنا رہی ہیں پست و بلند موجوں نے سطح آب کا حُسن بڑھا دیا ہے اُتو کیا ہُوا آبِ رواں کا تھان ہوا کے جھوکوں میں شکنیں کھاتا ہُوا نظر آرہا ہے شکاری چڑیاں مچھلیوں کی تلاش میں کاغذ بادی کی طرح ہوا میں ٹھہرا کر پانی میں غوطہ مارتی ہیں اور پھر اُڑ کر درخت پر بیٹھتی ہیں جا بجا جھنڈ کے جھنڈ طائر سبزہ زار کے کھیتوں میں چھپے ہوئے اپنے رزق کی تلاش میں خوشیاں منا رہے ہیں جن کا بار بار اُڑ اُڑ کے وہاں بیٹھنا صرف اس بات کا یقین دلا رہا ہے کنارے سے دریا کی سیر نے بڑا لطف دکھایا روح تازہ ہوگئی کہیں غوطہ خور لب ساحل کسی فکر میں غرق بیٹھا ہُوا دریا کی روانی کا تماشا دیکھ رہا ہے کہیں درختوں کی پتلی شاخوں پر خوش نوا طائر بیٹھے ہوئے جھولا جھول رہے ہیں ہوا پینگ دے رہی ہے کالی کالی گھنگھور گھٹاؤں میں اُن کی نغمہ سرائی کس قدر کانوں کو بھلی لگتی ہے گویا ساون گا رہے ہیں *

چونکہ جہاز کے آنے میں ابھی دیر تھی اس لئے ہم دریا کے اس دہانے کو دیکھنے گئے جو ایک دوسری جھیل لاخ لامنڈ (Loch Lamond) کو اُس سے

متصل کرتا ہے اس جگہ ایک خوش وضع باشوکت ہوٹل مسافروں کے آرام
کے لئے بنا ہوا ہے اکثر سیاح یہاں آکر ٹھیرتے ہیں اور شکار ماہی کا لطف
اُٹھاتے ہیں اس کے مقابل دوسرے کنارے پر ریل کی سڑک ہے اس
جھیل کی گہرائی زیادہ سے زیادہ ۔۷۰۰ فٹ ہے جہاز کے آنے پر پانچ بجے
کے قریب ہم لوگ سوار ہوئے اور لاخ لیمنڈ کی طرف چلے لانچ بھی جہاز ہی
پر کھایا جہاں سے ہم سوار ہوئے ہیں یہاں سے اس جھیل کی ابتدا پانچ میل
کے فاصلے پر ہے اکس مورو ڈسے گزر کر تین میل راہ طے کرنے کے بعد ہمارا
جہاز ٹائٹ پائر پر جو مچھلی کے شکار کے لئے مخصوص جگہ ہے پہنچا دو میل
آگے بڑھ کے رو آرڈیننن پائر (Rowardennan Pier) سٹیشن پر آیا
جہاں مسافروں کی راحت رسانی کے لئے خوشنما ہوٹل بنا ہوا ہے بعد ازاں
سٹیشن لس (Station Luss) سے گزرتے ہوئے بلے لاخ (Balloch)
پر جو جھیل لیمنڈ (Lamond) کا آخری سٹیشن ہے پہنچے یہ جھیل ۲۴ ۳/۴ میل
لمبی ہے اور عرض میں کم سے کم ۳/۴ میل اور زیادہ سے زیادہ چار میل چوڑی
ہے اور گہرائی زیادہ سے زیادہ ۔۷۰۰ فٹ ہے جہاز کا قریب ساحل
ٹھیرنا تھا کہ ہوا بدلی بارش کے آثار نمایاں ہوئے ابر کے غلیظ ٹکڑوں نے
آسمان پر گھوڑ دوڑ مچا دی ہلکے ہلکے بادل ادھر اُدھر سے ایک جگہ مجتمع ہونے
لگے ہواؤں کے خنک جھونکے آنے والی بارش کی خبر دینے لگی ایکمرتبہ عجلہ

کی گرج نے سب کو چونکا دیا نگاہیں آسمان کی طرف اُٹھ گئیں ایک جانب سے اٹھتی ہوئی گھٹاؤں نے دیکھتے دیکھتے تمام فضاے آسمان کو چھپا لیا ہوا زور شور کے ساتھ چل کر سطح آب کو اُلٹ پلٹ کرنے لگی ساتھ ہی برستے ہوئے پانی کی سنسناہٹ نے بڑھتے بڑھتے شور مچا دیا اور چھما چھم پانی برسنے لگا طائر اپنے اپنے آشیانوں میں جا چھپے مسلسل قطرات باراں نے سطح آب کو موتیوں کی چادر بنا دیا یہ طوفان ایسا نہ تھا جس سے فوراً نجات مل جاتی ہم لوگ اسی برستے ہوئے پانی میں جہاز سے اُتر کر اُس کے قریب ہی ریل پر سوار ہوئے جس میں ہماری گاڑی مع اسباب کے لگی ہوئی تھی ٹرین ½ ۵ بجے گلاسگو کی طرف جو اس جگہ سے ۲۰ میل کے فاصلے پر ہے روانہ ہوئی اور گلاسگو کے کوئین سٹریٹ پر ½ ۷ بجے کے قریب پہنچی جہاں گھوڑے گاڑیاں موجود تھیں جن پر سوار ہو کر ونڈزر ہوٹل (Windsor Hotel) میں مقیم ہوئے کھانا کھانے کے بعد نماز مغرب و عشا سے فارغ ہو کر آرام کیا اس وقت میری طبیعت بالکل اچھی ہے اور کسی قسم کی شکایت باقی نہیں ✣

۲۹ - جولائی ۱۹۰۲ء یوم سہ شنبہ

حالات شہر گلاسگو

یہ شہر سکاٹ لینڈ کا تجارتی اور حرفتی دار السلطنت اور کل

برطانیہ کلاں میں بلحاظ آبادی دوسرے درجے کا شہر دریاے کلائیڈ کے ایک کنارے پر آباد ہے سنہ ۱۹۰۱ء کی مردم شماری کے بموجب اس کی آبادی ۷۶۰۴۲۳ ہے اور اگر بیرونی ملحقہ آبادی بھی شامل کرلی جائے تو دس لاکھ ہوجائیگی اس کو سینٹ منگو نے سنہ ۵۶۰ء میں آباد کیا تھا شہر لورپول جہاز بنانے میں اور مانچسٹر بلحاظ کارخانہ جات کے اس کے ہم پلہ ہیں گلاسگو کی مشہور دستکاریوں میں قابل ذکر جہازوں کی ساخت ہے جس کے دو ثلث حصے کا بار کلائیڈ نے اپنے ذمے لیا ہے سب قسم کے انجن اسی شہر میں بنائے جاتے ہیں ابتدا میں ایک شخص مسمےٰ جیمز واٹ (Watt) نے جو اس شہر کا باشندہ تھا ایک سٹیم انجن بنایا اور سنہ ۱۸۱۲ء میں ایک شخص مسمےٰ ہنری بیل (Bell) نے سب سے پہلا دُخانی جہاز بناکر دریاے کلائیڈ (Clyde) میں چلایا سب سے بڑا کارخانہ گلاسگو میں سینٹ رالکس کمیکل ورکس (St. Rollox chemical works) ہے جو پندرہ ایکڑ میں پھیلا ہوا ہے اِسمیں دو دُخانی چمنیاں ایک ۴۳۵ فٹ دوسری ۴۵۵ فٹ اونچی ہیں آخر الذکر چمنی تمام دُنیا کی چمنیوں سے بلند ہے کوئلہ بھی معدن سے بکثرت نکلتا ہے لوہے کا کارخانہ۔ روئی کا کارخانہ کپڑا چھاپنے کا کارخانہ۔ شیشہ بنانے کا کارخانہ۔ مٹّی کی چیزیں بنانے کا کارخانہ۔ کپڑا سفید کرنے کا کارخانہ۔ کپڑا رنگنے کا کارخانہ۔ ململ بننے کا کارخانہ۔ گیس کا

کارخانہ ۔ پانی کا کارخانہ غرض شہر کیا ہے کارخانوں کا مجموعہ ہے +
اکثر حصّے میں ٹریموے چلتی ہے اور باغات بھی ہیں ان سب کا انتظام کارپوریشن (Corporation) یعنی کمیٹی کے سپرد ہے گلاسگو کی بندرگاہ پر کُل دُنیا کے جہازوں کا جمگھٹا لگا رہتا ہے پچّاس سال کا عرصہ گزرا کہ دریاے کلائیڈ ۱۸۰ فٹ چوڑا اور ۳ فٹ گہرا تھا لیکن اب ۴۸۰ فٹ چوڑا اور ۲۴ سے ۲۸ فٹ تک گہرا کر دیا گیا ہے تاکہ بڑے سے بڑا وزنی جہاز اُس میں آسکے ۱۸۴۵ء تک اس بندرگاہ کے بنانے میں پندرہ کروڑ روپیہ خرچ ہوا تھا اور پانچ کروڑ مکعّب گز زمین قعر دریا سے باہر نکالی گئی تھی تقریباً کُل بندرگاہ کی لمبائی چھ میل ہے اس کا محصول چُنگی ڈیڑھ کروڑ روپیہ سالانہ آتا ہے +

چونکہ شب گذشتہ کو لارڈ مے ار صاحب گلاسگو نے معرفت اپنے سکرٹری مسٹر سیموئل صاحب (Samuel) کے ٹون ہال میں مدعو کیا ہے اس لئے ۹ بجے کھانے سے فارغ ہو کر ہندوستان کی ڈاک لکھنے کے بعد وہاں گیا لارڈ پرووسٹ صاحب نے ہم کو ریسیو کیا اور سب کو ٹون ہال میں لے گئے اور عمارت کے مختلف حصّوں کو دکھایا فی الحقیقت یہ عالی شان شاہی عمارت نہایت ہی عمدہ نمونے کی بنی ہوئی ہے اس کے وسیع ہال میں نقاشی کا کام کیا گیا ہے اس میں کُل لارڈ میروں کی تصویریں جو اُن سے

پہلے گزر چکے ہیں لگی ہوئی ہیں معیّنہ کمیٹی کے علاوہ اور بھی ہر قسم کے جلسے
وغیرہ کی صحبت اسی کمرے میں منعقد ہوتی ہے اسی طرح نیچے سے اوپر تک
کل کمرے اپنی خوشنمائی اور خوبصورتی سے عمارت کے حُسن کو دوبالا بنائے
ہوئے ہیں قریب ایک گھنٹہ کے لارڈ صاحب سے ایکجائی رہی اور ہر قسم
کی گفتگو درمیان میں آئی اُن کے اخلاق و لیاقت ذاتی نے ہر شخص کو اپنا معرف
بنالیا صاحب موصوف نے اثنائے گفتگو میں سوایج ورک (Sewage work)
یعنی شہر کے کوڑا کرکٹ کے کارخانے کی سیر کا اشتیاق دلایا میں نے اُسی
وقت اس عجب مقام کے دیکھنے کے لئے آمادہ ہو کر چلنے کا قصد کیا ان کے
سکرٹری صاحب ہمراہ ہوئے تاکہ کل کارخانے کی سیر کرائیں اثنائے راہ
میں لوگوں کی کثرت آدمیوں کا ہجوم سڑکوں بازاروں میں جدھر گزر ہوتا
ہے ہر طرف ہرّے ہرّے کے نعرے بلند ہوتے ہیں قریب دو میل رستہ
طے کرنے کے بعد گاڑیاں اس احاطے میں پہنچیں جہاں یہ کارخانہ واقع ہے
وہاں پہنچ کر یہ معلوم ہوا کہ تمام شہر کا بول و براز اور کوڑا یہاں جمع ہوتا ہے
گویا یہ مقام تمام شہر کی گندگی کا خلاصہ ہے اس تمام کثافت کو ریل ڈھوتی
ہے اوّل اس کو بڑے بڑے بیلنوں سے باہم مخلوط کرتے ہیں اور پھر
بذریعہ مشین اس کو ایسا باریک بناتے ہیں کہ رگ و ریشہ ایک ہو جاتا ہے
اس کے بعد متعدّد بڑے بڑے حوض بنے ہوئے ہیں جن میں سے یہ کئی

مختلف صورتوں میں پلٹے کھا کر باہر کے وسیع چوڑے چوڑے گہرے حوضوں میں جمع کیا جاتا ہے اور پھر اس کو بذریعہ مشین ایسا خشک کرتے ہیں کہ صاف و شفاف پانی اس میں سے نکل کر دریاے کلائیڈ میں جا ملتا ہے اور خشک کثافت منجمد ٹکڑوں کی صورت میں جمع ہو کر رہ جاتی ہے جس کو کسان لوگ خرید کر اپنے باغوں اور زراعت میں ڈالتے ہیں اس کارخانے میں اس قدر بو ہے کہ دماغ سڑا جاتا ہے بہزار مشکل ہم ایسی کثافت کی جگہ سے باہر نکلے سکرٹری صاحب نے تو اُس کی تعریف کا پُل باندھ دیا اور قدم قدم پر تعریف کرتے جاتے تھے اس کارخانہ نے دریاے کلائیڈ کو ایسا متعفن کر دیا ہے کہ انسان کا اس میں چند گھنٹے ٹھیرنا مشکل ہے جس کا ذکر آگے اپنے موقع پر کیا جائیگا ✣

اس کارخانے کو دیکھ کر ہم سب ٹوَن ہال کو واپس ہوئے کیونکہ ایک بجے لانچ میں شریک ہونا ہے جس کی نسبت ذکر ہو چکا ہے لارڈ صاحب موصوف مع دیگر ممبران و افسران شہر ہمارے منتظر تھے کھانا تیّار تھا ایک بجے ہم سب لوگوں نے مل کر کھانا کھایا کھانا کھانے کے بعد لارڈ صاحب موصوف نے مفصلہ ذیل تقریر کی ✣

صاحبانِ والا۔ مجھے آج آپ حضرات کی تشریف آوری سے وہ عزّت حاصل ہے جو اس سے پہلے کبھی کسی لارڈ کو نہیں نصیب ہوئی کیونکہ

آج تک جب سے سلطنت انگلشیہ قائم ہوئی ہے ایسا موقع نہیں آیا کہ کسی بادشاہ انگلستان کی تاج پوشی کے موقع پر رؤسائے ہند مدعو کئے گئے ہوں یہ موقع خاص آپ کی بار حاصل ہوا ہے میں امید کرتا ہوں کہ آپ حضرات ہمارے ملک میں آکر نئی نئی ایجادوں و کارخانوں اور بیت العلوم کو دیکھکر نہایت محظوظ ہوئے ہونگے خصوصاً اس شہر کے متعدد کارخانوں کو جس کو کل برطانیہ کلاں میں خاص امتیاز حاصل ہے امید کرتا ہوں کہ آپ لوگ بھی ضرور ان کے رواج دینے کا اپنے ملک میں انتظام فرماوینگے"۔

اس کے جواب میں میں نے سب مہمانان شاہی کی طرف سے کھڑے ہوکر مفصلہ ذیل تقریر کی:۔

لارڈ پرووسٹ و دیگر معززین صاحبان ہم سب مہمانان شاہی آپ کی مہربانیوں اور نوازشوں کے جو آپ نے ہمارے ساتھ کی ہیں تہ دل سے مشکور ہیں اس میں کوئی کلام نہیں کہ جب سے ہم وارد انگلستان ہوئے ہر شخص ہماری عزت اور مہمان داری میں سرگرم ہے اور اس خندہ پیشانی اور خلق سے پیش آتا ہے جس کا اثر ہمارے دلوں پر کالنقش فی الحجر ہمیشہ کے لئے یادگار رہیگا لارڈ صاحب یہ کہنا اس وقت بیجا نہ ہوگا کہ آپ صاحبوں کے اخلاق حمیدہ و عادات پسندیدہ نے ہم کو گرویدہ بنالیا

ہے آپ کے ملک کے کارخانہ جات و ترقی تعلیم و حرفت و دستکاری
و دیگر مشہور صنعتوں کو دیکھ کر ہم مسرور ہوئے خصوصاً آپ کے شہر
میں جس کے آپ لارڈ میر ہیں اور جس کی تعریف ہم ہندوستان میں
بھی سنتے تھے وہ کارخانہ جات دیکھنے میں آئے کہ جن کا ثانی دوسرے
شہر میں مشکل سے ہوگا، ہم سب اپنے ملک میں واپس جاکر آپ کی اس
خواہش کو کہ ان کارخانہ جات کا رواج ہندوستان میں کیا جائے کبھی
نہ بھولینگے اور جہاں تک ممکن ہوگا بڑی خوشی سے اس میں کامیابی کی
کوشش کرینگے"۔

اس کے بعد ہم لارڈ صاحب موصوف سے رخصت ہوئے ہمارے
ساتھ اُن کے سکرٹری صاحب و دیگر چند معتمدین شہر چلے تاکہ شہر کے
کارخانہ جات کو بخوبی دکھانے میں مدد دیں میں اپنے معززین احباب
کے ساتھ گاڑیوں پر سوار ہو کر ایک بڑے مشہور گرجا کو جو پرانی عالیشان
عمارت ہے دیکھتا ہوا اُس کارخانے میں گیا جہاں کہ بجلی کی طاقت
پیدا کی جاتی ہے جس کے ذریعے سے ٹریموے چلتی ہے یہ ایک بڑا
عالی شان کارخانہ اور فی الحقیقت قابل دید ہے اس کے بعد
رائل ایکسچینج (Royal exchange) کے دیکھنے کو گئے۔ جہاں کہ
مسٹر بٹیسن صاحب بہادر نے مہربانی سے ریسیو کیا اور ہم کو اندر

لے گئے ہم سے اپنے وزیٹر بک (Visitor book) پر دستخط کرائے
یہاں سے میں یونیورسٹی گلاسگو کو دیکھنے کے لئے گیا یہاں پروفیسر
آرک بار صاحب (Arch Barr) پروفیسر بور صاحب (Bower)
پروفیسر کوپر صاحب (Cooper) پروفیسر اینڈرسن صاحب (Anderson)
ہم کو کالج کا معائنہ کرانے کے لئے تشریف فرما تھے ان صاحبوں نے
نہایت اخلاق و مہربانی سے کالج کے کل کمرے دکھائے اور وزیٹر بک
میں ہمارے دستخط کرائے یہاں علم طبّی۔ علم ڈاکٹری۔ علم انجنیری کا
کام سکھایا جاتا ہے سب کے لئے علٰحدہ علٰحدہ کمروں میں انتظام ہے
اسی کے متعلق ایک میوزیم ہے یہاں جانوروں اور انسانوں کے ڈھانچے
اور قسم قسم کے معدنیات رکھے ہوئے ہیں جو طلبا کو دکھائے جاتے ہیں
یہاں سے روانہ ہو کر پائنیٹ ہوس آف وارف (Point House of Wharf)
میں گئے تاکہ دُخانی کشتی پر سوار ہو کر وہاں کے ڈائیک کا جہاں کہ جہاز
بنتے ہیں معائنہ کریں۔ جب یہاں پہنچے تو مفصلۂ ذیل صاحبان نے
ہم کو ریسیو کیا۔

(1) Mr. William Bahertson مسٹر ولیم بے ہرٹسن صاحب

(2) Mr. Daniel Shields مسٹر ڈانیل شیلڈ صاحب

(3) Mr. T. R. MacKenzie, General Manager مسٹر ٹی آر میکنزی صاحب جنرل منیجر

مسٹر اے آلسٹر صاحب انجنیر (4) Mr. A. Alster, Engineer

کپتان وہائیٹ ہاربر ماسٹر (5) Captain White, Harbour Master

اور ہم کو اپنے ساتھ اس دُخانی کشتی میں لے گئے جو اُنھوں نے ہمارے لئے مخصوص کی تھی جس میں تین گھنٹے کے قریب تک سیر کرتے رہے اور تمام جہازوں کو دیکھتے رہے۔ کشتی میں ہر ایک قسم کے اشیاے خوردنی و راحت کی چیزیں موجود تھیں بڑے بڑے جہاز یہاں تیار ہوتے ہیں اور دیگر ممالک کو روانہ کئے جاتے ہیں دریاے کلائیڈ کا اس قدر سڑا ہوا متعفن پانی ہے کہ ناک نہیں دی جاتی یہاں سے روانہ ہوکر ہم ہوٹل میں پہنچے کیونکہ ۹½ بجے آج بیلفاسٹ کو جانا ہے ۷ بجے کھانا کھایا اور اسباب وغیرہ بندھوا کر ۸½ بجے ہوٹل سے روانہ ہوکر سٹیشن سینٹ ایناخ گلاسگو (St. Enoch) پر آئے اور بذریعہ ریز روڈ گاڑی روانہ ہوئے کچھ راستہ طے کرنے کے بعد ساحل دریا پر گاڑی ٹھیری رات کے ۱۰ بجے ہم لوگ اتر کر ایک دخانی جہاز میں سوار ہوئے رات بھر جہاز چلتا رہا قریب پانچ بجے صبح کے بیلفاسٹ میں پہنچے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں میٹھی نیند سُلا رہی تھیں اس لئے جہاز کے پہنچنے کی ہم کو اطلاع نہیں ہوئی گاڑیاں بندرگاہ پر موجود ہی تھیں بعد بیدار ہونے کے سوار ہوکر سیدھے رائل ایون (Royal even) ہوٹل میں جاکر مقیم ہوئے +

۳۰ - جولائی ۱۹۰۲ء یوم چہارشنبہ

حالات شہر بیلفاسٹ

اس شہر کی آبادی ۱۸۵۷ء میں ۸۵۴۹ اور ۱۸۵۹ء میں ۹۹۶۶۲ اور ۱۸۷۱ء میں ۱۷۴۰۷۱۔ اور ۱۸۹۱ء ۲۷۳۰۰۰ تھی مگر اب تین لاکھ تیس ہزار کے قریب ہے اور اس کا کل رقبہ سولہ ہزار ایکڑ سے بھی زیادہ ہے ۱۸۸۸ء میں ملکہ معظمہ وکٹوریہ نے اس قصبے کو شہر بنایا اور ۱۸۹۲ء میں یہاں کا میئر لارڈ میئر ہوگیا آج کل اس شہر میں پندرہ ایلڈرمین (Aldermen) اور پینتالیس کانسیلرز (Councellors) ہیں تقریباً سارا شہر پچاس سال میں ازسرِ نو تعمیر کیا گیا ہے اس کے فراخ کوچے رات کو اچھی طرح سے روشن کئے جاتے ہیں ٹریموے کے ذریعے شہر کے ہر حصّے کی سیر بآسانی ہوسکتی ہے آب رسانی کا انتظام معقول ہے پانی بکثرت ملتا ہے قریب قریب کے دریاؤں اور جھیلوں سے باشندوں کے استعمال کے لئے پانی لایا جاتا ہے پہاڑی کے قریب ایک وسیع حوض ۵۰۲ گز لمبا اور ۳۰۰ گز اونچا بنایا گیا ہے اور کل رقبہ جس میں کہ پانی جمع رہتا ہے ۲۵۰۔ ایکڑ کے قریب ہے شہر بیلفاسٹ کے جو مفصلۂ ذیل مقامات کو دیکھنے کے لئے گیا اُن کا مختصر ذکر کیا جاتا ہے +

کوئنز کالج

یہ کالج ۱۸۴۹ء میں کھولا گیا اس کا طریقۂ تعلیم لنڈن کی یونیورسٹی سے ملتا ہوا ہے اس کی عمارت میں امتحانات کے کمرے۔ لیکچر کے کمرے۔ مشاہدات کے کمرے۔ تشریح کے کمرے۔ جراحی کے کمرے۔ کتب خانہ عجائب خانہ اور مکانات مسکونہ پریزیڈنٹ و رجسٹرار یونیورسٹی ہیں طلبا کے رہنے کے لئے کوئی مکان نہیں ہے کل عمارت سرخ اینٹ کی بنائی گئی ہے سامنے روکار کو خوشنما پتھروں سے آراستہ کیا ہے اس عمارت کی لمبائی ۶۰۰ فٹ کے قریب ہے اس کے بڑے دروازے پر ۱۰۰ فٹ اونچا ایک مینار بنا ہوا ہے جس کے قریب ہی میتھوڈیسٹ کالج (Methodist College) ہے جو ۱۸۶۸ء میں بصرف ۴۵ لاکھ روپیہ تعمیر ہوا تھا اس کالج میں والنٹیر کا تین لاکھ پچھتر ہزار روپیہ جمع ہے سر ولیم میک آرتھر صاحب (Sir William MacArthur) نے اس کالج میں میک آرتھر ہال و دیگر امداد کے لئے ۴۵ لاکھ روپیہ بخشا تھا تاکہ اس ہال میں وہ عورتیں رہیں جو اس کالج میں تعلیم پاتی ہیں یہاں سے ہم کیسل پیلیس (Castle Palace) شاہی قلعے کی طرف گئے راستے میں چار بڑے بڑے بازار جو بیلفاسٹ کے ناف شہر میں واقع ہیں دیکھنے میں آئے ان بازاروں کی دکانوں کا سلسلہ دور تک چلا گیا ہے

دو رویہ عالی شان مکانات ہر شے باقاعدہ ان کی خوبصورتی ایسی نہیں
ہے کہ بھول جائے یہاں سے پھرتے پھرتے ۔ جہازوں کے بڑے
کارخانے ہارلینڈ اینڈ ولف (Harland and Wolfe) میں گئے
جنرل منیجر مسٹر کارلائل صاحب (Carlisle) نے ریسیو کیا گاڑیوں سے
اُتار کر اپنے ہمراہ کارخانے میں لے گئے یہ جہازوں کے بنانے کا کارخانہ
اعلےٰ درجے کا ہے جس میں اس وقت کیڈرک (Cedric) نامی جہاز
دس مہینے سے تیار ہو رہا ہے جو دس مہینے اور میں مکمل ہوگا یہ اس قدر بڑا
جہاز ہے کہ اب تک دُنیا میں اتنا بڑا جہاز تیار نہیں ہؤا اس کا طول فٹ ...
اور عرض ۷۵ فٹ ارتفاع ۴۶ فٹ ہے اس میں اکیس ہزار ٹن بوجھ مع
دو ہزار مسافروں کے آسکتا ہے اس کارخانے میں ۹ ہزار آدمی روزانہ
کام کرتے ہیں قریب دو گھنٹے کے اس کارخانے کو دیکھنے کے بعد ہم
مسٹر ڈیوڈسن صاحب (Mr. Davidson) کے کارخانے میں گئے
صاحب موصوف نے بھی ریسیو کیا اور اپنے ہمراہ لے گئے اور فرمایا کہ میرا
کارخانہ بمقابل اس بڑے کارخانے کے جس کو آپ ابھی دیکھ آئے ہیں
عشر عشیر بھی نہیں ہے اس کارخانے میں صرف ۳۵۰ آدمی کام کرتے
ہیں اس جگہ چائے اور پنکھوں کی مشینیں بنائی جاتی ہیں یہ صاحب اس
فن کے خود موجد ہیں اور اُنہوں نے اپنے اس کارخانے میں ایک چھوٹا سا

کمرہ بنا کر چاروں طرف خس کی ٹٹیاں لگائی ہیں بذریعہ برقی طاقت کے اس کمرے کو پنکھوں کے ذریعے سے ہوا پہنچائی جاتی ہے تمام کمرہ تھوڑی دیر میں تخ ہوجاتا ہے معمولی دیکھ بھال کے بعد ہم لانچ کھانے کے لیئے ہوٹل میں گئے ابھی کھانا کھا ہی رہے تھے کہ ملازم ہوٹل نے وزٹینگ کارڈ جو لارڈ مے اَرآف بیلفاسٹ کے سکرٹری صاحب کا تھا دیا اور بیان کیا کہ وہ باہر منتظر ہیں تھوڑی دیر بعد خود لارڈ صاحب تشریف لائے ہیں مع ڈاکٹر پالن صاحب ان کے ملنے کو گیا اُنھوں نے شہر میں ہمارے آنے سے بڑی مسرت ظاہر کی اور کہا کہ اگر آپ شام کا کھانا میرے مکان پر تشریف لاکر تناول فرماویں تو نہایت مشکور و ممنون ہونگا ہم نے قبول کیا لارڈ صاحب تھوڑی دیر بیٹھ کر تشریف لے گئے اور میں نماز وغیرہ سے فراغت پاکر ہواخوری و دیگر مقامات کی سیر کے لئے گیا پہلے کارخانۂ واکر اینڈ سنز (Walker and Sons) کو دیکھا ❊

کارخانۂ واکر اینڈ سنز

اس کارخانے میں کپڑے کے متعلق صنعتیں کی جاتی ہیں مشین کے ذریعے سے قسم قسم کے پھول اور طرح طرح کی تصویریں بنائی جاتی ہیں جب ہم اس عمارت کے آخری حصے میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ کئی سو لڑکیاں بذریعہ سینے والی مشینوں کے جو برقی طاقت سے کارخانے

یں چلائی جاتی ہیں مختلف قسم کے کپڑوں کی حاشیہ بندی کر رہی ہیں
اس عمارت کی دوسری منزل میں بہت سی عورتیں رومالوں پر مختلف
قسم کے کپڑوں پر قسم قسم کے پھول و تصویریں ہاتھ سے بنا رہی ہیں مکان
کی تیسری منزل پر پہنچ کر دیکھا کہ ایک شخص پھولوں و تصاویر کے نمونے
تیّار کرتا ہے اس کے قریب ہی عورتیں انہیں نمونوں کو لے کر بذریعہ
مشین سوئی سے چھید کر اس کا خاکہ بنا کر مکمل کرنے کے لئے بھیجتی ہیں۔
اس منزل پر منیجر صاحب موصوف نے نئے طرز کے نمونے جو تیّار کئے گئے
تھے دکھائے مثلاً کارونیشن دربار کے دسترخوان اور کل سلطنت انگلشیہ
کے نشانات ایک ہی دسترخوان میں نقش کئے تھے اور قسم قسم کے جانور
و پھول ان میں بنائے تھے گو ظاہرا ایک سفید کپڑا معلوم ہوتا تھا مگر قریب
سے دیکھنے پر اس کے گل و بوٹے اور تصویریں اچھی طرح سے شناخت ہو سکتی
تھیں واقعی یہ کارخانہ نہایت قابل دید تھا نیچے اُترنے پر صاحب موصوف
ایک کمرے میں لے گئے جہاں کارخانہ کے تیار کردہ کپڑے بذریعہ مشین
دھوئے اور استری کئے جاتے ہیں یہ مشین اوّل کپڑوں کو صابون سے
جو اس کے ساتھ ہی اس میں ڈال دیا جاتا ہے صاف کرتی ہے اور اُن
کی میل چھانٹتی ہے یہ سب کپڑے دوسری جگہ بذریعہ کل سکھائے جاتے
ہیں اور یہ سب کام ایک چھوٹے انجن کے ذریعے سے ہوتے ہیں اور جلد

یعنی ۱۵ منٹ میں یہ سب کچھ ہو جاتا ہے بہت سی عورتیں صاف و خشک شدہ کپڑے لے کرتہ کرتی ہیں اور بذریعہ مشین ہی استری کرکے اس کی تہیں لگا دیتی ہیں *

افسوس ہے کہ کپڑا دھونے والی کل کا رواج اب تک ہندوستان میں نہیں ہوا اور اُسی پُرانی لکیر کو پیٹ رہے ہیں نازک اور قیمتی کپڑوں کی مٹّی خراب ہو جاتی ہے دھوبیوں نے کپڑے لئے اور ریہہ وغیرہ میں سوند ساند کر بھٹّی چڑھا دی پھر دریا یا تالاب پر لے جاکر خوب ہی گت بناتے ہیں لگے پٹڑوں پر پیٹنے جدھر دیکھئے دو ہتھڑ چل رہے ہیں چھئے چھا کی آوازیں آرہی ہیں گھنٹوں کپڑے کے ساتھ کشتیاں ہوتی ہیں نیا کپڑا تو بیچارا ئی سے یہ مصیبتیں جھیل بھی لیتا ہے مگر پُرانے کی تو موت ہی آجاتی ہے اگر اس پیٹ پاٹ سے بچ گیا تو نچوڑنے میں فشار ہو جاتا ہے پھر اس پر اکتفا نہیں کُندی۔ کلپ۔ استری غرض سینکڑوں بکھیڑے ہیں اب خدا خدا کرکے کپڑے جو مالک کے پاس پہنچے تو عجب حالت سے کسی کا دامن پھٹا ہوا کسی کی چولی مسکی ہوئی کسی کا گریبان نچا ہوا اور بوتام اچکنوں کے تو شاید ہی صحیح سلامت رہ جاتے ہوں دھوبیوں کے محلّے میں اگر کہیں نکل جائیے تو انباروں ملگجے کپڑوں کی بو باس سے دماغ سنڈاس ہو جائے کیا خوب ہو اگر کپڑا دھونے والی مشینوں کا رواج ہندوستان

میں بھی ہو جائے تو ان مصیبتوں اور آئے دن کے جھگڑوں سے نجات
ملے کپڑے صاف بھی ہوں جلد مل بھی جایا کریں ان مشینوں کا اس ملک
میں ہونا ضروریات سے ہے اس کے لئے نہ عالی شان عمارت کی ضرورت
ہے اور نہ صرف کثیر کی احتیاج صرف دو چھوٹی چھوٹی مشینیں و ایک
کنواں درکار ہے +

یہاں سے چل کر ہم ڈاکٹر پالن صاحب کے ساتھ پارک میں سیر
کرتے ہوئے اُن کی خالہ زاد ہمشیرہ کے یہاں ٹی پارٹی میں جہاں ہم کو
مدعو کیا تھا شریک ہوئے حقیقت میں ان کی نواسی ایک حسینہ و جمیلہ لڑکی
ہیں اور یہ کہنا کہ انسان کو جیسا خوبصورت ہونا چاہیئے ویسی ہی ہیں شاید
مبالغہ نہ ہو یہاں ایک گھنٹہ بیٹھنے اور اختلاط کرنے کے بعد اپنے قیام گاہ
کو واپس آئے نماز وغیرہ سے فارغ ہو کر لارڈ میئر صاحب بیلفاسٹ یعنی
رائیٹ آنریبل سر ڈینیل ڈکسن ڈی ایل صاحب (The Right Hon'ble Sir Daniel Dixon, D.L.)
کی دعوت میں جس کی نسبت میں اوپر ذکر کر آیا ہوں گیا میرے ساتھ
ڈاکٹر پالن صاحب کمشنر و مسٹر و نچو کار صاحب بھی تھے لارڈ صاحب موصوف
کی جائے قیام بیلفاسٹ سے ۱۰ میل کے فاصلے پر ہے جب وہاں پہنچے
تو لارڈ صاحب موصوف نے مہربانی سے ریسیو کیا تمام امرا و اعلےٰ افسران
بیلفاسٹ مدعو کئے گئے تھے باہم تعارف کرایا گیا انچنے کے بعد ہم کھانے

سے فارغ ہوئے اس کے بعد ان کی لیڈی صاحبہ و لڑکی اُسی کمرے میں
جہاں ہم بیٹھے تھے تشریف لائیں اور ہم سے ملاقات کی اور بہت دیر
تک گفتگو کرنے کے بعد ہم کو گاڑیوں پر سوار کرایا اور ۲ بجے ہم نے ہوٹل
میں پہنچ کر آرام کیا +

۳۱ - جولائی ۱۹۰۲ء یوم پنجشنبہ

آج ہم ۷ ½ بجے کھانا کھا کر شہر ڈبلن کے ارادے سے ۹ بجے کے
قریب سٹیشن بیلفاسٹ پر پہنچے وہاں سے سوار ہو کر ۹ بج کر پچاس منٹ
پر روانہ ہوئے راستے میں دیہات و قصبات کے دیکھنے کا خوب موقع
ملا یہاں کے لوگ انگلینڈ و سکاٹ لینڈ کے لوگوں کی نسبت بہت غریب
و مفلس نظر آئے اور کوئی مشین بیلفاسٹ سے لگا کر ڈبلن تک دیکھنے میں
نہیں آئی حالانکہ ۱۱۴ میل سے زیادہ فاصلہ ہے اور انگلینڈ و سکاٹ لینڈ
میں کوئی گاؤں ایسا نہیں ہے جہاں زمین سے نکل کر آسمان تک جاتا ہوا
دھواں یہ نہ ثابت کرتا ہو کہ کسی نہ کسی فکٹری کی مشین چل رہی ہے ان
لوگوں کے لباس بھی ان کی نسبت زیادہ سادہ اور میلے کچیلے دیکھے گئے
اس ملک کے لوگ کھیتی کسانی اور گھاس کے کاٹنے میں مردوں سے لے کر
بچے تک مصروف پائے گئے ¾ ۱ بجے کے قریب ہم ڈبلن کے امی ایینز
(Amiens) سٹیشن پر اُترے گاڑیاں یہاں سواری کے لئے موجود تھیں

اُن میں سوار ہو کر ہوٹل میٹرو پولی ڈبلن (Metropoli Dublin) میں پہنچے
پہنچتے ہی لانچ کھایا اور ہندوستان کی ڈاک بھی ہم کو ملی جس کو پڑھ کر
خبر خیریت معلوم ہوئی ❖

حالات ڈبلن

یہ شہر جس کی آبادی دو لاکھ پینتالیس ہزار ہے تقریباً مدوّر شکل
میں واقع ہوا ہے اور اس کے گرداگرد سڑک محیط ہے جو ۹ میل سے زیادہ
لمبی ہے لیکن ان حدود سے بڑھ کر بھی میلوں تک آبادی چلی گئی ہے
خصوصاً جنوب کی طرف بہت ہی آبادی ہے دریاے لفی شہر کو تقریباً
دو برابر حصّوں میں تقسیم کرتا ہے جس کو شمالی و جنوبی کہتے ہیں اس شہر کا
قدیمی حصّہ دریا کے جنوبی کنارے پر واقع ہے اور اس میں قلعہ و دو گرجے
اور سٹی ہال شامل ہیں ۱۷۵۰ء سے پیشتر آئرلینڈ کا نام صفحۂ روزگار
پر کچھ ایسا مشہور نہ تھا جو ترقی کہ اس نے کی اس کے بعد ہی کی اور
انیسویں (19) صدی میں تو اعلےٰ درجے کا عروج حاصل ہوا دریاے لفی
میں بڑی ترقی دی گئی اس کی گہرائی پہلے کی بہ نسبت زیادہ کی گئی اس شہر
میں گھاٹ بکثرت بنائے گئے بندرگاہوں میں بھی معقول وسعت دی گئی
ہے ڈبلن میں کارخانے بہت کم ہیں صرف شراب کے کارخانے ہیں جن میں
سے مشہور کارخانہ میسرز جی ان نیس اینڈ سنز (Messrs. Guinness and Sons)

ہے اس شہر میں برقی روشنی کی جاتی ہے اور پانی ۲۵ میل کے فاصلے سے
شہر کو دیا جاتا ہے ۵ بجے چاے وغیرہ سے فارغ ہو کر میں اور آنریبل
نوّاب فیاض علی خاں صاحب و مسٹر برو اصاحب گاڑی میں سوار
ہو کر شہر کے مشہور حصص و سیر گاہوں کے دیکھنے کے لئے گئے پہلے ہم
بازاروں میں گزرتے ہوئے گرفٹن سٹریٹ Grafton Street میں پہنچے
یہ بازار تمام شہر ڈبلن میں بڑی خرید و فروخت کی جگہ ہے اور یہی بازار
شہر کی جان ہے اس کی عمارتیں چار پانچ منزلہ ہیں اس سے دوسرے
درجے پر نسّو سٹریٹ (Nassau Street) یعنی نسّو بازار ہے اس میں بھی لوگوں
کا جمگھٹا رہتا ہے اس کے ایک طرف دکانوں کی قطار چلی گئی ہے اور دوسری
طرف کالج کی زمین واقع ہے ہم یہاں سے ڈاسن سٹریٹ Dawson Street
تک گئے اور پھر شہر میں سے ہوتے ہوئے فوینکس پارک Phœnix Park
کے دیکھنے کے لئے گئے یہ باغ ۱۷۶۰ ایکڑ رقبہ میں ہے جس میں سے ۲۰۰ ایکڑ
عام لوگوں کی سیر کے لئے مخصوص ہے اس کا محیط ۷ میل ہے یہ باغ یورپ
کے سب باغوں سے بڑا ہے اس باغ کو ۱۷۴۷ء میں لارڈ لفٹینٹ
(Lieutenant) نے نہایت عمدہ وضع میں لوگوں کی آسائش کے لئے بنوایا
تھا اس میں ایک مینار ۲۰۰ فٹ اونچا ہے اس باغ کے بہت سے حصوں
میں بکثرت درخت ہیں اور ادھر اُدھر نہایت خوشنما سڑکیں بنی ہوئی ہیں

دروازے سے ایک میل کے فاصلے پر لارڈ لفٹیننٹ یعنی حاکم اعلے آئرلینڈ کے رہنے کے لئے سرکاری جگہ بنی ہوئی ہے جس کو وائس ریگل لاج کہتے ہیں یہ ایک بہت بڑی عمارت ہے جس کے سامنے درخت لگے ہیں اس باغ کو دیکھ کر قریب ½۲ بجے کے واپس ہوئے راستے میں لوگوں کے غٹ کے غٹ دیکھنے میں آتے ہیں جو نہایت محبّت کی نگاہوں سے دیکھتے اور بشاش نظر آتے ہیں شام کو بعد نماز مغرب و عشا و کھانا کھانے کے قریب ۱۱ بجے کے سو رہا ✦

یکم اگست ۱۹۰۲ء یوم جمعہ

آج صبح کو اُٹھا تو دیکھا کہ مطلع صاف ہے اور دھوپ نکلی ہوئی ہے ½۹ بجے کھانے سے فارغ ہوا گاڑیاں تیّار کی گئیں ہم مشہور مقامات دیکھنے کے لئے چلے مسٹر کک صاحب ایم اے انگلش پروفیسر ٹرینیٹی کالج (Trinity College) ہمارے ساتھ ہوئے یہ ایک عالم اور فاضل و خوش تقریر ادھیڑ عمر کے آدمی ہیں جب تک ہم ان کے شہر میں رہے کمال مہمان نوازی اور اخلاق سے پیش آئے اور ساتھ ساتھ رہے سب سے پہلے ٹرینیٹی کالج کو دیکھا ✦

ٹرینیٹی کالج

یہ عالی شان عمارت ہے جو ۳۰۰ فٹ لمبی ہے اس کی چار منزلیں

ہیں اس کالج کی بُنیاد ملکہ الزبتھ نے ۱۵۹۱ء میں ڈالی تھی اس میں یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر طالب علم کالج میں رہے مگر جو رہنا چاہے وہ رہ سکتا ہے الا اس کے لئے لازم ہے کہ پہلے ایک فیلو سے جو اس کا نگراں ہو منظوری حاصل کرے اس کی بابت اس کو کوئی فیس نہیں دینی پڑتی کالج میں داخل ہونے سے پہلے طلبا کو امتحانِ داخلہ دینا پڑتا ہے داخلے کا اعلےٰ امتحان جون و اکتوبر میں لیا جاتا ہے جو طالب علم بی اے پاس کرنا چاہے اس کو چار سال تعلیم حاصل کرنی پڑتی ہے اور سال میں تین دفعہ امتحان ہوتا ہے ان میں سے بعض میں صرف لکچر سننے پڑتے ہیں اور بعض میں امتحان دینا پڑتا ہے انڈر گریجوایٹ جب کورس پاس کرتے ہیں تو اُن کو جونیر فریش مین (Junior Freshman) سینیر (Senior) فریش مین ۔ جونیر سافسٹر (Junior Sophister) سینیر سافسٹر کہتے ہیں معمولی طالب کو ۲۲۵ فیس داخلہ اور ساتھ ہی ۱۲۶ پہلی شش ماہی کی فیس دینا پڑتی ہے سیزر (Sizar) یعنی وہ طالب علم جن کو مفت خوراک دی جاتی ہے ان سے صرف ۱۵ فیس داخلہ لئے جاتے ہیں اس کالج میں ایسے تیس ۳۰ وظیفے ہیں جو ریاضی یا عبرانی یا آئیرش زبان میں مقابلے کا امتحان پاس کرنے سے دئے جاتے ہیں کالج میں ۳۱ فیلو اور ستر ماہرانِ علوم ہیں محرابی دروازے سے گزر کر

ہم ایک بڑے صحن میں پہنچے جو صحن پارلیمنٹ کے نام سے موسوم ہے اس کا نام پارلیمنٹ اس لئے رکھا گیا ہے کہ پارلیمنٹ نے چھ لاکھ روپیہ اس کی تعمیر کے لئے دیا تھا اس صحن میں ایک بڑا گھنٹہ ہے جس کو لارڈ جان بیسفورڈ صاحب (Lord John Beresford) نے جو مشہور لاٹ پادری تھے بصرف ایک لاکھ اسی ہزار روپیہ بنوایا تھا اس کے بیرونی حصّے میں قسم قسم کے بُت رکھے ہیں اور اندرونی حصّے میں ایک بڑا گھنٹہ لٹکتا ہے صحن کے بائیں جانب کالج کا خوشنما گرجا ہے اور اسی کے متصل کھانا کھانے کا ہال ہے جس پر چوڑے زینے بنے ہوئے ہیں یہ ستّر فٹ لمبا اور پینتیس ۳۵ فٹ چوڑا ہے اس میں بہت مشہور لوگوں کی تصویریں جن میں سے ڈاکٹر بالڈوِن (Dr. Baldwin) کی تصویر ہے جنہوں نے اس کالج میں بارہ لاکھ روپیہ دیا تھا ٭

گرجا کے مقابل میں داہنی جانب امتحان کا ہال ہے یہ ۸۰ فٹ لمبا و ۴۰ فٹ چوڑا ہے نہایت خوبصورتی سے اُس کو آراستہ کیا ہے اس میں بھی بڑے بڑے اولوالعزم لوگوں کی تصویریں لگی ہوئی ہیں آگے بڑھکر دوسرے حصّے کے ختم ہونے پر ایک کتب خانہ ہے جس میں ایک کتاب اس غرض سے رکھی ہوئی ہے کہ جو شخص اس کی سیر کو آویں وہ اپنا نام اس کتاب میں لکھ دیں اس موجودہ عمارت کی بنیاد ۱۷۱۲ء میں پڑی تھی اور

۲۰ برس کے عرصے میں بن کر ۱۷۳۲ء میں تیار ہوئی اس کتب خانے کو ۱۶۰۱ء میں ملکہ الزبتھ کی فوج نے چندہ ڈال کر بنوایا تھا ۱۸۰۱ء میں پارلیمنٹ نے اس کتب خانے کو یہ حق عطا کیا کہ جو گریٹ برٹن میں نئی کتاب چھپے وہ یہاں مفت بھیجی جائے اس کتب خانے میں اڑھائی لاکھ مجلد کتابیں موجود ہیں اس جگہ بہت پرانی کتابیں دیکھنے میں آئیں جن میں ایک قرآن شریف نہایت خوش خط اور با معنی مع ایک قلمی شاہنامہ و سکندر نامہ کے دیکھا گیا حالات کے پڑھنے سے معلوم ہوا کہ یہ اسلامی کتابیں ۱۸۰۵ء میں سلطان ٹیپو کے شکست پانے اور قتل کئے جانے کے بعد ایسٹ انڈیا کمپنی نے لوٹ میں حاصل کی تھیں اور پھر وہ اس لائبریری میں ایک ڈچ سوداگر سے جو نپولین بونا پارٹ کے ڈر سے آئرلینڈ بھاگ کر مع ایک بڑے کتب خانہ کے آ گیا تھا یہاں کے پرنسپل نے خرید کر کے داخل کر دیں یہاں کے دوسرے پروفیسر صاحب مسٹر مور بھی یہاں آئے اور ہمارے ساتھ ساتھ رہے یہاں بھی ہم سے خواہش کی گئی کہ عکسی تصویر لی جائے جس کو بہت خوشی سے منظور کیا چنانچہ گروپ لیا گیا یہاں سے ہم مع مسٹر کک صاحب بہادر بنک آف آئرلینڈ (Bank of Ireland) کو گئے +

بینک آف آئرلینڈ

پہلے یہ عمارت یہاں کے پارلیمنٹ کی جائے انعقاد تھی مگر ۱۸۰۲ء میں جب یہ پارلیمنٹ منہدم ہوگئی تو اس عمارت کو بنک آف آئرلینڈ نے ۶ لاکھ روپے کو خریدا اور چھتّیس سو روپیہ سالانہ کرایہ زمین مقرر کیا یہاں پہنچنے پر مسٹر میکمارو مرفی (Mr. M'Morrough Murphy) جو بنک مذکور کے چیف سکرٹری ہیں ریسیو کر کے ہم کو لے گئے۔ جنھوں نے تمام وسیع عمارت و خوشنما کمروں کی سیر کرائی یہ عمارت ڈبلن کی کل عمارتوں میں منتخب اور چیدہ ہے ۱۷۳۹ء میں آئرلینڈ کی پارلیمنٹ کے لئے بصرف چھ لاکھ روپے کے تیّار ہوئی تھی ۱۷۸۵ء میں اس میں اور وسعت دی گئی اور تین لاکھ پچھتّر ہزار روپیہ خرچ کیا گیا ۱۷۸۷ء میں تین لاکھ نوّے ہزار روپیہ کے صرف سے مغربی جانب کی طرف اور حصہ بڑھایا گیا اور اور چند اخراجات مل کر کُل لاگت سوا چودہ لاکھ روپیہ ہوئی اس عمارت میں بنک والوں نے اپنی ضرورت کے بموجب تغیر و تبدل کیا ہے یہاں سے سوار ہو کر ہم ڈبلن کیسل میں گئے +

ڈبلن کیسل

یہاں ہم کو سر ڈیوڈ ہیرل صاحب (Sir David Harrel) نے جو لارڈ لفٹیننٹ آئرلینڈ صاحب کے انڈر سکرٹری ہیں مہربانی سے ہم کو

ریسیو کیا اور تمام محل شاہی کی سیر کرائی اس محل میں لارڈ لفٹینٹ صاحب موسم سرما
میں رہا کرتے ہیں جس جگہ یہ عمارت بنی ہوئی ہے اس جگہ پہلے ڈین والوں
کا قلعہ تھا ہنری ثانی کی غیر منکوحہ زوجہ کے بیٹے میلر فٹز ہنری
(Meiler-Fitz Henry) نے تیرھویں صدی عیسوی کے شروع میں اس جگہ
پر ایک اور قلعے کی بنیاد ڈالی ۱۴۱۱ء و ۱۷۷۵ء میں ازسر نو اس کی تعمیر
ہوئی اس عمارت میں آج کل یہاں کے وائسرائے صاحب رہتے
ہیں اور بڑے بڑے جلسے بھی یہیں منعقد ہوتے ہیں اس کی کئی منزلیں
ہیں اُس کمرے میں جس میں کہ شاہی اجلاس ہوتا ہے ایک تخت اور
شامیانہ ہے جس میں سرخ مخمل لگی ہوئی ہے اور طلائی کام سے خوب آراستہ
کیا گیا ہے بال روم نہایت ہی شاندار کمرہ ہے جو ۸۲ فٹ لمبا اور
۴۱ فٹ چوڑا و ۳۸ فٹ اونچا ہے بادشاہوں کی عمدہ عمدہ منقش تصویروں
سے آراستہ ہے اس کے متعلق پوٹریٹ چیمبر (Potrait Chamber) یعنی تصویر خانہ
اور پرائیویٹ ڈرائنگ روم کھانے کے کمرے ہیں اور ایک بڑا بھاری
صحن ہے جو ۲۵۰ فٹ لمبا اور ۲۲۰ فٹ چوڑا ہے اس عالی شان عمارت
میں شاہی گرجا بھی ہے اس کی بنیاد ۱۸۰۷ء میں ڈیوک آف بیڈ فورڈ
(Duke of Bedford) نے ڈالی تھی جو ۱۸۱۴ء میں بن کر تیار ہوا تھا اس
پر چھ لاکھ پینتالیس ہزار روپیہ لاگت آئی تھی اس کے اندرونی حصے میں

نہایت ہی خوشنما لکڑی کا کام کیا ہؤا ہے اور بیرونی حصے پر بہت سے بادشاہوں کے بُت رکھے ہوئے ہیں اس جگہ کو دیکھ کر ہم سینٹ پٹرک گرجا میں گئے جو قدیم یادگار ہے یہاں پروفیسر کک صاحب نے اس کے پُرانے مشہور مقامات دکھائے اس کے بعد عجائب خانہ ڈبلن کو دیکھا جہاں کرنل پلن کٹ صاحب (Colonel Plunkett) نے ریسیو کیا اور مجھ سے مخاطب ہو کر کہا کہ میں پنجاب کے اکثر حصص میں رہ آیا ہوں اور ۳۰ سال سے پنشن پر ہوں ان کے چہرے اور جسمانی طاقت سے معلوم ہوتا تھا کہ ابھی وہ پچاس سال سے متجاوز نہ ہونگے مگر وہ نوّے سال کے قریب تھے کل عجائب خانے کا کام خود اپنے ہاتھ سے کرتے ہیں اور اس کے نگراں ہیں اس عمارت کی بنیاد ۱۸۸۴ء میں شہنشاہ معظم نے زمانہ ولیعہدی میں ڈالی تھی یہ عمارت سہ منزلہ ہے اس پر شیشے کی چھت پڑی ہوئی ہے قسم قسم کے جانور ہر ملک کی دستکاری کے نمونے طرح طرح کے قدیم سکّے اور نئے نئے طائر مختلف قسم کی مچھلیاں پرانے زمانے کے قیمتی اسلحہ سب ہی سامان موجود ہے جب ایک بج گیا تو اپنے قیام گاہ کو واپس آکر لانچ کھایا تھوڑی دیر آرام کے بعد ۲½ بجے کے قریب شوق سیر نے پھر کھُنی دی اوّل ہم شراب کے مشہور مسرز جو اینیس بریوری (Messrs. Guinenness Brewery) کے کارخانے میں گئے +

مسٹر جوائنیس بریوری

یہاں ڈائرکٹر صاحب کمپنی نے ریسیو کیا یہ کارخانہ کیا ہے ایک چھوٹا شہر ہے ۱۷۵۹ء میں ایک چھوٹے سے سکیل پر شروع کیا گیا تھا ۱۸۲۵ء تک اس کارخانے کی تجارت مقامی تھی جب اس کی شہرت تمام ملک میں ہوئی اور اس کی ترقی نے پاؤں پھیلائے تو اس میں برطانیہ کلاں کے مشہور شہروں میں ایجنٹ رکھنے کی ضرورت ہوئی پھر تو اس قدر شہرت ہوئی کہ تمام دُنیا کے بڑے بڑے شہروں میں اس کی ایجنسیاں قائم ہوگئیں ۱۸۸۶ء میں یہ کارخانہ اس کمپنی کے ہاتھ مالک واحد نے جس کے قبضے میں یہ پہلے تھا ۹ کروڑ روپے کو فروخت کیا اس کارخانے کی ترقی اس سے ظاہر ہو سکتی ہے کہ ۱۸۸۷ء میں اس کی تجارت ۱۸۳۷ء کی نسبت تین گنی زیادہ تھی ۱۸۹۸ء میں پارلیمنٹ کی سالانہ رپورٹ سے ظاہر ہوتا ہے کہ برطانیہ کلاں میں ۳۸۸۷ شراب کے کارخانے ہیں جن کا ٹکس گورنمنٹ کو اٹھارہ کروڑ اکیس لاکھ سات ہزار نو سو اسّی روپیہ وصول ہوتا ہے اس کل رقم میں سے $\frac{1}{19}$ حصّہ یعنی ستانوے لاکھ نواسی ہزار چار سو بیس روپیہ صرف یہ کارخانہ ادا کرتا ہے اوّل یہ کارخانہ ۴ - ایکڑ میں تھا اب ۴۰ ایکڑ میں ہے آج کل اس کارخانے میں پندرہ لاکھ پیپہ شراب تیار ہوتی ہے اور جس قدر جو اس میں صرف ہوتے ہیں وہ اپنے ہی ملک سے لیتے ہیں

مگر پھر بھی ۱۹ حصے کی ضرورت دوسرے ممالک سے ہوتی ہے اس کارخانہ میں اس قدر کام کی کثرت ہے کہ اس میں چھوٹی پٹری کی ریل خود کمپنی نے بنائی ہے جس میں پندرہ انجن ایک سو اکھتر ریل گاڑیاں ۱۵۳ گھوڑا گاڑیاں ۹ دُخانی کشتیاں اور دو موٹو کار ہیں جو صرف اس کارخانے کے مال کی باربرداری کا کام دیتی ہیں یہاں منجملہ اور گھوڑوں کے ایک گھوڑا دیکھنے میں آیا جو قابل ذکر ہے یہ ۱۱ سال سے اس کارخانے میں کام دیتا ہے اور ۱۱۳ من لمبری بوجھ روزانہ کھینچتا ہے اس کارخانے میں سوا آٹھ سو چٹھیاں روزمرّہ آتی ہیں اور سالانہ ڈاک کے ٹکٹوں کا خرچ چھ لاکھ روپیہ ہے معمولاً آٹھ ہزار پیپے روزمرہ پُر کیئے جاتے ہیں اگر کام کی زیادتی ہو تو دس ہزار تک نوبت پہنچ جاتی ہے اس کارخانے میں ۱۵۰ بڑے بڑے پیپے ہیں ایک بڑے پیپے میں چھ ہزار چھ سو تیس من شراب آتی ہے اور ہر پیپے میں دو سال رکھی جاتی ہے **شعر**

دیکھنا پیر مغاں حضرت زاہد تو نہیں ❁ کوئی بیٹھا نظر آتا ہے پس خم مجھ کو

اس جگہ شراب کی نسبت جو تمام دُنیا میں عموماً اور گریٹ برطانیہ میں خصوصاً اپنا مہلک اور قبیح اثر پھیلائے ہوئے ہے اور تقریباً ہر شخص اس کا مست شوق ہے. بیان کرنا بے محل و نامناسب نہ ہوگا مجھ کو جب سے میں یورپ میں وارد ہوا برابر یہ امر دیکھنے میں آیا کہ جب کسی بازار و کوچے

سے گزرا تو اکثر لوگوں کو اس مرض میں مبتلا پایا کسی کو دیکھا کہ مدہوشی میں بہکی ہوئی باتیں کر رہا ہے کوئی لڑکھڑا رہا ہے غرض تمام برطانیہ کلاں میں بہت ہی کم ایسے شخص ہونگے جو شراب کے عادی نہ ہونگے کوئی دعوت اور کوئی جشن اس کے ہوش رُبا جلوہ سے خالی نہیں مزا یہ ہے کہ اتوار کے دن دنیا کے کاروبار حتّٰی کہ ڈاک جیسے ضروری محکمہ جات بھی بند کر دئے جاتے ہیں مگر اس موذی تجارت کا دُکانوں پر وہی زور و شور ہے۔ میری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ جب اتوار کو دُنیا کے کل کام صرف اس غرض کے لئے بند کر دئے جاتے ہیں کہ خدا تعالےٰ کی عبادت میں صرف کریں پھر کیا وجہ ہے کہ ایسی منشّی اور ناقص چیز کی ممانعت نہ کی جاوے اور اس میں ترقی دینے کی کوشش کی جاوے اس مہلک شئے نے خاندان کے خاندان ویران کر دئے ہزاروں بچّے یتیم ہو گئے لاکھوں عورتیں بیوہ بن گئیں بڑے بڑے متمولوں کے جو اپنی دولت کی مستی میں سب کو لاشئے سمجھتے تھے نشنے ہرن ہو گئے جس نے اس کی تلاش میں سرگردانی کی وہ کبھی ہوش میں نہ آیا جس نے اسے منہ لگایا کٹھا کھایا سینکڑوں عالی ظرفوں کو اس نے دھجیاں بندھوا دیں پھر بھی لوگ اسی کے متوالے نظر آتے ہیں ہزاروں کارخانے اس کے شب و روز بڑھتے جاتے ہیں اور بہت سی کمپنیاں قائم ہوتی جاتی ہیں ۰

تمام ناظرین مذکورہ بالا مضمون کو پڑھ کر اچھی طرح سے غور فرما سکتے ہیں کہ اس کی تجارت کو کیسی ترقی ہے اور کتنے ہزار من یومیہ لوگوں کی غذا ہوتی ہے اس کی ترقی اُس آمدنی سے. جو گورنمنٹ کو صرف برطانیہ کلاں کے شراب خانوں سے ہوتی ہے ظاہر ہو سکتی ہے اس اصول پر ہندوستان پر بھی اُس کا بُرا اثر روز بروز پڑتا جاتا ہے اور اس کی روزافزوں ترقی سے یہ خیال پیدا ہونا کوئی غیر ممکن اور محال بات نہیں ہے کہ ایک دن وہ ہوگا کہ ہندوستان کا ہر متنفس اس کے سرور میں. جھومتا نظر آئیگا اور اُن کی گھٹی میں شراب پڑ جائیگی گو اب بھی اس کا رواج کچھ کم نہیں ہے اور جو لوگ شراب کا پینا اور اس کا چھونا گناہ سمجھتے تھے اب آزادانہ طور پر اس کا استعمال کرتے ہیں مَیں اپنے اُن اہل ہند سے. جو ہر امر میں غیر قوم کی تقلید پر کمر باندھے بیٹھے ہیں اتنا کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ جہاں تک ممکن ہو اس بلا کو اپنے ملک سے دفع کرنے کی کوشش کریں اور اس کے چند عارضی فوائد پر بھروسہ کرکے دائمی نقصانات میں اپنے ملکی بھائیوں کو مبتلا نہ کریں اور عاقبت کا مظلمہ اپنے سر نہ لیں اگر اس امر سے قطع نظر بھی کی جائے کہ اہل شرع نے اس کو حرام اور اس کے استعمال کو گناہ کبیرہ قرار دیا ہے تو عقلاً بھی اس کی بُرائیاں اہل ہوش پر ثابت ہیں علاوہ اس کے کہ شراب پینے والے کے حرکات و سکنات خلاف تہذیب

اس کی باتیں لاطائل محض ہذیاں ہوتی ہیں وہ حق و باطل کی تمیز نیک و بد کا خیال نہیں رکھتا اچھّے بُرے کو سمجھ نہیں سکتا اپنے نقصان و نفع کی پرواہ نہیں کرتا یہ کیا کم ضرر ہے کہ عقل جیسی لطیف شے زائل ہو جاتی ہے انسان ہمیشہ کے لئے مخبوط و مجنون ہو کے رہ جاتا ہے اور جو امراض عسرالزوال اس کے استعمال سے پیدا ہو جاتے ہیں وہ گھاتے ہیں۔ اہل ہند اس دھوکے میں نہ پڑیں کہ اگر شراب مضر ہے تو اہل یُورپ کو کیوں ضرر نہیں پہنچاتی کیونکہ اوّل تو اس کا باقاعدہ استعمال اُن کو اس ضرر سے محفوظ رکھتا ہے دوسرے وہ ملک بارد میووں کی کثرت سامان آسائش موجود اس پر بھی ہرگز یہ خیال نہ کرنا چاہیئے کہ مطلقاً اُن کو اس سے نقصان نہیں پہنچتا بہت سے لوگوں کو مَیں نے بچشم خود ایسے سخت مرضوں میں مبتلا پایا جن کا علاج ممکن نہیں *

رفاہِ عام کی غرض سے لاہور کے بعض بیدار مغزوں نے ایک کمیٹی موسوم بہ ٹیمپرینس ایسوسی ایشن قائم کی ہے جس میں مَیں تین سال سے متواتر بحیثیت پریزیڈنٹ شریک ہؤا کرتا ہوں اعلٰے منشا اس کمیٹی کا یہ ہے کہ مضر چیزوں کا استعمال نہ کرنا چاہیئے مثلاً تماکو۔ افیون۔ شراب۔ بھنگ وغیرہ کو قطعاً چھوڑ دینا چاہیئے اس کمیٹی کی سعی و کوشش سے ضلع لاہور میں شراب کی کئی دُکانیں بند ہو گئیں اور بہت سے

لوگوں نے اس سے کلیتہً توبہ کرلی اور روز بروز اُسی دُھن میں ہیں کہ اس کا نام و نشان نہ رہے مجھے امید ہے کہ ہندوستان کے اور مشہور شہر بھی خاص اس بارے میں شہر لاہور کی تقلید کرینگے اور ہر شخص اس کار خیر میں حصّہ لینے اور شریک ہونے کو اپنا فرض منصبی سمجھیگا *

جب ہم کارخانے کو دیکھ چکے تو ہمارے لئے کارخانے کی پانچ ریلوے گاڑیاں مع انجن کے تیّار کی گئیں تاکہ ہم اس کارخانے کے دوسرے حصّے کو دیکھنے جائیں جو یہاں سے ڈیڑھ میل کے فاصلے پر ہے یہ چھوٹی ریل گاڑیاں ہیں ان کے اِدھر اُدھر دونو طرف بیٹھنے کی معقول جگہیں اور ان پر عمدہ پوششیں پڑی ہوئی ہیں ہم سب اُن پر سوار ہوکر ایک بڑے ٹنل سے جو شہر کے بیچ میں عمارتوں کے نیچے واقع ہے گزر کر دوسرے حصّے کارخانے میں پہنچے اس حصّے میں شراب کے پیپے پُر کئے جاتے ہیں اور مختلف جگہوں میں بھیجے جاتے ہیں یہاں سے، ہم کل کارخانے کے افسروں سے جو ہمارے ساتھ تھے رخصت ہوکر رائل ہسپتال کو گئے *

رائل ہسپتال

یہاں کے کپتان صاحب نے ریسیو کیا اس عمارت کی بنیاد سنہ ۱۶۸۰ء میں ڈالی گئی تھی اور چار سال میں تین لاکھ نوّے ہزار روپیہ لاگت سے تیّار

ہوئی اس عمارت کے بنانے سے یہ غرض تھی کہ جو جنگی سپاہی بوجہ پیرانہ سالی یا کسی اور سبب سے کام سے معذور ہو جائیں تو اُن کو اس میں رہنے کی جگہ دی جاوے اس میں تین سَو آدمی کی خوراک وغیرہ کے لئے انتظام کیا گیا ہے یہ عمارت ۳۰۶ فٹ لمبی اور ۲۸۸ فٹ چوڑی ہے اس کے چاروں طرف عمارتیں بنی ہوئی ہیں ہم سب بڑے ہال میں گئے جس میں بہت سے ہتیار وغیرہ مع ایک توپ گاڑی کے جس پر ملکہ معظمہ کا جنازہ ۲- فروری ۱۹۰۱ء کو وکٹوریہ سٹیشن سے پیڈنگٹن سٹیشن لنڈن تک گیا تھا رکھی ہوئی ہے اس کے متعلق ایک گرجا ہے جس میں ملکہ معظمہ کے مرنے پر ان کے لڑکے شاہنشاہ ہند نے پیتل کے دو اُگالدان اور دو شمعدان اپنی مادرِ مہربان کی رُوح کو ثواب پہنچانے کی غرض سے چڑھائے ہیں اسی میں لارڈ رابرٹ صاحب نے اپنے نوجوان لڑکے کی یادگار بھی رکھی ہے جو ۱۸۹۸ء میں افریقہ کی لڑائی میں کام آیا تھا اس کے قریب کے دوسرے گرجا میں سپاہیوں کی طرف سے بھی لارڈ رابرٹ صاحب کے لڑکے کے مرنے کی یادگار میں ایک بُت کھڑا کیا گیا ہے*

یہاں سے روانہ ہو کر ہم پارک میں سے ہوتے ہوئے اور شہر کا بہت سا حصہ دیکھتے ہوئے ڈاکٹر پالن صاحب کے مکان پر آئے

وہاں اُن کے والد صاحب و بھائی صاحب و دیگر ممبران خاندان سے ملاقات ہوئی اُن کے والد صاحب بڑے عمر رسیدہ شریف آدمی ہیں جو بسبب نقاہت کے چلنے پھرنے سے معذور ہیں اور بذریعہ کرسی کے ایک جگہ سے دوسری جگہ پر پہنچائے جاتے ہیں ایک گھنٹہ یہاں ٹھہرنے کے بعد لاٹوش صاحب بہادر کی ملاقات کو جو ہمارے لفٹیننٹ گورنر صاحب ممالک مغربی و شمالی و اودھ کے بھائی ہیں گئے صاحب بہادر بڑے اخلاق و محبت سے پیش آئے اور افسوس کیا کہ ہمارے آنے کی انہیں پہلے سے اطلاع نہ تھی ورنہ وہ تشریف لاتے اور ہم کو مدعو کرتے میں نے اُن کا شکریہ ادا کیا انہوں نے اثنائے گفتگو میں یہ بھی فرمایا کہ میرے بھائی لفٹیننٹ گورنر صاحب نے مجھ سے خواہش کی ہے کہ میں بموقع دربار دہلی شریک ہوں مگر بسبب کاروبار کے میرا اس موقع پر جانا ظاہرا مشکل نظر آتا ہے صاحب موصوف ڈبلن کے مشہور کارخانہ شراب میں جس کا میں اوپر ذکر کر آیا ہوں ملازم ہیں اور نہایت جوان خوش خلق ملنسار ہیں میں ان سے مل کر بہت خوش ہوا اُن سے رخصت ہو کر ½ ۷ بجے ہوٹل میں آکر نماز وغیرہ سے فارغ ہو کر آرام کیا۔

۲- اگست ۱۹۰۲ء یوم شنبہ

آج ابر آسمان پر چھایا ہوا ہے رات کو تھوڑی سی بارش بھی ہوئی ہم لوگ کھانے وغیرہ سے فارغ ہو کر ½ ۹ بجے ہوٹل سے گاڑیوں پر

سوار ہو کر ڈبلن کے ریلوے سٹیشن ہارکوٹ سٹریم پر پہنچے جہاں ہماری
سیلون تیار تھی گاڑی میں بیٹھتے ہی بارش ہونے لگی مسٹر کک صاحب بہادر
پروفیسر ٹرینیٹی کالج مع اپنے صاحبزادے کے ہمارے ساتھ ہیں
۲/۱ ۳ میل چل کر ہم ۱۲ بجے سٹیشن راتھ ڈرم پر اُترے بارش کا سلسلہ
ابھی تک منقطع نہ ہوا اسٹیشن کے قریب کے سنٹرل گرانڈ ہوٹل میں جاکر
تھوڑی دیر آرام کرنے اور لانچ کھانے کے بعد گاڑیوں پر سوار ہو کر چلے
راستے میں سبزہ زار پہاڑیوں کو دیکھ کر عجب لطف آتا ہے تھوڑے تھوڑے
فاصلے پر گاؤں ملتے ہیں جن کو پہاڑ کا نشیب و فراز باقاعدہ آبادی کی صورت
میں دکھا رہا ہے ۱۰ میل سفر طے کرنے کے بعد سیون چرچ آف گلینڈلاخ
(Seven church of Glendalouch) پر جس کے دیکھنے کے لئے اس قدر سفر
طے کیا ہے پہنچے گو آئرلینڈ میں یہ جگہ مشہور اور دیکھنے کے قابل ہے مگر
ظاہر میں یہ گہری سنسان غیر آباد جگہ دکھائی دیتی ہے اور سوائے ایک
چھوٹے سے ہوٹل اور چند کشتی بانوں کے جھونپڑوں کے کچھ دکھائی نہیں
دیتا یہ جگہ قصبے سے میلوں دور واقع ہے اور اس کو چاروں طرف سے
پہاڑیوں نے گھیرا ہے صرف دو چھوٹی چھوٹی جھیلیں سات پُرانے گرجوں
کے کھنڈل جو ۱۲ سو برس پہلے یہاں قائم تھے اور ایک مینار جو ہزار برس
کا بنا ہوا ہے دیکھنے میں آیا یہ مینار ۱۰۰ فٹ کے قریب بلند ہے اور اس پر

چڑھنے کا راستہ نہیں ہے صرف چوٹی کے قریب ایک دریچہ ہے جس کی نسبت مشہور ہے کہ قدیم زمانے میں جب یہ شہر آباد تھا تو لوگ کسی ذریعے سے اس پر چڑھ کر اپنا مال واسباب وغیرہ چوروں وڈاکوؤں سے بچانے کے لئے رکھ جاتے تھے اس جگہ کی نسبت بہتر ہے اس واقع کو لکھ دیا جائے جس کا اس سے بڑا تعلق ہے ٭

کہتے ہیں کہ ایک زاہد مسمی سینٹ کیون نامی نے جو ۴۹۸ء میں پیدا ہوا تھا ۵۲۰ء میں تارک الدنیا ہو کر اس جگہ گوشۂ عزلت عبادت کرنے کے لئے اختیار کیا۔ جھیل کے شمالی کنارے پر ایک درخت کے خول میں رہتا تھا اور جنوبی سمت میں ایک بڑی تنگ و تاریک غار میں زندگی بسر کرتا تھا اس پہاڑی پر انسان بغیر کشتی کے نہیں پہنچ سکتا کیونکہ بیچ میں جھیل حائل ہے جب لوگوں کو اس عابد آدمی کی خبر لگی تو وہ اُسے خوراک پہنچانے لگے اور اس کا شہرہ ملک ملک شہر شہر ہو گیا لوگ جوق جوق اس کے ملنے کے لئے آتے تھے انہوں نے اس کے لئے ایک چھوٹا سا مکان زمین دوز بنا دیا اس کے بہت سے مرید ہو گئے فوراً ایک شہر پڑ گیا اس میں ایک مدرسہ بنایا گیا اور بہت سے زاہد و عالم اس جگہ پر اکٹھے ہوئے۔ بعض لوگ روایت کرتے ہیں کہ یہ عابد ایک خوبصورت عورت سے بھاگ کر جو اس پر عاشق ہو گئی تھی اس جگہ پناہ گزیں ہوا تھا تاکہ وہ اس کے

دام الفت میں نہ پڑے لیکن عورت ایک کُتّے کی دم ہوتی ہے برسوں زمین کے نیچے دبی رہے جب نکلے تو ٹیڑھی اُس کا چرّایا ہؤا عشق بھلا کب چین لینے دیتا تھا کہ معشوق سے جدا رہے ایک کتّے کی مدد سے پہاڑیوں کے اوپر کھوج لگا کر پہنچی ایک دن زاہد صبح کو جب اٹھا تو دیکھا کہ عورت نے آپ کو چٹان سے جھیل میں گرا دیا اور مر گئی جب فقیر نے اس کی لاش دیکھی تو بڑا افسوس کیا یہ فقیر ۶۱۸ء میں ۱۲۰ سال کی عمر میں مر گیا *

یہ شہر کئی صدیوں تک آباد ہوتا رہا مگر دسویں صدی میں اہل ڈنیز نے اس کو کئی بار لوٹا اور بارھویں صدی میں اینگلو نارمنوں (Anglo-Normans) نے اس کو غارت کیا آخر کار رفتہ رفتہ بالکل برباد ہو گیا اور باغیوں و لوٹیروں کا مسکن رہ گیا ہم نے یہاں ایک قبرستان بھی دیکھا کہتے ہیں کہ یہیں ایک گرجا بنا ہؤا تھا جس کو بارہ سو سال کا عرصہ گزرا مگر اب سوائے کھنڈلوں کے اور کچھ نہیں ہے ہم ایک میل پیادہ گئے اور اس جھیل کو جا کر دیکھا ایک گھنٹہ وہاں پھرنے کے بعد اس کے پاس کے رائل ہوٹل میں آئے اور چائے وغیرہ پی جب ہوٹل سے باہر نکلے تو ایک مصور نے ہمارا عکس لیا چونکہ زیادہ وقت گزر گیا تھا اس لئے گاڑیوں پر سوار ہو کر سٹیشن راتھ ڈرم پر جہاں سے گئے تھے واپس آئے اور ۶ بجے شام کو ریل پر سوار ہو کر شہر کنگز ٹون (Kingstown)

میں پہنچے اور قریب کے ہوٹل میں کھانا کھایا پھر وہاں سے جہاز پر ہولی لینڈ کے جانے کے لئے سوار ہوئے اس جہاز کا نام کیناٹ ہے جس کے کپتان صاحب مسٹر ٹامس ایک مسن اور تجربہ کار خلیق آدمی ہیں ❊

۳۔ اگست ۱۹۰۲ء یوم یکشنبہ

رات جہاز میں بسر کی اور صبح ۸½ بجے بایں ارادہ روانہ ہوئے کہ ہولی لینڈ ہوتے ہوئے جو اس جگہ سے ۶۴ میل کے فاصلے پر ہے اور ڈاک کا جہاز ۳½ گھنٹے میں اس مسافت کو طے کرتا ہے لیورپول جائیں الغرض جہاز ۱۱½ بجے ہولی لینڈ پر پہنچا یہ لنڈن نارتھ ویسٹرن ریلوے کا سٹیشن ہے ہمارے لئے جہاز کے مقابل ہی خشکی پر ٹرین تیار رہے جہاز سے اُتر کر ۱۲ بجے پر ۲۰ منٹ لانچ کھانے کے بعد ریل پر سوار ہوئے ایک بجے گاڑی چلی اس وقت مطلع بالکل صاف ہے ۴ بجے ہم سٹیشن چسٹر (Chester) پر آئے جو لیورپول و لنڈن کے جانے کا مقام اتصال ہے یہاں ہم نے چاے پی اور ۵½ بجے سٹیشن برکن ہیڈ پر اُترے جو لیورپول سے پون میل کے قریب سمندر کے اس کنارے پر واقع ہے اور بذریعہ دخانی کشتی کے ۱۰ منٹ میں اس سمندر کے حصّے کو عبور کر کے لیورپول میں پہنچے یہاں گاڑیاں موجود تھیں جن پر سوار ہو کر اڈیلفی ہوٹل

میں اُترے نماز وغیرہ سے فارغ ہوکر شہر کی سیر کی +

حالات شہر لیوپول

یہ شہر جو دریاے مرسی کے دائیں کنارے پر آباد ہے ایک معمولی گاؤں تھا ترقی کرتے کرتے بڑا شہر ہوگیا سنہ ۱۶۰۰ء میں اس کی آبادی سات سَو تھی سنہ ۱۶۴۷ء میں چھ ہزار بڑھتے بڑھتے سنہ ۱۸۴۱ء میں دو لاکھ چوبیس ہزار نوسَو چوّن اور سنہ ۱۸۹۱ء میں پانچ لاکھ سترہ ہزار نوسَو اسّی ہوگئی اب سنہ ۱۹۰۱ء کی مردم شماری کے رو سے چھ لاکھ چوراسی ہزار نوسَو سینتالیس ہے سنہ ۱۶۴۷ء میں ستّر جہاز اس بندرگاہ میں رہتے تھے سنہ ۱۷۰۰ء میں باقاعدہ لنگرگاہ کا انتظام کیا گیا پہلے پہل جو جہاز اس لنگرگاہ میں داخل ہوا اس کا نام مارل بورا تھا سنہ ۱۷۱۰ء اور سنہ ۱۷۲۰ء کے درمیان لیورپول جلد جلد ترقی کرنے لگا یہاں تک کہ سنہ ۱۸۰۱ء میں چار لاکھ اُنسٹھ ہزار ساسوانیس ٹن اسباب جہازوں میں آنے جانے لگا اور سنہ ۱۹۰۱ء تیرہ کروڑ ٹن تک اس کی مقدار پہنچ گئی اور محصول لنگرگاہ اٹھائیس ہزار تین سَو پینسٹھ پونڈ سے دس لاکھ پونڈ سالانہ تک پہنچ گیا گذشتہ سال میں اس بندرگاہ میں پچیس ہزار جہاز داخل ہوئے تھے اس شہر میں مسافروں کے آنے جانے کے لئے ہر طرح کا آرام ہے ہر قوم و ملک کے لوگ یہاں دیکھنے میں آتے ہیں اس کا آوازہ شہرت بسبب جہاز رانی و روئی کی تجارت کے آویزہ گوش آفاق

ہے اس شہر سے کل برطانیہ کلاں کا ایک تہائی اسباب غیر ملک میں جاتا ہے ۱۸۹۹ء میں مفصلہ ذیل نقشہ سے اس کی ترقی تجارت کا حال معلوم ہوسکتا ہے ✤

سنین	خارجہ بحساب پونڈ	داخلہ بحساب پونڈ
۱۸۹۹ء	آٹھ کروڑ بارہ لاکھ باسٹھ ہزار ✤	گیارہ کروڑ ایک لاکھ بانویں ہزار ✤
۱۹۰۱ء	دس کروڑ اٹھاون لاکھ آٹھ ہزار ایک سو چھیاسٹھ ✤	تیرہ کروڑ پندرہ لاکھ بیاسی ہزار تین سو باون ✤

کل اسباب جو ۱۹۰۱ء میں دریاے مرسی سے آیا اور گیا اُس کی مقدار آٹھ کروڑ بہتر لاکھ نوّے ہزار نو سو اکّیانویں من ہے ✤

ہم ہوٹل سے روانہ ہو کر لائم سٹریٹ (Lime Street) میں گئے یہ بازار شہر کے کل بازاروں میں مشہور ہے اس میں قابل ذکر بہت سی عمارت ہیں جن میں سے سینٹ جارج ہال کا ذکر کیا جاتا ہے جس کی بنیاد جون ۱۸۳۸ء میں مسٹر لورپول نے ڈالی تھی اور ۱۸۵۴ء میں ۱۶ برس میں ۴۹ لاکھ روپیہ صرف ہونے کے بعد تیّار ہؤا یہ کل عمارت پتّھر کی بنی ہوئی ہے اس کا طول چھ سو فٹ اور عرض ایک سو ستّر فٹ ہے اس عمارت میں ایک بڑا کمرہ ہے جو ایک سو نہتّر فٹ لمبا اور چوہتّر فٹ

چوڑا ہے اس کے صحن پر لکڑی کی چھت نہایت خوبصورت پڑی ہوئی ہے
جس کو خاص خاص موقعوں پر جب چاہتے ہیں ہٹا دیتے ہیں ہال کے
شمالی حصّے میں ایک بڑا باجا ایک لاکھ پینسٹھ ہزار روپیہ کی تیاری کا رکھا
ہے جو دُنیا میں اپنی خوبصورتی اور بزرگی میں کم نظیر رکھتا ہے اور آٹھ گھوڑے
کی طاقت والے انجن سے چلتا ہے یہاں سے چل کر شہر میں ہوتے ہوئے
یونیورسٹی کالج کو دیکھنے گئے یہ کالج ۱۸۸۲ء میں کھولا گیا اور ۱۸۸۴ء
میں میڈیکل سکول اس کے ساتھ ملحق کیا گیا اس میں ایک کتب خانہ ہے
جس میں چالیس ہزار کتابیں موجود ہیں کتب خانے کی عمارت پر دو لاکھ
چالیس ہزار روپے کا خرچ آیا تھا جو سر ہنری ٹیٹ صاحب (Sir Henry Tate)
نے کالج کو عطا کیا تھا یونیورسٹی کالج میں ایک بڑا ہال اڑسٹھ فٹ لمبا اور
تیس فٹ چوڑا ہے اس میں اور بہت سے مختلف کمرے ہیں اس کل عمارت
کی لاگت کا تخمینہ چار لاکھ اسی ہزار روپیہ ہے اس شہر میں ایک بڑا بھاری
کارخانہ تماکو کا بھی ہے یہ پہلے ایک مختصر سی دُکان تھی بڑھتے بڑھتے یہ کمپنی
کی صورت میں ہو گئی اس کمپنی نے ۱۸۹۹ء میں موجودہ عمارت کی بنیاد
ڈالی جو چھ ایکڑ زمین گھیرے ہوئے ہے مگر اب بھی اس کی عمارت میں
وسعت کی ضرورت ہے اس کارخانے میں تین ہزار سے لے کر چار ہزار
تک مزدور کام کرتے ہیں یہاں نہایت اعلٰے اور خالص تماکو استعمال

کیا جاتا ہے باسٹھ ہزار پانچ سو من سالانہ تماکو اس کارخانے میں خرچ ہوتا ہے سیگریٹ بنانے والا کمرہ ایک تہائی میل لمبا ہے اور ہر ہفتے میں چار کروڑ سیگریٹ تیار ہوتے ہیں پیکٹ بنانے کی مشین میں ہر روز پانچ لاکھ پچھتر ہزار پیکٹ تیار کئے جاتے ہیں ایک پیکٹ میں ۱۲ سیگریٹ آتے ہیں اگر ایک دن کے کل پیکٹ ایک دوسرے پر رکھے جائیں تو ان کی اونچائی آٹھ میل تک پہنچیگی یہ کل مشینیں برقی مشین سے چلائی جاتی ہیں اس مشین میں تین ہزار برقی لمپ روشن ہوتے ہیں مرد و عورت و لڑکا لڑکی جس قدر یہاں کام کرتے ہیں سب کی پیدائش برطانیہ کی ہے اس کارخانے میں علاوہ تماکو کے اور بہت سے کارخانے ہیں مثلاً قند صاف کرنے چاول کو درست کرنے کے بھی بہت سے کارخانے ہیں ہیرا جواہرات وغیرہ جڑنے کے جو کارخانے تھے ان کو ہم بسبب اتوار کے نہیں دیکھ سکے بعد سیر و سیاحت ۹ بجے کے قریب واپس ہوئے کھانا کھانے کے بعد نماز پڑھ کر آرام کیا +

۴ - اگست ۱۹۰۲ء یوم دوشنبہ

آج آسمان بالکل صاف ہے ۹ بجے کھانا کھانے سے فارغ ہو کر میں ڈاکٹر پالن صاحب کے ہمراہ مسلمانان لورپول کی مسجد دیکھنے کے لئے گیا یہ مسجد معمولی یوروپی طرز کا مکان ہے صرف اس کے باہر ایک تختہ

بورڈ لگا ہؤا ہے جس پر انگریزی میں ترجمہ کلمہ توحید لکھا ہؤا ہے کہتے ہیں
کہ ہر جمعہ و شنبہ کو اس جگہ وعظ ہوتا ہے اور یہ لوگ نماز مثل رسوم اہل نصاریٰ
ادا کرتے ہیں صرف فرق اتنا ہے کہ باجے کے ساتھ کلمات توحید پڑھتے
ہیں مگر افسوس ہے کہ وہاں پر مسٹر عبداللہ کولیم صاحب کی جماعت
کا مجھے کوئی شخص نہیں ملا یہاں تک مجھے اطلاع ہوئی کہ تین سو سے
زائد اس شہر میں مسلمان ہوئے ہیں چونکہ ۱۰½ بجے اس دُخانی کشتی
پر سوار ہو کر مانچسٹر (Manchester) جاتا ہے جو شپ کینل کمپنی
(Ship Canal Company) نے ہمارے لئے تیار کی ہے تاکہ اُن کی نہر کو جو
اُنھوں نے بنائی ہے دیکھیں اس لئے واپس ہو کر اپنے معزز احباب کے
ساتھ سوار ہو کر لورپول کی بندرگاہ پر گیا یہاں کمپنی نہر کے منیجر صاحب
و مسٹر آئر صاحب (Mr. Eyre) اکونٹینٹ کمپنی و کپتان سمتھ صاحب
(Captain Smith) و مسٹر لو صاحب (Mr. Lowe) وغیرہ وغیرہ تشریف فرما
ہیں اور ایک دُخانی کشتی چارلس گیلوے (Charles Gallway) نامی ہمارے
لئے تیار کی گئی ہے اگر ہم بذریعہ ریلوے سفر کرتے تو ۴۰ منٹ میں پہنچ جاتے
مگر کمپنی کی خواہش کے موافق سات گھنٹے کا نہری سفر اختیار کیا ہماری کشتی
ٹھیک ۱۱ بجے روانہ ہوئی اور ایک میل سے زیادہ دریائے مرسی میں سے
گزر کر نہر میں پہنچی یہ نہر ۱۸۹۵ء میں اس کمپنی نے ۹ سال کے عرصے میں

بصرف ساڑھے بائیس کروڑ روپیہ تیار کی ہے اور اب تک کمپنی کو اس سے فائدہ تو درکنار اخراجات ضروری بھی پورے نہیں ہوتے مگر ممبران کی عالی حوصلگی نقصان کا کچھ خیال نہیں آنے دیتی اور ضرور ایک زمانہ ایسا آئیگا کہ وہ اس سے قرار واقعی فائدہ اٹھائینگے اس نہر کا طول ۳۵½ میل اور عرض ۱۲۰ فٹ ہے مگر یہ عرض اس مقام کا ہے جو سطح آب سے متصل ہے ورنہ اس کے دونو کناروں کا فاصلہ اس سے بھی زائد ہے اور گہرائی ۲۶ فٹ ہے گو مان چسٹر کی سطح لورپول سے ۶۰ فٹ اونچی ہے مگر صناعاں کامل نے اس مسافت کو چار مقام پر پندرہ پندرہ فٹ کی اونچائی پر تقسیم کرکے اس طرح کھپایا ہے کہ دیدنہ شنید اس کے چار حصّے کئے ہیں مان چسٹر جاتے ہوئے ہر حصّے کے آخر میں ایک تالاب یا بڑا حوض جہازوں کے ٹھیرنے کے لئے بنایا ہے جہاز جب ایسے مقام پر پہنچتا ہے تو پانی کی رو کے لئے لوہے کا بند آہنی دیوار کی طرح پشت جہاز پر لگادیتے ہیں اور سامنے اس سے پندرہ فٹ کی بلندی پر سے بذریعہ اُن راستوں کے جو اس کے پہلوؤں میں بنے ہوئے ہیں پانی آنا شروع ہوتا ہے کیونکہ اگر سامنے سے پانی آتا تو اس کا زور جہاز کو صدمہ پہنچاتا اور اس صورت میں محسوس بھی نہیں ہوتا اب یہ پانی آہنی بند کے سبب سے جو پشت جہاز پر قائم ہے کہیں جا تو سکتا نہیں اُتنی ہی جگہ میں محصور ہو کر اونچا ہوتا جاتا

ہے جب بلند ہوتے ہوتے اس کی سطح نہر کی سطح سے متصل ہو جاتی ہے تو جہاز کو اس نہر میں لے جاتے ہیں بعد ازاں اس بند کو جو پانی کی روک کے لئے قائم کیا گیا تھا کھول دیتے ہیں اور پانی دریا میں چلا جاتا ہے پھر اس نہر میں بھی جب جہاز جاتے جاتے اُس آخری حصّے تک پہنچتا ہے جس میں تالاب بنا ہوا ہے بطریق مذکورہ بالا بند لگا کر اس کے مافوق سے پانی پہنچاتے ہیں یہاں تک کہ دونو نہروں کی سطح آب برابر ہو جاتی ہے اور جہاز نہر ثانی میں جا رہتا ہے یونہی جہاز کو مان چیسٹر تک لے جاتے ہیں جس شخص نے اس خاص موقع کو نہیں دیکھا ہے یا ہمارے سفرنامے سے صورت اجمالی اس کے ذہن میں منقش نہیں ہوئی اگر اس سے یہ کہا جائے کہ کسی جگہ جہاز کو پانی میں نیچے سے ۶۰ فٹ بلندی پر لے جاتے ہیں تو شاید اپریل فول سے زیادہ اس بات کی وقعت نہ کرے +

الغرض ہماری کشتی نے اس نہر کا ابھی بقدر ایک میل بھی حصّہ طے نہ کیا تھا کہ ایک لاک یعنی لوہے کا پھاٹک ایستھم مقام پر آیا جہاں کشتی کو بطریق مذکورہ بالا پندرہ فٹ کی اونچائی پر لے گئے۔ یہاں سے ہماری کشتی چلی نہر کے دونو طرف سبزہ زار اور مکانات دکھائی دیتے ہیں جب ہم ۱۳ میل راہ طے کر چکے تو ہم کو ایک اور لاک اُسی طرح کا ملا جس کو رنکرن لاک کہتے ہیں گذشتہ طریقے سے یہاں بھی کشتی ۱۵ فٹ اونچی نہر میں

داخل کی گئی یہاں کمپنی کے چند ممبروں نے ریسیو کیا چونکہ یہاں ہمارے لئے لانچ تیار کیا گیا ہے اس لئے ہم کو ساتھ لے گئے نہر کے کنارے پر ایک عمدہ بنگلہ بنا ہے جس میں ہر طرح کے کھانے چنے ہوئے تھے کھانا کھانے کے بعد اکونسٹنیٹ صاحب نے کھڑے ہوکر مفصلہ ذیل تقریر کی:

مُعزّز مہمانان شاہی صاحبان۔ ہم سب ممبران کمپنی نہر آپ کے یہاں تشریف لانے سے نہایت مشکور ہوئے اور اس میں کلام نہیں کہ آپ صاحبوں نے ریل کے آرام والے سفر کو جو ایک تھوڑے عرصے میں ختم ہو جاتا ہماری درخواست پر اس قدر طویل سفر کو منظور کیا منیجر صاحب کمپنی بھی ضرور حاضر ہوتے مگر چند امور اس قسم کے اُن کو درپیش تھے کہ وہ آنے سے معذور رہے انہوں نے فرمایا ہے کہ میں سب صاحبوں کی خدمت میں اُن کی طرف سے معذرت کروں آپ صاحبوں کے خیر مقدم کے لئے لارڈ میر صاحب مانچسٹر بھی ضرور تشریف لاتے مگر چونکہ آج تعطیل بینک ہولیڈی ہے اس لئے وہ اپنے اور کاموں میں جو وہ بغیر تعطیل نہیں کر سکتے تھے مصروف ہیں اور آنے سے مجبور رہیں مانچسٹر میں آپ لوگوں کا استقبال ضرور کرینگے ہماری تاریخ نہر میں یہ ایک بات ہمیشہ کے لئے یادگار رہیگی کہ ہندوستان سے معززین مہمانان شاہی نے جو ہمارے بادشاہ کی تاج پوشی کے مبارک تقریب میں تشریف لائے

تھے اس جگہ قدم رنجہ فرما کر کمپنی کے ممبروں کو ممنون و مشکور فرمایا، ہمیں امید ہے کہ آپ حضرات ضرور جب ہندوستان کو واپس تشریف لے جاوینگے ہم کو نہ بھولینگے" ۔

اُن کی تقریر ختم ہونے پر مَیں نے سب احباب کی طرف سے مفصلہ ذیل کھڑے ہوکر بیان کیا "جناب اکونٹینٹ صاحب و دیگر معززین صاحبان میں اپنے اور اپنے احباب کی طرف سے آپ صاحبان کا خصوصاً و دیگر ممبران کمپنی کا عموماً شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اس قدر تکلیف اُٹھا کر ہم کو اپنا مہمان کیا اور آج صبح سے اس وقت تک برابر ہمارے ساتھ رہے اس میں کوئی کلام نہیں ہے کہ آپ کی کمپنی نے وہ بڑا کام یعنی دو بڑے تجارتی شہروں کو بذریعہ نہر کے ملا دیا ہے جس کا نظیر دُنیا میں اگر ہے تو نہر سویز ہی ہے مجھے امید ہے کہ آپ حضرات اس سے بہت جلد معقول فائدہ اٹھائینگے" ۔

کھانا کھانے کے بعد ہم سب کو اس جگہ لے گئے جہاں سے کہ نہر نکالی گئی ہے وہاں سے واپس آ کر کشتی پر سوار ہوئے سینکڑوں مرد و زن کنارے پر موجود ہیں اور ہرّے ہرّے کے نعرے بلند کرتے ہیں تھوڑی دور چل کر ہم کو ایک ریلوے پُل دکھائی دیا جو اس نہر پر بنا ہوا ہے اور سطح آب سے پچھتّر فٹ بلند ہے اس کے نیچے سے

بڑے سے بڑا جہاز بے تکلف گزر سکتا ہے یہاں سے کشتی برابر تیزی
سے چلا کی اور ہم راستہ کے خوش منظر مقاموں کو دیکھتے گئے دو لاک اُسی
قسم کے جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے طے کئے مان چسٹر سے تین میل اس طرف
ایک حیرت انگیز سماں دیکھنے میں آیا دوسری نہر اس نہر کے اوپر سے
گزری ہے نیچے یہ جاری ہے اوپر وہ جاری ہے ان کے تقاطع پر ایک
پُل بنا دیا ہے جس پر وہ نہر بہ رہی ہے وہ اس قدر کم اونچا ہے کہ چھوٹے
سے چھوٹا جہاز بھی اس کے نیچے سے نہیں گزر سکتا اس کے لئے یہ حکمت
کی گئی ہے کہ جب کشتی گزرنے والی ہوتی ہے تو وہ نہر ادھر اُدھر سے بند
کردی جاتی ہے تاکہ نہر کا پانی حرکت کرتے وقت نہ گرنے پاوے پھر اُس
پُل کو بذریعہ مشین علیحدہ ہٹا دیتے ہیں کہ راستہ صاف ہو جاتا ہے اور کشتی
نکل جاتی ہے کشتی نکلنے کے بعد پھر پُل برابر کردیا جاتا ہے اور نہر جاری ہو جاتی
ہے تھوڑی دور چل کر ہم کو پانچواں لاک طے کرنا پڑا اس سے تھوڑی دور
اور چل کر اس کمپنی کی بندرگاہ ہے جہاں بہت بڑا ذخیرہ خانہ بنایا گیا ہے
جس میں ہر قسم کا ہزاروں ٹن اسباب آسکتا ہے اور بذریعہ جر ثقیل ہزاروں
ہی ٹن چند گھنٹوں میں اُتارا چڑھایا جاتا ہے ہم کو یہاں کشتی سے اُتار کر
وہ ذخیرہ خانہ دکھایا گیا جس کی چار منزلیں ہیں اور بہت ہی لمبا چوڑا ہے
یہ جگہ ابھی مکتفی نہیں ہے بلکہ اور زمین خرید کر بڑھانا چاہتے ہیں تاکہ بہت سے

جہاز آسکیں یہاں سے ہم کشتی پر سوار ہو کر مان چسٹر کے بندرگاہ پر پہنچے
جہاں کہ پولیس گارڈ مع اپنے افسر کے ہمارے لینے کے لئے موجود ہے
باقاعدہ سلامی کے بعد انہوں نے ہم کو ان گاڑیوں پر جو وہ لائے ہیں سوار
کرایا اور یہاں سے مع ممبران کمپنی جو ہمارے ساتھ کشتی پر سوار تھے بعض
حصص مان چسٹر کو دیکھتے ہوئے ہوٹل گراس وینر (Grasvenor) میں
پہنچے تھوڑی دیر آرام کرنیکے بعد ۷ بجے مع مسٹر برو صاحب میں شہر
کی سیر کو گیا اور مختلف بازاروں میں پھر پھرا کر ہوٹل کو واپس ہوا +

۵ - اگست ۱۹۰۲ء یوم سہ شنبہ

صبح کو ۷ بجے اٹھا مطلع صاف ہے مگر ۸ بجے کے قریب ابر چھا گیا
۹ بجے کے قریب کھانا کھا کر شہر مان چسٹر کے مختلف حصّوں کی سیر کی یہ
شہر انگلستان کا بڑا حرفتی و تجارتی شہر ہے اور روئی کے کارخانوں کا
مرکز ہے دریاے ارول (Irvell) کے کنارے پر واقع ہے جو دریاے مرسی
کی شاخ ہے یہ لنڈن سے ۱۸۶ ¾ میل اور لورپول سے ۳۱ ½ میل کے فاصلے پر ہے
مان چسٹر کی آبادی سال فورڈ کو ملا کر سات لاکھ چونسٹھ ہزار نوسو پچیس ہے
صرف مان چسٹر کی آبادی پانچ لاکھ تینتالیس ہزار نوسو اُنہتر ہے کل شہر
کا رقبہ ۱۲۹۱۱ - ایکڑ ہے اور قابل ریٹ جائداد تینتیس لاکھ چورانوے ہزار
آٹھ سو اناسی پونڈ ہے - روئی کے کارخانوں کے علاوہ مان چسٹر میں ریشم

اُونی سوت اور مشین وغیرہ کے کارخانے بھی ہیں اس شہر کے اکثر کوچے تنگ ہیں مگر بہت سے نئے انتظام اس نقص کے رفع کرنے کے لئے ہو رہے ہیں شہر میں تجارتی کارخانوں اور کلوں کی اس قدر کثرت ہے کہ اگر اس کو سوداگری کا مرکز کہا جائے تو بجا ہے دریاؤں کا پانی اس جگہ کے کارخانہ کے سبب سے بہت میلا اور گندہ ہے تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شہر رومن کے وقت میں بسایا گیا تھا یہ واقع شاید سنہ ۷۹ء کا ہو دسویں صدی میں نارمنوں نے اس شہر کو درست اور آباد کیا اور چودھویں صدی کے آخر میں اس میں تجارتی کارخانے شروع ہو گئے اس کی آبادی سنہ ۱۷۲۰ء میں دس ہزار سے زیادہ نہ تھی اور اٹھارہ صدی کے بعد آبادی بیس ہزار سے شروع ہو کر سنہ ۱۸۰۱ء میں ۹۴ ہزار تک پہنچ گئی سنہ ۱۸۳۰ء میں درمیان مانچسٹر و لورپول کے ریل جاری کی گئی ہم نے سب سے پہلے کاغذ کے کارخانے چیڈوک اینڈ ٹیلر پیپر مینوفیکچررز (Chadwick and Taylor, Paper Manufacturers) کو جا کر دیکھا یہاں کے منیجر صاحب مسٹر ایف جی ولٹسبرن صاحب (Mr. F. G. Wiltsburn) نے ہم کو ریسیو کیا ۔

اس کارخانے میں کاغذ لکڑی کے برادے اور بوریوں کے ٹکڑوں کو حل کر بنایا جاتا ہے لکڑی کا بُرادہ کسی اور کارخانے میں موٹے گتے کی صورت

میں بن کر اس کارخانے میں آتا ہے اور یہاں ٹکڑے ٹکڑے کر کے کئی حوضوں میں بذریعہ مشین بہت باریک کیا جاتا ہے اور ملا جاتا ہے کئی جگہ سے یہ چیزیں پھر پھرا کر ایک ایسی مشین میں آتی ہیں جو اس کے پانی کو نچوڑ کے بیلن سے کاغذ کی صورت میں اس کی تہ بنا دیتی ہے اور یہ کاغذ چادر کی صورت میں کئی بیلنوں پر لپٹنے اور صاف ہونے کے بعد آخری بیلن پر ایک بنڈل کی صورت میں لپیٹا جاتا ہے اور یہی کاغذ ہے کہ یہاں سے لے جا کر مختلف صورتوں میں استعمال کیا جاتا ہے ہم نے چار قسم کا کاغذ اس جگہ تیار ہوتے ہوئے دیکھا بالکل سفید۔ ہلکا۔ گہرا۔ پیازی اور خاکی رنگ اس مشین میں ایک ہفتے میں ۰۶۴ ٹن کاغذ تیار ہوتا ہے اس کی چوڑائی پینتیس ۳۵ انچ ہے ایک بنڈل جو اس کارخانے میں تیار ہوتا ہے وہ۔ ۵۷۷۸ گز یعنی زائد از تین میل لمبا ہوتا ہے اس حساب سے ۱۸۴۸ من کاغذ ہر روز تیار کیا جاتا ہے اس کارخانے کو دیکھ کر ہم اس کے قریب کے کارخانۂ صابون یعنی گڈون آئی وی سوپ ریپرز (Goodwin Ivy Soap Wrappers) میں گئے اس کارخانے کے منیجر صاحب مسٹر وین رائٹ صاحب (Mr. Wainwright) ہمارے ریسیو کرنے کے لئے آئے اور کُل کارخانے کو دکھایا اس کارخانے سے ہزاروں من صابون تیار ہو کر ممالک غیر کو بھیجا جاتا ہے اس وقت آٹھ قسم کے صابون

کے نمونے ہم کو دکھائے گئے لکڑی کے بکس بھی بذریعہ مشین اسی جگہ تیار ہوتے ہیں ایک مشین ایک گھنٹے میں ایک سو بکس تیار کر لیتی ہے اور ایک بکس میں ایک سو ٹکیاں صابون کی آتی ہیں مشین ہی کے ذریعے سے بکسوں میں میخیں لگائی جاتی ہیں اور لکڑی پر کارخانے کا نام مشین ہی کے ذریعے سے چھاپا جاتا ہے چونکہ ایک بجنے کے قریب ہے اور ہم کو لارڈ میئر صاحب مانچسٹر نے مدعو کیا ہے اس لئے یہاں سے روانہ ہوکر پہلے ہوٹل میں آئے اور وہاں سے سیدھے ٹاؤن ہال کو گئے جہاں لارڈ صاحب ممدوح نے ہم کو ریسیو کیا اور عمارت کے عمدہ عمدہ کمرے دکھائے جو اور ٹاؤن ہالوں کی طرح عالی شان اور خوبصورت ہیں اس کے کئی درجے ہیں لارڈ صاحب پھر ہم کو کھانے کے کمرے میں لے گئے انہوں نے بہت سے عمائد اور افسران شہر کو بھی مدعو کیا ہے تاکہ ہمارے ساتھ کھانے میں شریک ہوں لارڈ صاحب نے فرمایا کہ افسوس ہے کہ مجھے کچھ عرصہ پہلے اگر آپ صاحبان کی تشریف آوری کی خبر ہوتی تو میں کونسل و بزرگان شہر کو بلاتا گو اب بھی اس تھوڑے عرصے میں چند ممبران کونسل آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں اور دعوت میں شریک ہیں اُن میں سے چند ایک کے نام یہاں لکھے جاتے ہیں :-

مسٹر ایل ڈیووین ہوائے لارڈ میئر صاحب مان چسٹر

(1) Mr. Aldeowan Hoy Lord Mayor of Manchester

جان بائی تھل ایسکوئیر چیرمین شپ کینل کمپنی مان چسٹر

(2) John Bythell, Esq., Chairman of the Ship Canal Company

(3) Alderman Southern, Deputy Chairman ایلڈرمین سدرن ڈپٹی چیرمین

(4) Councellor J. J. Shann, Magistrate کونسیلر جے شین صاحب مجسٹریٹ

(5) Alderman Rashworth ایلڈرمین ریشس ورتھ

(6) F. A. Eyar, Esq. ایف اے آئرا کونٹینٹ شپ کینل کمپنی

کھانا کھانے کے بعد میں نے کھڑے ہو کر شکریہ ادا کیا اور تھوڑی سی تقریر کی بعد ازاں پھر ہم سب لارڈ صاحب سے رخصت ہو کر ڈپٹی لارڈ میئر صاحب و دیگر ممبران کے ساتھ ایکس چینج ہوس میں گئے یہ عمارت مان چسٹر میں نہایت اعلےٰ درجے کی بنی ہوئی ہے پہلے پہل اس نام کی عمارت ۱۷۲۹ء میں بنائی گئی تھی اس میں بہت تغیر و تبدل ہوتا رہا یہاں تک کہ ۱۸۰۶ء میں اس عمارت موجودہ کا بنیادی پتھر رکھا گیا اس کے گھنٹے کا برج ۱۸۰ فٹ اونچا ہے اس کا بڑا ہال ۲۰۰ فٹ لمبا اور ۱۹۰ فٹ چوڑا ہے اس پر ایک برج ۸۰ فٹ اونچا ہے لین دین کے دن یہاں اس قدر انبوہ خلائق ہوتا ہے کہ کان پڑی آواز نہیں سنائی دیتی اور فے الحقیقت

یہ موقع دیکھنے کے قابل ہوتا ہے ہم کو اس کی ایک منزل پر بٹھا کر
ہال کمرے میں جہاں ان لوگوں کا انبوہ جمع تھا خوب سیر کرائی نصف گھنٹے
تک ٹھہرنے کے بعد ہم ایک کپڑے کے کارخانے میں گئے جہاں سے
ہر قسم اور ہر نمونے کا کپڑا ہندوستان و چین وغیرہ کو بھیجا جاتا ہے یہاں
سے ہم آرٹس ہال کے دیکھنے کے لئے گئے جہاں ہمارے ریسیو کرنے
کے لئے لارڈ صاحب موصوف موجود تھے یہ ایک بڑی عالی شان عمارت
ہے جہاں ہر قسم کا حرفتی کام طلبا کو سکھایا جاتا ہے ہم کو یہاں کے کل
حالات و نقشہ جات دکھائے گئے ہم اس جگہ کے بہت سے کپڑوں کے
کارخانے دیکھتے جس کے سبب سے اس شہر کا نام شہرۂ آفاق ہے لیکن
ہمارے اس شہر میں پہنچنے سے پہلے یہ غلط خبر اخباروں میں شائع
ہو چکی تھی کہ ہم ہندوستان کے تجّار بغرض معائنہ کارخانہ جات اس شہر
میں آئے ہیں اس لئے بعض کارخانوں نے عذر کیا کہ چونکہ منیجر صاحب
تشریف نہیں رکھتے لہذا بلا اجازت منیجر صاحب ہم مجبور ہیں کارخانہ
دکھا نہیں سکتے گو لارڈ صاحب نے کوشش کی مگر کارخانے والوں نے
یہ ایک ایسا عذر کیا کہ وہ کچھ نہیں کہ سکتے تھے تھوڑی دیر ٹھہرنے کے بعد
مختلف بازاروں میں پھرتے ہوئے ہوٹل میں واپس آئے اور نماز وغیرہ
سے فارغ ہو کر سٹیشن مان چسٹر پر آئے تاکہ روانہ لنڈن ہوں سیلون گاڑی

میں سوار ہوکر ۶ بجے شام کو ریل چلی شام کا کھانا بھی ہم نے ریل ہی میں کھایا اور رات کے ۱۰ بجے لنڈن پہنچے اور سینٹ آرمینز ہوٹل میں قیام کیا نماز پڑھنے کے بعد چونکہ ہندوستان کی ڈاک آئی ہوئی تھی اُس کو دیکھا اور خیریت کا حال معلوم کرکے شکر ایزدی بجالایا +

۶- اگست ۱۹۰۲ء یوم چہارشنبہ

آج صبح سے خوب ابر ہے اور بارش بھی ہورہی ہے کھانا کھانے کے بعد گاڑی پر سوار ہوکر شہر میں سیر کرنے کے لئے گیا اس وقت لاہور سے تار آیا کہ الحمد للہ سب طرح پر خیریت ہے یہ تار ۵- اگست سنہ الیہ کو ۱۱ بجنے پر ۲۱ منٹ دن کے وقت لاہور سے دیا گیا ہے اور اُسی تاریخ ۷ بجے پر ۲۸ منٹ شام کو لنڈن میں آیا مگر آج ۱۱ بجے مجھ کو ملا کیونکہ میں لنڈن میں موجود نہ تھا اور یہ تار ہوٹل میں پڑا رہا اُس کے بعد میں سیر کرنے کے لئے گیا تین گھنٹے سیر کرنے کے بعد واپس آیا تاکہ کھانا کھاکر گلڈہال میں جاؤں جہاں لارڈ میرو کارپوزیشن لنڈن کی طرف سے فیلڈ مارشل ارل رابرٹس صاحب (Field Marshal Earl Roberts of Kandahar and Pretoria K. G., K. P., G.C.S.I.,G.C.I.E., V.C. کی خدمت میں ایک گولڈ کیسکیٹ Gold Casket مع ایڈریس اور لارڈ کچنر صاحب بہادر کی خدمت میں چاندی کی پلیٹ

مع ایڈریس پیش کرنا ہے چنانچہ کھانے سے فارغ ہو کر ½ ۸ بجے شام کے
وقت مقام مذکور پر پہنچا افسران معینہ نے ریسیو کیا اس جگہ تمام شہر لنڈن
کے عمائدین و ممبران کورٹ آف کونسل و افسران کونسل و انڈیا آفس و
معزز احباب مہمانان شاہی تشریف فرما ہیں ان کے علاوہ بشپ آف لنڈن
بھی جلسے میں شریک ہوئے دونو صاحبان والا شان ½ ۸ بجے تشریف
لائے جن کو لارڈ میئر صاحب نے لائبریری گلڈ ہال میں ریسیو کیا
گلڈ ہال تک برابر جلوس کیا گیا ہے شہر کے افسر و دیگر بڑے بڑے اہلکار
لوگوں کو راستہ بتانے کے لئے کھڑے ہیں جبکہ لارڈ صاحب دونو مہمانوں کو
اُس کمرے میں لے آئے تو بڑے زور و شور سے ہر طرف سے نعرۂ خوشی
بلند ہوئے لارڈ میئر صاحب دونو صاحبان کو چبوترے پر لے گئے جو ان کی
نشست کے لئے بنایا گیا ہے اور وہ وہاں تشریف فرما ہوئے تھوڑی دیر
کے بعد وہ ایڈریس جو کمپنی کی طرف سے دیئے جاتے ہیں پڑھے گئے اور
پھر لارڈ میئر صاحب نے ایک لمبی اور پرجوش تقریر دونو صاحبان کے بارے
میں کی اثنائے تقریر میں وہ گولڈ کیس کیٹ مع ایڈریس لارڈ رابرٹ صاحب
کی خدمت میں پیش کیا گیا اس کے بعد وہ چاندی کی پلیٹ وغیرہ
لارڈ کچنر صاحب کی خدمت میں مع ایڈریس کے دی گئی لارڈ میئر صاحب
اپنی جگہ پر بیٹھ گئے اس کے بعد لارڈ رابرٹ صاحب و لارڈ کچنر صاحب نے

بکے بعد دیگرے اُن کا شکریہ ادا کیا اور جلسے کے اختتام پر میں اپنی قیامگاہ کو واپس ہوا ٭

۷- اگست ۱۹۰۲ء یوم پنجشنبہ

آج بھی حسب معمول ابر چھایا ہوا ہے اور بوندیں پڑ رہی ہیں کھانا کھانے کے بعد ۱۰ بجے گاڑی پر سوار ہو کر چند دکانوں میں گیا کچھ اسباب خرید کر ایک بجے واپس آیا کھانا کھانے اور نماز وغیرہ سے فارغ ہو کر چند خطوط ہندوستان کو لکھے اور پانچ بجے گاڑی پر سوار ہو کر ہوا خوری کے لئے گیا اور شام کو واپس آیا ٭

۸- اگست ۱۹۰۲ء یوم جمعہ

آج صبح کو بھی کل کی طرح ترشح ہو رہا ہے ۹ بجے کھانا کھانے اور نماز پڑھنے کے بعد پھر سوار ہو کر مختلف دکانات سے اسباب خریدا اور چند مقامات کی سیر کرنے کے بعد ایک بجے واپس آیا کیونکہ آج تین بجے لارڈ جارج ہملٹن صاحب بہادر وزیر اعظم ہند سے ملاقات کے لئے جانا ہے اس لئے نماز و چاے پینے سے فارغ ہو کر ۲½ بجے انڈیا آفس میں ان کی ملاقات کے لئے گیا وہ بڑے تپاک سے ملے اور سفر کی بابت جو گریٹ برٹن میں کیا تھا پوچھتے رہے اور کچھ دیر باتیں کرنے کے بعد اپنی ایک عکسی تصویر بطور یادداشت دی ایٹ آنریبل لارڈ صاحب

فے الحقیقت ایک بے مثل متواضع و خلیق اور مدبر آدمی ہیں اور وزیر اعظم ہند جیسے عہدہ کے لئے ایسے ہی روشن ضمیر اور نکتہ سنج آدمی کو ہونا چاہئے مجھ سے بھی صاحب موصوف نے خواہش کی تا کہ ایک اپنی عکسی تصویر اُن کے لئے بھیجوں یہاں سے رخصت ہو کر ہوٹل کو واپس ہؤا کچھ دیر ٹھیر کر مسٹر بروا صاحب آسامی کے ساتھ سیر کرنے کو گیا اور سیر وغیرہ سے فارغ ہو کر ۸½ بجے پلٹا کھانا تیار تھا کھانے و نماز پڑھنے کے بعد کچھ عرصے تک مسٹر بروا صاحب سے گفتگو کرتا رہا ۔

شہنشاہ معظم غنی ایڈورڈ ہفتم کی تاج پوشی

۹- اگست ۱۹۰۲ء یوم شنبہ

شعر

للہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر میخواست
آمد آخر ز پسِ پردۂ تقدیر پدید

آج تو صبح پر جوبن پھٹا پڑتا ہے قیامت کا حُسن آفت کا نکھار ہے شفق کا پوڈر چہرے پر ملے ہوئے اپنی رنگین اداؤں سے مشتاقوں کا دل لُبھا رہی ہے ہر باغ پر بہار دشت لالہ زار ہے چاروں طرف عیش و مسرت کا سامان جدھر دیکھئے چھل بَل اور کیوں نہ ہو آج ہمارے شہنشاہ معظم کی تاج پوشی کا مبارک دن ہے نسیم سحر اٹکھیلیاں کرتی پھرتی ہے صبا اترا رہی ہے غنچے مسکراتے ہیں پھول مارے ہنسی کے لوٹے

جاتے ہیں ؎

ہے سواری کس کی یارب باغ میں آئی ہوئی ❁ ہنس رہے ہیں گُل صبا پھرتی ہے اترائی ہوئی

شبنم کے قطرے جو اشک مسرت کی طرح دامان برگ گُل پہ جھلک رہے تھے ہوا کے جھونکوں نے شگون بد سمجھ کر زمین پر گرا دئے ہیں درختوں کا ملنا شاخوں کا جھوم جھوم کے باہم ملنا عالم کو وجد میں لا رہا ہے ہر گلی ہر کوچے میں غول کے غول آدمیوں اور تماشائیوں کے جمع ہو رہے ہیں کہ فوجوں کے انتظام اور جلوس شاہی کا نظارہ کریں میں بھی مناسب لباس پہن کر شاہی گاڑی پر سوار ہو کر اے بی چرچ کی طرف چلا گو میرے قیام گاہ سے گرجا تک جہاں رسوم تاج پوشی ادا کی جائینگی راستہ نزدیک تھا مگر میں شہر کی آرائش اور اُن مقامات کی جہاں سے شہنشاہ معظم کی سواری گزریگی سیر کرتا ہوا اپنے وقت سے ایک گھنٹہ دیر کو پہنچا +

آج تمام شہر گلزار ہر گلی کوچہ باغ و بہار ہے ہجوم خلائق سے نگاہ کا سیدھا چلنا مشکل ہے ہوا بھی پھونک پھونک کر اپنا قدم رکھتی ہے قدرتی انتظام نے شرکت کر کے رونق اور حُسن زینت کو اور بھی بڑھا دیا ہے گو گذشتہ ایام میں موسم ہمیشہ ابر آلود رہا اور کبھی کبھی کچھ بارش بھی ہوتی رہی جیسا کہ گذشتہ تاریخوں میں لکھتا رہا ہوں مگر آج تاج پوشی کے دن بمقابلہ اور ایام کے آسمان کا رنگ اچھا ہے ہزارہا آدمی صبح ہونے سے پہلے

منہ اندھیرے بکنگھم پیلیس یعنی شاہی محل کے سامنے جمع ہونے لگے پو پھٹتے ہی سلامی کی توپیں دنا دن دغنے لگیں ان کی گنگھرج آوازیں تمام شہر میں گونجتی ہوئی معلوم ہوئیں ادھر صبح کا تڑکا ادھر باجوں کا کڑکا محل کے قریب سینٹ جیمز پارک میں پرندے بھی راگ لائے اُن کے چہچہانے کی خوش آئند آوازیں کانوں میں آنے لگیں آسمان کے غیر مستقل رنگ سے دن کی حالت مذبذب معلوم ہو رہی ہے اس موقع پر لاکھوں آدمی جمع ہیں تاکہ اگر ممکن ہو تو شہنشاہ معظم کو ان کے شاہی عمارت سے نکلتے ہی دروازے پر سلام بجا لائیں۔ لوگ مال کے مغربی سرے پر جمع ہو رہے ہیں ہر شخص اپنے انتظام اور کیل کانٹے سے درست بعض اپنے ساتھ چھوٹے چھوٹے سٹول لئے ہوئے ہیں تاکہ اس عرصہ درازکی ماندگی سے جو ان کو وہاں اُٹھانی پڑیگی کچھ تسکین اُٹھائیں بعضوں نے بسکٹ وغیرہ کا انتظام کیا ہے تاکہ صبح اور دوپہر کے کھانے کے وقت نوش کریں سب مرد و زن بہترین لباس زیب تن کئے ہوئے خوشیاں منا رہے ہیں اور اعلےٰ درجے کی نمک حلالی اور خیر خواہانہ خیال کے ساتھ مؤدب کھڑے ہوئے ہیں ہر امیر و غریب کو یہ خیال ہے کہ آج شہنشاہ معظم کی تاج پوشی کے دن وہ خاص ذمے وار ہے کہ اس رونق اور جلوس کو اپنے عالی شان بادشاہ کی خاطر سے بڑھائے جوں جوں دن بڑھتا گیا بادلوں کے ٹکڑے

آسمان پر نمایاں ہوتے گئے جو آسمان کہ اب تک نیلگوں تھا ابر آلود ہو گیا
مگر بادلوں کا پورے طور سے آسمان پر دخل نہیں ہؤا بکنگھم پیلیس
کے نزدیک کا نظارہ نہایت رونق اور تازگی سے دیکھنے میں آنے لگا
شفاف روشنی کی کرنیں ان افواج کی قرمزی اور فولادی زینت کو جو
بکنگھم پیلیس کے دروازے اور کنسٹیٹیوشن ہل کے دامن تک لگاتار
متحرک معلوم ہوتی ہیں بڑھانے لگیں بکنگھم پیلیس و مال کے درمیان
ایک فراخ میدان ہے جس جگہ سے سلطنت برطانیہ کی افواج کا عمدہ
نظارہ ہو سکتا ہے کیونکہ کم و بیش فوج کے کسی حصے کا سماں یہاں کے
دیکھنے والوں کی مشتاق نگاہوں سے مخفی نہیں رہ سکتا لال وردی
پہنے ہوئے پیادہ فوج کی دو باریک قطاریں محل شاہی کے آہنی کٹھرے
کے سامنے اُسی وضع کا ہلالی حلقہ نصف دائرے کی صورت میں بنائے
ہوئے ہیں اور ان کے اس قطار میں سے فوجوں کے مسلسل جلوس کا
نکلنا دور کے مستلزم تسلسل ہونے کا بالمشافہ ثبوت دے رہا ہے کوئی
فوج شمال کی طرف کنسٹیٹیوشن ہل کے راستے سے نکل رہی ہے
کوئی جنوب کی طرف بکنگھم گیٹ کی راہ سے گزر رہی ہے کہیں ہوس گولڈ
رسالے کی فوج کا بدرقہ زرہ بکتر پہنے ہوئے اور کلغی لگائے ہوئے شان و
شوکت بڑھا رہا ہے کسی طرف کلونیل فوج کے سوار اپنے موٹے اُونی کپڑے

کی وردی اور جھکی ہوئی ٹوپی سے جلوس کی رونق کو زیادہ کر رہے ہیں
ہندوستانی سوار اپنی بانکی وضع اور تیکھی چتون سے کاٹھیوں پر جمے ہوئے
اور اپنے چہروں اور عماموں کے مختلف رنگوں سے جو ہر ملک اور فرقہ کے
لئے مخصوص ہے اس وسیع سلطنت کی عظمت کو ظاہر کر رہے ہیں ادھر
انگریزی رسالے کی رجمٹیں والنٹیر وغیرہ والنٹیر مال کی جانب جنوب اپنی
مقررہ جگہ کی طرف بڑھتی ہوئی نظر آئیں ادھر پیادہ سپاہی سرخ نیلی
خاکی اور رنگ رنگ کی وردیوں میں جو فوج انگریزی پیریڈ کے موقعوں پر
پہنتی ہے جاتے ہوئے معلوم ہوئے جن کی شان وشوکت اور چمک دمک
راہ کے ہیر پھیر میں قوس قزح کا سماں زمین پر دکھا رہی ہے خاص شاہی
فوجوں کا لباس سرخ رنگ کا ہے باقی مانندہ فوج کی طرح طرح کی وردیاں جلسے
کی دھوم دھام کو اور بھی بڑھا رہی ہیں یہ فوجیں نہایت خوبی اور صفائی
سے گزر رہی ہیں گویا دریا لہریں مارتا ہوا سامنے بہ رہا ہے وہ فوج جو
پارکوں سے یا اُن ریلوے سٹیشنوں سے جو لنڈن کے مختلف حصوں میں ہیں یہاں
آ رہی ہے اس کے اوقات ایسے منضبط کئے گئے ہیں کہ اس فراخ میدان
میں جو بکنگھم پیلیس کے سامنے ہے زیادہ جمگھٹا نہیں ہونے پاتا
بکنگھم پیلیس روڈ یا کنسٹیٹیوشن ہل کے موقع پر دو فوجیں ایک ہی وقت
نہیں پہنچیں کہ ان میں جھگڑا ہوا ہو کہ مال کی طرف جانے کا استحقاق

پہلے کس فوج کو ہے یا کمان افسر کو اس بات کا شک ہؤا ہو کہ انہیں کس راستے سے جانا اور کس جگہ کھڑا ہونا ہے کیونکہ ان سب امور کا فیصلہ افسر فوج تجویز معینہ سے کرچکا ہے فی الحقیقت اس فوج کی ترتیب نے اپنے اعلےٰ افسر کے سلیقے اور دوراندیشی کا سکہ دلوں پر بٹھا دیا ٭

جبکہ فوجیں اِدھر اُدھر جا چکیں مال کے دروازے کے قریب ہجوم ہؤا اور ۸ ½ بجے نیلی وردی کا گارڈ آف آنر شاہی مکان کے احاطے میں داخل ہو کر شاہی محل کے دروازے کی داہنی جانب صف آرا ہؤا ان کے کندھوں پر کی بندوقوں کی چمک سنگینوں کی لپک آنکھوں کو چوندھیانے لگی شاہی محل کے وسطی فراخ بالاخانہ سے بادشاہ و ملکہ کے عزیز شاہی سواروں کے جلوس کا خوش منظر دیکھتے ہوئے نظر آئے آدھ گھنٹے کے بعد گارڈ آف آنر کا دوسرا دستہ بری گیڈ آف گارڈ کے ساتھ خوشی کا باجا بجاتا ہؤا محل کے صحن میں داخل ہؤا گارڈ زمین کے لوگ جو دبیز کپڑے پہنے ہوئے ہیں ان نیلے کرتوں والے دستے کے سامنے صف آرا ہوئے جو اُن سے پہلے پہنچ چکا ہے کہ اُن دونو فوجوں کے درمیان سے بادشاہ باہر جائے اور اُس کی رعایا اُس کو سلام کرے شاہی محل کی چھت پر جہاں قرمزی رنگ اور سنہری جھالر کا شاہی جھنڈا لہرا رہا ہے ناظرین کا بڑا ہجوم ہے چھت پر مغرب کی جانب چند فوجی سیگنیلر یعنی جھنڈی

سے اشارہ کرنے والے اس لئے معین کئے گئے ہیں کہ اس کیفیت کو جو وقتاً فوقتاً رنگ بدلتی رہیگی اشارے سے بتاتے رہیں پہلے انہیں نیچے دیکھنا پڑتا ہے کہ وہ اطلاع پانے پر اپنے ان ساتھیوں کو جو کہ ملکہ اینی کے مکان کی چھت پر ہیں جو لنڈن میں سب سے اونچی عمارت ہے جھنڈی کے ذریعے سے آگاہ کریں تاکہ وہ اپنی توپوں اور نیز اُس توپخانے کو جو کہ واقعہ ہائیڈ پارک میں ہے اطلاع دیں اور سلامی کی توپیں سر ہو جائیں آج مبارک دن میں ملکہ اینی کے مکان کو اشارہ کرنے کے انتظام میں اعلے درجے کی عزّت دی گئی ہے دن ایسا روشن ہے کہ اس عالی شان عمارت کے اکثر دریچوں میں سے بادشاہ اور ملکہ کے جلوس کا جبکہ وہ بکنگھم پیلیس سے ہوس گارڈ کی طرف چلیں اور راہی کے خاص دروازے میں پہنچیں نظارہ ہو سکتا ہے ❖

شاہی جلوس

سٹیٹ پروسیشن State Procession. کی روانگی کا وقت ۱۰½ بجے تھا یومن گارڈ کا ایک دستہ زرق برق پوشاک پہنے ہوئے ہاتھوں میں ہیل برڈ جو تبر کی صورت کا ۶ فٹ لمبا ہتیار اور اس کے اوپر ایک برچھی کا پھل لگا ہوتا ہے لئے ہوئے شاہی محل کے صحن میں داخل ہوا

ہوس ہولڈ رسالہ جو حفاظت کے لئے تھا وہاں آیا پورے دس بجے
آٹھ شاہی گاڑیاں شاہی خاندان اور ممالک غیر کے شہزادوں کے لئے
بکنگھم دروازے سے گڑگڑاتی ہوئی آئیں ہر گاڑی میں دو گھوڑے جُتے
ہوئے تھے مگر آخری گاڑی میں چھ مشکی گھوڑے تھے ان گاڑیوں کو بہت کم
انتظار کرنا پڑا دس بج کے بیس منٹ پر جلوس شاہی محل سے باہر نکلا
رائیل ہارس گارڈ کے نقارچی شان دار لباس پہنے ہوئے اور فرسٹ لائف گارڈ
اور رائل ہارس گارڈ کے دستے اسکورٹ مال کے دروازے پر انتظار
میں کھڑے تھے جوں ہیں گاڑیاں محل سے روانہ ہوئیں نیشنل انتھم
یعنی قومی گیت گانے لگے ہر طرف سے خوشی کے نعرے بلند ہوئے
اگرچہ گاڑیاں بہت ہی قریب سے گزرتی تھیں مگر چونکہ بند تھیں اسلئے
نگاہ کو شہزادوں کی شناخت میں واقعی امتیاز حاصل نہ تھا گاڑیاں
مفصلۂ ذیل ترتیب سے گزریں +

FIRST CARRIAGE.	پہلی گاڑی
H.R.H. the Duke of Cambridge.	ہز رائل ہائینس ذی ڈیوک آف کیمبرج
H.R.H. Princess Frederica of Hanover (Baroness von Pawel Rammingen).	ہز رائل ہائینس پرنسیز فریڈریکا آف ہینوور
H.R.H. the Princess Alice of Albany.	ہز رائل ہائینس پرنسیز الائیس آف ایلبنی

SECOND CARRIAGE	**دوسری گاڑی میں**
H.R.H. the Prince Andrew of Greece.	ہز رائل ہائینس دی پرنس انڈریو والئے یونان
H.R.H. the Prince George of Greece.	ہز رائل ہائینس دی پرنس جارج یونان
H.S.H. the Princess Victoria Alice of Battenberg.	ہر رائل ہائینس دی پرنسز وکٹوریہ ایلائس آف ٹین برگ
Her Grand Ducal Highness the Princess Louis of Battenberg.	ہر گرانڈ ڈیوکل ہائینس دی پرنسز لوئی آف ٹین برگ
THIRD CARRIAGE.	**تیسری گاڑی میں**
H.H. the Prince Maurice of Battenberg.	ہز ہائینس پرنس مارس آف ٹین برگ
H.H. the Prince Leopold of Battenberg.	ہز ہائینس دی پرنس لی آپولڈ آف ٹین برگ
H.H. the Prince Alexander of Battenberg.	ہز ہائینس دی پرنس ایلگزنڈرا آف ٹین برگ
H.H. the Princess Victoria Eugenie of Battenberg.	ہر ہائینس دی پرنسز وکٹوریہ یوئی نی آف ٹین برگ
H.R.H. the Princess Beatrice (Princess Henry of Battenberg)	ہر رائل ہائینس دی پرنسز بیٹرائیس (پرنسز ہنری آف ٹین برگ

FONRTH CARRIAGE.	چوتھی گاڑی میں
H.R.H. the Duchess of Albany.	ہز رائل ہائینس دی ڈچز آف ایلبنی
H.R.H. the Princess Louise (Duchess of Argyll).	ہز رائل ہائینس دی پرنسز لوئی (ڈچز آف آرگایل)
H.R.H. the Crown Prince of Roumania.	ہز رائل ہائینس دی کروان پرنس آف رومانیا
H.R.H. the Crown Princess of Roumania.	ہز رائل ہائینس دی کراون پرنسز آف رومانیا
FIFTH CARRIAGE.	پانچویں گاڑی میں
H.H. the Princess Louise Augusta of Schleswig-Holstein.	ہز رائل ہائینس پرنسز لوئی آگسٹا آف شلیس وگ ہول سٹین
H.H. the Princess Victoria of Schleswig-Holstein.	ہز رائل ہائینس دی پرنسز وکٹوریہ آف شلیس وگ ہول سٹین
H.R.H. the Princess Victoria Patricia of Connaught.	ہز رائل ہائینس دی پرنسز وکٹوریہ پٹریشیا آف کناٹ
H.R.H. the Princess Chiristian of Schelswig-Holstein.	ہز رائل ہائینس دی پرنسز کرسچن آف شلیس وگ ہالسٹین
SIXTH CARRIAGE.	چھٹی گاڑی میں
H.R.H. the Princess Margaret.	ہز رائل ہائینس دی پرنسز مارگرٹ

H.R.H. the Duchess of Connaught.	ہر رائل ہائینس دی ڈچز آف کناٹ
H.R.H. the Grand Duke of Hesse.	ہز رائل ہائینس دی گرانڈ ڈیوک آف ہیسی
H.R.H. the Duke of Sparta.	ہز رائل ہائینس دی ڈیوک آف سپارٹا
SEVENTH CARRIAGE.	**ساتویں گاڑی میں**
H.R.H. the Crown Prince of Denmark.	ہز رائل ہائینس دی کرون پرنس آف ڈنمارک
H.R.H. the Duchess of Sparta.	ہر رائل ہائینس دی ڈچز آف سپارٹا
H R.H. the Prince Henry of Prussia.	ہز رائل ہائینس دی پرنس ہنری آف پرشیا
H.R.H. the Princess Henry of Prussia.	ہر رائل ہائینس دی پرنسز ہنری آف پرشیا
EIGHTH CARRIAGE	**آٹھویں گاڑی میں**
The Lady Alexandra Duff.	دی لیڈی الیگزنڈرا ڈف
H.R.H. the Princess Maud (Princess Charles of Denmark).	ہر رائل ہائینس دی پرنسز ماڈ (پرنسز چارلس آف ڈنمارک)
H.R.H. the Princess Victoria.	ہر رائل ہائینس دی پرنسز وکٹوریہ
H.R.H. the Princess Louise (Duchess of Fife).	ہر رائل ہائینس دی پرنسز لوئی (ڈچز آف فائف)

رائل ہارس گارڈز کے ایسکورٹ کا دوسرا ٹرپ

جلوس پرنس آف ویلز صاحب

PRINCE OF WALES S PROCESSION.

اس کے بعد ۱۰٫۳۰ بجے بڑے جلوس کے ساتھ پرنس آف ویلز صاحب بہادر ویسٹ منسٹر ایبی جانے کے لئے روانہ ہوئے جب حضور پرنس اور پرنسز آف ویلز صاحب اُس ہجوم کے درمیان سے گزرتے تھے تو لوگ بآواز بلند چیرز دیتے تھے ان کے جلوس کی ترتیب مفصلہ ذیل تھی۔

ہز رائل ہائینس پرنس آف ویلز صاحب کے رائل ہارس گارڈ کا ایسکورٹ گارڈ آگے آگے تھا

FIRST CARRIAGE.	پہلی گاڑی میں
Hon. D. Keppel, Equerryin Waiting,	آنریبل ڈی کیپل ایکوئری ان ویٹنگ
Commander Sir C. Cust, Bart., Equerry in Waiting.	کمنڈر سر سی کسٹ. بیرونیٹ کوئری ان ویٹنگ
Lieut.-Colonel Sir A. J. Bigge. Private Secretary,	لفٹینٹ کرنل سر۔ اے۔ جے۔ بگ پرائیویٹ سکرٹری
Lieut.-Colonel Hon. Sir W. Carington, Comptroller and Treasurer, to H.R.H. the Prince of Wales.	لفٹینٹ کرنل آنریبل سر ڈبلیو کیرنگٹن خزانچی محاسب

SECOND CARRIAGE.	دوسری گاڑی میں
Lord Wenlock Lord of the Bed-chamber to H.R.H. the Prince of Wales.	لارڈ وین لاک۔ ہزرائل ہائینس دی پرنس آف ویلز صاحب کے لارڈ آف دی بیڈ چمبر
Earl of Shaftesbury, Chamberlian	ارل آف شیفٹس بری چمبرلین
Lady Mary Lygon, Woman of the Bed-chamber.	لیڈی میری لیگون وومین آف دی بیڈ چمبر
Lady Eva Dugdale, Woman of the Bed-chamber, to H.R.H. the Princess of Wales.	لیڈی ایوا ڈگڈیل وومین آف دی بیڈ چمبر ٹو ہزرائل ہائینس دی پرنسز آف ویلز

ہزرائل ہائینس دی پرنس آف ویلز صاحب کے رائل ہارس گارڈ کا پہلا ٹرپ

THIRD CARRIAGE.	تیسری گاڑی میں

دئر رائل ہائینسز دی پرنس و پرنسز آف ویلز

ہزرائل ہائینس دی پرنس آف ویلز صاحب کے رائل ہارس گارڈ کا دوسرا ٹرپ

حضور ملکِ معظم کی روانگی

شہزادہ ولی عہد کے جانے کے بعد چار گاڑیاں شاہی اصطبل سے آئیں تاکہ بادشاہ کے متعلقین کو گرجا لے جائیں اور ان کے ساتھ ہی نہایت شان وشوکت سے سجی ہوئی سونے کا ملّمع کی ہوئی شاہی گاڑی جس میں شہنشاہ معظم و ملکہ معظمہ کو ویسٹ منسٹر ایبی کو اپنی وفادار اور پُرشوق رعایا کے درمیان سے ہو کر تشریف لے جانا تھا آئی اس عظیم الشان گاڑی میں آٹھ نہایت عمدہ سبزے گھوڑے جُتے ہوئے گھوڑوں پر قیمتی اور شاندار پوشاک پہنے ہوئے ایک ایک سوار بیٹھا تھا چند منٹ بعد بادشاہ معظم مع ملکہ صاحبہ کے سوار ہوئے اور شاہی محل پر اُن سپاہیوں نے جو اشارہ کرنے کے لئے مقرر کئے گئے تھے گیارہ بجے سے کچھ ہی پہلے جب بادشاہ سلامت روانہ ہونے کو تھے اپنی جھنڈیوں کو ہلا کر اطلاع دی اور فوراً توپیں چھوٹنے لگیں باجے والوں نے باجا بجانا شروع کیا اور بادشاہی جلوس مفصلہ ذیل ترتیب سے نکلا۔

ہیڈ کوارٹر سٹاف کا افسر اعلےٰ یعنی لفٹینٹ کرنل

جے۔ ایس۔ کاونس ڈپٹی اسسٹنٹ کوارٹر ماسٹر جنرل

رائل ہارس گارڈ کے شاہی ایسکورٹ کا ایڈوانسڈ گارڈ

بادشاہ کا بارج ماسٹر و ۱۲ بہشتی

FIRST CARRIAGE.	پہلی گاڑی میں
Hon. V. A. Spencer, Page of Honour.	آنریبل وی اے سپنسر پیج آف آنر
H. E. Festing, Esq., Page of Honour.	اتچ۔ ای فیسٹنگ ایسکوائر پیج آف آنر
The Hon. Mary Dyke, Maid of Honour.	دی آنریبل میری ڈائیک میڈ آف آنر
The Hon. Sylvia Edwardes, Maid of Honour.	دی آنریبل سلویا ایڈورڈز میڈ آف آنر
SECOND CARRIAGE.	دوسری گاڑی میں
The Hon. Sidney Greville, Groom in Waiting.	دی۔ آنریبل سڈنی گریویل گروم ان ویٹنگ
Lord Knollys, Private Secretary to the King.	لارڈ نالیز پرائیویٹ سکرٹری شاہ معظم
General the Rt. Hon. Sir D. M. Probyn, Keeper of the Privy Parse.	جنرل دی رائٹ آنریبل سر ڈی ایم پربن جیب خاص کے خزانچی

THIRD CARRIAGE.	تیسری گاڑی میں
The Viscount Colville of Culross Lord Chamberlain to the Queen.	دی وے کونٹ کالول آف کلرس لارڈ چمبرلین ملکہ معظمہ
General Lord Chelmsford, Gold Stick in Waiting.	جنرل لارڈ چیلمز فورڈ گولڈ سٹک اِن ویٹنگ
Admiral Sir M. Culme-Seymour, Bart., Vice-Admiral of the United Kingdom.	ایڈمیرل سر ایم کلم سی مور بیرونیٹ وائس ایڈمیرل سلطنت برطانیہ
The Hon. Charlotte Knollys the Woman of the Bed-chamber.	دی آنربیل چارلوٹ نالیز دی ووٗمین آف دی بیڈ چمبر
FOURTH CARRIAGE.	چوتھی گاڑی میں
The Viscount Churchill, the Acting Lord Chamberlain.	دی ویکونٹ چرچل بجائے لارڈ چیمبرلین
The Earl of Pembroke and Montgomery, the Lord Steward.	دی ارل آف پیمبروک اینڈ منٹگمری دی لارڈ سٹیوارڈ
The Dowager Countess of Lytton the Lady of the Bed-chamber.	دی ڈوگر کونٹس آف لٹن لیڈی آف دی بیڈ چمبر
The Duchess of Buccleuch, Mistress of the Robes.	دی ڈچز آف بکلیوخ مسٹرس آف دی روبز

بطور اے ڈی کانگ کمانڈران چیف

Major Mahomed Ali Beg Nawab Afsur-ud-Dowla Bahadur.	میجر محمد علی بیگ نوّاب افسر الدولہ بہادر
Captain Raj Kunwar Bir-Bikram Singh of Sirmour.	کپتان راج کنور بیر بکرم سنگھ والئے سرمور
Lieut.-Colonel Nawab Mahomed Aslam Khan Bahadur.	لفٹیننٹ کرنل نواب محمد اسلم خاں صاحب

دی پرسنل سٹاف آف کمانڈران چیف

Major W. M. Sherston,	میجر ڈبلیو-ایم شرسٹن.
Major Hon. G. J. Goschen,	میجر آنریبل جی-جے گاسچن
Capt. Hon. H Dawnay,	کپتان آنریبل-اچ ڈانے
Capt. Lord C. G. F. Fitzmaurice.	کپتان لارڈ سی-جی-ایف فٹز مارس
Bt. Lieut.-Col. E. J. Phipps-Hornby	بیرونٹ لفٹیننٹ کرنل ای-جے فپس ہربی
Colonel Viscount Hardinge,	کرنل ویکونٹ ہارڈنج
Lieut.-Colonel H. Streatfeild.	لفٹیننٹ کرنل اچ سٹریٹ فیلڈ

آنریری ایڈی کانگ پرنس آف ویلز صاحب

Major Maharaj Kunwar Dolat Singh,	میجر مہاراج کنور دولت سنگھ

Major H. H. Maharaja Sir Raj Rajeshwar Siromani Ganga Singh, Bahadur of Bikanir.	میجر ہز ہائینس مہاراجہ سر راج راجیشور سرومنی گنگا سنگھ بہادر والئے بیکانیر
The Aides-de-Camp to the King.	**ایڈی کانگ شہنشاہ معظم**
1. VOLUNTEER.	**ا-والنٹیر**
Col. E, Villers,	کرنل ای ویلرز
Lieut.-Colonel Earl of Stradbroke.	لفٹیننٹ کرنل ارل آف سٹریڈبروک
Col. Sir C. E. H. Vincent.	کرنل سر-سی-ای-ایچ ونسینٹ
Col. Hon. H. G. L. Crichton.	کرنل آنریبل ایچ-جی-ایل کریٹن
Col. Lord Clifford,	کرنل لارڈ کلفرڈ
Col. J. Stevenson	کرنل جے سیٹون سن
Col. Lord Blythswood.	کرنل لارڈ بلتھ وڈ
Col. J. C. Cavendish.	کرنل جے سی کیون ڈش
Col. J. H. Rivett-Carnac.	کرنل جے ایچ ریوٹ کارنک
Col. Earl of Wemyss.	کرنل ارل آف وی مس
2. YEOMANRY.	**٢-یومن ری**
Col. Earl of Scarbrough.	کرنل آرل آف سکاربورا
Col. Marquis of Hertford.	کرنل مارکوئیس آف ہرٹ فورڈ
Col. Earl of Kilmorey, K. P.	کرنل آرل آف کلموری کے پے
Col. Duke of Beaufort.	کرنل ڈیوک آف بوفورٹ
Col. Viscount Galway,	کرنل ویکونٹ گالوے

Col. Earl of Harewood.	کرنل آرل آف ہیروڈ
Col. Earl of Haddington.	کرنل آرل آف ہیڈنگٹن
3. MILITIA.	۳۔ ملیشیا
Col. Lord A. M. A. Percy.	کرنل لارڈ اے ایم۔اے پرسی
Lieut.-Col Sir H. Munro, Bart.	لفٹیننٹ کرنل سر ایچ منرو بیرونیٹ
Col. Earl Cawar.	کرنل ارل کاور
Col. C. P. Le Corn.	کرنل سی۔بی۔لی کارن
Col. C. B. Bashford.	کرنل سی بی بیشفورڈ
Col. G. Wood-Martin.	کرنل ڈبلیو.جی وڈمارٹن
Col. Earl of March.	کرنل آرل آف مارچ
Col. Sir R. H. Ogilvy, Bart.	کرنل سر۔آر۔ایچ اگلوی بیرونٹ
Col. Duke of Northumberland.	کرنل ڈیوک آف نارتھمبرلینڈ
4. HONORARYI NDIAN.	۴۔ آنریری انڈین
Lieut.-Col. His Highness Maharaja Sir Nripendra Narain Bhup Bahadur, of Cooch Behar.	لفٹیننٹ کرنل ہز ہائینس مہاراجہ سر نری پندرا نرائن بھوپ بہادر صاحب مہاراجہ کوچ بہار
Maj.-Gen. His Highness Maharaja Sir Pertab Singh of Idar.	میجر جنرل ہز ہائینس مہاراجہ سر پرتاب سنگھ صاحب مہاراجہ ایدر
Col. His Highness Maharaja Dhiraj Sir Mahdo Rao Sindhia, of Gwalior.	کرنل ہز ہائینس مہاراجہ ادھراج سر مادھو راؤ سیندھیا مہاراجۂ گوالیار

6. REGULAR FORCES.	**۵-ریگولر فورسز**
Bt.-Col. H. I. W. Hamilton.	بیرونٹ کرنل ایچ آئی ڈبلیو ہملٹن
Bt.-Col. R. B. Adams.	بیرونٹ کرنل آر-بی-ایڈمز
Bt.-Col. W. P. Campbell.	بیرونٹ کرنل ڈبلیو-پی کیمپبل
Col.-H. V. Cowan.	کرنل ایچ-وی کووین
Bt.-Col. C. W. Park.	بیرونٹ کرنل سی ڈبلیو پارک
Bt.-Col. T. D. Pilcher.	بیرونٹ کرنل ٹی-ڈی پلچر
Bt.-Col. J. Spens.	بیرونٹ کرنل جے سپینس
Bt.-Col. H. C. O. Plumer.	بیرونٹ کرنل ایچ-سی-او-پلومر
Bt.-Col. L. A. Hope.	بیرونٹ کرنل ایل-اے-ہوپ
Bt.-Col. R. C. G. Mayne.	بیرونٹ کرنل آر-سی-جی-مین
Bt.-Col. R. G. Broadwood.	بیرونٹ کرنل آر-جی براڈووڈ
Bt.-Col. D. F. Lewis.	بیرونٹ کرنل ڈی-ایف لوئیس
Col. H. Cooper.	کرنل ایچ کوپر
Col. H. H. Mathias.	کرنل ایچ ایچ میتھی آس
Col. H. G. Dixon.	کرنل ایچ-جی ڈکسن
Col. W. Aitken.	کرنل-ڈبلیو-اٹیکن
Col. Sir F. Howard.	کرنل سر-ایف-ہاورڈ
Bt.-Col. G. L. C. Money.	بیرونٹ کرنل-جی-ایل-منی
7. NAVAL AND MARINE.	**۶-بحری فوج**
Col. T. D. Bridge.	کرنل-ٹی-ڈی برج

Col. W. Campbell.	کرنل۔ڈبلیو کیمپبل
Capt. R. F. O. Foote, R.N.	کپتان آر۔ایف۔اوفٹ۔آر۔این
Capt. W. H. B. Graham, R.N.	کپتان۔ڈبلیو۔ایچ۔بی۔گریہم۔آر۔این
Capt. C. R. Arbuthnot, R,N.	کپتان۔سی۔آر۔آر۔بتھناٹ۔آر۔این
Capt. A. C. Corry R.N.	کپتان اے۔سی۔کاری۔آر۔این
Capt, Sir Richard Poore, Bart R.N.	کپتان سر۔رچرڈ پور بیرونٹ آر۔این
Capt. F. C. B. Bridgeman, R.N.	کپتان۔ایف۔سی۔بی۔برجمین آر۔این
Capt. W. des V. Hamilton, R.N.	کپتان ڈبلیو۔ڈیس وی ہملٹن۔آر۔این
Commodore Hon. H. Lambton.	کموڈور آنریبل ایچ لیمبٹن
Maj-Gen. Sir Alfred Gaselee.	میجر۔جنرل سر الفرڈ گیزلی
Admiral Sir E. Seymour.	ایڈمیرل سر۔ای سیمور
Gen Viscount Kitchener.	جنرل ویکونٹ لارڈ کچنر
HEAD QUARTERS STAFF OF THE ARMY.	ہیڈکوارٹرز سٹاف آف دی آرمی
Major E. E. Carter.	میجر۔ای۔ای۔کارٹر
Bt. Maj. F. R. F. Boileau.	بیرونٹ میجر۔ایف۔آر۔ایف۔بوآئےلو
Maj. L. A. M. Stopford.	میجر۔ایل۔اے۔ایم سٹاپ فورڈ
Maj. W. Adye. Bt. Lt.-Col. E. J. Granet.	میجر ڈبلیو۔آئی بیرونیٹ لفٹیننٹ کرنل ای۔جے گرینیٹ
Bt. Lieut.-Col. W. R. Robertson.	بیرونٹ لفٹیننٹ کرنل ڈبلیو۔آر۔رابرٹسن
Lieut.-Col. E. A. Altham.	لفٹیننٹ کرنل ای۔اے۔ایلتھم

Vet. Lieut.-Col. J. A. Nunn.	لفٹینینٹ کرنل جے اے نن
Col. C. E. Heath.	کرنل سی۔ای ہیتھ
Col R. C. Maxwell.	کرنل آر۔سی میکسول
Col. P. H. N. Lake.	کرنل۔پی۔ایچ۔آین لیک
Col F. S Robb.	کرنل ایف۔ایس۔راب
Col. E. O. Hay.	کرنل ای۔او۔ہے
Col. J. K. Trotter.	کرنل۔جے۔کے۔ٹراٹر
Col. W. E. Franklyn.	کرنل۔ڈبلیو۔ای۔فرینک لین
Col. F. W. Benson.	کرنل۔ایف ڈبلیو بینسن
Col. H. D. Hutchinson.	کرنل۔ایچ۔ڈی ہچنسن
Col. R. A. Montgomery.	کرنل آر۔اے منٹگمری
Col. C. E. Beckett.	کرنل سی۔ای۔بیکٹ
Col. C. H. Bagot.	کرنل۔سی۔ایچ بیگٹ
Col R. Auld.	کرنل آر آڈ
Maj -Gen. the Lord Chesham.	میجر۔جنرل۔دی لارڈ چیشہم
Maj -Gen F. G. Slade.	میجر جنرل۔ایف۔جی۔سلیڈ
Maj -Gen. H. F. Grant.	میجر۔جنرل۔ایچ۔ایف۔گرانٹ
Maj.-Gen. A. E. Turner.	میجر جنرل۔اے۔ای۔ٹرنر
Maj -Gen. H. C. Borrett.	میجر جنرل۔ایچ۔سی۔باریٹ
Surg.-Gen. W. Taylor.	سرجن جنرل۔ڈبلیو ٹیلر
Maj.-Gen. A. S. Wynne.	میجر جنرل۔اے۔ایس وائن
Lieut.-Gen. Sir W. G. Nicholson.	لفٹینینٹ جنرل سر ڈبلیو۔جی نکلسن

Lieut.-Gen. Lord W. F. E. Seymour,	لفٹیننٹ جنرل لارڈ-ڈبلیو-ایف-ای سیمور
Gen. Sir R Harrison.	جنرل سر-آر-ہیریسن
Lieut.-Gen. Sir C. M. Clarke Bart	لفٹیننٹ جنرل سر-سی-ایم کلارک برینٹ
Lieut.-Gen. Sir T. Kelly-Kenny.	لفٹیننٹ جنرل سر-ٹی کیلی کینی
Field-Marshal Right Hon. the Earl Roberts, Commander-in-Chief.	فیلڈ مارشل-رائٹ آنریبل - دی - ارل-رابرٹس کمانڈران چیف
His Majesty's Marshalmen.	**ملک معظم کے مارشل مین**
YEOMEN OF THE GUARD.	یومن آف دی گارڈ
Major C. Wray, Equerry to H. R. H the Prince Christian of Schleswig-Holstein.	میجر سی رے ایکوئیری ٹو ہز رائل ہائینس دی پرنس کرسچن شیلسویگ ہولسٹین
EXTRA EQUERRIES TO THE KING.	بادشاہ کے ایکسٹرا ایکوئیریز
Lord M. de la Poer Beresford.	لارڈ ایم ڈی لا پوئیر بریسفورڈ
Capt. Hon. A. Greville.	کپتان آنریبل اے گریوِل
Lieut.-Col. A. E. W. Count Gleichen.	لفٹیننٹ کرنل اے ای ڈبلیو کونٹ گلیچن
Maj.-Gen. J. C. Russell.	میجر جنرل جے سی رسل
EQUERRIES IN ORDINARY TO THE KING.	بادشاہ کے آرڈی نری ایکوئیریز
The Hon. J. H. Ward.	دی-آنریبل-جے-ایچ-وارڈ

Capt. F. E. G. Ponsonby.	کپتان-ایف-ای-جی-پونسبی
Capt. G. L. Holford.	کپتان جی-ایل ہوفرڈ
Lieut.-Col. Hon. H. C. Legge.	لفٹیننٹ کرنل آنریبل-ایچ-سی-لیگ
Lieut.-Col. A. Davidson.	لفٹیننٹ کرنل-اے ڈیوڈسن
H. H. Prince Albert of Scheswig-Holstein.	ہز ہائینس پرنس البرٹ آف شیلس وگ ہولسٹین
H. R. H. the Prince Christian of Schelswig-Holstein.	ہز رائل ہائینس وی پرنس کرسچن آف شیلس وگ ہولسٹین
H. R. H. the Prince Charles of Denmark.	ہز رائل ہائینس دی پرنس چارلس آف ڈنمارک
Escort of Colonial Cavalry.	کلونیل کیولری کا ایسکورٹ
Escort of Indian Cavalry.	انڈین کیولری کا ایسکورٹ

رائل ہارس گارڈ کے شاہی ایسکورٹ کا پہلا ڈویژن

شاہی گاڑی جس میں حضور ملک معظم و ملکہ معظمہ تشریف فرما ہیں

THE STATE COACH

Conveying their Majesties

THE KING AND QUEEN

آہستہ آہستہ چلی-دائیں بائیں دور اور نزدیک سے خوشی کے نعرے ہر طرف بلند ہوتے تھے اور فوجیں شاہی داب سے سلام کرتی تھیں

باجے والے نیشنل اینتھم یعنی قومی گیت گاتے تھے سینکڑوں رومال بکنگھم پیلیس کی چھت پر سے اور ان سٹینڈوں یعنی نشستگاہوں پر سے جو کنسٹیٹیوشن ہل کے قریب تھیں ہلتے نظر آتے تھے آہستہ آہستہ اور شاہانہ انداز سے یہ سنہری گاڑی جس میں آٹھ سبز گھوڑے لگے ہوئے تھے مال کے دروازے سے گزری ہر جگہ جہاں سے کہ یہ گاڑی گزرتی تھی لوگ بادشاہ معظم و ملکہ معظمہ کو شوق کی نگاہوں سے دیکھتے تھے اور ہر طرف سے چیرز کی صدائیں بلند ہوتی تھیں انبوہ انبوہ لوگ اپنے سر سے ٹوپیاں اُتار کر فرط خوشی سے ہلاتے تھے اور سیکڑوں جیبی رومال جو عورتیں ہلا رہی تھیں اس بات کو ظاہر کرتے تھے کہ وہ بھی اپنے بادشاہ و ملکہ کو مبارکباد دینے میں مردوں سے کم نہیں ہیں ہمارے بادشاہ اور ملکہ اپنی رعایا کی پرجوش تہنیت سے بخوبی آگاہ تھے سلام کا جواب دیتے تھے اور بار بار مسکراتے تھے جب رعایا اپنے بادشاہ کو درمیان سے گزرتے ہوئے دیکھتی تھی تو رسم تاج پوشی ادا ہونے کی خوشی میں جس کا مہینوں سے انتظار تھا اپنے حرکات و سکنات سے دلی جوش ظاہر کرتی تھی گو بادشاہ پورے طور سے تندرست معلوم نہیں ہوتے تھے مگر بظاہر رو بصحت تھے بادشاہ کے عقب میں مفصلہ ذیل جلوس تھا۔

ہز رائل ہائینس دی ڈیوک آف کناٹ	Field-Marshal H. R. H. the Duke of Connaught.

Lieut.-Col. Lord Binning, Royal Horse Guards, Field Officer of Escort.	لفٹیننٹ کرنل لارڈ بیننگ رائل ہارس گارڈ فیلڈ آفیسر آف ایسکورٹ
THE STANDARD.	شاہی جھنڈا
Major A. Vaughan Lee, Royal Horse Guards Captain of Escort.	میجر اے۔ واغن لی رائل ہارس گارڈ کپتان ایس کورٹ
Second-Lieut. H. R. H. Prince Arthur of Connaught.	سیکنڈ لفٹیننٹ ہز رائل ہائینس پرنس آرتھر آف کناٹ
Major-General Wi H. Mackinnon.	میجر جنرل ڈبلیو ایچ میکے نن
Major-General Sir H. Trotter, Chief Staff Officer.	میجر جنرل سر ایچ ٹراٹر چیف سٹاف افسر
The Duke of Bucclench,	ڈیوک آف بکلیوخ
Captain-General of the Royal Archer Guard of Scotland.	کپتان جنرل آف دی رائل آرچر گارڈ آف سکاٹ لینڈ
The Earl Waldegrave, Captain of the Yeomen of the Guard	دی ارل والڈگریو کپتان آف دی یومین آف دی گارڈ
The Duke of Portland, Master of the Horse.	دی ڈیوک آف پورٹ لینڈ ماسٹر آف دی ہارس
Col. J. F. Brocklehurst, Equerry in Waiting to the Queen.	کرنل جے ایف براکل ہرسٹ ایکوئری ان ویٹنگ ٹو دی کوئین
Capt. Hon. S. Fortescue, R. N., Equerry in Waiting the King.	کپتان آنریبل ایس فورٹس کیو۔ آر این ایکوئری ویٹنگ ٹو دی کنگ

Maj.-Gen. Sir S. de A. C. Clarke, Equerry in Waiting to the King.	میجر جنرل سر ایس ڈی اے سی کلارک ایکوئری اِن ویٹنگ ٹو دی کنگ
Maj.-Gen. Sir H. P. Ewart, Crown Equerry.	میجر جنرل سر اتچ پی ایلوارٹ کرون ایکوئری
The Field Officer in Brigade Waiting Col. F. A. Graves Sawle, Coldstream Guards.	دی فیلڈ آفیسر اِن بریگیڈ ویٹنگ - کرنل ایف اے گریوس سال کولڈسٹریم گارڈ
The Silver Stick, Col. T. C. P. Calley, 1st Life Guards.	دی سلورسٹک کرنل ٹی - سی - پی کیلی فرسٹ لائف گارڈ
Adjutant in Brigade Waiting Major J. R. Hall, Coldstream Guards.	ایڈجوٹینٹ اِن بریگیڈ ویٹنگ میجر جے - آر ہال کولڈسٹریم گارڈز
A. D. C. to H. R. H. the Duke of Connaught Major E.F. Clayton, Scots Guards.	اے ڈی سی ٹو ہز رائل ہائینس دی ڈیوک آف کناٹ میجر ای - ایف کلیٹن سکاٹس گارڈ
Silver Stick Adjutant, Capt. P. B. Cookson, 1st Life Guards.	سلورسٹیک ایڈجوٹینٹ کپتان - پی بی ککسن فرسٹ لائف گارڈ

شاہنشاہ معظم کے سائیس

Rear Division of Sovereign's Escort of Royal Horse Guards,	رائل ہارس گارڈز کے سورین ایسکورٹ کا ریر ڈویژن
Reserve Squadron of 2nd Life Guards.	سیکنڈ لائف گارڈز کا ریزرو سکوئیڈرن

جب بادشاہ معظم کی گاڑی مال پر سے گزری تو اُس وقت عجب سماں تھا دائیں بائیں سٹینڈوں پر لوگ اس قدر کثرت سے بیٹھے تھے کہ اُن کی تعداد احاطہ تقریر سے باہر تھی سڑک کی روشوں پر دونو طرف برابر برابر طرح طرح رنگوں کی وردیوں میں مختلف حصص دنیا کے سوار اور اُن کے آگے پیادے قطار در قطار کھڑے ہوئے جلوس کی رونق کو بڑھا رہے تھے سٹینڈوں پر لوگ ۶ بجے صبح سے آ بیٹھے تا کہ اپنی جگہوں پر قابض رہیں اور اس بڑھتے ہوئے جلوس کا نظارہ خاطرخواہ کریں اس جگہ پولیس وافواج وحکام انگریزی کا انتظام قابل تعریف تھا وہ لوگ جو دیر کو بھی وہاں پہنچے اُن کو بھی اُن کے حسن انتظام کی وجہ سے جگہ مل گئی۔ یہ سڑک نہایت فراخ ہے اور اس پر درخت لگے ہوئے ہیں مگر ایسے باقاعدہ کہ ناظرین کے دیکھنے میں ہارج نہ تھے آہستہ آہستہ جب شاہی گاڑی تجمل و شوکت کے ساتھ گزرتی تھی تو لوگوں کے نعرے اور چیرز کی صدائیں میلوں تک کی خبر لیتی تھیں مال سے گزر کر شاہی گاڑی

ہورس گارڈ پیریڈ

میں پہنچی اس جگہ ناظرین کی تعداد اس قدر کثرت سے نہیں تھی جس قدر کہ امید کی جاتی تھی مگر ایڈمیرلٹی و ہارس گارڈ کے سٹینڈوں پر لوگوں کا بڑا مجمع تھا اس بڑی پیریڈ میں جس میں کہ لوگ افواج کے ریویو کے دن بکثرت

جمع تھے آج بہت ہی کم دکھائی دئے اس کی وجہ یہ تھی کہ گرین پارک میں لوگوں کا عام طور سے آنا بالکل بند کر دیا گیا تھا صرف اُنہیں لوگوں کو آنے کی اجازت تھی جن کے پاس سٹینڈوں کے ٹکٹ تھے ان عمارتوں کو جو ہورس گارڈ پریڈ کے اِدھر اُدھر واقع تھیں نہایت عمدہ طور سے قسم قسم کے پھولوں ورنگ برنگ جھنڈیوں اور دیگر لوازم آرائش سے زینت دی تھی جوں جوں بادشاہ کی سواری بڑھتی جاتی تھی خوشی کے نعرے بلند ہوتے جاتے تھے بادشاہ کو تمام فوج جو دونو طرف صف بستہ تھی سلامی اور لوگ خوشی سے مبارکباد دیتے تھے بادشاہ اور ملکہ نہایت تہذیب سے اپنی قلبی مسرّت صرف مسکرانے سے ظاہر کرتے تھے اسی طرح شاہی گاڑی اپنی آہستہ رفتار سے وہایٹ ہال سے گزری یہاں بھی خوشی کی آوازوں سے کان پڑی آواز نہیں سنائی دیتی تھی دوطرفہ ہندوستان اور کلونیل کی فوجیں کھڑی ہوئی باقاعدہ سلامی دیتی تھیں بادشاہ سلامت ان کو دیکھ کر بہت خوش ہوتے تھے اس جگہ کے لوگ تاج پوشی کے بعد بادشاہ کی واپسی کے منتظر تھے یہاں سے شاہی جلوس مع شاہی گاڑی کے پارلیمنٹ سکوئر سے گزرا یہاں بھی لوگ سٹینڈوں پہ بیٹھے ہوئے بدستور خوشی کے نعرے مارتے تھے اور ٹوپیاں اُتار کر سلام کرتے تھے اور عورتیں اپنے رومال ہلا ہلا کر ان کے ساتھ اس خوشی میں شریک ہوتی تھیں ان سٹینڈوں کا ہجوم دوسری جگہوں کی نسبت زیادہ تھا اور

اس مبارک جلوس کے تماشے نے اس کی قیمت بڑھادی کیونکہ بادشاہ کے
ایبی میں جانے اور پھر شاہی لباس میں مع تاج واپس آنے کا اشتیاق
دیدایسا نہ تھا کہ خیر خواہ رعایا کو مطمئن بیٹھنے دیتا اس کے بعد سینٹ مارگرٹس ونسٹ
(St. Margaret's Westminister) سے گزرے یہاں تو آدمیوں اور تماشائیوں
کی ایسی کثرت تھی کہ جگہ کا ملنا دشوار تھا یہ جگہ کُل جلوس شاہی کا مرکز تھی یہاں
بڑے بڑے امیر و کبیر آدمی بیٹھے تھے جن کو بڑی محنت اور تگ و دَو سے
ٹکٹ ملے تھے بہت سے لوگ محروم بھی رہے۔ یہاں ٹکٹوں کی قیمت
دوسری جگہوں کی نسبت بہت ہی زیادہ تھی جب بادشاہ کی گاڑی اس جگہ
پہنچی تو لوگ خوشی کے مارے اپنی اپنی جگہ کھڑے ہوگئے اور نعرہ ہائے خوشی
بلند کئے بادشاہ اور ملکہ نہایت مسرت اور شادمانی سے اپنی رعایا کو جواب
دیتے تھے غرض رفتہ رفتہ گاڑی ایبی گرجا تک پہنچی لارڈ کچنر و لارڈ رابرٹس
و دیگر معززین حکام اپنے اپنے گھوڑوں سے اُتر کر ملک معظم کے ریسیو کے
لئے بڑھے اوّل ملکہ صاحبہ اُتریں اور پھر شہنشاہ معظم گاڑی سے نیچے تشریف
لائے گرجے کا گھنٹہ ٹھناٹھن بج رہا ہے بادشاہ سلامت اس وقت بالکل
تندرست معلوم ہوتے ہیں +

ویسٹ منسٹر ایبی

یہاں تک وہ حالات قلمبند کئے گئے جن کا تعلق ایبی کے بیرونی حصے سے

تھا اب ویسٹ منسٹر ایبی کا حال بہ نظر آگاہی ناظرین مفصل تحریر کیا جاتا ہے اور دکھایا جاتا ہے کہ آج اس کو شان و شوکت کے ساتھ ایسی اعلےٰ رونق دی گئی ہے جو شاید پہلے کبھی نصیب نہ ہوئی ہوگی ۔

ساتویں صدی سن عیسوی میں سیبرٹ (Sebert) نے جو عیسائیوں کا اوّل بادشاہ مشرقی سیکسن میں تھا اس جگہ گرجا کی بنیاد ڈالی تھی لیکن یہ گرجا شاہ ایڈگر کی تخت نشینی تک مکمل نہیں ہوا تھا جس نے صرف اس گرجے ہی کی کامل تعمیر نہیں کی بلکہ بارہ تارکُ الدُّنیا درویشوں کے لئے ایک خانقاہ بھی بنائی لیکن تھوڑے عرصے کے بعد اہل ڈنمارک نے اُس کو تباہ کر ڈالا اور ۱۰۵۰ء میں ایڈورڈ کنفیسر (Edward the Confessor) نے پھر از سرِ نو تعمیر کرا کے اس کا نام ایبی قرار دیا اور اسی نے اس عمارت کو شاہانِ انگلستان کی تاج پوشی کے لئے مخصوص کیا اور اس کے مال خانے میں ایک سونے کا تاج اور عصا و دیگر علامات شاہی جو تاج پوشی کے وقت پہنائے جاتے ہیں نذر دئے ان میں سے بعض کو ملکہ معظمہ وکٹوریہ نے ایڈورڈ کنفیسر کے مرنے کے آٹھ سو برس بعد زیب تن کیا تھا۔ طبیعتاً شاہانِ انگلستان کی یہ دلی خواہش رہی تھی کہ وہ اُس مقام پر مرنے کے بعد دفن کئے جائیں جہاں اُن کو تاج پہنایا گیا ہے علاوہ بریں اہل انگلینڈ بھی اس کو اپنی متبرک جگہ سمجھتے ہیں کیونکہ اس میں پیشواؤں۔ مدبروں بہادروں

شاعروں اور مشہور مصوروں اور عالموں کی تدفین کے لئے جگہ رکھی گئی ہے
ایسی کو بشکل صلیب بنایا ہے جس کا طول پانچ سو پچیس فٹ اور عرض
دوسو تین فٹ ہے اور بُرج مغربی کی بلندی دوسو پچیس فٹ ہے +

اس گرجے میں ایک بڑا بھاری باجا ہے جس کی نظیر تمام سلطنت برطانیہ میں نہیں پائی جاتی جس کو بنے ہوئے دوسو برس گزر چکے ہیں +

آج ۶۵ سال کے بعد پھر اس گرجے کو شہنشاہ معظم اعنی ایڈورڈ ہفتم کی تاج پوشی کے اس مبارک جشن کا فخر حاصل ہوا جس کا ایک عالم منتظر تھا اور ہر شخص کی آنکھیں اس دلکش نظارے کی جویا تھیں جو زینت اور آرائش اُس کو دی گئی ہے وہ قابل ذکر ہے گلشن کی طرح مختلف رنگوں سے کل حصہ سجایا گیا ہے جو شگفتہ دل ناظرین کی دلچسپی کے لئے عمدہ سامان ہے لوگوں کے بیٹھنے کے واسطے حسب مراتب نشستگاہیں ترتیب دی گئی ہیں تاکہ امرا اور سر برآوردہ لوگ و ممبران پارلیمنٹ و شاہزادگان عالیشان و ریپرزنیٹیو ان ہندوستان وغیرہ جشن تاج پوشی شہنشاہ ہند میں شریک ہو کر کل رسوم کو بآسانی دیکھ سکیں رنگ برنگ کے چمکتے ہوئے کپڑے ۔ مختلف وضع کے بیش قیمت زیورات ۔ طرح طرح کے رنگین فرش اور بہت سی آرایشی چیزیں ایسی ہیں کہ آنکھ اُن کی چمک سے خیرہ ہو جاتی ہے مشرقی دروازے سے لے کر ممبر کی سیڑھیوں تک ایک نہایت نفیس

اُونی قالین بچھا ہُوا ہے جو نرمی اور خوش رنگی میں آپ ہی اپنا نظیر ہے
اس پر دو تخت بچھے ہوئے ہیں جن پر نہایت شاندار ایرانی ساخت کے
پردے پڑے ہوئے ہیں ممبر کو وہ رونق دی گئی ہے کہ بنانے والے کی
اعلےٰ صناعی اور بے نظیر کاریگری کا نقشہ آنکھوں میں پھر جاتا ہے اس پر
قیمتی مخمل کی پوشش ہے جس کے وسط میں نشانات شاہی جو ایڈورڈ کنفیسر
کے وقت سے چلے آتے ہیں رکھے ہیں گرداگرد ہر ہر برانگلینڈ طاؤس
آئرلینڈ صلیب سکاٹ لینڈ کے نشانات ہیں گویا سلطنت برطانیہ کے
اعتقادی خیالات کا پورا فوٹو کھچا ہُوا ہے ماسوا اس کے نازک پیالے
ٹھوس سونے کی رکابیاں اور وہ برتن کہ جس میں اعتقادی اور رسمی طور
سے تخت نشینی کے وقت بادشاہ کے بدن پر مالش کرنے کے لئے تیل رکھا
ہُوا ہے مع طلائی چمچے کے جو تیرھویں صدی کے زرگروں کی اعلےٰ صنعت
کا نمونہ ہے سب سے اونچے ممبر پر سجائے گئے ہیں غرض کہ گرجا کو ہر طرح
کے آرائشی سامان و اسباب سے کمال درجے کی زینت اور رونق حاصل
ہے جس کی پوری تفصیل کے لئے ایک علیحدہ کتاب یا رسالے کی ضرورت
ہے +

سب حضرات ٹھیک ۹ یا ۱۰ بجے تک اپنی اپنی جگہوں پر آ گئے
ہیں اور شاہی خاندان کے لوگوں اور خود بادشاہ کی تشریف آوری کے

منتظر ہیں کہ ۱۱ بجے کے قریب شاہی خاندان کے لوگ اور نیز ممالک غیر
کے شاہزادے ایبی میں داخل ہوئے ان کو تشریف لائے ہوئے ابھی
ربع ساعت ہوئی تھی کہ حضور پرنس آف ویلز صاحب مع پرنسز آف ویلز صاحبہ
تشریف فرما ہوئے اب سب لوگ دل و جان سے شاہنشاہ معظم کی
تشریف آوری کے منتظر ہیں کہ اتنے میں پہلے ملکہ معظمہ الیگزنڈرا صاحبہ
مخملی یاقوتی رنگ کا لباس فاخرہ زیب تن کئے ہوئے جو اُن کے لئے
ہندوستان کے اعلےٰ کاریگروں نے تیار کیا ہے بڑے تزک و احتشام
سے ایبی میں داخل ہوئیں بڑے مشہور و معروف عالی جاہ امرا جو
سلطنت برطانیہ کی جان اور اس کی عظمت و شان کے باعث ہیں اپنی
اپنی کرسیوں سے ملکہ معظمہ کی تعظیم کو اٹھے ملکہ صاحبہ جن کا چہرہ اس
وقت خوشی کے سبب سے سرخ ہو رہا ہے اور خاص انداز کا دوڑنے والا
رنگ ہر بار کسی قلبی مسرت کے اعلےٰ جوش کی خبر دیتا ہے خراماں خراماں
وسط گرجا سے گزریں اُن کے چہرے سے شاہی شان و شوکت نمایاں ہے
گردن میں بیش قیمت جواہرات کے باعث سے ایک نمایاں جلوہ گری اور
خاص قسم کی روشنی ہے۔ ان کے قرمزی لباس میں تاج کی صورتیں سفید
سرخ۔ زردوزی کام میں بنائی گئی ہیں جس کو ڈچز آف بک لیوخ
(Duchees of Buccleuch) مع آٹھ امرا کے جن کے بدنوں پر شوخ رنگ کا

قرمزی لباس اپنا نظر فریب انداز حسن دکھا رہا ہے اُٹھائے ہوئے ہیں حضور ملکہ معظمہ کے ساتھ ساتھ تعظیماً داہنی جانب بشپ آف اکسفورڈ اور بائیں طرف بشپ آف ناروچ ہیں ان کے پیچھے ۔ہیڈ چمبر ان ویٹنگ کی چار لیڈیاں ہیں جو نہایت عمدہ لباس سے جن پر طلائی کام ہے ملبس ہیں ان کے پیچھے چار اور بیڈ چمبر کی عورتیں ہیں ان کے پیچھے میڈز آف آنر اسی تعداد میں ہیں +

جو ہیں ملکہ معظمہ سکرین کے پاس پہنچیں باجا بند ہو گیا اور ویسٹ منسٹر سکول کے طلبا باآواز بلند [خدا ملکہ صاحبہ کو سلامت رکھے] کے نعرے مارنے لگے اور باجے میں بھی یہی بجنے لگا ملکہ معظمہ اسی جاہ وحشمت کے ساتھ آہستہ آہستہ تخت کی طرف تشریف لے گئیں اور چند منٹ قربان گاہ کے سامنے فولڈ سٹول پر جھکی رہیں پھر اپنی جگہ پر تشریف فرما ہوئیں اور پیج یعنی غلام قرمزی و سفید لباسوں میں اپنے مقاموں پر جو شمالی سمت میں تھے جا بیٹھے +

اب بڑا انتظار بادشاہ کی آمد کا ہے ارغنون باجے کی آواز تمام گرجا میں گونج رہی ہے سلطنت برطانیہ کے پانچ ہزار مقتدر و سربرآوردہ لوگوں اور فوجی بہادروں کا اُدھر ہی دھیان ہے بادشاہ کی آمد کو جلوس کے ابتدائی سلسلے نے بتایا سب سے پہلے لارڈ کیرنگٹن (Lord Carrington) جو سینٹ ایڈورڈ

کا چار فٹ سات انچ لمبا عصا ہاتھ میں لئے ہوئے ہے جس کے سرے
پر چار انچ لمبی سونے کی برچھی لگی ہوئی ہے اور اس پر ایک صلیب کی صورت
بنی ہوئی ہے جس کا تاج اس کے غلام کے ہاتھ میں ہے جو اس کے پیچھے
پیچھے ہے اور **ڈیوک آف آرگائیل** (Duke of Argyll) شاہی خاندان
کے ناظر طلائی عصا اٹھائے ہوئے جس پر یاقوت و الماس جڑے ہوئے
ہیں اور اس پر صلیب کا نشان ہے **ڈیوک** کا تاج بھی پس پشت غلام
لئے ہوئے ہے اس کے بعد شاہی ممبر جو خالص سونے کا ہے اٹھائے
ہوئے مع اپنے غلام کے جو عقب میں ہے آیا بعدازاں **ویکونٹ ولزلی**
شمشیر سلطنت قبضے میں کئے ہوئے ساتھ ہی ان کا غلام تاج لئے ہوئے
داخل ہوئے تلواریں تین قسم کی ہیں ایک عدالت روحانی **دوسری** عدالت
جسمانی تیسری شمشیر رحم کہلاتی ہے دوسری شمشیر ارل روبرٹ کے ہاتھ میں ہے جن
کے پیچھے ان کا غلام تاج لئے ہوئے ہے اور تیسری شمشیر موسوم
بہ کرٹانا (Curtana) ہے جس کا دستہ بالکل طلائے خالص اور میان اعلٰے
قسم کمخاب کا ہے اس کو **ڈیوک آف کریفٹن** (Duke of Crafton) لئے
ہوئے ہے ان کے عقب میں بھی غلام کو تاج برداری کا شرف حاصل
ہے حاملان شمشیر اور ان کے غلاموں کے گزرنے کے بعد چار معزز شخص
مع (**ڈپٹی گارٹر کنگز آف آرمز** (Deputy Garter Kings of Arms)

کے جو اپنا تاج و عصا اپنے ہاتھوں میں لئے ہوئے ہیں ان کے بعد
سر جوزف سی ڈمزڈیل لارڈ میئر (Sir Joseph C. Dimsdale, Lord Mayor)
سٹی میس (City Mace) یعنی گرز شہر اُٹھائے ہوئے ساتھ ہی
جنرل سر میچل بڈلف (Michell Bidd ulph) سیاہ عصا لئے ہوئے ان
کے بعد لارڈ گریٹ چمبرلین (Lord Great Chamberlain) جن کا تاج
لارڈ جارج ہیوگو (Lord George Hugo) کے پاس ہے اور ان کے پیچھے
ہائی کنسٹبل آف سکاٹ لینڈ ہیں جن کا تاج مسٹر کرسچن ایس ایچ کومب
(S. H. Comb) کے ہاتھ میں ہے اس موقع پر دو چھوٹی سلطنتوں کے
ریپریزنٹیٹوان بھی شامل ہیں ان میں سے ایک ارل آف شریوسبری
(Earl of Shrewsbury) ہیں جو سفید عصا لئے ہوئے مع اپنے غلام کے
جو عقب میں ہے آئرلینڈ کی طرف سے بطور لارڈ ہائی سٹی ورڈ
(Lord High Steward) کے اور دوسرے ارل آف کرافورڈ
(Earl of Crawford) جو سکاٹ لینڈ کی طرف سے بطور لارڈ ہائی سٹی ورڈ
کے آئے ہیں ان دونو کے پیچھے ایک ایک غلام ہے اور ڈیوک آف نارفاک
(Duke of Norfolk) بحیثیت ارل مارشل آف انگلینڈ کے آئے ہیں
جن کے ہاتھ میں عصائے سپہ سالاری اور عقب میں دو غلام ہیں ان کی
دوسری جانب لارڈ ہائی کنسٹیبل آف انگلینڈ بادشاہ کا داماد ہے

اس کے بعد ڈیوک آف فائف (Duke of Jife) اپنا عصا لئے ہوئے دو غلاموں کے ہمراہ گزرے ان دونو کے درمیان مارکوئیس آف لنڈن ڈیری (Marquis of Londonderry) سلطنت کی شمشیر لئے ہوئے اور اُن کا غلام تاج اٹھائے ہوئے ہے اس کے بعد تین امرا یکے بعد دیگرے شاہی نشانات لے کر آئے ۔

عین وسط میں تاج سینٹ ایڈورڈ ہے اس کی ایک جانب شاہی عصا مع فاختہ کے دوسری جانب کرۂ ارضی جس کا قطر چھ انچ کا ہے اور جس میں بے شمار جواہرات جڑے ہوئے ہیں اور بیچ میں ایک بڑا یاقوت بیضاوی شکل کا ہے جس کے اوپر ایک صلیب نہایت بیش بہا جواہرات سے مرصع ہے ان تینوں کے پیچھے دو غلام اُن کے تاج اٹھائے ہوئے ہیں اس کے بعد انجیل لائی گئی جس کو بشپ آف لنڈن لئے ہوئے ہیں ان کی ایک طرف بشپ آف ایلائی (Bishop of Ely) اور دوسری طرف بشپ آف وین چیسٹر متبرک اسباب اٹھائے ہیں اور ابھی بادشاہ انگلستان نظر نہ آئے تھے کہ ویسٹ منسٹر کے طلبا بآواز بلند نعرے مارنے لگے کہ [خدا بادشاہ کو سلامت رکھے] حالانکہ یہ قبل از وقت تھا مگر اسی ہنگامے میں شہنشاہ معظم تشریف لائے اور سب امرا و امنائے سلطنت جو ایبی میں بیٹھے ہوئے تھے کھڑے ہوگئے باجے بجنے لگے اور گیت گائے

جانے لگے بادشاہ کے ہمراہ بشپ آف ڈرہم اور بشپ آف باتھ
دائیں بائیں ہیں سلطان معظم شاہی عظمت اور تمکنت سے وسط گرجا
میں آئے اور آہستہ آہستہ کوائر کے نیچے دُہرے چبوترے سے اس طرف
تشریف لے گئے اور اس شاہی نیلی کرسی پر جس کے نزدیک ہی فالڈسٹول
تھا بیٹھے یہ کرسی اُس میز کے قریب بچھی ہوئی ہے جس پر تاج پوشی کا کل
سامان رکھا ہے ملکہ ایلگزنڈرا صاحبہ بھی اپنی کرسی پر تشریف فرما ہیں
شاہی نشان میز پر رکھ دیا گیا اور ½ ۱۲ بجے رسم تاج پوشی کی ابتدا کی گئی
کینٹربری کا آرک بشاپ اپنی جگہ سے اُٹھا تاکہ رکگ نیشن
(Recognition) یعنی ملک معظم کو بادشاہ قبول کرانے کی رسم کو ادا کرے اس
وقت بادشاہ کی بیماری اور ناتوانی کے سبب سے اکثر پُرانی رسمیں نظرانداز
کردی گئیں ملک معظم نے بجائے اس کے کہ کئی جگہ اُٹھ اٹھ کے جاتے اسی
جگہ پر کھڑے کھڑے سب رسمیں ادا کیں ڈاکٹر ٹیمپل صاحب نے لوگوں
کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ صاحبان میں شاہ ایڈورڈ کو جو کہ اس سلطنت
کا بلاشک و رَیب بادشاہ ہے آپ صاحبوں کے سامنے پیش کرتا ہوں
کیونکہ آپ حضرات آج شہنشاہ معظم کی زیارت ہی کے لئے تشریف
لائے ہیں کیا آپ لوگ فرماں برداری کے لئے تیار ہیں فوراً اُس کے
جواب میں لوگوں نے بآواز بلند کہا کہ [خدا بادشاہ کو سلامت رکھے]

اس کے بعد دُعا مانگنے کی رسم جو آرک بشپ کی وساطت سے ادا کرنی پڑتی بسبب ناتوانی بادشاہ چھوڑ دی گئی اور سب نے مل کر عبادت شروع کر دی تھوڑی سی عبادت کرنے کے بعد بادشاہ اُس اقرار نامے کی توثیق کے لئے تیار ہوئے جس پر سال گزشتہ فروری کو دو تو ہوسز آف پارلیمنٹ کے سامنے دستخط فرمائے تھے اس وقت آرک بشپ اور ڈاکٹر ٹیمپل کے اس پوچھنے سے کہ کیا بادشاہ قسم کھانے کے لئے تیار ہیں ملک معظم نے صاف و بلند آواز سے جو تمام گرجا کے اکثر جگہ سنائی دی کہا کہ میں قسم کھانے کو تیار ہوں جس سے لوگوں کو یقین ہؤا کہ اب بادشاہ رسموں کو پورا کرینگے چونکہ بادشاہ ناتوان تھے اس لئے اپنی جگہ سے نہ ہلے اور اپنے ہاتھ میں ایک کتاب کو بطور رسم لیا اور آرک بشپ کو مفصلہ ذیل جواب دیتے رہے +

آرک بشپ ..... کیا آپ صداقت سے اس بات کا اقرار کرتے ہیں اور قسم کھاتے ہیں کہ آپ برطانیہ کلاں و آئرلینڈ و دیگر ممالک محروسہ پر جو اس وقت سلطنت کے تابع ہیں پارلیمنٹ کے قانون اور مختلف ضابطوں کے بموجب حکمرانی کرینگے ۔

بادشاہ .... میں صداقت سے اقرار کرتا ہوں کہ ایسا ہی کرونگا +

آرک بشپ ..... کیا آپ ان تمام فیصلہ جات میں جو آپ کے سامنے پیش کئے جائینگے قانون انصاف و رحم کو مدنظر رکھینگے +

بادشاہ ..... میں رکھونگا +

آرک بشپ .... کیا آپ خدا تعالیٰ کے قوانین کو اور انجیل کے سچے مذہب کو اور پراٹسٹینٹ کے اصلاح کردہ مذہب کو جس کو قانون نے مقرر کیا ہے مدنظر رکھینگے اور کیا آپ انگلستان کے گرجے کی آبادی اور اس کی تعلیم و عبادت و تادیب اور اس کے انتظام کو جیسا کہ قانون نے اس کے لئے قائم کیا ہے بلا تغیر و تبدل قائم اور محفوظ رکھینگے اور کیا آپ انگلستان کے پادری اور بشپ صاحبوں کے حقوق جو قانون نے ان کو دے رکھے ہیں یا آئندہ دی جائیں اور ان گرجوں کو جو ان کے زیر اہتمام ہونگے قائم رکھینگے +

بادشاہ .... میں اقرار کرتا ہوں کہ ان سب امور کو قائم رکھونگا +

اب **بادشاہ** کو چاہیئے تھا کہ اصلی پروگرام کے بموجب اُٹھتے اور میز کے قریب جاتے اور اُن کے آگے آگے تلوار ہوتی لیکن **بادشاہ سلامت** اپنی جگہ سے نہ ہلے بلکہ انجیل اُن کی خدمت میں پیش کی گئی اور انہوں نے اپنا داہنا ہاتھ اُس کے کھلے ہوئے ورقوں پر رکھ دیا اور خود اپنی جگہ پر بیٹھے رہے اور بآواز بلند جس کو اکثر لوگ سُن سکیں کہا کہ جن باتوں کا اب تک میں اقرار کرچکا ہوں ان کو پورا کرونگا اور پابند رہونگا اور اس کے بعد آہستہ آواز سے کہا کہ خداوندا میری مدد کرنا کتاب کو بوسہ دینے کے بعد

بادشاہ نے اُس قلم دوات سے جو ان کے سامنے اسی مطلب کے لئے رکھی ہوئی تھی قسم پر دستخط کر دئے اور اُس کے ساتھ ہی بادشاہ اور ملکہ اپنی چوکیوں پر جُھک گئے اور آرک بشپ نے مفصلہ ذیل دعا مانگی اور باجا بھی ساتھ ساتھ بجتا گیا +

دُعا

اَے پاک رُوح القدس آ اور ہماری روحوں کو الہام کر اور بہشت کے نور سے منور کر۔ تیری روح مقدس ہے تو سات گُنی مہربانیاں عطا کرتا ہے تیرا مبارک مذہبی جوش زندگی کی آسودگی اور محبت کا شعلہ ہے اپنے دائمی نور سے ہماری تاریک نظروں کو منور کر۔ اپنے بے انتہا فضل سے ہمارے خاک آلودہ چہروں کو نورانی کر۔ ہمارے دشمنوں کو ہم سے دور رکھ۔ ہمارے وطن میں امن رکھ۔ جب تو رہنما ہو تو بُرائی نہیں ہو سکتی ہم کو باپ اور بیٹے اور تجھ کو ایک جاننے کی ہدایت کر۔ تمام عمر ہماری یہی لگاتار دعا رہے کہ ہم باپ بیٹے اور رُوح القدس کی تعریف کرتے رہیں +

جب یہ دُعا ختم ہو گئی تو آرک بشپ نے مفصلہ ذیل دُعا مانگی۔

اَے مالک اَے پاک پروردگار جس نے کہ پاک تیل کے ملنے سے بادشاہوں۔ زاہدوں اور نبیوں کو مقدس بنایا تاکہ وہ اپنے بنی اسرائیل کو تعلیم دیں اور اُن پر حکومت کریں اس اپنے پسندیدہ بندہ ایڈورڈ کو برکت

دے اور پاک کر جس کو اب ہمارا پادریوں کا مجمع تیل ملیگا اور اس سلطنت کے بادشاہ کو اس تیل سے مقدس بنائیگا۔ اے خداوندتعالےٰ اپنے روح القدس سے اس کو طاقت بخش اور اپنے آزاد و شاہانہ روح سے اس کو استقلال دے اور اُس کو ہدایت علم دین عطا کر۔ اور اے خداتعالےٰ اپنے پاک ڈر سے اس کو اس وقت اور ہمیشہ ڈرا آمین +

اس کے بعد چار امراے سلطنت جو سیاہ لباس میں ملبس تھے ایک طلاکار شامیانہ لائے اور اُس کو سینٹ ایڈورڈ کی کرسی پر تان دیا اس کے بعد گارٹر (Garter) کے نایٹ اس خیمے کو چاروں کونوں پر سے سہارا دینے کے لئے مقرر کئے گئے تاکہ رسم اصطباغ کے ختم ہونے تک اس کو سنبھالے رہیں یہ چاروں گہرے رنگ کا قرمزی مخمل کا لباس پہنے ہوئے تھے لارڈ روزبری نے شامیانہ کے داہنے ڈنڈے کو لارڈ کیڈگین نے بادشاہ کے بائیں طرف کے ڈنڈے کو اور لارڈ سپین سر اور لارڈ ڈربی نے شامیانہ کی باقی ماندہ چوبوں کو پکڑا اور فوراً بادشاہ کو قرمزی رنگ کی پوشاک پہنائی گئی اور ان کی شاہی ٹوپی اُتار کے کارونیشن کی کرسی پر رکھ دی گئی سکےنن ڈاک ورتھ نے جو کہ ڈین بریڈلی کے بجاے کام کرتا تھا کیونکہ وہ بسبب پیرانہ سالی کے اس خدمت سے معذور تھا تیل کی کپی اور چمچہ کو میز سے اٹھایا اور اُن کو آرک بشپ کے قریب تیار رکھا چونکہ سنہرا زرد پردا تنا ہوا تھا اسلئے

اس کے بعد جو رسم کی گئی وہ عام لوگوں کی نظر سے پوشیدہ رہی لیکن ان رسوم سے جن کی پابندی کی جاتی ہے معلوم ہوتا ہے کہ شہنشاہ ایڈورڈ کے سر پر تین جگہ صلیب کی شکل میں تیل ملا گیا اولاً ان کے سر پر پھر چھاتی پر پھر دونو ہاتھوں کی ہتھیلیوں پر بعد اس کے بادشاہ نہایت انکساری سے جھک گئے اور آرک بشپ نے اپنے دونو ہاتھ دعا مانگنے کے واسطے ان کے سر پر پھیلائے اور یہ دعا مانگی۔

ہمارا خداوند عیسے مسیح جو خدا کا بیٹا ہے جس کو اُس کے باپ نے اُس کے ساتھیوں میں خوشی کا تیل ملا تھا اپنے مقدس نور سے تیرے سر اور دل پر پاک تثلیث کی برکت عطا کرے اور تیرے ہاتھ سے جو کام ہوں ان کو بااقبال کرے اس کے فضل کی مدد سے ان لوگوں کی دولت امن اور بھلائی کو قائم رکھے جو تیرے زیر حکومت کئے گئے ہیں اور اس عارضی بادشاہت پر مدت تک عقل مندی انصاف اور ایمان سے اچھی طرح حکومت کرنے کے بعد تو دائمی سلطنت میں ہمارے مالک یسوع مسیح کی شفاعت سے بھیجا جاوے آمین۔

دُعا ختم ہونے کے بعد بادشاہ اپنی جگہ سے اُٹھے تاج پوشی کی رسم ادا ہو گئی شامیانہ ہٹا کر لپیٹ لیا گیا اور گارٹر نائیٹس (Garter Knights) اپنی اپنی جگہ پر چلے گئے اور بادشاہ کی شکل اس وقت دکھائی دینے لگی جو خاموش میز کی طرف منہ کئے ہوئے کھڑے تھے اور اپنی رعایا کی جانب

پشت کئے ہوئے تھے کے نن ڈکورنتھ۔ جو ڈین کی جگہ کام کر رہا تھا آگے بڑھا اور اسی قرمزی لباس پر بادشاہ کو نہایت اعلےٰ درجے کا شاہی سنہرا چمکدار لباس پہنا کر کمربند زرین کو کمر سے باندھ دیا وہ لباس ایسا شان دار تھا کہ شاید اپنا مثل نہ رکھتا ہو اس کے بعد لارڈ گریٹ چمبرلین نے بادشاہ کی ایڑیوں کے ساتھ سنہری مہمیز کو چھو کر میز پر رکھ دیا اور لارڈ چمبرلین نے شاہی تلوار کو جو اُس کے پاس تھی ایک اور تلوار سے جو ارغوانی مخمل کے میان میں تھی لارڈ لنڈن ڈری سے بدل لیا اور بادشاہ کی کمر سے باندھ دیا جب تلوار بندھ چکی تو آرک بشپ نے مفصلہ ذیل کلمات کہے:۔

اس تلوار سے انصاف کر۔ اور بدی کے بیج کو کھو۔ خداوند تعالےٰ کے پاک دین کی حفاظت کر۔ بیووں اور یتیموں کی مدد کر اور ان کی محافظت کر۔ جو چیزیں نزائل ہو گئی ہیں ان کو از سرِ نو تو بنوا اور جو چیزیں بن گئی ہیں اُن کو قائم رکھ بدوں کو سزا دے اور اُن کی اصلاح کر نیکوں کو عزت دے اگر تو ایسا کام کریگا تو تیرا نام نیکی سے دُنیا میں پھیل جائیگا اور اس دُنیا میں ہمارے مالک یسوع مسیحؑ کی وفاداری سے اطاعت کر تاکہ تو اُس دُنیا میں جو آنے والی ہے اس کے ساتھ حکمرانی کرے ؎

تب بادشاہ سلامت اُٹھے اور اپنی تلوار کو کھولا اور میز کے پاس جا کر تلوار کو میان میں رکھا اور رونق بخش اریکہ سلطنت ہوئے پھر

لارڈ لنڈن ڈرہی نے تلوار کو مع میان کے میز پر سے اُٹھا لیا اور ڈین آف ویسٹ منسٹر کو اس کی قیمت دے دی اور اس کو میان سے باہر نکال کر بادشاہ کی باقی ماندہ رسموں میں کھولے رہا +

اس رسم کے ختم ہونے کے بعد بادشاہ اُٹھے اور لارڈ گریٹ چیمبرلین ڈیوک ڈ رتھ کو جو ڈین کے بجائے کام کرتا تھا شاہی لباس اور آرمیڈا دیا پھر میز پر سے کرۂ ارضی اور صلیب کو منگا کر آرک بشپ نے بادشاہ کو دیا اور یہ دعا کی:-

اس شاہی لباس اور کرۂ ارضی کو لے خداوند تعالےٰ تجھے اپنی بارگاہ عالیہ سے علم و فراست شان و شوکت و طاقت عطا کرے خدا تعالےٰ تجھ کو سچائی کا لباس اور نجات کی پوشاک پہنائے جب تو اس کرۂ ارضی کو دیکھنا تو اس صلیب کو دیکھ کر یاد کر لیا کرنا کہ کل دُنیا ہمارے شفیع عیسےٰ مسیح کی سلطنت اور طاقت کے ماتحت ہے +

بادشاہ نے اپنے اس کرۂ ارضی کو نائب ڈین کو دے دیا تاکہ وہ میز پر رکھ دے اس کے بعد بادشاہ کی انگوٹھی کو آرک بشپ نے بادشاہ کے دائیں ہاتھ کی انگشت سبابہ میں پہنا دیا +

اب سینٹ ایڈورڈ چیئر کی طرف دو عصا کو لے گئے ایک عصا کے ساتھ صلیب اور دوسرے کے ساتھ فاختہ کی تصویر تھی ڈیوک آف کیسل نے بادشاہ کے دائیں ہاتھ میں قیمتی دستانہ پہنا دیا اور اس ہاتھ میں صلیب والے

عصا کو دے دیا اس کے بعد دوسرے ہاتھ میں اُسی طرح سے فاختہ والے
عصا کو دے دیا آرک بشپ چند پادریوں کے ساتھ اپنی جگہ سے اُٹھے اور
آہستہ آہستہ اُسی میز کے پاس گئے کے نن ڈک ورتھ تاج اُٹھائے ہوئے
تھا آرک بشپ نے پہلے غلط طریقے سے تاج پہنانا چاہا مگر بادشاہ
نے نہایت مہربانی سے آرک بشپ کو اس غلطی میں مدد دی اور صحیح رستہ
بتایا تب آرک بشپ نے اپنے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے اُس تاج کو
اونچا کیا جس کے جواہرات چمک رہے تھے اور آہستہ آہستہ لے جاکر
بادشاہ کے ابرو کی طرف سے سر پر رکھ دیا +

آج ۴۶ برس کے بعد سینٹ ایڈورڈ کا تاج پھر ایک بادشاہ کے
سر پر جلوہ افروز ہوا فوراً ہر طرف سے باآواز بلند ہزاروں آدمیوں نے
تین دفعہ کہا کہ خدا بادشاہ کو سلامت رکھے باجے بجنے لگے اور توپوں
کی آوازیں بلند ہونے لگیں تاج پہنانے کے بعد آرک بشپ نے بادشاہ
سے یہ کہا کہ :۔

قوی دل رہ اور حوصلہ عالی کر۔ خدا تعالےٰ کے احکام کو مدِنظر رکھ۔
اور اس کے پاک راستے پر چل۔ اپنے مذہب کے لئے عمدہ لڑائی لڑ اور دائمی
زندگی پر لو لگا اور جب تو اپنی زندگی کو ختم کرلے تو دین داری کا تاج حاصل
کر جو سچا منصف یعنی خدا تجھ کو اس دن عطا کرے +

اس کے بعد آرک بشپ ایڈورڈ چے پل (Edward Chapel) میں تھوڑی دیر آرام کرنے کے لئے گیا اور وہاں سے واپس آکر انجیل کو بادشاہ معظم کے آگے پیش کیا اور یہ کہا:-

ہمارے فیاض بادشاہ ہم یہ مقدس کتاب تجھے دیتے ہیں جو دنیا کی سب قیمتی چیزوں سے بیش قیمت ہے اسی کتاب میں کل جہان کی فراست ہے یہی خدا کا قانون ہے اور اسی میں خدائے تعالےٰ کا کلام ہے +

انجیل پھر واپس دی گئی اس کے بعد ڈاکٹر ٹیمپل نے مفصلہ ذیل دعا مانگی:-

خدا تعالےٰ تجھے برکت دے اور قائم رکھے اور جیسا کہ اُس نے تجھے خلائق کا بادشاہ بنایا ہے اسی طرح سے وہ تجھ کو دُنیا میں بااقبال کرے اور بروز قیامت تجھ کو اپنے دائمی آسایش کا حصہ دے آمین +

خدائے تعالےٰ تجھے زرخیز ملک ۔ اعتدال موسم ۔ فتح مند فوج و جہاز ۔ باامن سلطنت ۔ وفادار امرا ۔ عقل مند و راست باز مشیر ۔ صلاح کار خیر خواہ حکام ۔ نمک حلال شرفا فرائض کے پابند زاہد و عالم ۔ فائز رساں پادری ۔ باایمان محنتی و تابع دار رعایا عطا کرے آمین +

بادشاہ معظم سینٹ ایڈورڈ چیپل سے اُٹھے تاج سر پر اور گیند دونو ہاتھوں میں اور اُمرا کا جمگھٹا ساتھ ساتھ تھا اور ایسے سنہرے لباس

میں ملبس تھے کہ انسان کی نظر نہیں ٹھیر سکتی تھی اور خراماں خراماں نیل گوں فرش پر سے گزر کر اپنے تخت کے قریب پہنچے پانچ سیڑھیاں چڑھ کر بادشاہ معظم رونق افروز تخت سلطنت ہوئے اس کے بعد شہزادگان انگلستان اور اُمرائے رسم کورنش ادا کی کچھ دقّت سے آرک بشپ چبوترے پر چڑھا اور شہنشاہ معظم کے پیر پر جھکا اور قسم کھائی اور بادشاہ کے بائیں رخسار کو بوسہ دیا اس کے بعد شہزادہ ولی عہد بڑھے تاکہ اپنے اور دیگر شاہی خاندان کی طرف سے کورنش بجالائیں اپنے باپ کے سامنے جھک کر رخسارے پر بوسہ دینے کے لئے سیدھے ہوئے باپ بیٹے کی طرف دیکھکر محبّت سے مسکرائے اور اپنے ہاتھ پھیلائے تاکہ شہزادہ صاحب اُن کو بوسہ دیں پرنس آف ویلز بڑے ادب سے ہاتھوں کی طرف جھکے اور بوسہ دیکر رخصت ہونے ہی کو تھے کہ بادشاہ نے اپنا ہاتھ پھیلایا اور اپنے بیٹے کا ہاتھ دبا کر بڑی محبت سے ہلایا دونوں ایک دوسرے کو جوش محبّت سے دیکھتے رہے اس بات سے اُن لوگوں کے دل محو حیرت ہوگئے جنھوں نے اس حال کو دیکھا شہزادہ معظم چبوترے سے اُتر کر تشریف لے گئے اور اپنی جگہ پر جا بیٹھے اس کے بعد گرجا میں ہومیج انیتھم (Homage Anthem) بجنے لگا اور سب پی ارز (Peers) نوبت بہ نوبت آئے اور کورنش بجالائے اور باجے اور تمام لوگ جو اس جگہ موجود تھے باآواز بلند کہنے لگے کہ خداوند کریم

بادشاہ ایڈورڈ کو سلامت رکھے بادشاہ ایڈورڈ مدت تک زندہ رہے بادشاہ ہمیشہ تک زندہ رہے اور اس پر بادشاہ کی تاج پوشی کا خاتمہ ہوا

جب بادشاہ معظم تخت پر جلوہ افروز ہو چکے اس وقت اپنی ملکہ کی تاج پوشی دیکھتے رہے ملکہ الگزنڈرا اپنے جاہ وحشمت کے ساتھ آگے بڑھیں اور اس میز کے زینے کے قریب جھک گئیں آرک بشپ نے چند مختصر رسمیں بجالانے کے بعد ملکہ کا تاج میز سے اٹھایا اور ملکہ کے سر پر رکھ دیا ان کے ساتھ ہی پئیرز کی عورتوں نے اپنے اپنے سر پر تاج رکھ لئے جیساکہ ان کے خاوندوں نے بادشاہ کی تاج پوشی کے بعد کیا تھا تب ملکہ اپنے ہاتھ میں عصا لئے ہوئے اور دوسرے ہاتھ میں ہاتھی دانت کا عصا مع فاختہ کے لئے ہوئے آہستہ آہستہ تخت کی طرف چلیں اور چلنے کے وقت زرّیں لباس عجب چمک دمک دکھا رہا تھا بادشاہ کے سامنے سے گزر کر نہایت خوشی سے کورنش کرتی ہوئیں اپنے تخت پر جا بیٹھیں بادشاہ و ملکہ اپنے تختوں کو چھوڑ کر مقدس جگہ میں گئے اپنے عصاؤں کو اپنے ملازموں کو دیا اور اپنے تاجوں کو اُتار دیا بادشاہ نے روٹی اور شراب کی مقدس نیاز کو چڑھایا اور سونے کی ایک سل اپنی طرف سے اور ویسی ہی ملکہ کی طرف سے اس مقدس جگہ پر چڑھائی جب اس جگہ کی رسمیں پوری ہو چکیں تو وہ روٹی اور شراب جھکے ہوئے بادشاہ اور بیگم کو دی گئی اس کے بعد

بآواز بلند دعائیں وغیرہ پڑھی گئیں بادشاہ و ملکہ یہاں سے علٰحدہ علٰحدہ رستوں سے سینٹ ایڈورڈ گرجا میں چلے گئے وہاں بادشاہ نے اپنا سنہرا لباس اُتار کر مخملی لباس پہن لیا +

بہت دیر کے بعد یہ جم غفیر ایبی سے نکلا اور واپسی کا جلوس شروع ہُوا بادشاہ کے سر پر تاج ہاتھ میں گیند و عصا بدن میں قرمزی مخمل کا لباس تھا ویسٹ منسٹر کے لڑکوں نے بلند آوازوں سے پہلے تین دفعہ بادشاہ کو اور پھر ملکہ کو چیرز دئے اور کُل گرجا کے آدمیوں نے جس قدر نیچے اوپر بیٹھے ہوئے تھے اس زور سے نعرے مارے کہ تمام مکان گونج اُٹھا +

ایبی سے شاہنشاہ معظم کا شاہی محل میں واپس جانا

سب سے پہلے ایک بج کے ۴۰ منٹ پر رائل چلڈرین (Royal-Children) یارک ہوس (York House) کو واپس ہوئے اور بآواز بلند اُن کو چیرز دئے گئے اس کے بعد ڈیوک آف کناٹ نکلے اور لارڈ رابرٹ و لارڈ کچنر ان کے بعد باہر آئے ہر ایک کو چیرز دئے گئے ۲ بج کے ۹ منٹ گزرنے پر شہنشاہ معظم و ملکہ معظمہ گرجا سے باہر تشریف لائے ایک خلق خدا باہر دیر سے منتظر کھڑی تھی بادشاہ و ملکہ شاہی گاڑی میں بیٹھے ۳ منٹ تک گاڑی ٹھیری رہی اور دونو آپس میں گفتگو کرتے اور مُسکراتے رہے

ہر طرف سے لوگ چیرز کے نعرے بلند کرتے تھے یہاں سے شاہی گاڑی آہستہ آہستہ چلی اور کے ننگ سٹیچو (Canning Statue) میں سے گزری اس جگہ صبح کے ۹ بجے سے اس وقت تک شاہی جلوس دیکھنے کے لئے لوگ منتظر بیٹھے تھے گو صبح سے ۱۱ بجے تک قسم قسم و ملک ملک کے لوگ اپنی اپنی وضع کی وردیوں میں گزر چکے تھے اور ایک ایسا منظر دکھا چکے تھے جو شاید کبھی ان لوگوں کی نگاہوں سے نہ گزرا ہوگا مگر اُن کی نگاہیں جلوس شاہی کی مشتاق تھیں بڑی دیر کے بعد ان کی امید بر آئی یعنی شاہی جلوس کے سوار اور سواری نظر پڑے دور سے چیرز اور نعروں کی آوازیں سنائی دیں جو بتاتی تھیں کہ شاہ معظم کی گاڑی نزدیک ہے اور جس قدر لوگ اُن سٹینڈوں پر بیٹھے تھے اُٹھ اُٹھ کر اس طرف دیکھنے لگے یہاں تک کہ شاہ معظم مع اپنی ملکہ صاحبہ کے سروں پر تاج شاہی رکھے ہوئے نمایاں ہوئے ہر طرف سے مبارک بادی کے چیرز بلند ہوئے شاہی گاڑی آہستہ آہستہ یہاں سے ہو کر ٹریفالگر سکوئر کی طرف چلی اس جگہ بھی لوگوں کی کثرت تھی ٭

صبح کے ۹ بجے سے دن کے $2\frac{1}{2}$ بجے تک لوگ شوق سے شاہی جلوس و افواج کے گوناگوں رنگوں کو دیکھ رہے تھے اور اس گھڑی کے منتظر تھے کہ بادشاہ کو تاج پہنے ہوئے جاتے دیکھیں کامل چار گھنٹے کے انتظار کے

بعد توپوں کی آوازوں نے اُن کو اطلاع دی کہ شاہ معظم کے سر پر
تاج رکھ دیا گیا اب کیا تھا ایک ایک منٹ ان کو ایک ایک گھنٹے کے برابر
گزرتا تھا ہر شخص کا دل اسی پر لگا ہوا تھا کہ کب شاہ کی سواری گزرے اس
جگہ پر اس قدر شور وغوغا اور لوگوں کی کشمکش تھی کہ ایک دفعہ تو اُس انتظام
کو بھی جو پولیس وفوج نے کیا تھا درہم وبرہم کردیا ساری ترتیب بگڑ گئی
بعض ان بیچاروں کی جگہیں چھن گئیں جو صبح سے اپنی عمدہ جگہ پر بیٹھے
تھے مگر یہ بد انتظامی چند ہی منٹ میں پولیس وفوج کے حُسن انتظام
سے رفع کردی گئی اور آخر وہ وقت آگیا جس کے لئے یہ لوگ اس قدر زور
وشور کر رہے تھے یعنی شاہ معظم کی سواری اُن کے سامنے سے گزری اور
ہر طرف سے لوگوں کی صدائیں بلند ہوئیں یہ جم غفیر اس جلوس کو دیکھتا
رہا یہاں تک کہ شاہی گاڑی یہاں سے گزر کر پال مال اور سینٹ جیمز سٹریٹ
(St. James's street) کی طرف چلی لوگوں نے بادشاہ کو دیکھ کر خوشی کے
نعرے بلند کئے اور ہر طرف سے چیرز کی آوازوں سے آسمان گونج اٹھا
اس جگہ سے شاہی گاڑی کنسٹیٹیوشن ہل (Constitution Hill) میں سے
گزر کر شاہی محل میں داخل ہوئی اس وقت موسم کی رنگت اور دن کی حالت
میں بھی تغیر پیدا ہو گیا تھا تھوڑی بارش بھی ہونے لگی تھی شاہی
سواری اسی ترتیب سے محل میں واپس آئی جس طرح سے کہ یہاں سے

چلی تھی یہاں لوگوں کی اس قدر کثرت تھی کہ تِل رکھنے کو جگہ نہ ملتی تھی پہلے بادشاہ سلامت پھر ملکہ معظمہ گاڑی سے اُترے اور داخل شاہی منزل ہوئے

الغرض اس طرح اس بڑے جشن کی رسم کا خاتمہ ہؤا جس کے لاکھوں آدمی منتظر تھے اور ہزاروں میل سے ہر خطّے کا آدمی اس لئے طول طویل سفر طے کر کے آیا تھا بادشاہ سلامت جب تاج پوشی کی رسموں سے فارغ ہو کر ۲½ بجے کے قریب تشریف لے جا چکے تو پھر میں گاڑی میں سوار ہو کر جو گرجا کے باہر موجود تھی اپنے فرودگاہ کو واپس ہؤا راستے میں اُن لوگوں کا ہلّڑ جو اب خوش خوش اپنے اپنے گھروں کو واپس ہو رہے تھے قابل دید تھا خاص خاص راستے واپس ہونے کے لئے تھے اور کسی شخص کو اجازت نہ تھی کہ مقررہ راستے کے سوا دوسرے راستے سے جائے ہر بازا کے شروع میں مضبوط دروازے بنائے گئے تھے اور پولیس کا مضبوط پہرہ تھا کارونیشن میں چونکہ میں بہت دیر تک بیٹھا رہا اور نیز واپسی کے وقت تھوڑی تھوڑی بارش بھی ہو رہی تھی اور ہوا میں اچھی خنکی ہو گئی تھی اسلئے مجھے کسی قدر بُخار چڑھ آیا یہاں پہنچ کر چائے وغیرہ پی اور آرام کیا پھر رات تک میں کسی جگہ نہ گیا اور چراغان شہر کی بھی سیر نہ کی +

۱۰- اگست سنہ ۱۹۰۲ع یوم یکشنبہ

آج صبح کو اُٹھا اب طبیعت درست ہے کھانا وغیرہ کھانے سے فارغ

ہوکر گاڑی موجود پائی سوار ہوکر ہائیڈ پارک (Hyde Park) میں سیر کے لئے
گیا کم بارش ہو رہی تھی وہاں سے ۱۲ بجے واپس آیا اور ۲ بجے پھر سوار
ہوکر سر الفرڈ لائل صاحب (Sir Alfred Lyall) سر چارلس لائل صاحب
(Sir Charles Lyall) و سر میکورتھ ینگ صاحب (Sir Mackworth Young)
و کرنل مارشل صاحب (Colonel Marshell) کی ملاقات کرنے اور ان سے
رخصت ہونے کے لئے گیا۔ بعد ملاقات پانچ بجے ہوٹل واپس آیا اور چاے
وغیرہ سے فارغ ہوکر نماز پڑھی قریب ۶½ بجے کے شیخ اعجاز حسین صاحب
و شیخ سجاد حسین صاحب جو ضلع علی گڑھ سے بغرض تعلیم یہاں آکر مقیم
ہوئے ہیں ملاقات کے لئے تشریف لائے اعجاز حسین صاحب آج کے
علاوہ بھی میرے ملنے کے لئے اکثر آتے رہے اور امتحان بیرسٹری کی
تیاری کر رہے ہیں قریب دو سال کے بعد پاس ہوکر واپس جائینگے اور
اُن کے چھوٹے بھائی سجاد حسین صاحب بھی ۶ ماہ سے رائل اگریکلچرل کالج
(Royal Agricultural College) میں تعلیم پاتے ہیں اعجاز حسین صاحب
خاص لندن میں ۲۸ میڈل ٹیمپل (Middle Temple) میں مقیم ہیں
۹ بجے شب تک اُن سے گفتگو ہوتی رہی اور زراعت کے بارے میں جو نئی
تحقیقیں بذریعہ تعلیم اُن کو دریافت ہوئی ہیں اُن کا ذکر رہا وہ ۹ بجے رخصت
ہوئے اور کھانا کھانے و نماز پڑھنے سے فارغ ہوکر میں شہر کے چراغان

کی سیر دیکھنے کے لئے گیا گو گذشتہ رات کو بہ سبب تکان و کسل طبیعت کے اس دل خوش کن تماشے سے معذور رہا چراغان قابل دید تھا کیونکہ شہر کا ہر حصہ روشنی سے ایک بقعہ نور معلوم ہو رہا تھا دُکانوں اور مکانوں پر مختلف قسم کے پھولوں کی صورت میں روشنی کی بہار قابل دید تھی بادشاہ و ملکہ کے تاج کی شکل کو برقی روشنی سے اس طرح روشن کیا تھا کہ نور کے تاج معلوم ہوتے تھے جب یہ روشنی چمکتی تھی تو بادشاہ معظم کا نام ایک عبارت کی صورت میں جلوہ گر ہوتا تھا اور عجب کیفیت دکھائی دیتی تھی خصوصاً کینڈین آرچ (Canadian Arch) جو عین وسط بازار میں تھا عجب لطف دکھاتا تھا نیچے سے اوپر تک ہزاروں لمپ قسم قسم کے رنگ کے منور نظر آتے تھے اور بادشاہ کے لئے دعا وغیرہ ایسے خوبصورت حروف میں روشن لکھی تھی کہ سامنے سے صاف پڑھ سکتے تھے شہر کے اُن بازاروں میں خاص کر روشنی کا اہتمام بڑے زور سے کیا گیا تھا جہاں سے جلوس تاج پوشی گزرا تھا لوگوں کی اس قدر کثرت تھی کہ ہر جگہ ہزاروں مرد و عورتیں اور بچے دکھائی دیتے تھے اور رات کو بالکل گاڑی و گھوڑے وغیرہ کے پھرنے کی اجازت نہ تھی یہ چراغان بھی خوبی اور بڑی رونق سے کیا گیا تھا چراغان کی سیر کرنے کے بعد واپس آیا +

۱۱- اگست سنہ ۱۹۰۲ء یوم دوشنبہ

آج صبح کو ۷ بجے بیدار ہوا اور کھانے وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد ۱۰ بجے سوار ہو کر مضافات لنڈن کی سیر کرنے گیا اور اپنے میر منشی میر صفدر حسین صاحب کو کک اینڈ سنز (Cook & Sons) کے دفتر میں بھیجا تاکہ وہ واپسئے ہندوستان کا انتظام کریں اور پیرس (Paris) جانے کے لئے گاڑی ریزرو کرائیں ۲ بجے کے قریب میں ہوٹل میں واپس آیا چائے پینے و نماز پڑھنے کے بعد پھر چند احباب کے ملنے کے لئے گیا اور مختلف پارکوں کی سیر کی اور شام کو ہوٹل واپس آکر اپنی ضروریات سے فراغت پائی +

۱۲- اگست سنہ ۱۹۰۲ء یوم سہ شنبہ

آج آسمان اس قدر تاریک ہے کہ دن کو بغیر لیمپ کی روشنی کے کمرے میں باریک اشیا کا نظر آنا ناممکن ہے گو ہر جگہ کچھ کچھ روشنی ہے کہ جس سے تمیز ہو سکتی ہے کہ دن ہے ۔ ۱ بجے تک اپنی ضروریات سے فارغ ہو کر شہر میں سیر کرنے کے لئے گیا اور چند مشہور مقامات دیکھے جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے ایک بجے واپس آکر اسباب سفر کک اینڈ کمپنی کے آدمی کے حوالے کیا گیا تاکہ وہ لے جا کر جہاز پر درستی سے رکھے پانچ بجے پھر باغوں کی سیر کی اور سات بجے شام کو واپس آیا تاکہ اپنے دوست مسٹر کک صاحب بہادر کا جو ڈبلن کے کالج میں پروفیسر ہیں اور جن کی نسبت مفصل حال میں نے

اپنے قیام ڈبلن میں لکھ دیا ہے ریسیو کروں جن کو خاص کر مہانان شاہی ہندوستان نے مدعو کیا تھا صاحب موصوف مع اپنی میم صاحبہ و صاحبزادے کے تشریف لائے اور گیارہ بجے رات تک اختلاط کرنے کے بعد رخصت ہوئے۔

۱۳- اگست ۱۹۰۲ء یوم چہار شنبہ

آج صبح ۶ بجے اُٹھا اور کھانا کھا کر اپنے بعض احباب سے ملنے گیا اور اپنے میر منشی کو روانہ کیا تاکہ وہ کک اینڈ سن کے دفتر میں جا کر اپنے حساب کا فیصلہ کریں اور کل جانے کے لئے بھی انتظام کریں آج ہی میں نے اپنی عکسی تصویر بھی لارڈ جارج ہملٹن صاحب (Lord George Hamilton) سکرٹری آف سٹیٹ کی خدمت مین بھیجی جس کی خواہش صاحب موصوف نے مجھ سے کی تھی سیر وغیرہ کرنے کے بعد میں واپس ہؤا تاکہ چائے وغیرہ و دیگر ضروریات سے فارغ ہو کر بکنگھم پیلیس (Buckingham Palace) میں ملاقات شہنشاہ معظم کے لئے جاؤں جس کے لئے ۳½ بجے شام کا وقت مقررہ ہؤا تھا قریب تین بجے میں ہوٹل سے گاڑی میں سوار ہو کر اس وقت روانہ ہؤا جبکہ خفیف خفیف بارش ہو رہی تھی اور بکنگھم پیلیس کے دروازے پر جہانکہ سرخ مخمل کا فرش ہے اُترا سکرٹری صاحب نے ریسیو کیا ان کے ہمراہ شاہی مکان سے گزر کر اس کمپونڈ (Compound) میں گیا جہاں شاہی شامیانہ نصب ہے اور اس کے سامنے ہندوستانی فوج چار قطار میں صف آرا ہے جسکی

ہر قطار میں ۲۵۰ آدمی صف بستہ ہیں ان کے کمانڈنگ افسر کرنل واٹسن صاحب (Colonel Wattson) تھے یہ فوجیں اپنی اپنی رنگ برنگ خوش وضع وردیوں میں ریویو کی رونق کو بڑھاتی ہیں جس وقت خیمے میں داخل ہوا اکثر مہمانان شاہئے ہند و چند مہاراجگان اس جگہ اپنے زرق برق لباسوں میں شامیانے کی رونق کو دوبالا کر رہے تھے تھوڑے ہی عرصے کے بعد شاہنشاہ معظم و ملکہ معظمہ تشریف فرما ہوئیں جن کے ہمراہ پرنس آف ویلز صاحب مع پرنسز آف ویلز صاحبہ و پرنس و پرنسز چارلس ڈنمارک و کروان پرنس ڈنمارک و ڈیوک ڈچز سپارٹا و پرنسز لوئی آگسٹا و مکلین برگ پرنس جارج پرنس انڈریو آف گریس و مہاراجہ جے پور و مہاراجہ سیندھیا گوالیار و ترکی سفیر وغیرہ وغیرہ تھے جو ہیں بادشاہ اس جگہ پہنچے تمام فوج کی باقاعدہ سلامی ہوئی بادشاہ نے مسکرا کر جواب دیا اور شامیانہ کے سامنے اپنی جگہ پر جا بیٹھے نیشنل اینتھم بجنے لگا سب سے پہلے مہمانان شاہی ہند نے یکے بعد دیگرے حضوری حاصل کی ہر ایک سے بادشاہ سلامت نے خندہ پیشانی سے گفتگو فرمائی اور وہ کارونیشن میڈل جو بادشاہ کے سامنے میز پر پڑے تھے اور جن کو پرنس آف ویلز صاحب ملک معظم کے آگے پیش کرتے تھے اپنے دست مبارک سے دیتے تھے چنانچہ میری نوبت پر بھی بادشاہ سلامت نے مہربانی و التفات

سے میڈل کو عطا کیا جب سب مہمانان شاہی کو تمغے دئے جا چکے تو فوج ایک ایک قطار میں سامنے سے گزری جو شاہ معظم کو سلام کرتی تھی پرنس آف ویلز صاحب بہادر نے بکمال شفقت ان کو بقیہ تمغہ جات کارونیشن عطا کئے جب یہ کل سپاہی و افسران فوج تمغہ جات پا چکے تو شاہ معظم اُسی بارش میں باہر نکلے اور کھڑے ہو کر مفصلہ ذیل تقریر فرمائی :—

تقریر شاہنشاہ معظم

"کرنل وائسن صاحب مَیں چاہتا ہوں کہ آپ میری طرف سے ہر رتبے کے لوگوں کو جو آج اس جگہ میرے سامنے موجود ہیں اس بات سے آگاہ کر دیں کہ مَیں ان کے دیکھنے سے نہایت خوش ہوا مجھے بڑا خوف تھا کہ مبادا ایسا نہ ہو کہ میری سخت بیماری مجھے ان کے دیکھنے سے روک لے لیکن اب میں اللہ تعالےٰ کے فضل و رحم سے بالکل تندرست ہوں یہ بھی بڑی خوشی کا باعث ہے کہ اس قدر لوگوں نے تمغے حاصل کئے ہیں ان میں سے بہت سے رجمنٹوں کو پہچانتا ہوں کہ جن کو مَیں نے دہلی کی مصنوعی جنگ و دیگر مقامات ہند میں دیکھا تھا مجھے امید ہے کہ یہ انگلستان میں رہنے سے بہت محظوظ ہوئے ہونگے اور اپنے وطن کو بخیریت تمام پہنچینگے" +

شاہ معظم کی تقریر ختم ہونے پر فوج نے تین بلند چیرز دئے اور

رخصت ہوئی شاہ معظم جب تک کہ کل فوج سامنے سے نہ گزری کھڑے رہے اور ہر شخص کا فرداً فرداً سلام لیتے رہے اس کے بعد محل شاہی میں تشریف لے گئے، ہم سب بھی ساتھ ساتھ تھے جب کل شاہزادگان یورپ تشریف لے جا چکے تو ہم نے شہنشاہ معظم سے رخصت چاہی جواب میں انھوں نے نہایت مہربانی سے فرمایا کہ آپ سب صاحبان کے لئے چائے تیار کی گئی ہے میں بہت خوش ہونگا اگر آپ وہاں تھوڑی دیر بیٹھ کر چائے وغیرہ پئیں چنانچہ ہم سب مہمانان شاہی مع راجگان با اختیار اس کمرے میں گئے وہاں ملکہ معظمہ بھی تشریف لائیں اور کمال مہربانی سے ہر ایک کی دل جوئی کرتی تھیں چائے پینے و میوہ وغیرہ کھانے کے بعد ہم نے بادشاہ معظم و ملکہ معظمہ سے رخصت چاہی جنہوں نے بکمال مہربانی و التفات رخصت کیا *

اس جگہ شاہنشاہ معظم و ملکہ معظمہ و کل خاندان شاہی کا مختصر حال لکھنا نہایت مناسب معلوم ہوتا ہے۔ حضور ملک معظم اعنی شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم ملکہ معظمہ کوئن وکٹوریہ صاحبہ آں جہانی و ہز رایل ہائینس پرنس فرنیس البرٹ آگسٹس چارلس ایمے نیوایل پرنس کن سرٹ ڈیوک آف سیکسنی پرنس آف سیکس کوبرگ و گوتھا کے صاحبزادے ہیں ان کے والد ماجد نے جو ارنیسٹ فریڈرک انیتھونی چارلس لوئی ڈیوک و حکمران سیکس کوبرگ و گوتھا کے دوسرے صاحبزادے تھے ۱۴- دسمبر ۱۸۶۱ء میں انتقال فرمایا حضور

ملک معظم ۹ نومبر ۱۸۴۱ء کو پیدا ہوئے اور ۲۴ دسمبر ۱۸۴۱ء میں پرنس آف ویلز و ارل آف چسٹر کے معزز خطابات سے نامزد کئے گئے ۱۸۴۹ء میں ارل آف ڈبلن بنائے گئے ۲۲- جنوری ۱۹۰۱ء میں اپنی والدہ ماجدہ کے انتقال کے بعد رونق افروز اریکۂ سلطنت ہوئے اور ۲۴ جنوری ۱۹۰۱ء کو بادشاہ مشتہر ہوگئے اور ۹- اگست ۱۹۰۲ء کو ویسٹ منسٹر میں تاجپوش ہوئے جس کا ذکر بالتفصیل اسی سفرنامے میں ہو چکا ہے برطانیہ کلاں و ہندوستان کے تعلیمی و فوجی و دینی کل اعلےٰ اعلےٰ خطابات حاصل کئے جن کی پوری تفصیل کے لئے ایک جدا کتاب کی ضرورت ہے ماسوائے ان کے اکثر سلطنتہائے غیر کے معزز خطابات سے بھی ممتاز ہیں پارلیمنٹ نے ۱۸۶۳ء میں ان کے لئے جبکہ وہ پرنس آف ویلز تھے چالیس ہزار پونڈ سالانہ کا رنوال کی ڈچی کی آمدنی جاگیر کے سوا مقرر فرمائے اور ۱۸۸۹ء میں چھتیس ہزار پونڈ سالانہ پارلیمنٹ نے حضور ملک معظم کی اولاد کی پرورش و تعلیم کے لئے اضافہ دینا منظور کیا تخت پر جلوس فرماتے ہی ان کے خرچ و اخراجات کے لئے چار لاکھ ستّر ہزار پونڈ سالانہ بموجب ایکٹ پارلیمنٹ مقرر کئے گئے ۱۰- مارچ ۱۸۶۳ء کو ان کی شادی پرنسس الگزنڈرا کیرولین میری چارلوٹ لوئیسا جولیا سے قرار پائی تھی جو شاہ ڈنمارک کی بڑی صاحبزادی ہیں یہ اوّل دسمبر ۱۸۴۴ء میں پیدا ہوئی تھیں پارلیمنٹ نے ان کے

لئے علیحدہ ۱۸۶۳ء میں دس ہزار پونڈ سالانہ مقرر کئے اگر یہ اپنے شوہر کے بعد تک زندہ رہیں تو اُن کو تیس ہزار پونڈ سالانہ دئے جائینگے شاہنشاہ معظم کی تخت نشینی کے بعد اپریل ۱۹۰۱ء میں ستر ہزار پونڈ سالانہ ان کے لئے مقرر ہوئے شاہنشاہ معظم نے ابتدائے شباب سے اس وقت تک جس قدر رحم دلی اور ہمدردی کے خیال کو رعایا کی نسبت ظاہر فرمایا اُس کے بیان کی ضرورت نہیں ہر ملک کے لوگ اُن کو نہایت عزیز نگاہوں سے دیکھتے ہیں یہ مخصوص قدرشناسی تھی کہ تاج پوشی کے مبارک موقع پر اپنی رعایائے ہندوستان کو فراموش نہ کیا اور مہمان نوازی سے زیادہ عزت افزائی کی کیا یہ خیال رعایا کے دل خوش کرنے کے لئے کچھ کم ہے کہ اس ناگہانی بیماری میں بھی اس قدر خیال رکھا اور اپنے لختِ جگر پرنس آف ویلز صاحب کے ذریعے سے ظاہر فرمایا کہ اگر ہندوستانی مہمانان شاہی و افواج ہند اُن کی صحت تک ٹھیریں اور موقع تاج پوشی پر شریک ہوں تو وہ بہت خوش ہونگے اس میں کوئی کلام نہیں کہ جس محبت اور شوق سے انہوں نے اپنی رعایائے ہندوستان کو مدعو فرمایا اور اُن کی عزت افزائی کی وہ ایسی نہیں ہے کہ اس کو ہم لوگ بھول جائیں ✣

شاہی محل سے روانہ ہو کر میں آرام گاہ میں آیا چونکہ انشاءاللہ کل پیرس جانے کا ارادہ ہے اس لئے اسباب وغیرہ کے باندھنے اور درست کرنے کی فہمائش کی گئی اور آٹھ بجے شام کو کھانے اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد آرام کیا ✣

سیاحت پیرس

۱۴ - اگست ۱۹۰۲ء یوم پنجشنبہ

آج صبح کو اٹھا اور ۱۰ بجے کھانے سے فارغ ہو کر مع ڈاکٹر پالن صاحب کمشنر و میر منشی سید اصغر حسین صاحب سلمہ اللہ پیش خدمت سب صاحبوں سے رخصت ہو کر ۱۰ ½ بجے بارادہ سفر فرانس ہوٹل سے چلا اور ۱۰ ¾ بجے لنڈن کے وکٹوریہ سٹیشن پر پہنچا سپیشل ٹرین تیار تھی مسٹر کرزن وائیلی صاحب و ڈنلوپ سمتھ صاحب کے بھائی بھی اسٹیشن پر موجود تھے اُن سے بھی رخصت ہو کر مع ہمراہیان کے ریل پر سوار ہوا - اسی گاڑی میں مہاراجہ صاحب کپورتھلہ و مہاراجہ صاحب کوچ بہار بھی تشریف لئے جاتے ہیں جن سے تھوڑی دیر تک گفتگو رہی اکثر معزز

مہمانان شاہی ہند بھی اسی راہ سے جاتے ہیں تاکہ راستہ بھی کم ہو جائے اور فرانس کے مشہور شہروں کی سیر بھی کی جائے مگر بعض صاحبان نے دریائی راہ کو اختیار کیا۔ مثلاً راجہ پرتاب بہادر سنگھ آف پرتاب گڑھ و نواب محمد اسلم خاں صاحب وغیرہ وغیرہ پورے گیارہ بجے گاڑی چلی اور ایک بجے ڈوور پر پہنچی یہاں سے جہاز پر سوار ہو کر ۲۱ میل سمندر طے کرنے کے بعد دوسری جانب فرانس کے شہر کیلے میں پورے ایک گھنٹہ ۲۰ منٹ کے بعد پہنچا اور جہاز سے اُتر کر ریل پر جو ساتھ ہی کنارے پر تیار کھڑی ہے سوار ہوا ½۳ بجے ریل پیرس کو روانہ ہوئی راستے میں صرف ایک امی اینز اسٹیشن پر ٹھیری باقی کسی جگہ نہ رُکی تمام راستے میں جو میں نے تقریباً ۱۷۶ میل طے کیا برخلاف انگلستان کے ہر طرف فصلی زراعت دیکھنے میں آئی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ زراعت میں بہت سرگرم ہیں اور فصلیں بھی عمدہ معلوم ہوتی ہیں ½۷ بجے شام کو پیرس میں اُترا مہاراجہ صاحبان کولاپور و کوچ بہار براہ راست مارسیلز کو گئے ریلوے سٹیشن پر کک اینڈ کمپنی کا انٹرپریٹر یعنی مترجم مع گاڑی موجود ہے ریل سے اُتر کر گاڑی میں سوار ہوا اور سٹیشن سے سیدھے گرانڈ ہوٹل میں آیا یہ ہوٹل اپنے انتظام و آرائش میں اچھا ہے نہایت ہی سجا ہوا اور خوبصورت بنا ہوا ہے کھانا کھانے کے بعد گیارہ بجے رات کو سویا +

۱۵۔ اگست ۱۹۰۲ء یوم جمعہ

آج صبح کو اٹھارات کو ۲ بجے تک نیند نہیں آئی معلوم نہیں کہ اس کا کیا باعث تھا شاید تکان ہی باعث ہو چائے پینے کے بعد دس بجے انٹر پریٹر مع گاڑی کے آیا اور بیان کیا کہ آج عیسائیوں کا بڑا دن ہونے کے سبب سے مشہور سیرگاہیں اور بڑی بڑی دکانیں بند ہیں اس لئے صرف بازار اور چند باغات کی سیر کے لئے تشریف لے چلیں بہتر معلوم ہوتا ہے کہ اس شہر کا کچھ مختصر حال لکھا جاوے کیونکہ یہ شہر تمام دنیا میں مشہور اور اپنی رونق اور خوش وضع آبادی میں بے مثل سمجھا جاتا ہے +

قدیمی تاریخی حالات پیرس

قدیم زمانے میں ایک قوم پیری سی (Parisii) نامی اس جگہ پر جہاں اب پیرس واقع ہے دریائے سیکوئینیا (Sequana) کے کنارے پر جس کو آج کل سین (Seine) کہتے ہیں آباد تھی اس قوم نے ایک چھوٹا سا موضع لوٹے شیا (Lutetia) بسایا تھا یہ موضع رومن بادشاہوں کے وقت میں رونق پکڑتا گیا یہاں تک کہ شہر بن گیا پہلے پہل اس شہر کے باشندوں کا مذہب بت پرستی تھا مگر سنہ ۲۵۰ء میں عیسائی مذہب جاری ہؤا اور سنہ ۳۶۰ء میں جبکہ کونسل بنائی گئی اس وقت یہ شہر پیرس کے نام سے موسوم ہؤا سنہ ۵۰۸ء میں یہ شہر سلطنت کا دارالمقام قرار پایا نویں و دسویں عیسوی صدیاں تو پیرس کے

لئے مصیبت کی صدیاں تھیں کوئی وسعت و شہرت اس شہر نے ان دو سو سال
میں پیدا نہ کی لیکن اس کے بعد شہر کی تجارت میں جان پڑتی گئی ۱۱۰۸ء
لغایت ۱۱۳۷ء میں اس شہر کی رونق لوئی ششم کے عہد میں بہت بڑھ گئی
اور روز افزوں ترقی ہوتی گئی ۱۲۰۰ء سے ۱۲۲۳ء تک فلپ ثانی نے
نہریں چشمے وغیرہ بنوائے بازار قائم کئے اور بڑے بڑے بازاروں میں فرش
بنوائے پولیس کا رواج دیا اور قلعے تعمیر کرائے اسی بادشاہ نے یونیورسٹی
کی بنیاد ڈالی اور کمپنی تجارت بھی اسی وقت جاری ہوئے ۱۲۵۱ء میں اس
شہر کی آبادی ایک لاکھ بیس ہزار تھی ۱۲۸۵ء لغایت ۱۳۱۴ء تک فلپ چہارم
کے عہد میں پارلیمنٹ کی بنیاد ڈالی گئی ۱۴۰۰ء میں یہاں بڑا انقلاب پیدا ہوا
کیونکہ بھاری بھاری ٹکس شہر پر لگائے گئے اور اس ظلم و تعدی کے سبب سے
لوگوں نے بغاوت اختیار کی چنانچہ شہر کے قصابوں نے دس ہزار آدمیوں کو
مار ڈالا پندرھویں صدی عیسوی کے آخر میں چھاپا جاری کیا گیا سولھویں صدی
میں اس شہر کی آبادی تین لاکھ تک پہنچ گئی اسی صدی میں چند مشہور شاہی قصر
و گرجا و لائبریری وغیرہ تعمیر ہوئے سترھویں اور اٹھارھویں صدی میں پیرس
میں علم و فضل و دستکاری و حرفت وغیرہ نے اس قدر رواج پایا کہ یہ شہر
تمام یورپ میں ضرب المثل بن گیا اٹھارھویں صدی کے شروع میں اس
کی آبادی پانچ لاکھ ساٹھ ہزار نفوس تک پہنچی ۱۸۰۴ء سے ۱۸۱۴ء تک جبکہ

نپولین بوناپارٹ یہاں کا بادشاہ تھا اس کی شہرت قابل ذکر ہے کیونکہ اس نے اس بات میں بڑی کوشش کی کہ پیرس کو کل یورپ کا دارالسلطنت بنادے ۱۸۴۸ء میں اس شہر میں ریبل جاری ہوئی ۱۸۵۲ء لغایت ۱۸۷۰ء تک بڑے بڑے بازار اور فراخ چوک و دیگر عمدہ عمدہ عمارتوں سے شہر کو رونق دی گئی لوگوں نے بھی عالی شان مکانات بنوائے ۱۸۶۱ء میں اس کی کل آبادی سولہ لاکھ سٹرسٹھ ہزار آٹھ سو اکتالیس تک پہنچی ۱۸۷۰ء میں ۴ ستمبر کو تیسری دفعہ سلطنت جمہوری قائم ہوئی جو اس وقت تک چلی آتی ہے +

موجودہ حالت پیرس

شہر پیرس آج کل فرانس میں سب سے بڑا شہر ہے اس کا طول بلد ۲ درجہ ـ ۲۰ دقیقہ شرقاً ہے اور عرض بلد ۴۸ درجہ ـ ۵۰ دقیقہ شمالاً ہے آج کل اس کی آبادی پچیس لاکھ چھتیس ہزار آٹھ سو چونتیس ہے اُس حصہ شہر کا رقبہ جو فصیل کے اندر ہے بیس ہزار ایکڑ سے بھی زیادہ ہے شہر پیرس دریائے سین کے دو نو طرف بسا ہوا ہے جس کا انتظام ٹون کونسل کے اختیار میں ہے جس کی سالانہ بچت پندرہ کروڑ روپے کے قریب ہے پیرس کے اردگرد دیوار بنی ہوئی ہے جو ۱۸۴۰ء کے بعد تیار کی گئی تھی جس میں آٹھ کروڑ نوے لاکھ روپیہ لاگت آئی ہے یہ دیوار ۲۱ میل لمبی ۳۲ فٹ اونچی ۱۹ فٹ

چوڑی ہے اس کے گرداگرد ۴۸ فٹ چوڑی ایک خندق بنی ہوئی ہے پیرس بحیثیت ملکی ہی فرانس کا دارالسلطنت نہیں ہے بلکہ علمی۔ تجارتی۔ حرفتی۔ تصویرکشی وغیرہ وغیرہ کا بھی دارالسلطنت ہے اس کی آب وہوا بہ نسبت انگلستان کی آب وہوا کے کسی قدر گرم مگر مفید صحت ہے یہی وجہ ہے کہ اس جگہ کے لوگ شمالی یوروپی کی نسبت ذرا میلے رنگ کے ہیں اور اسی سبب سے سرخی وسفیدہ کے پوڈر کو استعمال کرتے ہیں لیکن خط وخال میں نہایت موزوں ہیں موسم سرما میں اس جگہ بھی برف بکثرت گرتی ہے اس شہر کی عمارتیں بڑی عالی شان چوک نہایت وسیع ہیں جن میں ہر طرف بازار کی شاخیں نکلی ہوئی ہیں ایک چوک میں مَیں نے ۱۲ سڑکیں شمار کیں چوک میں سے ہر سڑک کو دیکھ سکتے ہیں نفاست۔ خوبصورتی اور وسعت میں ہر بازار وسیع وفراخ ہے اکثر بازاروں میں کناروں پر دورویہ درختوں کی قطاریں ہیں گاڑی۔ سوار۔ پیادہ کے لئے علیحدہ علیحدہ سڑکوں پر راستے بنے ہوئے ہیں جس سے کسی قسم کی تکلیف آمدورفت میں نہیں ہوتی سواری کی اس جگہ کئی قسمیں ہیں ریل ٹریموے۔ بگھی۔ ٹریموے بھی کئی قسم کی ہیں یہ گھوڑوں دُخانی انجن اور برقی طاقت سے چلائی جاتی ہیں بگھیاں۔ لینڈو۔ فٹن کئی قسم کی ہیں ان میں سے بعض میں چھ گھوڑے تک لگائے جاتے ہیں +

بعض سڑکوں پر درخت دو دو چار چار قطار میں لگے ہوئے ہیں اور

بعض بازاروں میں مکانوں کے سامنے باغات نہایت عمدہ قسم کے درختوں اور پھولوں سے سجے ہوئے ہیں اس شہر میں عمارات و بازار و چوک بمقابلہ دیگر مشہور شہروں کے بہت وسیع و فراخ ہیں اکثر مکان چھ یا سات منزل کے ہیں اس شہر میں پچیس لاکھ کی آبادی بلحاظ وسعت بہت کم ہے اسلئے اکثر سڑکوں پروہ جمگھٹا جو لنڈن میں ہے دیکھنے میں نہیں آیا لیکن خاص خاص مشہور بازاروں شلاً ایوی نیوڈی لیوپرا (Avenue-de-l'opera) میں بڑا ہجوم ہوتا ہے شہر اور عمارتوں کی صفائی نہایت قابل تعریف ہے کوئی مکان سیاہ دیکھنے میں نہیں آیا دُنیا کو یہاں کی صفائی سے سبق حاصل کرنا چاہئے خداوند تعالےٰ نے اس شہر کو دو اعلےٰ نعمتیں عطا کی ہیں ایک تو دریاے سین جو شہر کے وسط سے گزرا ہے جس میں نہایت نفیس کشتیاں بہتی ہوئی دریا کی رونق بڑھاتی ہیں دوسرے نظارۂ پارک جو شہر کے شمال مغرب و جنوب مشرق میں واقع ہیں ان باغات میں شام کو لاکھوں کا ہجوم ہوتا ہے اور خوب لطف رہتا ہے کہیں کرکٹ کہیں بال کہیں ٹینس غرض ہر شخص کسی نہ کسی شغل میں مصروف ہوتا ہے یہاں کے لوگ عیاش ہیں رات کو ۲ بجے تک سڑکوں پر دکھائی دیتے ہیں اور تھیٹروں و آپرا و ناچ میں بڑے شوق سے شریک ہوتے ہیں تمام دنیا کے سیاح خصوصاً امریکہ و گریٹ برٹن کے ہزاروں آدمی تھیٹروں اور بازاروں میں دیکھے

جاتے ہیں تقریباً کل اہل یورپ جدید وضع وقطع لباس میں انہیں لوگوں
کے مقلد ہیں جب سے یہ لوگ آسائش اور تن آسانی کے خوگر ہوئے ان کی
سلطنت کے حدود ایک حد پر رہ گئے +

سب سے پہلے ہم پلیس ڈی لاکنکورڈ (Place-de-la-Concorde)
کو دیکھنے گئے یہ عالی شان عمارت پیرس میں تو کیا بلکہ تمام یورپ میں نہایت
ہی خوبصورت ہے اس کا طول ۳۹۰ گز اور عرض ۲۳۵ گز ہے اس کے
وسط میں ایک بڑا مینار ہے جس کے اوپر سے شہر کے بہت سے مشہور مقامات
دکھائی دیتے ہیں یہ عمارت ۱۸۵۴ء میں بنائی گئی کہتے ہیں کہ اس جگہ ہزاروں
آدمی کا خون گر چکا ہے تاریخی واقعات سے بھی یہ ثابت ہے کہ کئی موقعوں
پر یہاں بڑا کشت وخون ہوا یہ مینار جو اس کے وسط میں ہے ایک قطعہ سنگ
کا بنا ہوا ۷۶ فٹ اونچا و ۲۴۰ ٹن وزنی ہے جس کو ۱۸۳۱ء میں محمد علی
والئے مصر نے لوئی فلپ کے نذر کیا تھا اور پیرس میں لاکر ۱۸۳۶ء میں
۱/۲ ۳ فٹ بلند چبوترے پر رکھا گیا اس محل کو رات کے وقت دیکھنا نہایت
مناسب ہے کیونکہ اس کے سامنے ایک وسیع میدان ہے جس میں نہایت
عمدہ وضع سے ہزاروں لالٹینیں نصب کی گئی ہیں اور اس کے دائیں بائیں
بہت ہی خوش منظر درخت اور وسط میں ایک فوارہ قابل دید ہے جن کی سیر سے
انسان کو بڑا لطف حاصل ہوتا ہے یہاں سے پونٹ ایلیگزنڈر ثالث (Pont Alexandre III.)

کے دیکھنے کے لئے گیا یہ ایک عالی شان پل ہے جس کا پہلا پتھر ۷- اکتوبر سنہ ۱۸۹۶ء
کو رکھا گیا تھا اور سنہ ۱۹۰۰ء میں ختم ہوا یہ پُل پیرس کے تمام پلوں سے بڑا
اور خوبصورت ہے اس پُل میں ایک فولادی محراب ہے جو ۳۲۵ فٹ لمبی
اور ۱۳۰ فٹ چوڑی اور سطح آب سے ۲۵ فٹ اونچی ہے پُل پر نیلا رنگ پھرا
ہوا ہے اس کے کل ستون تانبے اور پیتل کے ہیں اور پُل کے دروں پر
سنہرا کام کیا ہوا ہے اس پُل کو دیکھ کر آرک ڈی ٹرایمف ڈیلو ٹائیل
(Arc-de-Triomphe-de-l'Etoile) کے دیکھنے کو گیا یہ ایک بڑی محراب ہے
جو سنہ ۱۸۳۶ء میں بنائی گئی تھی ۱۶۰ فٹ اونچی اور ۱۴۶ فٹ چوڑی اور ۲ فٹ
گہری ہے اس میں ۶۰ لاکھ روپے کی لاگت آئی ہے یہاں سے پیلیے رائل
(Palais Royal) و نوٹرڈیم وغیرہ سے پھرتے ہوئے چونکہ ایک بجے کا وقت
ہو گیا ہے اپنے قیام گاہ کو واپس ہوا +

یہ شہر لنڈن سے صرف انہیں امور میں بڑھ کر نہیں ہے بلکہ اس کے
بازار فراخ ہیں و عمارات عالی شان ہیں ہر طرف درختوں کی کثرت ہے
یہاں کے لوگ بھی نہایت شائستہ ہیں جہاں سے ہماری گاڑی نکل جاتی
ہے یا کسی جگہ ٹھیر جاتی ہے تو کوئی شخص ہم کو دیکھ کر مسکراتا تک نہیں بولنا اور
استہزا کرنا کیسا اس شہر میں آنے سے مجھے سخت افسوس اس بات پر ہوا کہ
میں اس شہر کی زبان نہیں جانتا کہ اُن کے مہذب تقریر کا حظ اُٹھاؤں مگر

پھر بھی مترجم کے ذریعے سے جہاں تک ممکن ہے گفتگو اور حالات دریافت کرنے سے معلوم ہوُا کہ وہ لوگ ہمارے آنے کو عزت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔
۴ بجے کے قریب میں ایک بیلون کو دیکھنے گیا جو ۹ ہزار فٹ زمین سے اونچا اڑایا جاتا ہے اور جس میں ۹-آدمی بٹھائے جاتے ہیں اُس کو دیکھ کر شوق ہوُا کہ میں بھی اس سیر کا لطف اٹھاؤں گو میں نے اس سے پہلے بھی ۱۸۸۹ء میں جب میں اپنے عم معظم قبلہ یعنی حاجی آنریبل نوّاب نوازش علی خاں صاحب مرحوم کے ہمراہ یہاں آیا تھا تو اس بیلون کو دیکھا تھا مگر سوار نہیں ہوُا تھا اس کے اُس احاطے میں جانے کے لئے جس جگہ سے یہ اڑایا جاتا ہے فی کس دو فرینک لئے جاتے ہیں ہم چار شخصوں یعنی مَیں نے و میر اصغر حسیؔن و اسد اللہ و انٹرپریٹر نے پانچ پانچ فرینک دے کر بیلون میں بیٹھنے کا ٹکٹ لیا ہم اُس بیڈ کے ٹوکرے میں جو بیلون کے نیچے لگا ہوُا تھا اور جس کی چاروں طرف رسّیاں لگی ہوئی تھیں کھڑے ہوئے۔کیونکہ اس میں بیٹھنے سے وہ لطف حاصل نہیں ہوتا جو کھڑے ہونے سے ہوتا ہے ہمارے کھڑے ہونے اور اس ٹوکرے کے بند کرنے کے بعد وہ بیلون چھوڑا گیا بیلون کے نیچے ایک بڑا اسا رسا ہے جو مشین کے ذریعے سے کھلتا اور لپٹتا ہے جس سے بیلون چڑھتا اور اُترتا ہے بیلون چھوٹنے پر سیدھا آسمان کو چلا اور برابر اونچا ہوتا گیا

یہاں تک کہ کل پیرس ہم کو ذرا سا معلوم ہونے لگا عالی شان عمارات بہت ہی چھوٹی چھوٹی دکھائی دینے لگیں چند منٹ کے بعد جب میں نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ بیلون ہوا میں معلق کھڑا ہے اس بلندی پر نظارہ عالم کی کیفیت ہی اور تھی میرے پاس میر اصغر حسین کھڑے تھے انہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ اور تو کوئی چیز اس میں نئی معلوم نہیں ہوئی مگر سننے میں قریب کی آواز دور معلوم ہوتی ہے میں نے جواب دیا کہ یہاں کی ہوا بمقابلہ نیچے کی ہوا کے ہلکی ہے اس لئے شاید یہ فرق ہو چند منٹ تک ہم معلق ہوا میں کھڑے رہے پھر بیلون نیچے اُترتا ہوا معلوم ہوا چڑھنے اُترنے میں کوئی آواز اور تکان نہیں ہوئی جس سے بیلون کی حرکت محسوس ہو صرف تمیز چیزوں کے دیکھنے سے ہوئی یعنی جب نیچے کی چیزیں چھوٹی چھوٹی دکھائی دینے لگیں تو معلوم ہوا کہ ہم اوپر چڑھ رہے ہیں اور جب بڑی معلوم ہوئیں تو خیال ہوا کہ نیچے اُتر رہے ہیں اور جب کوئی تغیر نظر نہ آتا تو تصور ہوا کہ بیلون کھڑا ہے انہیں علامات سے میں نے اُترنے اور چڑھنے اور ٹھیرنے کو عمدہ طور سے امتیاز کیا۔ بیلون چڑھنے کے وقت صرف تین منٹ کے قریب اس ۹ ہزار فٹ کی بلندی تک پہنچا کیونکہ ہوا اُڑانے میں مددگار تھی اور اُترنے میں ہم کو ۶ منٹ کے قریب لگے کیونکہ بیلون بذریعہ مشین اُتارا گیا اور ہوا مخالف تھی جب بیلون نیچے آیا تو چھ آدمی ہاتھوں میں لکڑیاں لئے جن کے

سروں پر لوہے کے حلقے تھے کھڑے تھے جب بیلون زمین کے قریب ہوا تو
انہوں نے وہ حلقے ان رسیوں میں ڈال دئیے جو اس ٹوکرے کے نیچے
ہیں اترتے ہی ہمارا ٹوکرا اول زمین سے لگا پھر اوپر کو اٹھا اور کھینچ گیا چونکہ
ہماری تصویر مصور کو لینی تھی اس لئے کچھ دیر ہم کو اسی ٹوکرے میں ٹھیرنا پڑا
ہماری تصویر ایک تو گروپ میں اور ایک صرف ہم چاروں کی لی گئی یہاں سے
اتر کر میں پیرس کی پارکوں میں پھرا اور اعلےٰ اعلےٰ قسم اور ہر رنگ کے
پھولوں سے کل زمین کو آراستہ دیکھا کل پارکوں میں سرسبز چمن دکھائی دئیے
ہر جگہ لوگ بیٹھے ہیں کہیں فٹ بال کھیلا جاتا ہے کہیں کرکٹ ہے کہیں باجا
بجتا ہے باغ کی شگفتگی سے روح تازہ ہوتی ہے ایک گھنٹے تک سیر کرنے کے
بعد ۶ بجے واپس ہوا آج بھی اس قدر تھک گیا ہوں کہ گو انٹرپریٹر نے کہا
رات کو بھی بازاروں کی روشنی وغیرہ کا نظارہ کروں مگر خستگی نے جانے
نہ دیا تھوڑی دیر لیٹ کر نماز پڑھی پھر کھانا کھایا اور نماز شام پڑھ کر کچھ دیر مسٹر رواصاحب
سے جو آج ہی لنڈن سے تشریف لائے ہیں باتیں کرتا رہا اور گیارہ بجے آرام
کیا مگر معلوم نہیں کہ کیا سبب رات بھر جاگتا رہا ہر چند کوشش کی مگر نیند
نہیں آئی ٭

۱۶- اگست ۱۹۰۲ء یوم شنبہ

آج قریب ۸½ بجے اٹھا اور چاء وغیرہ پی کر سیر کے لئے تیار ہوا

۱۰ بجے گاڑی میں سوار ہو کر بعض مشہور دُکانوں میں گیا قسم قسم کا اسباب دیکھا چند قسموں کی گھڑیاں خریدیں ایک کارخانہ میں نئی قسم کی گھڑیاں دیکھیں یہ دُکان پیرس کی مشہور دُکانوں میں سے ہے کل دُکاندار یہیں سے گھڑیاں خرید کر لے جاتے ہیں یہاں سے میں چرچ میڈی لین (Madeleine) کو دیکھنے گیا یہ گرجا پیرس میں نہایت ہی عظیم الشان گرجوں میں ہے ۱۷۶۴ء میں اس کی تعمیر شروع ہو کر ۱۸۴۲ء میں ختم ہوئی یہ گرجا ۳۵۴ فٹ لمبا اور ۱۴۱ فٹ چوڑا اور ۱۰۰ فٹ اونچا ۲۳ فٹ اونچی کرسی پر واقع ہے اور ۸۰ لاکھ روپے کے صرف میں بن کر تیار ہوا ہے اس کے گرداگرد ستون نہایت خوبصورتی سے بنائے گئے ہیں اس کل عمارت میں کوئی دریچہ نہیں ہے اور ساری عمارت پتھر کی بنی ہوئی ہے اس کے طاقچوں میں جو اس کے اندرونی محرابوں میں واقع ہیں ۳۴ عابدوں کی سنگی تصویریں ہیں تین پیتل کے دروازے جو ۳۴½ فٹ اونچے اور ۱۶ فٹ چوڑے ہیں دس احکام شریعت عیسوی سے سجے ہوئے ہیں گرجا میں سیاحین دن کو ایک بجے سے ۶ بجے شام تک جا سکتے ہیں گو روز روشن اور ایک بجے کا وقت ہے مگر پادری صاحبان اپنے اپنے ہاتھوں میں مومی بتیاں دو دو کر کے لئے ہوئے جلا رہے ہیں اس طرح کا جلانا شاید اُن کے مذہبی احکام کے بموجب متبرک سمجھا جاتا ہو سب لوگ اس قدر خاموشی سے بیٹھے ہوئے پڑھ رہے

ہیں کہ سنّاٹے کا عالم ہے ۲½ بجے مَیں ہوٹل میں واپس آیا اور لانچ کھا کر ۳½ بجے پھر سیر کرنے گیا بازاروں میں سے ہوتا ہؤا نپولین بوناپارٹ کی قبر دیکھنے گیا یہ شہر کے بیرونی حصّے میں واقع ہے اور ایک بڑے گنبد کے نیچے جو ۱۶۰ فٹ اونچا ہے ۲۰ فٹ گہرے اور ۳۶ فٹ محیط تہ خانے میں واقع ہے اس میں ۱۹۲۷ من سنگ سماق لگا ہؤا ہے اس کے منفصل چھ مقام پر فتح کی چیزیں رکھی ہوئی ہیں منجملہ ان کے ۶۰ جھنڈے ہیں جو نپولین بوناپارٹ نے مختلف جگہوں میں حاصل کئے تھے قبر کی دونو طرف گرجے ہیں جہاں ہر اتوار کو نماز و دُعا پڑھی جاتی ہے اس کے عقب میں ایک بھاری عمارت ہے جس میں فوج کے لوگ جمع رہتے ہیں جن سے بسبب پیرانہ سالی کام نہیں ہوسکتا ان سب کے کھانے کا انتظام سلطنت کے ذمے ہے یہاں وہ مشہور و فاتح شخص جس کے نام سے یورپ کا ہر ملک خصوصاً اور تمام دُنیا عموماً واقف ہے بے حس و حرکت پڑا ہؤا ہے جس نے اپنی بہادری اور صولت سے چاہا کہ کل یورپ کو فتح کرے اور پیرس کو اپنا پایۂ تخت قرار دے اور اسی خیال سے اس نے ملک روس تک حملہ کیا اور تمام یورپ میں تہلکہ ڈال دیا ایسا بہادر اور جری شخص کس عاجزی اور مجبوری سے بستر خاک پر لیٹا ہؤا ہے فی الحقیقت کارخانہ دُنیا اہل بصیرت کے لئے جائے عبرت ہے یہاں سے پارک مان کیُو (Parc Monceau) کی سیر

کو گیا یہ باغ پیرس میں موسم گرما میں اعلیٰ درجے کی سیرگاہ ہے گو پہلے یہ بڑا
باغ تھا مگر اب صرف دس ایکڑ زمین میں واقع ہے اس باغ میں عالیشان
درخت ہیں ہر طرف سبزہ زار ہے جس کی شادابی آنکھوں کو خنک کرتی ہے
باغ میں ایک خوبصورت سڑک لے گئے ہیں جو نصف شب تک تمام لوگوں
کی خرام گاہ رہتی ہے قریب دو گھنٹے سیر کرنے کے بعد ۷ بجے واپس ہوا
کھانا کھانے و نماز پڑھنے کے بعد ایک تھئیٹر میں گیا اور قسم قسم کے کرتب
جو عورتیں کرتی تھیں دیکھے وہاں سے ۱۲ بجے واپس آکر چاہا کہ سو رہوں مگر
۳½ بجے کے بعد نیند آئی +

۱۷- اگست ۱۹۰۲ء یوم یکشنبہ

صبح کو اٹھا آٹھ بجے گاڑی پر سوار ہو کر پے لیڈی جسٹس
(Palais-de-Justice) کے دیکھنے کو گیا اس محل شاہی میں پہلے شاہان فرانس
رہا کرتے تھے مگر ۱۴۳۱ء میں چارلس ہفتم نے پارلیمنٹ کو دے دیا لیکن
۱۶۱۸ء کی آتش زدگی نے اس میں سوائے ایک برج کے اور کچھ باقی نہ رکھا
پہلے پہل یہ شاہی عمارت ۱۳۰۷ء میں بنائی گئی تھی مگر ۱۸۷۱ء میں پھر اس
کی تعمیر از سرِ نو ہوئی اس کا ہال تمام دنیا کے ہال سے بڑا ہے ۲۴۰ فٹ
لمبا اور ۹۰ فٹ چوڑا اور ۳۳ فٹ اونچا ہے اس عمارت میں تین ہال اور
بھی ہیں جو اس ہال سے چھوٹے مگر نہایت ہی خوبصورت ہیں اس میں

چھ تصویریں سچائی۔ دور اندیشی سزا۔ حفاظت غصہ و انصاف کی بنی ہوئی ہیں جس سے انسان عبرت کا اچھا سبق لے سکتا ہے اس کے بعد میں میوزیم آف دی لاوری (Museum of the Louvre) کو دیکھنے گیا یہ عمارت پیرس میں سب عمارات سے ضروری اور دیکھنے کے قابل ہے کیونکہ بحیثیت ساخت عمارت بکثرت اور طرح طرح کے آرٹ کے نمونوں سے اپنا نظیر نہیں رکھتی وسعت میں شہر کے بڑے حصے کو گھیرے ہوئے ہے اس کی بنیاد ۱۸۰۰ء میں پڑی اور ۱۲۲۳ء تک تیار ہوئی بہت سے تغیر و تبدل کے بعد موجودہ عمارت کی صورت نظر آتی ہے ۱۸۷۱ء میں اس عمارت کو آتش زدگی کے سبب سے سخت نقصان ہوا اور نوے ہزار کتابیں جو نہایت بیش قیمت تھیں جل کر خاک سیاہ ہو گئیں اس عمارت کے دو بڑے بڑے حصے ہیں ایک پرانی لاوری دوسرے نئی لاوری پرانی لاوری ایک مستطیل عمارت ہے جس کے بیچ میں نہایت خوشنما صحن اور اس کی چاروں طرف عمارت بنی ہوئی ہے اس عمارت میں اس قدر کمرے ایک دوسرے کے نزدیک نزدیک اور بکثرت ہیں کہ بلا توقف کل کمروں میں پھرنے کے لئے دو گھنٹے چاہئیں میں سب سے پہلے اس کے اس حصے میں گیا جہاں قسم قسم کے پتھروں کی نہایت عمدہ تصویریں رکھی ہوئی ہیں جن کا تعلق تاریخ سے بہت کچھ ہے پھر دوسرے حصے میں گیا

جو دستی تصویروں سے سجا ہوا ہے کئی متعدد ہال کمرے ہیں جن میں یہ تصویریں رکھی ہوئی ہیں ان میں سے ایک بھی عکسی نہیں ہے یہ حصہ اگر ایک سیدھے کمرے کی صورت میں بنایا جاوے تو نصف میل تک لمبا ہوگا اس میں کل تصویریں ۲۵۰۰ کے قریب ہیں بعض تصویریں قریب ۵۰ فٹ لمبی و ۱۵ فٹ کے چوڑی ہیں خیالی اور وہمی تصویریں نہیں ہیں سب کے حالات تاریخی واقعات سے متعلق ہیں اس جگہ چار گھنٹے پھرنے میں صرف ہوئے مگر کل عمارت کا واقعی دیکھنا تو درکنار سب تصویروں ہی کے کمرے دیکھنے میں نہ آئے انہیں کمروں میں سے ایک میں شاہان سلف کا اسباب مثل تاج و تلوار و دیگر سامان مع بیش قیمت جواہرات کے رکھا ہوا ہے اس پر برابر سرکاری پہرہ رہتا ہے اور یہ سب چیزیں صندوقچے میں بند ہیں مگر صاف اور روشن شیشوں میں دیکھنے والے پر کل کیفیت آئینہ ہوجاتی ہے زیادہ پھرتے پھرتے جب اکتا گئے تو واپس آکر لانچ کھایا اور تھوڑی دیر آرام کیا قریب ۴ بجے پھر گاڑی میں سوار ہوکر سیر کے لئے گیا آج بھی مختلف پارکوں میں پھرتا رہا اور نہایت محظوظ ہوا قریب ۶ بجے واپس آیا کھانا کھانے سے فارغ ہوکر تھیئٹر میں گیا وہاں عمدہ تماشے دیکھنے میں آئے ۱۲ بجے واپس آکر سو رہا ۔

۱۸ اگست ۱۹۰۲ء یوم دوشنبہ

رات کو اچھی طرح سے نیند آئی۔ صبح کو سویرے اٹھا طبیعت بھی درست رہی ۱۰ بجے گاڑی میں سوار ہو کر مشہور دکانوں میں گیا آج تقریباً سارا دن اسباب کی خریداری میں تمام ہوا کُل اسباب اسی جگہ سے بذریعہ کُک اینڈ کو براہ راست ہندوستان کو بھجوا دیا ۷ بجے رات کو واپس ہو کر نماز اور کھانے سے فارغ ہو کر تھیٹر میں گیا اس تھیٹر میں دو عمارتیں ہیں جن کو بہشت و دوزخ کے نام سے نامزد کیا ہے بہشت میں نہایت خوبصورت پریاں اُڑتی ہیں نیز دیگر آرام و آسائش کا کل نظارہ بھی دکھایا گیا ہے جس کی خوبی دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے تحریر کرنا مشکل ہے اور دوزخ کے کمرے میں جب لوگ داخل ہوتے ہیں تو دوزخ کا سماں نظر آتا ہے کرسیوں میزوں سے آگ نکلتی ہوئی معلوم ہوتی ہے اور چھت پر سے جو نہایت پست یعنی شاید آٹھ فٹ بلند ہوگی بڑے بڑے سانپ و اژدہا و بچھو وغیرہ سر نکال کر پھنکارتے ہیں اور حملہ کرتے ہیں ایک کمرے میں گنہگاروں کو سزا ملتی ہے کئی آدمی اس مکان میں جہاں بہت سی لکڑیاں ارد گرد رکھ کر آگ روشن کی گئی ہے گھس گئے اور برابر سامنے سے جلتے ہوئے نظر آئے یہاں تک کہ خاک سیاہ ہو گئے۔ یہاں سے ایک اور عمارت میں جا کر جو اس کے مقابل میں سڑک کے دوسری طرف ہے ایک اور تنگ راستے سے ہو کر جانا پڑا

یہ ایک تاریک کمرہ ہے اس میں قبر کی صورت پر کھڑی لحد بنائی گئی ہے اس میں انسان کو کھڑا کر دیتے ہیں اور اس پر ایک کفن گردن تک ڈال دیتے ہیں تاکہ چہرے کی حالت معلوم ہوتی رہے بمجرد کھڑے ہونے کے چہرے پر مُردنی چھا جاتی ہے اور رفتہ رفتہ حالت بدلتے بدلتے بالکل مردے کی کیفیت ہو جاتی ہے پھر اس کا بدن گُھلنے لگتا ہے کفن وغیرہ سب بوسیدہ ہو کر گر جاتا ہے اور گوشت تحلیل ہو کر سر سے پاؤں تک صرف ایک ہڈیوں کا ڈھانچہ رہ جاتا ہے تھوڑی دیر میں ہڈیاں بھی گھل کر خاک ہو جاتی ہیں اس نظارے کو دیکھنے سے طبیعت کو سخت رنج ہوا اور اس جگہ آنے سے پشیمان ہوئے گو دوزخ و قبر کو اُنہوں نے اپنے مذہبی عقاید کے بموجب بنایا ہے اور ان امور کے قائل ہیں مگر پھر بھی فکر عاقبت ذرا نہیں رکھتے اور وہ آزادانہ حرکات کرتے ہیں کہ دنیا میں اپنا نظیر آپ ہی ہیں ہمیشہ مخمور رہتے ہیں برہنہ ناچنا و نچوانا تو ایک ادنےٰ سی بات ہے یہاں سے چونکہ رات بہت گزر چکی ہے اس لئے واپس ہوئے اور ایک بجے آرام کیا ⁜

۱۹- اگست ۱۹۰۲ء یوم سہ شنبہ

آج ۹ بجے اٹھا کچھ کچھ بارش ہو رہی ہے ضروریات سے فارغ ہونے کے بعد گاڑی پر سوار ہو کر پہلے موسے ڈی کلونی (Mussee-de-Cluny) کے دیکھنے کے لئے گیا اس عمارت میں پُرانے زمانے کی صنعت و کاری گری کی بہت سی

چیزیں دکھائی گئی ہیں جن کی تعداد گیارہ ہزار سے بھی زیادہ ہے اس کل عمارت میں دو منزلیں ہیں پہلی منزل میں سات اور دوسری میں ۱۲ کمرے ہیں ہر ہر قسم قسم کے عمدہ عمدہ نمونے کی چیزیں رکھی ہیں مثلاً اعلےٰ درجے کی کام کی ہوئی لکڑیاں اور بلور کے عمدہ عمدہ برتن اعلےٰ درجے کے کام کئے ہوئے ریشمی پردے اور چینی کے برتن فرانسیسی مٹی کے برتن قسم قسم کی گاڑیوں کے نمونے ہر قسم کے گانے کے باجے یہاں سے آئی فل ٹاور کے دیکھنے کو گیا۔

آئی فل ٹاور
Eiffel Tower.

یہ خوشنما ٹاور دریائے سین کے بہت ہی قریب واقع ہے اور دنیا میں سب سے بڑا مینار ہے اس کی اونچائی ۹۸۴ فٹ ہے فی الحقیقت یہ مینار موجودہ انجینیری کی اعلےٰ اختراع ہے اس کی بنیاد دو لوہے کی محرابوں پر بنی ہوئی ہے جو زمین میں گلائی گئیں ہیں وہ محراب جو دریا کی طرف واقع ہے ۴۶ فٹ تک زیر زمین چلی گئی ہے اور دوسری طرف کی محراب ½۲۹ فٹ گہری ہے ان دونو محرابوں کے درمیانی حصے کو پاٹ کر ایک بڑا بھاری چبوترہ بنایا ہے یہ چبوترہ ۱۲۰۰ گز مربع ہے اس پر چار آہنی ستون قائم کئے گئے ہیں ہر ستون دو پہلو وضع کی ساخت کا ہے جس کا دور ۸۵ فٹ ہے ان ستونوں پر یہ بڑا بھاری برج بنایا گیا ہے اس کی پہلی منزل خمدار لوہے کی کمانیوں

سے بنائی گئی ہے اور اس منزل سے اوپر چار اور منزلیں ہیں پہلی منزل زمین سے ۱۹۰ فٹ اونچی ہے اور اس کا رقبہ ۵۸۶۰ مربع گز ہے دوسری منزل ۳۸۰ فٹ کی بلندی پر ہے اس کی ہر طرف ۳۲ گز طویل ہے اور اس میں ایک شیشے کی چھت کا ہال ہے ۶۸۰ فٹ کی بلندی پر ہر طرف ۳۳ فٹ کا مربع فرش ہے تیسری منزل زمین سے ۹۰۴ فٹ اونچائی پر ہے اس پر ایک شیشے کا شامیانہ ہے جو ۴۵ فٹ مربع ہے اور ۸۰۰- آدمی کی گنجائش رکھتا ہے اس منزل میں ۹۷ فٹ اونچائی پر لالٹین ہے جس پر ایک چکردار زینہ چلا گیا ہے اس کا قطر ½ ۱۶ فٹ ہے لالٹین میں برقی روشنی کی جاتی ہے جو رات کے وقت ۵۴ میل سے نظر آتی ہے اس کُل بُرج میں زمین سے اس کی چوٹی تک ۱۷۹۲ سیڑھیاں ہیں پہلی منزل پر ۳۵۰ دوسری پر ۳۸۰ اور پھر چوٹی تک ۱۰۶۲ میں پہلی منزل پر بذریعہ ریل پہنچا یہاں ریفریشمینٹ روم ہے جس میں ہر ایک قسم کی آسائش کا اسباب موجود ہے تھوڑی دیر ٹھہر کر دوسری منزل پر گیا اس میں بھی ایک نہایت خوبصورت مکان بنا ہوا ہے یہاں سے بذریعہ لفٹ تیسری منزل پر گیا جہاں چند چھوٹی چھوٹی دکانیں ہیں جن میں قینچی و رومال اور چھوٹی چھوٹی چیزیں فروخت ہوتی ہیں چنانچہ میں نے بھی یہاں سے تھوڑا اسباب مول لیا اور قریب نصف گھنٹے تک اس جگہ پر ٹھہرا اور شہر پیرس کا خوب نظارہ کیا یہ مقام

اس قدر بلند ہے کہ یہاں سے نیچے کا آدمی بہت ہی چھوٹا دکھائی دیتا ہے اور عمارات و مشہور مقامات اور تقریباً کُل شہر پیرس صاف نظر آتا ہے اس کے بعد میں نے ہوٹل واپس ہو کر لانچ کھایا اور تھوڑا قیلولہ کر کے ورسیلیز کی سیر کے لئے گیا *

ورسیلیز
Versailles.

پیرس سے ورسیلیز ۱۴½ میل ہے ریل ۳۵ سے ۵۰ منٹ میں پہنچتی ہے اس جگہ کو لوئی چہاردہم نے اپنے عہد سلطنت میں بنوا کر شاہی مسکن قرار دیا تھا اس کی آبادی ۵۵ ہزار آدمی کی ہے اس شاہی عمارت میں ۴ کروڑ روپیہ خرچ ہوا ہے اور دس ہزار آدمی کے رہنے کی گنجائش رکھتا ہے اس کی بڑی دیوار جو باغ کی طرف ہے ۶۳۰ گز لمبی ہے اس میں ۳۷۵ دروازے ہیں اس کل عمارت میں تقریباً ۱۵۰ کمرے ہونگے بڑا ہال جو شاہ مذکور نے بنوایا اور نہایت آراستہ و پیراستہ کرایا ہے ۲۴۰ فٹ لمبا ۳۵ فٹ چوڑا ۴۲ فٹ اونچا ہے اس کے قریب ہی نہایت عمدہ باغ بنا ہوا ہے جس میں حوض و فوارے ہیں یہ کُل عمارتِ شاہی قابل دیکھنے کے ہے اسی عمارت میں ایک اور عالی شان ہال بھی ہے جو ۱۳۲ گز چوڑا ہے شاہی باغ میں قسم قسم کے درخت لگے ہوئے ہیں صرف رنگتروں کے

۱۲۰۰ درخت ہیں ایک رنگترے کا درخت ۱۴۲۱ء کا لگایا ہوا ہے یعنی قریب پانچ سو برس کا ہے راست و دروغ برگردن راوی یہاں سے واپس ہوکر ۷ بجے کے قریب ہوٹل میں آیا کھانا وغیرہ کھاکر آرام کیا +

۲۰- اگست ۱۹۰۲ء یوم چہارشنبہ

آج صبح کو پوری نیند سوکر اُٹھا اور ۱۰ بجے کھانے وغیرہ سے فارغ ہوکر بازار میں اسباب وغیرہ خرید کرنے گیا اور ضروری ضروری سامان خریدا اس کے بعد قریب ایک بجے کے واپس آکر اپنے میر منشی سید اصغر حسین کو بھیجا تاکہ ریل کا انتظام کریں کیونکہ کل ۲۱- تاریخ کو روانہ مارسیلز ہونا ہے میں یہاں سے ہوٹل ڈی ولی (Hotel-de-Ville) یعنی پیرس کے ٹاؤن ہال کو دیکھنے گیا یہ عمارت بہت سی باتوں میں کُل شہر پیرس میں منتخب ہے اس کی بنیاد ۱۸۷۶ء میں ڈالی گئی تھی ۱۸۸۴ء میں بن کر تیار ہوئی یہ عمارت نہایت عالی شان ہے اور اس کے کمروں کو خوبصورت رنگوں سے منقش کیا ہے ہر کمرے میں کوئی نہ کوئی سنگی بُت رکھا ہوا ہے جن کی کل تعداد ۲۰۰ سے بھی زیادہ ہوگی اندرونی حصص میں کئی قسم کے دفاتر سرکاری ہیں اس کا ہال کمرہ ۱۶۴ فٹ لمبا ۴۲ فٹ چوڑا ۴۲ فٹ اونچا ہے اس کے قریب ہی ایک برآمدہ ہے اور کُل کام ایسی کاریگری اور خوبصورتی سے کیا گیا ہے کہ دیکھ کر انسان کی طبیعت بشّاش ہوجاتی ہے اس وسیع عمارت

کے دیکھنے میں ۱۲ بج گئے یہاں سے بازاروں کی سیر کرتا ہوا ہوٹل کو واپس آیا لانچ وغیرہ کھانے اور ایک گھنٹہ آرام کرنے کے بعد ۲ بجے چڑیا خانے کے دیکھنے کے لئے گیا دروازہ باغ سے گاڑی کا لے جانا منع ہے جب تک کہ ایک خاص ٹکٹ حاصل نہ کیا جاوے اس ٹکٹ کو چونکہ میں نے لیا تھا اس لئے مع گاڑی داخل ہوا یہ چڑیا گھر ایک خوشنما باغ میں جو پچاس ایکڑ کے قریب ہے بنا ہوا ہے اس کی بنیاد ایک کمپنی نے ۱۸۵۴ء میں ڈالی تھی کہ قسم قسم کے درخت و جانوروں کا ذخیرہ کیا جاوے کل باغ کے ارد گرد ۱۱ گز چوڑی سڑک بنی ہوئی ہے اس چڑیا خانے میں کئی متعدد مکان بنے ہوئے ہیں کسی میں قسم قسم کے بندر اور کسی میں طرح طرح کے جانور وغیرہ پلے ہوئے ہیں یہاں ہاتھی۔ زیبرا۔ زرافہ اور پالتو جانور ہر قسم کی چڑیاں۔ طوطے۔ بگلے۔ بندر۔ کتے۔ مور وغیرہ رکھے ہوئے ہیں آج اسی چڑیا گھر میں ایک بڑا مجمع ہے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہاں ہندوستان کے بازی گر بانسوں پر چڑھے ہوئے تماشا دکھا رہے ہیں خلقت کا بڑا ہجوم ہے اور وہ حیرت سے ان کے ننگے بدنوں کو دیکھتے ہیں چونکہ یہ تماشہ میرے لئے کوئی نیا تماشا نہ تھا اس لئے اس کے دیکھنے کو نہیں گیا اسی اثنا میں بارش بھی شروع ہو گئی باغات میں سے سیر کرتا ہوا واپس ہوا کھانا کھانے و نماز پڑھنے کے بعد آرام کیا ✦

۲۱- اگست ۱۹۰۲ء یوم پنجشنبہ

آج صبح ہی اُٹھا کیونکہ ½ ۸ بجے ریل پر جا کر سوار ہونا ہے بعد انفراغ نماز و ضروریات گاڑی منگوا کر روانۂ ریلوے سٹیشن ہؤا ایجنٹ نے کمرہ ریزرو کرا لیا تھا اور اسباب بریک میں رکھوا دیا تھا میرے ساتھ مسٹر برو صاحب آسامی اور اُن کے سکرٹری بھی ہیں ساتھ کے کمرے میں دیگر صاحبان ہیں تمام راہ میں میری اُن کی صحبت رہی خوب اچھی طرح سے یہ ۵۲۵ میل کا سفر طے ہؤا ڈاکٹر ولکنسن صاحب جو ولایت سے پلیگ ڈیوٹی پر پنجاب میں بھیجے جاتے ہیں ہمارے ساتھ ہم سفر ہیں یہ صاحب آئرلینڈ کے باشندے ہیں اور آئرش ہیں بہت خنس مزاج نہایت ہی خلیق آدمی ہیں راستے ہی میں صبح اور شام کا کھانا کھایا اور بڑی سیر کی یہاں راستے میں ہر قسم کی فصل دیکھنے میں آئی اور انگور بکثرت دیکھے گئے تمام یورپ میں گھوڑوں سے ہل جوتے جاتے ہیں مگر اس جگہ کہیں کہیں بیلوں کے ذریعے سے ہل چلتے ہوئے دیکھنے میں آئے اور بیل ہی گاڑی بھی کھینچتے ہیں یہاں کی عورتیں بھی کھیتی باڑی کے کام میں مردوں کا ہاتھ بٹاتی ہیں دو تین قسم کے درخت جو سرو کی طرح سیدھے اور خوبصورت ہیں سڑکوں کے دونو طرف نہایت ہی عمدہ منظر دکھاتے ہیں اس ملک میں نہریں بھی دیکھنے میں آئیں یہاں کے لوگ کھیتی کا کام تجارت کی نسبت زیادہ

کرتے ہیں سننے میں آیا ہے کہ فرانس سے دس لاکھ روپے کے صرف انڈے گریٹ برٹن کو سالانہ دئے جاتے ہیں پھل پھول میوہ جات کا کیا ٹھکانا فرانس سے اہل انگلینڈ کو کھانے پینے میں بڑی مدد ملتی ہے بذریعہ تار مارسیلز میں اطلاع دی گئی تھی کہ ایجنٹ ریلوے سٹیشن پر مع گاڑی موجود رہے $9\frac{1}{2}$ بجے شام کے میں مارسیلز پہنچا ایجنٹ سٹیشن پر موجود تھا گاڑی پر سوار ہو کر گرانڈ ہوٹل مارسیلز میں جاکر فروکش ہوا ۔

۲۲- اگست ۱۹۰۲ء یوم جمعہ

علے الصباح اُٹھا ضروریات سے فارغ ہو کر جہاز پر جانے کی تیاری کی اور بہت سا میوہ اپنے ساتھ لیا ۹ بجے جہاز پر اپنے کیبن میں پہنچا جو اسباب ہم نے لنڈن سے روانہ کیا تھا وہ اس پر موجود رہے چونکہ لنڈن سے ابھی وہ ریل گاڑی نہیں آئی جس پر ہندوستان کے جانے والے لوگوں کو آنا ہے اس لئے ۱۱ بجے تک انتظار کیا گاڑی کے آنے پر مسافر چڑھائے گئے اور $12\frac{1}{2}$ بجے دوپہر کو جہاز روانہ ہوا- ۲۳ و ۲۴ و ۲۵- اگست کو جہاز بآرام گیا اور کسی قسم کی شکایت نہ ہوئی یہ تین دن آرام سے گزرے ۔

یہاں یہ بیان کرنا خالی از لطف نہ ہوگا کہ جہاز میں لوگ آپس میں یہ شرط لگاتے ہیں کہ جہاز کل ۱۲ بجے تک کتنے میل طے کریگا اور اس پر ٹکٹ ایک ایک شلنگ یعنی بارہ بارہ آنے کو خرید تے ہیں اسی طرح ایک

معقول رقم اکٹھی ہو جاتی ہے اور دوسرے دن اس وقت وہ چٹھیاں نکالی جاتی ہیں جس کی چٹھی کے بموجب جہاز کی طے کردہ مسافت ہوتی ہے اوّل درجے کا انعام اس کو دیا جاتا ہے اور دوم درجے کا اس سے دوسرے درجے کو صرف دو ہی انعام مقرر ہیں آج سب لوگوں سے چندہ جمع کرایا گیا اور انگریز مرد و عورت قسم قسم کے کھیل کھیلتے رہے جس کے جیتنے پر اس چندے میں سے تھوڑا تھوڑا انعام دیا گیا یہ کھیل صرف وقت ٹالنے اور جی بہلانے کے لئے کھیلا جاتا ہے جیساکہ مدرسوں میں بعض کھیل کھلائے جاتے ہیں مثلاً آنکھیں بند کر کے دوڑانا وغیرہ وغیرہ ۲۶- اگست کو $\frac{1}{2}$ ۵ بجے شام کے قریب پورٹ سعید دور سے دکھائی دینے لگا $\frac{1}{2}$ ۶ بجے کے قریب جہاز بندرگاہ پر لنگر زن ہوا. جہاز کے پہنچتے ہی بہت سے کشتیبان کشتی لئے ہوئے جہاز کے واسطے کوئلہ لائے اس سے پہلے میں نے اپنے سفرنامے میں پورٹ سعید کی بابت مفصل حال لکھ دیا ہے ٹامس کک اینڈ سن کے ایجنٹ صاحب جو مصری ہیں جہاز پر آئے اور میری ڈاک لائے متعلقین کی خبر خیریت معلوم کر کے شکر ایزدی بجالایا اس کے بعد شام کا کھانا کھایا اور پھر چند احباب کے ساتھ کشتی میں سوار ہو کر اس طرف پورٹ سعید کے دیکھنے کے لئے گیا جہاز سے کنارے تک آنے جانے میں صرف چند منٹ لگتے ہیں اور فی کس ایک شلنگ دینا پڑتا ہے شہر میں جا کر بازاروں کو دیکھا یہ ایک بڑا قصبہ یا

چھوٹا سا خوبصورت شہر ہے اور سڑکیں جو بازاروں میں ہیں وہ سب ابھی خام ہیں شب و روز خاک اُڑا کرتی ہے بہ سبب نہر سویز کے جاری ہونے کے اُس کی آبادی بڑھ گئی ہے اور روز بروز ترقی ہوتی جاتی ہے قریب دو گھنٹے تک اِدھر اُدھر پھرنے کے بعد واپس آکر نماز مغرب و عشا سے فارغ ہو کر آرام کیا ۲۷۔ اگست کو ڈاک کا چھوٹا جہاز جس میں ولایت سے ڈاک براہ برنڈزی۔ پورٹ سعید کی بندرگاہ پر ہر ہفتے کو بڑے جہازوں میں جانے کے لئے آتی ہے آپہنچا ہمارے جہاز کو بھی اسی کا انتظار تھا قریب ۸ بجے تک ڈاک لینے میں صرف ہوا چند صاحب بھی جہاز پر سوار ہوئے اور ½ ۸ بجے جہاز نے بندرگاہ کو چھوڑا قریب قریب آدھ گھنٹے میں نہر سویز میں پہنچے چونکہ یہ نہر کم چوڑی ہے اور جہاز بڑا اس لئے کم رفتار سے چلایا گیا اس نہر کا بھی مفصل حال پہلے لکھ چکا ہوں راستے میں ۱۲ بجے کے قریب عدن کی طرف سے جہاز آتے ہوئے معلوم ہوئے ایک سٹیشن پر ہمارے جہاز کو کھڑا کیا تاکہ دوسرے جہاز گزر جائیں ڈیڑھ گھنٹے کے بعد جہاز پھر چلا اور اسی طرح آہستہ رفتار سے غروب آفتاب تک چلا کیا قریب ½ ۹ بجے شام کو پھر بذریعہ لالٹین ہمارے جہاز کو اطلاع دی گئی تاکہ علیحدہ ٹھیر جائے اور جو جہاز کہ اس کی مقابل سمت سے آرہے ہیں گزر جائیں ان جہازوں کے سامنے پانی سے کچھ بلندی پر ایک لالٹین

برقی روشنی تھی جس سے ایک میل تک سامنے کا راستہ معلوم ہو سکتا تھا
یہ لالٹین رات کے وقت ایسی جگہوں میں استعمال کی جاتی ہے جہانکہ
پانی کی سطح بہت کم چوڑی ہوتی ہے لالٹین ایک ماہتاب کی طرح منور تھی
یہاں بھی ۱½ گھنٹہ تک انتظار کرنا پڑا اس کے بعد قریب ۱۱ بجے کے میں نے
اپر ڈیک سے نیچے اُتر کر آرام کیا ۲۸ و ۲۹ و ۳۰ و ۳۱۔ اگست تک اور تو
خیریت رہی مگر بحر قلزم میں داخل ہوتے ہی گرمی اس قدر ہوئی کہ کسی طرح
چین نہیں آیا کبھی جہاز کے اوپر کبھی نیچے جانا پڑا یہ چار دن نہایت
تکلیف میں بسر ہوئے ۳۱۔ اگست کو جہاز جزیرہ پیرم کے پاس سے گزرا
یہ سلطنت انگلشیہ کے مقبوضات سے ہے یہاں ایک درہ سا ہے جس میں
جہاز کو بڑی احتیاط سے لے جاتے ہیں کیونکہ اس سے پہلے دو تین جہاز
پہاڑی سے ٹکرا کے برباد ہو چکے ہیں ۹½ بجے جہاز اُس درے سے مع الخیر
نکل کر ۳½ بجے عدن میں پہنچا جہاز کے ٹھہرتے ہی ایک کشتی پر مع چند احباب
کے سوار ہو کر عدن کی سیر کو گیا اور وہاں کے بازار وغیرہ دیکھنے سے یہ معلوم
ہوا کہ یہ ایک ریگستانی ملک ہے درخت کا نام تک نہیں ایک گھنٹے تک پھرنے
کے بعد بذریعہ کشتی پھر جہاز پر آیا اور قریب ۷ بجے کے جہاز روانہ ہوا رات بھر
جہاز بے تکان چلتا رہا۔ دوسرے دن یعنی یکم ستمبر ۱۹۰۲ء کو رفتار کا ڈھنگ
بگڑا اور حرکت محسوس ہونے لگی اور شدت گرما نے بہت دق کیا ہر شخص بمبئی کا

ایسا منظر تھا جیسا کہ عید کے چاند کا ۲ و ۳ و ۴ ستمبر اسی طرح سے گزرے ۵ ستمبر کی صبح کو معلوم ہؤا کہ بمبئی سامنے ہے سب لوگ جہاز کو کھڑے ہو کر دیکھنے لگے ایک گھنٹے کے بعد جہاز بمبئی کے سامنے آگیا اور لنگر ڈالا گیا فوراً کشتیاں لگ گئیں اور اسباب وغیرہ اُترنے لگا دو گھنٹے میں ہم سب لوگ اُترے بندرگاہ پر جو میرے لینے کے لئے بعض اُمرائے شہر تشریف لائے ہوئے تھے سب سے ملاقات کرنے اور احوال پُرسی کے بعد اُن گاڑیوں میں جو وہ لائے تھے سوار ہو کر واٹسن ہوٹل میں جہاں کہ ولایت جاتے ہوئے بھی اُترا تھا اُترا۔ ۶ و ۷ و ۸ ستمبر تک بمبئی میں رہا بہت سے احباب سے ملا و نیز چند ضروری سامان خرید کیا اور آٹھ بجے شام کو بذریعہ ریز رو گاڑی روانہ آگرہ ہؤا کیونکہ میرا ارادہ ہے کہ اس شاہی شہر کی مشہور مشہور عمارتوں کو دیکھوں چنانچہ ۹ ستمبر کا سارا دِن سفر میں خرچ ہؤا اور ۱۰ ستمبر کی صبح کو ۴ بجے آگرے میں پہنچا اور یہاں کی مشہور مشہور عمارتوں (مثلاً قلعہ آگرہ۔ مقبرہ اعتماد الدولہ۔ تاج محل۔ سکندرہ ومقبرہ قاضی نور اللہ صاحب شوستری اعلےٰ اللہ مقامہٗ وغیرہ وغیرہ) کے دیکھنے میں یہ تمام دن صرف ہؤا اور شام کے قریب اپنی فرودگاہ کو واپس آیا۔

شہر آگرہ کی خوبصورت اور شہرۂ آفاق عمارتیں ایسی نہیں ہیں کہ اُن کا ذکر چند الفاظ میں بیان کر دیا جائے بلکہ ہر ایک کی تفصیل کے

لئے ایک جداگانہ کتاب کی ضرورت ہے انشا اللہ ان کا مفصل حال میں اپنے
آئندہ سفرنامۂ ہند میں لکھونگا۔ چونکہ آج شام کو ۹ بجے روانہ لاہور
ہونا ہے اس لئے اپنی ضروریات سے فارغ ہوکر اس ریزرو گاڑی
میں جو سٹیشن پر کھڑی تھی سوار ہؤا گرمی اس قدر ہے کہ چین نہیں آتا
تمام دن ابر بھی رہا مگر پھر بھی گرمی نے ناک میں دم کر دیا ½ ۹ بجے رات
کو ریل روانہ ہوئی اور ٹونڈلہ و دہلی وغیرہ سے رات کو گزر کر گیارہ ستمبر ۱۹۰۲ء
کو ۷ بجے صبح انبالہ چھاؤنی میں پہنچا یہاں ایک گھنٹہ گاڑی ٹھیری اور
یہاں سے چل کر جب میں لدھیانے پہنچا تو پلیٹ فارم پر امرائے شہر
و دیگر معززین موجود تھے جنہوں نے ایڈریس پیش کیا ان میں سے قابلِ
ذکر لدھیانے کے رئیس خواجہ احد شاہ صاحب ہیں جنہوں نے ایڈریس
بآواز بلند پڑھا یہاں سے مشہور سٹیشنوں سے گزر کر جب امرتسر میں
پہنچا تو سردار رضا علی خاں صاحب و دیگر معززین لاہور و امرتسر
کو سٹیشن پر پایا یہ سب کے سب لاہور تک میرے ساتھ ہی گئے ½ ۲ بجے
گاڑی لاہور میں پہنچی سٹیشن پر مسٹر ایٹکنس صاحب ڈپٹی کمشنر و
میرے بھائی نواب محمد علی خاں صاحب و دیگر بہت سے روسا و امرائے
شہر میرے اس طویل سفر سے بخیریت واپس آنے پر مبارک باد دینے کے
لئے تشریف لائے تھے سب سے علیحدہ علیحدہ ملاقات و احوال پرسی کرنے کے

بعد گاڑیوں میں بیٹھ کر اپنے مکان مبارک حویلی میں آیا جہاں اور بہت سے معزز صاحبان تشریف فرما تھے ہر شخص سے ملاقات کی اور اُن کا شکریہ ادا کیا اور اس طویل سفر کا آج خاتمہ ہوا +

جب سے کہ میں وارد لاہور ہوا بجائے اس کے کہ تعب راہ اور حرکات سفر سے راحت پاتا ایک ماہ تک درد گوش میں مبتلا رہا اور سخت تکلیف اٹھائی جو مصیبت کانوں سے نہ سنی تھی وہ زمانے نے آنکھ سے دکھائی اس سے نجات پاتے ہی دربار دہلی کی تیاریوں نے وہ ہنگامہ گرم کیا کہ مجھ کو پھر مستعد بسفر ہونے کے سوا کوئی چارہ نہ ہوا کیونکہ اس کے علاوہ کہ میں اُس دربار میں مدعو تھا جس کی نسبت شروع کتاب میں ذکر کر آیا ہوں ایسے مبارک موقع پر ممکن نہ تھا کہ میرا قلبی جوش مجھے چین سے گھر میں بیٹھنے دیتا اور ولایت کے جشن تاج پوشی کا شوق ایسا نہ تھا کہ میں اس دربار کی شرکت سے دوبارہ ویسا ہی مزا نہ لوٹتا

شعر

کب حلاوت سوا پسند نہیں ❋ جو مکرر نہ ہو وہ قند نہیں

وہاں جانے کے لئے ماہ اکتوبر کے وسط سے میں نے تیاری کی اور اپنے ملازمین و خیمہ جات و بگھی و سوار و دیگر ضروری سامان کے بھیجنے میں جن کا اس موقع پر لے جانا ضروری تھا مصروف رہا +

دربار دہلی

۲۳ - دسمبر ۱۹۰۲ء - یوم سہ شنبہ

چونکہ آج شام کو ۴ بجے بقصد شمولیت دہلی دربار جانا ہے اسلئے صبح سے تین بجے شام تک مبارک حویلی میں بہ سبب کثرت احباب جو خدا حافظی کے لئے تشریف لائے نہایت رونق رہی چنانچہ سرکار مولانا مولوی سید ابو القاسم صاحب مجتہد العصر دعائے سفر پڑھنے اور رخصت کرنے کے لئے آئے آپ جلیل القدر خاندان سادات قم واقع ملک ایران سے ہیں جن کا سلسلہ نسب جناب امام رضا علیہ التحیہ و الثناء سے ملتا ہے آپنے ستر کتابیں اور رسالے مختلف مضامین مذہبی کی تصنیف فرمائے ہیں اور قران مجید و فرقان حمید کی تفسیر بھی آپ نہایت سعی و جانفشانی سے لکھ رہے ہیں چنانچہ بارہ سیپاروں کی تفاسیر

کے جو بارہ جلدوں میں علیحدہ علیحدہ اس وقت تیار ہے چھ جلدیں چھپ کر
ہدیۂ ناظرین بھی ہو چکی ہیں اس کی خوبی و عمدگی و طرز تحریر پر علما و فضلاے
عراق عرب و ایران و ہند نے بہت سی تقریظیں جن کی مجموعیت
نے ایک بڑی مجلد کتاب کی حیثیت پیدا کی ہے تحریر فرمائی ہیں علاوہ جناب
موصوف کے دیگر معززین شہر نے بھی مجھ کو رخصت کرنے کے لئے آنے کی تکلیف
گوارا فرمائی قریب چار بجے مَیں سٹیشن لاہور پر پہنچا پلیٹ فارم پر بھی بہت سے
احباب تشریف فرما تھے الغرض سب سے رخصت ہو کر اور ان کی محبت اور تکلیف
فرمانے کا شکریہ ادا کر کے ریل پر سوار ہوا۔ گھنٹی بجی ریل نے سیٹی دے کر اپنی
روانگی سے مسافرین کو ہوشیار کیا اور روانہ ہوئی +

اس سفر میں میرے ہمراہ خان بہادر محمد برکت علی خاں صاحب پنشنر
اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر پنجاب و جنرل سکرٹری انجمن اسلامیہ لاہور و ٹرسٹی
علیگڈھ و منشی عبد الکریم صاحب مختار عدالت و میونسپل کمشنر لاہور و
ناظر غلام حسن خاں صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ اور نیز دیگر ملازمین ریاست
ہیں گاڑی امرتسر و جالندھر سے گزرتی ہوئی جب سٹیشن لدھیانہ پر پہنچی
تو سردار علی حسین خاں صاحب بیرسٹرایٹ لا و اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر
میرے ملنے کے لئے پلیٹ فارم پر موجود تھے اور ہمارے ساتھ سٹیشن سرہند
تک تشریف لائے بعد ازاں لدھیانے کو واپس ہوئے قریب دس بجے

کے جب ٹرین سٹیشن راج پورہ پر پہنچی میں اپنے معزز دوست سید جب علی شاہ صاحب کی ملاقات سے جو راجندر پریس پٹیالہ و وکٹوریہ پریس لاہور کے مالک مطابع اور ہردل عزیزی و مہماں نوازی میں مشہور و معروف ہیں محظوظ ہؤا دس منٹ ٹھیرنے کے بعد ٹرین پھر روانہ ہوئی اور ساری رات چلنے کے بعد صبح کو آٹھ بجے سٹیشن غازی آباد پر پہنچی اس وقت سردی اس قدر ہے کہ باوجود متعدد گرم کپڑوں کے ہر شخص کانپ رہا ہے یہاں پون گھنٹہ کے قریب گاڑی ٹھیری اور پھر دہلی کی طرف روانہ ہوکر قریب دس بجے کے سٹیشن دہلی پر پہنچی ہم سے چند منٹ پیشتر حضور نواب لفٹیننٹ گورنر صاحب پنجاب بذریعہ سپیشل ٹرین وارد دہلی ہوچکے ہیں پلیٹ فارم دہلی پر نواب سلطان میرزا صاحب آنریری مجسٹریٹ دہلی جو شاہزادگان دہلی کے خاندان جلیل سے ہیں مع دیگر رؤسائے شہر تشریف فرما ہیں ان سے ملاقات و مزاج پُرسی کے بعد گاڑی پر سوار ہوکر مع ملازمین و سواران ریاست پنجاب کمپ میں گیا یہ مقام سٹیشن سے چھ میل کے قریب جانب شمال مغرب واقع ہے خیمے درستی و خوبصورتی سے نصب پائے کمپ کا انتظام ناظر غلام حسنؑ خاں صاحب کے سپرد ہے جنھوں نے یہاں کی آراستگی اور ضروری سامان کے مہیا کرنے میں اپنے اعلےٰ حسن انتظام کا جوہر دکھایا +

دربار کمپ

یہ دربار بھی مدتوں اپنی شہرت اور زبان زد خلائق ہونے سے خود اپنی یادگار بننے کی کوشش کریگا دہلی جیسے شہر میں بھلا اس قدر لاکھوں آدمی کے مجمع کی کہاں گنجائش تھی اس لئے شہر سے باہر شمال و جنوب و مغرب کی طرف پانچ پانچ چھ چھ میل کے فاصلے تک کمپ قائم کئے گئے ہیں ان کی نسبت اگر مفصل لکھا جاوے تو بجاے خود ایک کتاب بن جائے ہزاروں بلکہ لاکھوں خیموں سے اُس وسیع میدان کی خوش آبادی قابل دید ہے چونکہ ہندوستان کے بہت حضرات اس کی کیفیت اور سیر سے لطف اُٹھا چُکے ہیں اور جو لوگ خود اس جلسے میں شامل ہونے سے قاصر رہے اُنہوں نے بھی اردو انگریزی اخباروں سے مفصل حالات سُن لئے ہیں اس لئے زیادہ تفصیل اس ہیں کی بی متناسب نہیں سمجھی گئی صرف اِسی قدر کہہ دینا شاید کافی ہوگا کہ یہ سارا کمپ کئی حصّوں میں جیساکہ ہندوستان کی انتظامی تقسیم کی گئی ہے مختلف صوبوں کے نام سے موسوم ہے ہر صوبے میں مہاراجگان ذی اختیار اور رؤساے عالی وقار کے خیمے اپنے جدا جدا رنگوں اور مختلف پیرایوں میں نئی شان وشوکت دکھا رہے ہیں آراستگی وخوبصورتی وعمدگی میں یہ کہنا کہ وہ آپ ہی اپنا نظیر ہیں بیجا نہیں لاکھوں روپے ان کی تیّاری میں صرف ہوئے ہیں کہیں نوّابان ومہاراجگان ملک پنجاب کے کمپ کا دُور اور دُور

تک عالی شان خیموں کی دَوڑ صوبہ پنجاب کی سیر کا لطف دکھا رہی ہے کہیں نوّاب رام پور ایسے با اختیار و عالی حوصلہ رئیس کی مرتفع بارگاہ خیموں کا انتظام فوج کی با قاعدہ آراستگی افغانان صوبۂ متحدّہ آگرہ و اودھ کی شان و شوکت ظاہر کرنے کے ساتھ ہی اُن کی خوش سلیقگی کا کافی ثبوت دینے کو تیّار ہے کسی جگہ شالی خیموں کی قیمتی آرائش اُتنی سی زمین کو کشمیر بنائے ہوئے ہے کہیں رنگین خیموں کے مخملی پردے کا شان کا نقشہ آنکھوں کے سامنے کھینچ رہے ہیں گرداگرد اُن کے معتمدین اور اہلکاران کے خیموں کی قطاریں خوبصورتی میں خوبصورتی بڑھائے ہوئے ہیں سارے کیمپ میں برقی روشنی کی گئی ہے رات کے وقت ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا ہزاروں چاند آسمان سے زمین پر اُتر آئے ہیں آنکھوں میں چکا چوند پیدا کرنے والی روشنی ہر نگاہ کو یقین دلا رہی ہے کہ اگر شب ماہ بھی ہو تو اس کا فروغ مٹا دینے میں ہم مجبور نہیں اور کبھی اس کی میلی چاندنی کا پیوند ہماری صاف روشنی کے دامن میں نہیں لگ سکتا دُور سے لمپوں اور چراغوں کی مجموعی روشنی نے تو وہ سماں باندھا ہے کہ دیدنہ شنید خیموں کے گرد خوشنما کیاریاں اپنی دلربا سبزی کی بہار دکھا رہی ہیں جہاں کہیں دیکھئے چمن کے چمن شگفتہ ہیں کیاریوں میں جا بجا ایسی صنعتیں کی گئی ہیں کہ حُسن اور بھی بڑھ گیا ہزاروں شیشوں اور مختلف رنگوں کی بوتلوں کو توڑ کر اُن کے ٹکڑوں سے زمین پر ایسے ایسے حلقے اور خوشنما

بیضاوی اور ہلالی دائرے بنائے ہیں کہ صرف یہی سیر جی بہلانے کے لئے
کافی ہے کہیں گھاس کو مختلف پھولوں کی وضع میں تراش کروہ عجیب نظارہ
دکھایا ہے کہ سبزہ زار میں گلزار کی کیفیت نظر آتی ہے سڑکیں بھی نہایت خوبصورتی
سے نکالی گئی ہیں علےٰ ہٰذا القیاس تمام ہندوستان کے راجاؤں و نوابوں کے
خیموں میں اعلےٰ درجے کی رونق ہے طلائی اور نقرئی کرسیاں زر نگار و
نقرہ کار ستوں عمدہ فرش نفیس پردے شاہی سامان کا جلوہ دکھارہے ہیں
دیکھنے والوں کو پرانی شان وشوکت یاد آجاتی ہے لاکھوں روپیہ ان کی آرائش
اور زیبائش میں خرچ ہوا ہے ہر شخص یہی چاہتا ہے کہ نئے رنگ میں دوسروں
پر ترجیح لے جائے یا کم سے کم کسی بات میں اپنے برابر والوں سے کم نہ رہے اکثر
مہاراجگان کے دروازوں پر نوبت خانے کی گونجتی ہوئی آوازوں اور شہنائیوں
کی شور نے اس جنگل میں اس کا یقین دلادیا ہے کہ کسی بڑے جشن کی تیاریوں
کا اظہار زبان حال سے کر رہی ہیں راستوں میں رئیسوں اور راجاؤں کی
آمد ورفت سے قابل دید کیفیت نظر آتی ہے مہاراجگان ہند اور والیان ریاست
کی آراستہ فوجیں نئی آن بان دکھارہی ہیں خوشنما بگھیاں اپنے اپنے پہیوں
سے زمین کو لٹو کرتی پھرتی ہیں کہیں کسی مہاراجہ کی سواری دھوم دھام سے
جارہی ہے سینکڑوں سوار آگے پیچھے برہنہ تلواریں لئے ہوئے ادھر سے
آئے اُدھر نکل گئے کہیں والیان ملک کے فوجی سوار نیزہ لئے ہوئے ہر طرف

پھرتے نظر آتے ہیں گھوڑوں کا ہنہنانا گاڑیوں کی گھر گھراہٹ ہٹو بچوں
کی صدائیں کان پڑی آواز نہیں سنائی دیتی کمانڈران چیف صاحب و
گورنران و لفٹیننٹ گورنران سینٹرل کمپ میں جو دہلی کی جانب شمال ہے خیمہ آرا
ہیں قریب ہی حضور وایسرائے لارڈ کرزن صاحب بہادر کی عالی شان
کوٹھی جو اسی زمانے میں خاص اُن کی قیام کے لئے تیار کی گئی ہے اپنی شان
و شوکت دکھا رہی ہے ان کے شمال کی طرف ایک مسقف چبوترہ بہ شکل نعل
موسوم بہ ایمفی تھیئٹر ایک وسیع میدان میں بنایا گیا ہے جس میں گیلری کی وضع
پر نشستگاہیں بنی ہوئی ہیں اس کل چبوترے کے گرداگرد چھبیس ۲۶ بلاک میں
نشستگاہ کو تقسیم کیا ہے جو اہل دربار کے لئے مخصوص ہیں علاوہ ان کے
چار بلاک اور بھی تماشائیوں کے لئے ہیں ہر بلاک میں تیرہ تیرہ ۱۳ گیلریاں ہیں ان
سب گیلریوں میں بارہ ہزار آدمیوں کے بیٹھنے کی گنجائش ہے یہ جگہیں نہایت
خوبی سے آراستہ اور سرخ بانات سے سجی ہوئی ہیں اور یہی مقام یکم جنوری ۱۹۰۳ء
کے دربار کی جائے انعقاد قرار پایا ہے خیموں میں سے سڑکیں اور روشیں ایسی
باقاعدہ اور خوش اسلوبی سے نکالی گئی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ
آبادی چند روزہ کی نہیں ہے بلکہ کئی برسوں سے یہ مقام آباد ہے انتظام
پولیس و فوج خاطر خواہ ہے گو چھڑکاؤ وغیرہ کا بھی اعلیٰ انتظام ہے مگر پھر بھی
ایسے ہجوم اور کثرت خلائق کے موقع پر ممکن نہیں ہے کہ ان کی لکد کوبی زمین کی

خاک نہ اُڑا دے اور گرد غبار نہ دکھائی دے موسمی سردی نے بھی اپنا خیمہ ڈیرہ لگا لیا ہے کیمپوں میں حد سے زیادہ برودت ہے اِدھر ہوا کی خنکی اُدھر سڑکوں کی ٹھنڈک نے یہ زور پکڑا کہ قریب ہے کہ سب کو برد اطراف کا مرض پیدا ہو جائے اکثر لوگ نمونیا اور کھانسی میں مبتلا ہو گئے ہیں بعض ایسے حضرات جو اپنی عمر کی طبعی رفتار سے شاید کچھ مرحلہ زندگی اور طے کرتے اس قہری سردی کی تکلیف برداشت نہ کر سکنے سے لحد میں کفن سے منہ لپیٹ کر سو رہے اور تمغہ و خطاب پانے کے قبل موت کی ڈگری حاصل کر لی اور بعض حضرات تو اپنے گھر ہی سے ملک الموت کے مدعو ہو گئے یہاں تک پہنچنے کی نوبت ہی نہیں آئی +

۲۴ - دسمبر سنہ ۱۹۰۲ء یوم چارشنبہ

آج صبح کو اُٹھا ضروریات سے فارغ ہو کر دربار دہلی کی سیر کو گیا واپس آنے پر معلوم ہُوا کہ میرے معزز دوست ڈاکٹر ولکنسن صاحب سول سرجن وافسر پلیگ ڈیوٹی ضلع لاہور تشریف لائے ہیں اُن کا تذکرہ اسی سفرنامے کے گذشتہ حالات میں جبکہ میں پیرس سے ہندوستان کی طرف آ رہا تھا مفصل کر چکا ہوں۔ یہاں صاحب ممدوح صرف دربار دہلی کے سیر کے لئے آئے ہیں اور میرے ہی کیمپ میں مقیم ہیں چار بجے کے قریب میں اپنے معزز دوست سرحدی ملک کے ہونہار و قابل نوجوان راجہ

سکندر خاں صاحب سی۔آئی۔ای والے ناگر کے حسب خواہش ان کے
پولو ٹیم دیکھنے کو گیا راجہ صاحب موصوف فی الحقیقت فن پولو میں اعلےٰ درجے
کی مہارت رکھتے ہیں اور اس کھیل کی جانب طبعی رغبت وشوق کے لئے خود یہ
ثبوت کافی ہے کہ اتنی دُور سے اپنے ہمراہ ٹیم لائے ہیں۔ایک گھنٹے تک یہ
کھیل و تماشا دیکھنے کے بعد میں اپنے خیمے کو واپس آیا غروب آفتاب ہو گیا
تھا نماز وغیرہ سے فارغ ہو کر تھوڑی رات گئے کیمپ کے چراغان کی بہار
دیکھنے کو گیا یہ سیر بھی قابل دید نظر آئی ستاروں کی طرح چمکتے ہوئے چراغوں
نے راہوں میں کہکشاں کی کیفیت پیدا کر دی تھی دامن نگاہ کے جلانے والے
شعلۂ نور کی لپک لمپوں کی دُور تک جانے والی تڑپ نے دلاویز سماں دکھلایا
کثرت روشنی سے نوابان با اختیار کی عالی شان بارگاہیں مہاراجگان ہند
کے مرتفع خیمے گنبد نور کی طرح منور نظر آئے تھوڑی دیر اس دلکش نظارے
کا لطف اُٹھا کر اپنے خیمے میں واپس آیا اور آرام کیا ٭

۲۵۔دسمبر ۱۹۰۲ء بروز پنجشنبہ

آج بھی اکثر احباب کی ملاقات کے لئے گیا اور دربار دہلی کی سیر کی
قریب دس بجے کے میرے معزز دوست و خاندانی رئیس جناب دیوان نرندر ناتھ صاحب
ایم۔اے ڈپٹی کمشنر پنجاب جن کے اسلاف بزرگ ہمیشہ سے ہندوستان
کی مختلف ریاستوں میں اعلےٰ اعلےٰ عہدوں پر ممتاز رہ چکے ہیں ملاقات کے

لئے تشریف لائے تھوڑی دیر باہمی گفتگو کے بعد دیوان صاحب رخصت ہوئے اور میں آنریبل خلیفہ محمد حسین خاں صاحب کی بازدید کو گیا خلیفہ صاحب موصوف کے خاندان سے جنھوں نے ریاست پٹیالہ میں نہایت سنجیدگی اور عاقلانہ طور سے کام کیا ہے شاید ہی کوئی شخص واقف نہ ہو اُن کے بھائی جناب خلیفہ محمد حسن علی خاں صاحب مرحوم وزیر اعظم پٹیالہ رہ چکے ہیں اُنھوں نے کاروبار ریاست کو ایسی خوش اسلوبی اور عمدگی سے نباہا کہ ہر متنفس خواہ وہ کسی ملّت کا کیوں نہ ہو اُن کا مدّاح رہا اُن کے انتقال پر اُن کے چھوٹے بھائی صاحب نے ریاست کا جزو و کل انتظام اپنے ذمے لے کر اپنے کو ویسا ہی قابل تحسین منتظم ثابت کر دیا گورنمنٹ انگلشیہ نے ان کی خدمت و کارگزاری سے خوش ہو کر نہ صرف ان کو مجلس واضعان قوانین پنجاب کا آنریبل بنایا بلکہ اعلےٰ ممبر کونسل پٹیالہ کا بھی ممتاز عہدہ عطا فرمایا *

۲۶ - ۲۷ - ۲۸ - دسمبر ۱۹۰۲ء بروز جمعہ - شنبہ - یکشنبہ

یہ تین روز سیاحت دہلی اور ملاقات احباب و بازدید میں صرف ہوئے *

۲۹ - دسمبر ۱۹۰۲ء بروز دوشنبہ

آج حضور وایسرائے صاحب بہادر و ڈیوک آف کناٹ صاحب بہادر کے جلوس سواری کی تمام شہر میں دھوم دھام ہے صبح ہی سے ریلوے سٹیشن پر اُن کے استقبال کے لئے سب مہاراجگان و نوابان و گورنران و لفٹنٹ گورنر

و دیگر حکام انگریزی جمع ہیں اور ان کی تشریف آوری کا انتظار کر رہے ہیں
شہر دہلی کے چاندنی چوک و قلعہ و دیگر کوچہ و بازار میں لوگوں کی کثرت
تماشائیوں کی بھیڑ بھاڑ نے راستے کو ایسا تنگ کیا ہے کہ ہوا بھی اگر دب کر
نکل جائے تو ضیق النّفس کے عارضے میں مبتلا ہو جائے ایک پر ایک گرا
پڑتا ہے تمام راستوں میں جدھر سے جلوس گزرنے والا ہے فوج انگریزی
و دیسی و پولیس کا انتظام خاطر خواہ کیا گیا ہے دو رویہ فوجیں صف آرا
ہیں اور سڑکوں پر چھڑکاؤ سے ایسی کیچڑ ہے کہ پیادگان جلوس پھسل کر
گرنے کے خوف سے پھونک پھونک کر قدم رکھتے ہیں ریلوے سٹیشن پر
تو اعلےٰ درجے کی زیبائش ہے کل راجگان و نوابان ذی اختیار حضور
وایسرائے صاحب کی پیشوائی کے لئے اپنے طرح طرح کے زرق برق
لباسوں میں کھڑے رونق جلسے کو بڑھا رہے ہیں فوجی افسران انگریزی
بھی اپنے سرخ و قرمزی لباسوں میں پلیٹ فارم کی زینت کو دوبالا کر رہے
ہیں کل پلیٹ فارم پر سرخ بانات کا فرش کیا گیا ہے اور نہایت خوبصورت
محرابیں سرخ رنگ کے کپڑے اور بیل بوٹوں سے سجائی گئی ہیں سب لوگ
منتظر کھڑے ہیں آنکھیں ریلوے لائن سے لڑی ہوئی ہیں کسی کی سگنل
پر نظر ہے کوئی لین کلیر کی خبر پوچھنے میں سرگرم ہے ابھی یہ سب ہو ہی رہا
تھا کہ ریل کے کوکنے کی آواز کان میں آئی ہر شخص اضطرابی حالت سے

اُٹھ کر اپنے اپنے قاعدے سے کھڑا ہوگیا صفیں جم گئیں ٹھیک ½ ۱۱ بجے
دوپہر کو حضور وایسرائے صاحب بہادر کی سپیشل ٹرین آئی ریل کے
ٹھیرتے ہی حضور وایسرائے صاحب مع لیڈی کرزن صاحبہ
اپنی گاڑی میں سے پلیٹ فارم پر تشریف لائے باجا بجنے لگا دہلی کے قلعے
سے توپوں کی آواز نے لوگوں کو بتا دیا کہ وایسرائے صاحب تشریف لائے چونکہ
اُسی وقت کے انتظار میں کل باشندگان شہر دہلی عموماً اور وہ لوگ جو پروسیشن
یعنی جلوس کے دیکھنے کے لئے اپنی اپنی مختلف جگہوں پر مختلف مقاموں
میں بیٹھے ہوئے خصوصاً گھڑیاں گن رہے تھے اور جلوس سواری کے انتظار میں
نگاہیں دوڑا دوڑا کر رستوں کی خبر لاتے تھے نہایت محظوظ و شادماں ہوئے
وائسرائے صاحب موصوف نے جو سٹار آف انڈیا کا نیلا جالدار لباس پہنے ہوئے تھے
اُترتے ہی ڈیوک آف ہیسی صاحب سے ملاقات کی اور کل گورنران و
لفٹیننٹ گورنران و چیف کمشنران و رزیڈنٹ صاحبان سے ملاقات
کرنے کے بعد با اختیار مہاراجگان و نوابان سے جو اُس وقت پلیٹ فارم
پر موجود تھے ہاتھ ملایا ابھی حضور وایسرائے صاحب بہادر ان سب
سے پورے طور سے ہاتھ ملا نہ چکے تھے کہ پھر ایک سپیشل ٹرین گھڑ گھڑاتی ہوئی
پہنچی اس میں ڈیوک آف کناٹ صاحب تشریف رکھتے تھے گاڑی
کے ٹھیرتے ہی فیلڈ مارشل کی وردی زیب تن کئے ہوئے اُترے سب

صاحبوں نے پلیٹ فارم پر ان کا استقبال کیا ان کے ساتھ اُن کی بیگم صاحبہ یعنی ڈچز آف کناٹ بھی تشریف فرما تھیں معمولی ملاقات وغیرہ کے بعد ہاتھیوں پر سوار ہونے کے ارادے سے یہ سب صاحبان اپنے حفظ مراتب کے بموجب پلیٹ فارم سے سٹیشن کے باہر تشریف لے گئے حضور وایسرائے صاحب مع لیڈی صاحبہ مہاراجہ بنارس کے ہاتھی لچھمن نامی پر سوار ہوئے اور ڈیوک آف کناٹ مع ڈچز صاحبہ علیحدہ ہاتھی پر سوار ہوئے جو چاندی کے ہودج اور زرکار جھولوں سے سجائے گئے تھے سٹیشن کے باہر ہاتھیوں کا اعلےٰ اور قابل دید نظارہ تھا ہر ہاتھی اپنی خوشنما ہودجوں اور زرتار مقیشی جھولوں سے ایک دوسرے سے فوقیت لے جانے کی کوشش کر رہا تھا کیونکہ ہر راجہ و مہاراجہ نے ایسے موقع پر اپنی شان و شوکت اور ثروت دکھانے کی سعی کی مگر حضور نظام حیدرآباد دکن کا ہاتھی زعفرانی ہودج اور سادہ جھول سے آراستہ تھا بلکہ خود ان کا لباس بھی مع پگڑی کے زرد تھا باقی رئیسوں کے ہاتھی سونڈ کے سوا جو سانپ کی طرح کبھی ادھر اور کبھی ادھر لہراتے سونے چاندی کے زیوروں میں اپنا بدن چھپائے ہوئے تھے اُن کی اعلےٰ درجے کی جھولیں دیکھنے والوں کی آنکھوں کو حیرت میں ڈالتی تھیں ریلوے سٹیشن سے جلوس مفصلہ ذیل ترتیب سے ٹھیک ۱۲ بجے روانہ ہوا

مفصلۂ ذیل صاحبان گھوڑوں پر سوار تھے

انسپکٹر جنرل پولیس پنجاب

وایسرائے اسکورٹ کا ڈپٹی اسسٹنٹ کوارٹر ماسٹر جنرل

چوتھے رائل آئرش ڈریگون گارڈ کا ایک دستہ

رائل ہارس آرٹیلری کا بیٹری

چوتھے ڈریگون گارڈ کے تین دستے

وائسرائے اسکورٹ کا اردلی افسر | وائسرائے اسکورٹ کا ڈپٹی اسسٹنٹ اڈجوٹینٹ جنرل

وایسرائے اسکورٹ کا جنرل کمانڈنگ افسر

باجا بجانے والے لفٹینٹ

وایسرائے کا باڈی گارڈ

ایمپیریل کیڈٹ کارپس

مفصلہ ذیل صاحبان ہاتھی پر سوار تھے

وائسرائے صاحب کے ایڈی کانگ	وائسرائے صاحب کے ایڈی کانگ
ہزرائل ہائینس دی ڈیوک آف کناٹ صاحب کا علم	ہزرائل ہائینس دی ڈیوک آف کناٹ صاحب کا علم
وائسرائے صاحب کے پرائیویٹ سکرٹری مع ایڈی کانگ	گورنمنٹ انڈیا کے فارن سکرٹری مع ایڈیکانگ وائسرائے صاحب

حضور وائسرائے لارڈ کرزن صاحب مع لیڈی صاحبہ

حضور رائل ہائی نس دی ڈیوک آف کناٹ صاحب مع ڈچز صاحبہ

مہاراجگان ذی اختیار

ہزہائی نیس حضور نظام حیدر آباد

ہزہائی نیس مہاراجہ صاحب تراونکور

ہزہائی نیس مہاراجہ صاحب کشمیر

ہزہائی نیس مہاراجہ صاحب میسور

وسط ہند کے مہاراجگان

ہزہائی نیس مہاراجہ صاحب گوالیار

ہزہائی نیس مہاراجہ صاحب اندور

ہزہائی نیس مہاراجہ صاحب ریوا

ہزہائی نیس مہاراجہ صاحب اُرچھا

ہزہائی نیس مہاراجہ صاحب دتیا

ہزہائی نیس مہاراجہ صاحب دہر

ہزہائی نیس مہاراجہ صاحب دیواس کلاں

ہزہائی نیس مہاراجہ صاحب دیواس خُرد

ہزہائی نیس مہاراجہ صاحب سمدر

ہزہائی نیس مہاراجہ صاحب چرخری

ہزہائی نیس مہاراجہ صاحب چترپور

ہزہائی نیس مہاراج صاحب راجگڑھ

راجپوتانہ کے مہاراجگان

ہزہائی نیس مہاراجہ صاحب جے پور

ہزہائی نیس مہاراؤ صاحب بوندی

ہزہائی نیس مہاراجہ صاحب بیکانیر

ہزہائی نیس مہاراؤ صاحب کوٹہ

ہزہائی نیس مہاراجہ صاحب کرولے

ہزہائی نیس مہاراون صاحب جیسلیر

ہزہائی نیس مہاراجہ صاحب الور

ہزہائی نیس نواب صاحب ٹونک

ہزہائی نیس مہاراجہ صاحب سروہی

ہزہائی نیس مہاراج رانا صاحب جھالاوار

مہاراجگان بمبئی

ہزہائی مہاراجہ صاحب کولاپور

ہز ہائی نیس مہاراجہ صاحب نرسنگھ گرڑھ

مہاراجگان پنجاب

ہز ہائی نیس مہاراجہ صاحب پٹیالہ

ہز ہائی نیس نواب صاحب بہاولپور

ہز ہائی نیس راجہ صاحب نابھہ

ہز ہائی نیس راجہ صاحب جیند

ہز ہائی نیس راجہ صاحب کپورتھلہ

ہز ہائی نیس راجہ صاحب سرمور

ہز ہائینس صاحبزادۂ نواب صاحب مالیرکوٹلہ

ہز ہائی نیس راجہ صاحب فرید کوٹ

مہاراجہ صاحب آسام

ہز ہائی نیس راجہ صاحب منی پور

رئیس بمبئی

ٹھاکر صاحب لیمری

ہز ہائی نیس راؤ صاحب کچھ

ہز ہائی نیس میر صاحب خیرپور

ہز ہائی نیس سلطان شہر ومکولہ

مہاراجگان بنگال

ہز ہائینس صاحبزادۂ مہاراجہ صاحب سکم

ہز ہائی نیس مہاراجہ صاحب کوچ بہار

ہز ہائی نیس راجہ صاحب کوہ ٹپرا

مہاراجگان صوبہ متحدہ آگرہ و اودھ

ہز ہائی نیس نواب صاحب رام پور

ہز ہائینس مہاراجہ صاحب بنارس

ہز ہائینس راجہ صاحب ٹیڑی

رؤسائے بمبئی

ہز ہائی نیس ٹھاکر صاحب موروی

راجہ صاحب باندہ

راجہ صاحب بریا

نواب صاحب جنجیرا

رئیس برہما

سابوا صاحب مونگ سٹی

ایضاً کنک ٹنگ

مفصلہ ذیل صاحبان گاڑیونمیں سوار تھے

ہزرائل ہائینس گرانڈ ڈیوک آف ہیسی مع اپنے سٹاف کے

ایسکورٹ ڈیوک صاحب آف ہیسی

ہزایکسیلینسی گورنر صاحب بمبئی مع عملہ

باڈی گارڈ گورنر صاحب بمبئی

ہزایکسیلینسی گورنر صاحب مدراس مع عملہ

باڈی گارڈ گورنر صاحب مدراس

ہزآنر دی لفٹینینٹ گورنر صاحب پنجاب مع عملہ

ایسکورٹ لفٹینینٹ گورنر صاحب پنجاب

مفصلہ ذیل صاحبان گھوڑوں پر سوار تھے

ہزایکسیلینسی کمانڈر انچیف مع عملہ

برٹش کیولری کا ایسکورٹ

مفصلہ ذیل صاحبان گاڑیوں پر سوار تھے

ہزآنر دی لفٹینینٹ گورنر صاحب برہما مع عملہ

ایسکورٹ لفٹینینٹ گورنر صاحب برہما

ہز آنر دی لفٹیننٹ گورنر صاحب بنگال مع عملہ

ایسکورٹ لفٹیننٹ گورنر صاحب بنگال

ہز آنر دی لفٹیننٹ گورنر صاحب ممالک متحدہ آگرہ و اودھ مع عملہ

ایسکورٹ لفٹیننٹ گورنر صاحب ممالک متحدہ آگرہ و اودھ

گورنر جنرل صاحب کی کونسل کے ممبر صاحبان تین گاڑیوں میں۔

مفصلہ ذیل صاحبان گھوڑوں پر سوار تھے

لفٹیننٹ جنرل کمانڈنگ افسر بنگال مع عملہ

ہز ہائی نیس خان صاحب قلات — آنریبل ایجنٹ صاحب بلوچستان

کئی بلوچی سردار

آنریبل چیف کمشنر ایجنٹ گورنر جنرل صوبۂ سرحدی

معزز پٹھان سردار

مفصلہ ذیل صاحبان گاڑیوں میں سوار تھے

آنریبل چیف کمشنر صاحب آسام مع عملہ

ایسکورٹ چیف کمشنر صاحب آسام

آنریبل چیف کمشنر صاحب ممالک متوسط مع عملہ

ایسکورٹ چیف کمشنر صاحب ممالک متوسط

پرنس آف ویلز صاحب کا گیارھواں بنگال لانسرز

جو ذی اختیار مہاراجگان و دیگر رؤساے صاحبان ہاتھیوں کے جلوس میں شریک نہیں ہیں ان کے لئے چاندنی چوک متصل جامع مسجد بیٹھنے اور جلوس کے دیکھنے کا گورنمنٹ کی طرف سے انتظام کیا گیا ہے۔ چنانچہ ہم سب کی نشست کے لئے جامع مسجد کے پاس جگہوں کو ریزرو کیا گیا ہے ہماری بگھیوں و سواروں کے لئے ہماری نشستگاہ سے مقابل کے میدان میں کمپونڈ بنائے گئے ہیں تاکہ جلوس ختم ہوتے ہی ہم آسانی سے سواری کو پاسکیں جامع مسجد کے اوپر معزز مہمانان وایسراے صاحب وغیرہ لوگ جو یورپ سے تشریف لائے ہیں بیٹھے ہیں جلوس کے ہاتھیوں کے علاوہ مختلف نوابوں اور راجاؤں کے بہت سے ہاتھی قلعہ دہلی کے قریب کھڑے ہیں جلوس بڑھتے بڑھتے قلعے کے پاس سے ہوکر جامع مسجد کے سامنے آیا یہاں لاکھوں آدمیوں کا انبوہ ہے جامع مسجد کی سیڑھیوں اور اُن سٹینڈوں پر جو اس کے قریب اسی موقع کے لئے تیّار کئے گئے ہیں آدمی ہی آدمی دکھائی دیتے ہیں سڑک پر دو رویہ فوج کا عمدہ منظر اور لوگوں کی بھیڑ بھاڑ اور طرح طرح کے لباس دیکھنے کے قابل ہیں جلوس نہایت شان و شوکت سے اسی ترتیب کے ساتھ جس کا ذکر اوپر آچکا ہے مسجد کا طواف کرتا ہوا ہمارے سامنے سے گزرا جب حضور لارڈ کرزن صاحب وایسراے کی سواری کا ہاتھی ہمارے مقابل پہنچا تو چاروں طرف سے ہرّا ہرّا کے نعرے بلند

ہوئے لوگ نہایت ادب سے سلام کرتے ہیں حضور ویسرائے صاحب
ولیڈی کرزن صاحبہ بھی خندہ پیشانی سے اشارتًا جواب دیتے جاتے
ہیں اس وقت لیڈی کرزن صاحبہ پرتکلف لباس میں جب اپنے حسن خداداد
کے ساتھ مُسکراتی ہیں تو بے مثل حسین معلوم ہوتی ہیں اس شاندار جلوس
کو ہمارے سامنے سے گزرنے میں شاید ایک گھنٹے کے قریب لگا ہوگا یہ جلوس
اسی طرح سے ہسپتال کے پاس سے ہوتا ہوا چاندنی چوک۔ فتح پوری بازار
واحمد پاشے سڑک ڈفرن برج وموری دروازہ و راج پور سڑک وغیرہ
سے گزرتا ہوا وایسرائے کمپ میں پانچ بجے کے قریب پہنچا موری دروازہ کے
باہر وایسرائے صاحب ہندوستان کے مہاراجگان عالی شان سے
رخصت ہوکر علیحدہ ہوگئے جلوس کے ختم ہوتے ہی ہم لوگ بھی اپنی اپنی بگھیوں
پر سوار ہوکر مع سواروں کے براہ قلعہ وکشمیری دروازہ وایگزبیشن
روانہ ہوئے راستے میں اس قدر ہجوم ہے کہ خدا کی پناہ غول کے غول اِدھر
سے اُدھر جاتے ہیں۔ بیچ میں اگر ہوا بھی پڑگئی تو فشار ہوگیا بگھیوں کی قطار میں
سواروں اور پیادوں کی کثرت کیا ممکن ہے کہ انسان دو قدم بھی سیدھا چل سکے
بڑی دقتوں سے اس کشمکش سے نجات پائی پانچ بجے شام کے قریب کمپ
میں پہنچے ؎

۳۰- دسمبر سنہ ۱۹۰۲ء بروز سہ شنبہ

چونکہ آج انڈین آرٹ ایگزبیشن نمائش گاہ کا افتتاح حضور وائسرائے صاحب لارڈ کرزن بہادر قدسیہ باغ میں ۱۱½ بجے کرنے والے ہیں اس لئے میں دس۱۰ بجے صبح کو اس میں شامل ہونے کی غرض سے وہاں گیا یہ جگہ ہمارے کمپ سے پانچ میل کے فاصلے پر ہے یہ خام عمارت صرف اسی آٹھ نو مہینے کے عرصے میں بہ شکل مستطیل بنائی گئی ہے اس پر ایسی عمدگی سے پلستر کیا گیا ہے کہ اُس کی ظاہری زینت سے خامی و پختگی کی تمیز اہل تمیز ہی کر سکتے ہیں اس عمارت میں لکڑی - ہاتھی دانت - ریشم - قالین - چاندی - سونے کے نہایت نفیس و خوشنما سامان ہندوستان کے کاری گروں کے تیار کردہ رکھے ہوئے ہیں ان میں سے اکثر پرانے زمانے کی بنی ہوئی چیزیں ہیں اس جگہ تقریباً کل والیان ریاست و رؤسائے ہندوستان و افسران انگریزی سرکاری طور سے بلائے ہوئے آئے ہیں سوائے ان صاحبوں کے ہزاروں آدمی ٹکٹ لے کر شریک ہوئے ہیں بہت بڑا مجمع ہے ہر شخص کا جداگانہ لباس مختلف رنگ نئی آن بان نئی سج دھج ہر فرقہ اور ہر قوم و ملک کو امتیاز دینے والے خاص خاص نشانات یہ ثابت کر رہے ہیں کہ کچھ صنعتی اشیا پر موقوف نہیں بلکہ یہ آدمیوں کی قدرتی نمائش گاہ بھی ہے تھوڑی دیر کے بعد حضور وائسرائے ہند مع ڈیوک اینڈ ڈچز آف کناٹ

وگرانڈ ڈیوک آف ہیسی کے تشریف لائے اور اس چبوترے پر جو اس عمارت کی بڑی محراب کے نیچے بنا ہوًا ہے جلوہ افروز ہوئے بڑے بڑے والیانِ ریاست مع لارڈ کچنر صاحب ودیگر حکام اعلےٰ بھی انہیں کے قریب تشریف رکھتے ہیں اُن کے سامنے نصف دائرے کی صورت میں مہمانان شاہی کرسیوں پر بیٹھے چند منٹ کے بعد حضور وایسرائے لارڈ کرزن صاحب نے نہایت ہی پر جوش و مؤثر تقریر فرمائی عام ناظرین کی واقفیت کے لئے اُس کا ترجمہ درج کیا جاتا ہے ہمارے ملک کے لوگوں کو اس سے سبق حاصل کرنا چاہیئے اور اپنے ہر دل عزیز لائق مدبر خیر خواہ وایسرائے صاحب کا تہ دل سے ممنون اور اُن کے مشفقانہ خیالات و خاص توجہ کا شکر گزار ہونا چاہیئے. جو اُنہوں نے اس وقت اہل ہند کی نسبت ظاہر فرمائے ہیں :-

یور رائل ہائنیسز۔ یور ہائینیسز لیڈیز۔ وجنٹلمین

آج بڑی خوشی سے میں اس دو ہفتے کے پہلے کام کو شروع کرتا ہوں اور دہلی آرٹ ایگزبیشن یعنی نمائش گاہ صنعت وحرفت کا افتتاح کرتا ہوں بہت سے ناظرین اس بات کا بمشکل یقین کرینگے کہ درختوں کے سوائے تمام چیزیں جو ہم کو سامنے نظر آتی ہیں آٹھ مہینے میں بن کر تیار ہوئی ہونگی جب میں گذشتہ اپریل میں جگہ کے منتخب کرنے کی غرض سے یہاں آیا تھا تو اُس ٹیڑی

عمارت اور برآمدوں اور تمام خوبصورت آراستہ چیزوں کا نام ونشان تک
نہ تھا یہ تمام سامان اس نمائش کی غرض سے یہاں بنایا گیا ہے اگرچہ میں
امید کرتا ہوں کہ اس نمائش کا اثر ایسا جلد دلوں سے محو نہ ہوگا لاکن یہ افسوس
ہے کہ اس مکان کا نشان بہت جلد معدوم ہو جائیگا شاید آپ لوگ اس موقع
پر اس بات کے متوقع ہونگے کہ میں انعقاد نمائش گاہ کی وجہوں کے متعلق مختصر
تقریر کروں جس وقت سے کہ میں ہندوستان میں آیا ہوں ہمیشہ اُس
ملک کے مشہور صنعت اور قدیم دستکاری کا مشاہدہ اور اُن کی روز افزوں
بربادی اور شکستگی پر افسوس کرتا رہا ہوں جیسا کہ بہت سے لوگوں نے آگے
کہا ہے جب یہ بات طے ہوگئی کہ دہلی میں یہ عظیم الشان دربار کیا جائے اور
اس میں ہندوستان کے کل شاہزادے اعلےٰ حکام دیسی شرفا راجگان و
والیان ملک اور ہر صوبہ وریاست کے ریزیڈنٹوں مدعو کئے جائیں ہمارے
دل میں یہ بات پیدا ہوئی کہ اب وہ موقع جس کے ہم خواہاں تھے آپہنچا اور
جس میں ہم اُن ضائع شدہ دستکاریوں میں از سرِ نو روح ڈال سکتے ہیں
اور دُنیا کو دکھا سکتے ہیں کہ اب بھی ہندوستان کیا کچھ کرنے کے قابل ہے اور
اگر ممکن ہو تو اس کے تنزل کے روکنے کا انتظام کیا جائے چنانچہ میں نے
ڈاکٹر واٹ صاحب کو منتخب کیا اور ان کو اس کام میں اپنا معین و مددگار
بنایا وہ اور اُن کے اسسٹنٹ مسٹر پرسی براون صاحب نے ہندوستان

میں دُور دُور ہزاروں میل تک سفر کیا اور ہر جگہ کے کاریگروں کو دیکھا نمونوں کو چھانٹا اور جس جگہ ان کی از سر نو بنوانے کی ضرورت ہوئی اُن کو بنوایا اور جہاں روپے کے دینے کی حاجت ہوئی وہاں روپیہ بھی دیا +

اس نمائش گاہ میں چیزوں کے رکھنے کی شرائط میں نے بھی میڈانز اور ایرانیوں کے قانون کی طرح کیئے تاکہ اس نمائش گاہ میں ان پر عملدرآمد رہنے +

پہلی شرط یہ تھی کہ یہ نمائش گاہ حرفت کی نمائش گاہ ہے اس میں کوئی غیر چیز نہ داخل ہونی چاہئے آپ صاحبوں کے لئے ایسے ایسے اسباب تو پہلے ہی سے مختلف عجائب گھروں میں مہیّا ہیں جن سے آپ ہندوستان کی دستکاری و کم خرچ چیزوں کی طرز کا اندازہ لگا سکتے ہیں چنانچہ **ڈاکٹر واٹ صاحب** کے پاس ایسی ہی ایک نمائش گاہ ہے اور نیز ایک ایسی ہی کلکتہ میں بھی ہے میں نے شہتیروں معدنیات کی چیزوں خام جنسوں کچے چمڑوں اور تجارتی اسبابوں کو کسی قدر وسعت کے ساتھ جیسا کہ آپ چاہتے ہیں متعدد عجائب گاہوں میں دکھا دیا ہے اگرچہ یہ سب سامان قابل تشفی ہیں مگر بدنما ہیں یہاں میری مراد ان اشیا سے نہیں ہے کیونکہ یہ نمائش گاہ دستکاری و کم خرچ اشیا کی نمائش گاہ نہیں ہے بلکہ صرف حرفت و صنعت کی نمائش گاہ ہے +

دوسری شرط یہ تھی کہ اس نمائش میں کوئی یوروپین یا نصف یوروپین

چیز نہ آنے پاوے میں نے مثل لمپوں کے نازک چیزوں کو مع اُن کے بڑے بڑے ستونوں کے اور رنگ دار شیشے کے جھاڑوں اور کھلونوں کو جن کا رواج اس ملک کی خاص جماعت میں بکثرت ہے اس نمائش میں لانے سے بالکل روک دیا کیونکہ ایسی چیزیں دنیا کے ممالک میں ناقص سمجھی جاتی ہیں ہندوستان میں بھی ایسا ہی سمجھنا چاہئے کیونکہ اس ملک میں خود اس کی دستکاریوں کی بہت سی اشیا موجود ہیں میں نے اس بات کی قید لگادی کہ اس نمائش میں وہی چیزیں ہونا چاہئے جس سے لوگوں کے قدیمانہ طرز اور ان کے خیالات و لیاقت وراے کا حال معلوم ہو ممکن ہے کہ اب بھی تھوڑی سی ایسی چیزیں اس نمائش گاہ میں آگئی ہوں جو میری شرائط سے خارج ہوں کیونکہ یوروپی فیشن کا رواج اس ملک میں بہت کچھ پھیل گیا ہے اور چاے دانی۔ شیر دانی۔ رومال گیر۔ نمک دانیاں و سیگریٹ کے کیس جن کی نسبت ہندوستانی صناعوں کو تاکید کی گئی تھی کہ نکال دیں دکھائی دیتی ہیں تاہم اس بڑے مجموعے کا عملدرآمد میرے قیود کے مطابق ہے +

تیسری شرط یہ تھی کہ اس میں نہایت اعلےٰ درجے کا اسباب لایا جاوے میں نہیں چاہتا تھا کہ ارزاں سوتی کپڑے موم جامہ عام چلد ار زیور خوبصورت پیلے یا پیتل کی مورتیں جو برمنگھم کی تیار کردہ ہوں یہاں لائی جائیں میرا انشا یہ تھا کہ ایسی نمائش گاہ تیار کی جاوے جو ہندوستان

کی صنعتوں کے سبب اپنی خوبصورتی اور خوش اسلوبی میں بے نظیر ہو ہمارے سونے چاندی کے برتن دھات کا کام میناکاری جواہرات اور لکڑی۔ ہاتھی دانت پتھر کا کام اعلےٰ درجے کی مٹی کے برتن مشرقی نمونے کے قالین ململ و ریشمی لباس کارچوبی۔ لاثانی ہندوستانی۔ زربفت یہ سب آپ حضرات اس عمارت میں ملاحظہ فرماوینگے لیکن اس بات کو مہربانی فرماکر یاد رکھیں کہ یہ بازار نہیں ہے بلکہ نمائش گاہ ہے جس سے میرا منشا یہ ہے کہ بیجان صنعت از سرِ نو زندہ کی جاوے اور اس میں ترقی دی جاوے نہ یہ منشا ہے کہ اس سے روپیہ جمع کیا جاوے اس نمائش کی علّت غائی یہ ہے جو اوپر بیان کی گئی ہے لیکن میں اس کے ساتھ کچھ اور ضروری باتیں بھی زیادہ کرتا ہوں اس بات کو معلوم کر کے کہ صنعت و حرفت کا مذاق کم ہوتا جاتا ہے اور ہمارے بہت سے نمونے خفیف سمجھے گئے ہیں ہم کو اس بات کی کوشش کرنی ہے کہ موجودہ نمونوں کے ساتھ ساتھ گذشتہ نمونے بھی رکھے جائیں یہ سب سامان جو اس ہال میں آپ مشاہدہ کرینگے ان میں ہندوستانی صنعتی و حرفتی نمونے راجگان ہندو ماہران فن سے مستعار لئے گئے ہیں اور کچھ اسباب یہاں کے عجائب گھروں اور کچھ لندن کے ساؤتھ کنزنگٹن کے بےمثل عجائب خانے سے منگایا گیا ہے بہت سی چیزیں نہایت ہی نفیس بنی ہوئی ہیں مجھے امید ہے کہ ہندوستانی کاریگر جو یہاں موجود ہیں یا اُن کے مربّی جو اُن کو ملازم رکھے ہوئے ہیں دونوں اشیا

کو صرف ایک پُرانی یادگار ہونے کی نظر سے نہ دیکھینگے بلکہ ان کو از سرِ نو
نیا بنانے اور ان میں رُوح پھونکنے کی غرض سے دیکھینگے تاکہ آئندہ کے لیئے یہ
بات ان کے کام میں ترقی دینے کے لئے مفید ثابت ہو اُس کے ساتھ ہی
یہ سچّا مقولہ بے سود نہ ہوگا کہ ہندوستان کی صنعت وحرفت میں کبھی غیر ممالک
کی تقلید سے رونق وتازگی نہ آئیگی اب مجھ سے سوال کیا جا سکتا ہے کہ میرا
اس نمائش سے کیا فائدہ تھا اور اس سے کون سے عمدہ نتیجہ کی مجھ کو توقع ہے
اس کا جواب مَیں چند الفاظ میں دونگا جب تک کہ ہندوستانی حرفتوں کو تجارت
کی روز افزوں ترقی دکھائی دیگی اور جب تک کہ بھاپ کی طاقت دستی طاقت
پر سبقت لئے ہوئے معلوم ہوگی اور جب تک فائدے کا خیال اصلی چیزوں کی
ماہیت پر فوق لئے ہوئے ہوگا اس وقت تک مجھے اس میں کامیابی کی امید
نہیں ہو سکتی میں ہندوستان میں بھی کل دنیا کی طرح ایک ہی چلن کا رویّہ
دیکھ رہا ہوں یعنی یہ کہ عرصہ ہوا انگلستان کی پُرانی صنعتیں معدوم ہوگئیں
اور چین وجاپان میں اب روز بروز معدوم ہوتی جاتی ہیں کوئی چیز اُن کی
سدِّراہ نہیں ہو سکتی مشین سے کپڑے بُننے کا طریق کبھی ہاتھ سے کپڑے
کے بُننے کے طریق کو جاری نہ رہنے دیگا جیسا کہ دُخانی گاڑیاں گھوڑا گاڑیوں
پر سبقت لے جا رہی ہیں اور جیسا کہ برقی طاقت سے چلنے والا پنکھا دستی پنکھوں
پر ترجیح پا رہا ہے یہ سب چیزیں ایسی ہیں کہ اُن سے کسی طرح گریز نہیں ہو سکتا

ایسے زمانے میں جس میں لوگ ارزاں چیزوں کے تو خواہاں ہیں مگر اُن کی بدنمائی کی پرواہ نہیں کرتے آرام و آسائش کا بڑا خیال ہے اس کی خوبصورتی کے چنداں درپے نہیں اس بات پر خوش ہیں کہ گو اُن کے ملک کے نمونے و اشیا ملیا میٹ ہی کیوں نہ ہو جائیں مگر وہ اسی کی تجسس میں رہینگے کہ غیر ملک کا کوئی عجیب اور عمدہ نمونہ ملے پھر بھلا کیونکر مجھ کو پورا یقین نہ ہو کہ پُرانے زمانے کی حرفت و دستکاری کا کام بالکل معدوم نہ ہو جائیگا اس جگہ میرے دل میں ایک اور رلم بھی ہے جس کا مجھے پہلے ہی سے خیال ہے یعنی میں بھی انہیں لوگوں کا ہم خیال ہوں جیسا کہ میں کہہ آیا ہوں جو اس بات کے مقر ہیں کہ کوئی قومی حرفت کبھی لگاتار جاری نہیں رہ سکتی جب تک کہ وہ قوم جس نے اس کا اجرا کیا ہے اس کی ضرورتوں کی نسبت خاطر خواہ اظہار نہ کرے کوئی حرفت ایسے لوگوں سے جو کرۂ ارض پر پھرنے والے ہوں اور غیر ممالک کی نادر اشیا کے متلاشی ہوں قائم نہیں رہ سکتے اگر کوئی ہندوستان کی حرفت اس حد تک پہنچ بھی جائے تو اس وقت صرف وہ ایک فیشن ایبل ہونہ ہونے کی وجہ سے محض مشینی تیار شدہ چیز سمجھی جاتی ہے اور جب فیشن بدل جاتا ہے اور نئے نمونے تیار ہونے لگتے ہیں تو اس کی قدر بالکل کم ہو جاتی ہے اس لئے اگر ہندوستانی صنعت و حرفت کو ترقی دیا جانا منظور ہے اور اس کو از سر نو زندہ کرنا مقصود ہے تو یہ بات ایسی صورت میں ممکن ہو سکتی ہے

کہ یہاں کے کل والیان ریاست وامرا واعلےٰ رتبے ولیاقت کے لوگ اُس کی سرپرستی کا ذمہ اُٹھالیں جب تک کہ یہ سب لوگ اس بات کو ترجیح دینگے کہ وہ اپنے مکانوں کو برسلز کے خوشنما قالینوں اور ٹائیمن ہوم کورٹ کے فرنیچروں اور اٹلی کے ارزاں پچی کاری کاموں اور فرانسیسی لیوگرافون اور آسٹریا کے جھاڑوں اور جرمنی کے زربفتوں اور ارزاں کیمخوابوں سے آرائش دیں کبھی ترقی کی امید نہیں کی جاسکتی ہیں یہ باتیں بطور طعنہ زنی نہیں کہتا بلکہ میرا خیال ہے کہ انگلستان میں بھی یہ بُرا طریقہ جاری ہے کہ جو چیز غیر ملک کی اپنے خیال میں اچھی معلوم ہوئی اس کی ترویج کی گئی اگر ہندوستان کی صنعت وحرفت کو ترقی دینا اور زندہ کرنا منظور ہے تو میں اُس کو بڑے زور سے کہتا ہوں کہ غیر ممالک کے لوگوں کی سرپرستی سے اس میں ترقی ہونا ناممکن ہے اس کی ترقی اسی صورت میں ممکن ہے جبکہ ایسی حرفتوں کے بازار اس ملک میں قائم کئے جائیں اور لوگوں کے خیالات میں ان کی پسندیدگی ظاہر ہو میں اس بات کو دیکھنا چاہتا ہوں کہ ہندوستان کے والیان ریاست ودیگر امرا میں یہ خیال پیدا ہو جائے کہ وہ اپنے ہی ملک کے اعلےٰ اور خوبصورت پُرانے نمونوں کو جاری کریں اور حرفت کے کاموں میں اصلاح کریں خواہ وہ اصلاح موجودہ مذاق ہی کے مطابق کیوں نہ ہو مجھے یقین ہے کہ کسی نہ کسی دن اس کا ظہور ضرور ہوگا مگر بعد از وقت ہوگا جبکہ آئندہ کی نسبت یہ

خیال ہے تو پھر بھلا اس نمائش گاہ کا مقصد کیا ہے اور مجھے اُس سے
کیا امید ہو سکتی ہے کہ اس کا منعقد کیا جانا کیا فائدہ بخشیگا اس کا جواب میں
صرف ایک لفظ میں دے سکتا ہوں اس سے یہ ظاہر کرنا مُراد ہے کہ ہندوستان
اب بھی کیا کچھ نہیں سوچ سکتا اور کیا کچھ اختراع نہیں کر سکتا اس کے
منعقد کرنے سے یہ مقصود ہے کہ ہندوستان کے کاریگروں میں سے فن حرفت
ابھی تک معدوم نہیں ہؤا اور جس چیز کی ان کو ابھی ضرورت ہے وہ یہ
ہے کہ اُن کو تھوڑی سی تحریک اور حوصلہ دیا جانا چاہیئے اس کے منعقد کرنے
سے یہ بھی مطلب ہے کہ ہندوستان کے مکانات کو زینت دینے اور ان میں
فرنیچر لگانے کے لئے کلکتہ یا بمبئی کی یوروپین دُکانوں پر اسباب خریدنے
کے لئے جانے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ تقریباً ہندوستان کی ہر ریاست
وصوبہ اور اکثر قصبوں اور گاؤں میں اب تک حرفت وصنعت کا کام زندہ
ہے اور اب تک ایسے کاریگر موجود ہیں جو اپنے اہل ملک کے مذاق کے
بموجب نہایت اعلےٰ درجے کا کام بنا سکتے ہیں اور اس بات کے قابل ہیں
کہ اُن قیمتی فنوں کو جو گذشتہ زمانے میں رائج تھے از سر نو زندہ کر سکیں
اسی بات کی خاطر میں نے اور ڈاکٹر واٹ صاحب نے اس نمائش گاہ
بنانے میں محنت اُٹھائی اور اب اُس کے افتتاح کرنے کے وقت صرف
مجھے اپنے اس کمال شوق کو ظاہر کرنا باقی رہ گیا ہے کہ یہ نمائش اعلےٰ درجے

کی حب وطن کے مقصد کو پورا کرنے میں ایک گونہ کامیاب ثابت ہو جس کے لئے یہ بنائی گئی ؛

اپنی تقریر ختم کرنے کے بعد حضور والیسرائے صاحب نے افتتاح نمائش گاہ اس طرح کیا کہ اندر تشریف لے گئے ان کے ہمراہ ان کے مہمانان بھی ہیں ان کے بعد اور لوگ بھی دیکھنے گئے فی الحقیقت ہندوستان کی عمدہ عمدہ صنعتیں دیکھنے میں آئیں آرٹس سکول لاہور مدراس و بمبئی وغیرہ کے طلبا کے چوبی کام قابل دید ہیں پورے کمرے کے کمرے لکڑی سے تیّار کرکے رکھے گئے ہیں اور لاکھوں روپے کا اسباب جوہریوں کی دکانوں کی طرح سجا ہؤا ہے غرض پُرانی ساخت کے ہندوستانی نمونے ہر قسم کے موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان میں اب بھی بہت کچھ قابلیت ہے مگر افسوس ہے کہ یہاں کے اُمرا و ذی رُتبہ اشخاص ان امور کی طرف بالکل متوجہ نہیں ہیں اور یہی باعث ہے کہ روز بروز یہاں کی صنعت و حرفت پر زوال آتا جاتا ہے حضور والیسرائے لارڈ کرزن صاحب نے جو نمائش کہ اس اہم موقع پر جبکہ کل ہندوستان کے باشندے جمع ہیں اور جس سے بڑھ کر عمدہ موقع دستیاب ہونا مشکل ہے ایک بڑے سکیل پر قائم کی ہے اس کا مدعا ناظرین ان کی ہمدرد مذکورہ بالا تقریر سے جو انہوں نے اس وقت یہاں کی اچھّی طرح سمجھ سکتی ہیں مَیں نے اس سفرنامۂ انگلستان میں اچھی طرح

سے ہندوستان کی اس قابل رحم حالت پر افسوس ظاہر کیا ہے اور چاہا ہے
کہ ہمارے ہندوستانی بھائی اس تجارت وحرفت وصنعت کے بارے میں
خاص توجہ مبذول فرماکر اپنے ملک کی حالت کو درست کرنے میں کما حقہ سعی
فرماویں اور جیسا کہ حضور وایسرائے صاحب اپنی پُرجوش تقریر میں بیان
فرماتے ہیں کہ جب تک والیان ریاست وامرائے ہند اچھی طرح سے اس
طرف توجہ نہ کرینگے اس میں ترقی کا ہونا محال ہے فے الحقیقت یہ ایک عاقلانہ
ومشفقانہ رائے ہے اس پر اُن صاحبوں کی توجہ خاص کر ہونی چاہیئے اور
اس بارے میں سب بزرگان ہند کو لارڈ صاحب موصوف کا رہون خاطر
ہونا چاہیئے جنہوں نے ہمدردی سے ایسے عیب کو سمجھایا اور اُس کی درستی
کی طرف اہل ہند کو توجہ دلائی اگر بہت جلد ان کی صائب رائے پر عمل کیا گیا
تو فھوالمراد وِالّا اہل ہند کو یاد رکھنا چاہیئے کہ ایک دن ایسا آنے والا ہے کہ
ایک کاریگر بھی تمام ہندوستان میں ڈھونڈے نہ ملیگا جو معقول کام کرسکتا
ہو دور نہ جائیے کشمیر کو دیکھیئے اس کی شال کسی زمانے میں کیا کچھ قدر وقیمت
رکھتی تھی اب اس کی صنعت روز بروز کم ہوتی جاتی ہے اور بہت سے کاموں
پر زوال آتا جاتا ہے غیر ممالک کے اسباب خریدنا ملحوظ خاطر ہے اسی پر کیا
موقوف ہے اور بہت سی روزمرہ استعمال کرنے والی چیزیں بھی اسی بنا پر
لی جاتی ہیں مثلاً سونے چاندی کے زیوروں سے لگا کر لکڑی شیشے تانبے

لوہے وغیرہ کا کل سامان یورپ ہی کا بنا ہوا خرید کر اپنے مکانات ولباس کو آراستہ کرتے ہیں اور لطف یہ ہے کہ تھوڑا زمانہ گزرنے پر اگر وہ فروخت کئے جاویں تو روپے میں پیسہ بھی وصول نہیں ہو سکتا کیا ہمارے ملک کی خالص چاندی وسونے کے نہایت نفیس اور مضبوط زیورات جو کٹک و دہلی و لکھنؤ و دیگر امصار مشہورہ میں بنائے جاتے ہیں یورپ کے جرمن سلور و ۱۸ اکیریٹ گولڈ سونے سے جو اصلی چاندی وسونے کی نسبت بھی کہیں زیادہ قیمت کو آتے ہیں کسی بات میں کم ہیں کیا ہوشیار پور۔ نگینہ۔ سہارنپور کی خوشنما لکڑی کے کام کسی یورپی کام سے مستحکم ہونے اور کفایت شعاری میں گھٹ کے ہیں کیا پنجاب و دیگر احاطوں کے خوشنما کم خرچ بالانشین نفیس قالین پیرس و دیگر شہروں کے قالینوں سے گل کاری ورنگ آمیزی میں برے ہیں کیا اور ایسی ایسی بہت سی چیزیں مثلاً کھلونے وغیرہ ہندوستان کے مشہور صناعوں کی تیار کردہ یورپ کے مشینی کھلونے وغیرہ سے بھی جو آن واحد میں ٹوٹ جاتے ہیں گئے گزرے ہیں جو ہمارے والیان ریاست وصاحبان ثروت وعاشقان اسباب تجارتیٔ یورپ ہندوستان کی ہر چیز پر ان کو ترجیح دیتے ہیں اگر کل ہندوستان کے مقتدر لوگ اس اصول پر اپنا عملدرآمد کر لیں اور اپنے ملک کے غریب وبیکس صناعوں وکاریگروں کی حالتِ زار پر رحم کھا کر اس کی طرف توجہ کریں تو نہ صرف اُنہیں کی مدد واعانت کرینگے بلکہ

اپنے ملک کو روز افزوں ترقی اور خوش حالی سے سرسبز پاوینگے نمائش گاہ کے دیکھنے کے بعد میں اپنے خیمے میں واپس آیا چونکہ شام ہوگئی ہے اور وقت نہیں رہا ہے اس لئے کسی اور جلسے میں شامل ہونے سے قاصر رہا۔

۳۱-دسمبر ۱۹۰۲ء بروز چارشنبہ

آج چودھری محمد نصرت علی صاحب جو لکھنؤ اور سندیلہ کے سربرآوردہ رؤسا میں سے ہیں ملاقات کو تشریف لائے ان کے اسلاف امیر تیمور گورگان کے ہمراہ ہندوستان آکر خدمات شاہی کے صلے میں مناصب جلیلہ پر فائز رہے شہنشاہ دہلی کی پیشگاہ سے سندیلہ کی چودھرایت کا عہدہ عطا ہوا جو تا انتزاع سلطنت اودھ اس خاندان میں چلا آیا۔ چودھری صاحب موصوف ایک قابل شخص انجمن ہند کے نائب سکرٹری تعلقداران اودھ کے معتمد علیہ کارکن شہر لکھنؤ کے آنریری مجسٹریٹ درجہ دوم اور میونسپل کمشنر و عجائب خانہ کالون اسکول کیننگ کالج۔ ڈفرن ہاسپٹل خیرات خانہ شاہی۔ وغیرہ وغیرہ کے لائق ممبر ہیں سرجارج کوپر صاحب نے حسن خدمات کے عوض دو مرتبہ خلعت مع شمشیر ولایتی عطا کیا گورنمنٹ سے خان بہادر کا خطاب پایا اپنے شوق علم سے ایک بڑا کتب خانہ قائم کیا ہے ان کے تشریف لے جانے کے بعد میں دیوان نرندر ناتھ صاحب ایم اے ڈپٹی کمشنر اور آنریبل نواب سر امیرالدین احمد خاں صاحب بہادر کے۔سی۔آئی۔ای نواب لوہارو

کی بازدید کو گیا الغرض آج تمام دن صبح سے تین بجے تک احباب کی ملاقات و
بازدید سے فرصت نہیں ملی چار بجے پولو میں شامل ہؤا اس بڑے خوشنما اور
وسیع میدان میں ایک خوبصورت عمارت لوگوں کی نشست کے لئے گیلریز
کے طور پر بنائی گئی ہے اس کی دونو طرف بڑے بڑے پولو گرونڈ ہیں ایک وقت
میں دو پارٹیاں علیحدہ علیحدہ کھیل سکتی ہیں اس میدان کو چاروں طرف سے
ایک خام دیوار سے گھیرا ہے یہاں چند والیانِ ریاست و انگریزوں کے ٹیم
کھیلنے میں شریک ہیں فی الحقیقت یہ کھیل بڑی سرگرمی اور محنت شاقہ کے
کے ساتھ پارٹیاں کھیلتی ہیں قریب دو گھنٹے تک اس تماشا کے دیکھنے میں
صرف ہوئے +

یکم جنوری ۱۹۰۳ء بروز پنجشنبہ

آج دربار شاہی میں شریک ہونا ہے جس کے لئے اس قدر تیاریاں
کئی ماہ سے لگاتار ہو رہی ہیں اور ہندوستان کے ہر حصے اور صنف کا آدمی
اس میں شریک ہے اگرچہ دربار کا وقت کا غذات میں گیارہ بجے ہے مگر ہمارے
قابل و لائق حضور وایسرائے صاحب بہادر نے اس غرض سے کہ
اہل اسلام اپنی نماز عید سے جو آج ہے فراغت پا کر بآسانی دربار میں شامل
ہو سکیں آدھ گھنٹہ دربار کے وقت کو بڑھا دیا میں ½ ۱۰ بجے کیمپ سے روانہ
ہؤا راستے میں دیکھا کہ راجاؤں و نوابوں کی فوجیں دو رویہ سڑک پر صف آرا

ہیں ہر ایک راجے کی فوج کی وردی دوسرے راجاؤں کی فوج سے مختلف ہے سب زرق برق لباس پہنے ہوئے ہیں فوجوں کے عقب میں دورویہ مہاراجگان کے ہاتھی نہایت سجاوٹ سے کھڑے ہیں جن پر چاندی و سونے کے ہودج ہیں ان کے فیلبان بھی نہایت خوشنما لباس پہنے ہوئے مرغ زریں بنے ہوئے ہیں اور ان کے نقارچی گھوڑوں پر نہایت نفیس لباس میں بڑی آن بان سے بیٹھے ہوئے نقاروں پر چوٹ لگاتے ہیں کل میدان گونج رہا ہے سوار و پیادے ہتیاروں سے مسلح کھڑے ہیں اُن کی برہنہ تلواریں سورج کی کرنوں میں چمکتی ہوئی عجب بہار دکھاتی ہیں کہ دیکھنے والے کی آنکھ چُندھیا جاتی ہے گیارہ بجے کے قریب دربار میں پہنچا اس جگہ کی نسبت مختصراً پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ یہ ایک نعل کی شکل کا مسقف چبوترہ ہے جس پر گیلریاں بنائی گئی ہیں تاکہ تمام اہل دربار بیٹھیں اس کے وسط میں چبوترے کو بڑھا کر ایک گنبد کے نیچے چار کرسیاں رکھی ہوئی ہیں جن پر حضور وایسرائے صاحب مع لیڈی صاحبہ و ڈیوک آف کناٹ صاحب مع ڈچز صاحبہ تشریف فرما ہونگے سب والیان ریاست مع گورنران و لفٹیننٹ گورنران و دیگر تعلقداران و رؤسائے ہند اپنے اپنے مدارج و مراتب کے بموجب وایسرائے صاحب کے دائیں بائیں اس جگہ تشریف رکھتے ہیں اور اس چبوترے کے سامنے دور تک . . . . ۳۷ فوجی لوگ اپنی رنگ برنگ اور طرح طرح کی

وردیوں میں جلسے کی عظمت کو بڑھا رہے ہیں دربار کی خاص سڑک پر دو میل کے قریب گورہ فوج کا رسالہ کھڑا ہے اور باقی دو سڑکوں پر پولیس کا عمدہ انتظام ہے ہمارے پہنچنے کے تھوڑی دیر بعد معدودے چند اُن پنشن یافتہ سپاہیوں وافسروں کا گروہ جنھوں نے غدر کے زمانے میں سلطنت انگلشیہ کی مدد کی تھی بڑے آن بان وتزک و احتشام سے دربار میں لایا گیا اُن کے آگے آگے انگریزی گوروں کا باجا بجتا چلا آتا ہے اور اُن سے پیچھے پنشن یافتہ انگریزی و دیسی افسر و سپاہی ہیں جن میں کوئی بہ سبب پیرانہ سالی کے جھکا ہؤا ہے کوئی نابینا ہے ان کے داخل ہونے پر ہر طرف سے ہرّا ہرّا کا نعرہ بلند ہؤا اور سب نے ٹوپیاں اُتار کر گھمائیں یہ سب پنشن یافتہ اس جگہ پر جو اُن کے لئے مخصوص تھی آکر بیٹھے ہماری گورنمنٹ نے اپنی کمال فیّاضی و عالی ہمتی سے ان سب کی آمدورفت کا کرایہ اور اُن میں سے اُن غریب سپاہیوں کو جو استطاعت نہ رکھتے تھے معمولی ایک ایک جوڑا کپڑوں کا بنوا کر دیا ہے اور مزید براں جب تک وہ دہلی میں رہینگے اُن کے کھانے کا بار بھی سرکار نے اپنے سر رکھا ہے ۱۲ بجے تک سب لوگ انتظار میں تھے کہ توپوں کے چھوٹنے نے بتایا کہ حضور شہزادہ ڈیوک آف کناٹ صاحب تشریف لا رہے ہیں اس سے ۵ منٹ کے بعد پھر توپوں کی آواز ہوئی جس سے معلوم ہؤا کہ حضور والیسرائے صاحب قیام گاہ سے روانہ ہوئے ½ ۱۲ بجے شہزادہ ڈیوک آف کناٹ صاحب و

ڈچز صاحبہ بمع دستہ سواراں داخل دربار ہوئے اور توپوں کی سلامی سر
کی گئی ۲ ½ بجے حضور وایسرائے صاحب مع لیڈی صاحبہ بڑے
شاندار جلوس سے رونق افروز جلسہ ہوئے اُن کی گاڑی کے آگے آگے
امپیریل کیڈیٹ کور یعنی فوج شہزادگان ہے جن کے کمانڈر مہاراجہ
جنرل پرتاب سنگھ صاحب والئے ایدر حضور وایسرائے کی گاڑی کے
برابر ہیں یہ سب شاہزادے حضور وایسرائے کے تشریف فرما ہونے
سے باہر چلے گئے اور پھر گھوڑوں سے اُتر کر بغرض شرکت دربار آئے اور
حضور وایسرائے کے عقب میں اُس جگہ پر جو خاص اُن کے لئے بنائی گئی
ہے بیٹھ گئے حضور وایسرائے صاحب کے آنے پر توپوں کی سلامی داغی
گئی اُنھوں نے اوّل آتے ہی چاروں طرف نظر پھرا کر کل اہل دربار و افواج
وغیرہ کو دیکھا چند منٹ بعد فارن سکرٹری صاحب نے سامنے جا کر باادب
افتتاح دربار کے لئے عرض کیا باجے کے بجنے پر شاہی ہیرلڈ یعنی نقیب
آموجود ہوئے اور قطار میں کھڑے ہو کر طبل و کرنا بجانے لگے اس کے بعد
نقیب شاہی نے باآواز بلند یہ شاہی اعلان پڑھا جس کو تقریباً سب نے سنا۔

اعلان شاہی

اعلیٰ حضرت شاہنشاہ عالم پناہ ایڈورڈ ہفتم کی رسم تاج پوشی کے

ادا کرنے کے لئے یہ مبارک دن مقرر کیا گیا ہے ہر گاہ حضرت ملکہ معظمہ وکٹوریہ آنجہانی کی وفات پر جن کا ہر دل عزیز و مبارک نام ہمیشہ یاد رہیگا جو ۲۲ جنوری ۱۹۰۱ء کو واقع ہوئی ما بدولت ایڈورڈ ہفتم بادشاہ سلطنت متحدہ برطانیہ کلاں و آئرلینڈ حامئ دین و قیصر ہند کے خطاب سے ملقب ہو کر تخت سلطنت پر جلوس فرما ہوئے اور ہر گاہ ما بدولت کے شاہی اعلانوں سے جو مورخہ ۲۶ جون و ۱۰ دسمبر ۱۹۰۱ء مطابق سال اوّل جلوس ما بدولت مشتہر کئے گئے تھے یہ اعلان دیا گیا تھا کہ بہ لطف و عنایت ایزد متعال ما بدولت اپنی شاہانہ رسم تاجپوشی کو ۲۶ جون ۱۹۰۲ء کو ادا فرمائینگے مگر حسب مصلحت خدا یہ مبارک رسم ۹ اگست ۱۹۰۲ء کو بروز شنبہ ادا ہوئی ہر گاہ ما بدولت کی مرضی مبارک و منشائے دلی یہ ہے کہ ہماری محبت کیش رعایائے ہندوستان کے سامنے بھی رسم تاجپوشی کا اعلان کیا جائے اور سلطنت ہند کے لفٹیننٹ گورنران و حکام صوبہ جات و نیز ہندوستان کے والیان ریاست و شہزادگان و امرا کو جو ما بدولت کے زیر سایہ ہیں اور کل صوبہ جات کے ریپریزنٹیٹوں کو اس مبارک جشن میں شریک ہونے کا موقع دیا جائے لہذا ما بدولت اس اپنے شاہی اعلان سے متذکرہ بالا امور کو مشتہر کرتے ہیں اور اپنے راستی کیش معتمد علیہ منظور نظر مسٹر جارج نیتھینل لارڈ کرزن آف کڈلیسٹن نائب السلطنت و گورنر جنرل کشور ہند کو ارشاد فرماتے ہیں کہ وہ یکم جنوری ۱۹۰۳ء کو

بمقام دہلی ایک شاہانہ دربار مابدولت کی مبارک رسم تاج پوشی کا اعلان کرنے
کی غرض سے منعقد کریں اور مابدولت یہ ہدایت بھی فرماتے ہیں کہ دربار مذکور
میں وہ اعلان تمام حاضرین کے سامنے پڑھ کر سنایا جائے جن سے یہ متعلق
ہے مابدولت کی بارگاہ سینٹ جیمز سے آج یکم اکتوبر ۱۹۰۲ء مطابق سال دوم
جلوس کے یہ اعلان صادر ہؤا "خدا بادشاہ کو سلامت رکھے" +

جب یہ اعلان نقیب نے باآواز بلند پڑھ کر ختم کیا تو قومی گیت باجے
میں گائے گئے جب تک باجا بجتا رہا حاضرین مع وائسرائے صاحب
و ڈیوک آف کناٹ صاحب کھڑے رہے گیت ختم ہونے پر حضور قیصر ہند
کے لئے تعظیماً ۱۰۱ توپیں سلامی سر ہوئیں اس کے بعد تمام فوج نے جو سامنے
کھڑی تھی تین دفعہ بندوقوں کی شلیک کی کہ تمام میدان گونج اُٹھا اور حضور
وائسرائے صاحب نے مفصلہ ذیل تقریر پڑھ کر سنائی اسی چھاپ شدہ
اردو ترجمے کو ناظرین کے سامنے پیش کرتا ہوں اگر کوئی خلاف محاورہ دیکھیں
تو اُس کو شروع ہی کی غلطی تصور فرماویں کیونکہ یہ بعینہ نقل عبارت ہے +

ترجمہ تقریر چھاپ شدہ

اب سے چھ مہینے پیشتر اعلےٰ حضرت ملک ایڈورڈ ہفتم ملک معظم
انگلستان وقیصر ہند کو شاہان انگلشیہ کا تاج وعصا عطا کیا گیا تھا
سلطنت ہند کے صرف معدودے چند رئیسوں کو اس تقریب میں شریک

ہونے کا فخر حاصل ہُوا آج کے دن حضور ملک معظم نے اپنی عنایات خسروانہ
سے اپنی تمام رعایاے ہند کو اُسی قسم کی خوشیوں میں شریک ہونے کا موقع
دیا ہے اور یہاں اور تمام مقامات ہندوستان میں اس مبارک جشن کے
موقع پر خواہ راجگان و نوابان و رئیسان و سرداران ہند جو حضور ممدوح
کے تخت کے ستون ہیں خواہ یورپین اور ہندوستانی حکام جو حضور عالی کی
سلطنت کا انتظام بحسن و خوبی تمام و جانفشانی مالا کلام بجالاتے ہیں خواہ
انگریزی اور ہندوستانی افواج جو اس قدر نمایاں بہادری کے ساتھ حضور عالی
کی حدود ممالک کی حفاظت و نگہبانی کرتی اور حضور ممدوح کی طرف سے
میدان جنگ میں جان فدا کرتی ہیں خواہ ہندوستان کی تمام اقوام کے
وفادار باشندوں کی ایک جماعت بے شمار جو باوجود ہزاروں قسم کے
اختلافات حالات و خیالات و عادات کے بطیب خاطر سلطنت عظمےٰ کی
اطاعت میں متحد و متفق ہیں سب کے سب بہ یکجا مجتمع ہیں اپنی تاج پوشی
کی تقریب کو اس طور پر ہندوستان میں انجام دینے کی غرض خاص سے
حضور ملک معظم نے مجھے بحیثیت نائب السلطنت ہونے کے اس دربار
عالی شان کے انعقاد کا حکم دیا ہے اور خاص کرکے اس جشن کی عظمت و
وقعت کے اظہار کی غرض سے اعلےٰ حضرت نے اپنے برادر حقیقی شہزادۂ
والا تبار عالی جناب ڈیوک آف کناٹ صاحب کو اس تقریب میں شریک

ہونے کا ارشاد فرما کر ہم لوگوں کی عزّت افزائی فرمائی ہے +

اب سنئے پچیس برس پیشتر اسی مہینے کے اسی دن میں اسی قدیم شہر میں جو یادگارِ شاہان نام آور و کارہائے قابل الذکر کا ہے اور عین اسی مقام پر ملکہ معظمہ وکٹوریہ اوّل قیصرہ ہند کے خطاب کے ساتھ مشتہر کی گئی تھیں یہ کام حضور ممدوحہ کی اُن کی ہندوستانی رعایا کے ساتھ بے انتہا ہمدردی کی دلیل میں اور ان کے ممالک متصرفہ ہند کی دولت برطانیہ کے زیر اطاعت وانقیاد متفق ہونے کے ثبوت میں کیا گیا تھا اُس سے ربع صدی یعنی پچیس برس بعد آج کے روز اُس سلطنت وسیع کے اتّحاد میں کچھ کمی نہیں بلکہ زیادتی ہوگئی ہے وہ بادشاہ جس کی اطاعت کے اظہار کے واسطے ہم لوگ مجتمع ہوئے ہیں اپنی رعایائے ہند کے درمیان کچھ کم ہردل عزیز نہیں ہے کیونکہ اُنھوں نے اس کی شکل اپنی آنکھوں دیکھی اور اس کی آواز اپنے کانوں سُنی ہے وہ اپنی نوبت پر ایک ایسے تخت کا مالک ہوُا ہے جو دنیا میں نہ صرف سب سے زیادہ نامی وگرامی ہے بلکہ سب سے زیادہ محکم و پائدار بھی ہے اور وہ نکتہ چین جنھیں اس بات کی تصدیق سے انکار ہو کہ سلطنت ہند کا قبضہ اور حضور ملک معظم کی رعایائے ہند کا وفادارانہ تعلّق اور خدمت اس تخت کے استحکام کے لئے ادنےٰ بنیادوں میں سے نہیں ہے غلط خبریں سُنی ہوئی ہونگی بلکہ میری دانست میں یہ باتیں اُس کے استحکام کی شروط لازمی

میں سے ہیں جس طرح ہندوستان اپنے ذاتی اور موروثی فخر سے معمور ہے اسی طرح اُس وفاداری و نمک حلالی کی روشنی سے منور ہے جس کی از سرِ نو جانبِ غرب سے افزائش کی گئی ہے اپنے اولوالعزم طالبوں کی بڑی جماعت میں سے جو قرناً بعد قرنٍ اس کی طلب و تلاش میں آتے گئے اس نے صرف اسی سے اپنی رضامندی ظاہر کی جس نے اس کے نزدیک اپنا اعتبار بھی پیدا کیا ۔

دُنیا کے کسی دوسرے حصّے میں ممکن نہیں ہے کہ ایک ایسا منظر جس کا ہم آج یہاں مشاہدہ کر رہے ہیں دیکھنے میں آئے میں اس بڑے اور باوقعت مجمع کا ذکر نہیں کرتا ہر چند کہ اس کے لاثانی ہونے کا مجھے یقین ہے میں اس حقیقت کی طرف جس کا یہ مجمع گویا مجاز ہے اور ان لوگوں کی طرف جن کی کیفیات قلبی کا یہ مجمع اظہار کرتا ہے اشارہ کرتا ہوں مختلف ریاستوں کے سَو سے زیادہ والی جن کی مجموعہ آبادی چھ کروڑ آدمیوں کی ہے اور جن کے ممالک ۵۵ درجے طول تک پھیلے ہوئے ہیں اپنے مشترک حکمراں کی اطاعت کا اظہار کرنے کے لئے یہاں آئے ہیں ہم ان کے اس جوشِ وفاداری کی نہایت قدر کرتے ہیں جو اُنہیں اس قدر فاصلوں سے دہلی تک کھینچ لایا ہے اور جس کے لئے اکثر کو بہت کچھ تکلیف اور اخراجات بھی برداشت کرنا پڑا ہے اور ابھی تھوڑی دیر میں مجھے اُن کی خاص زبانوں سے حضور

ملک معظم تک ان کی طرف سے مبارکباد پہنچانے کا پیغام سننے کی عزت حاصل ہوگی وہ عہدہ دار اور سپاہی جو یہاں موجود ہیں ہندوستان کے قریب قریب دو لاکھ تئیس ہزار جوانوں میں سے منتخب کرکے بلائے گئے ہیں اور اُنہیں خاص کر اس بات پر فخر ہے کہ وہ حضور ملک معظم کی سپاہ ہیں سربرآوردگانِ جماعت ہائے ہند عہدہ دار و غیر عہدہ دار جو یہاں موجود ہیں ۲۳ کروڑ سے زیادہ آدمیوں کی جماعت کی وکالت کرنے والے ہیں اس لئے حقیقت میں اس بات کا دعوےٰ کیا جا سکتا ہے کہ اس تماشا گاہ میں روحانی طور پر بلکہ حکمرانوں اور نائبوں کے اعتبار سے جسمانی طور پر بھی تمام انسانی آبادی کا قریب قریب ایک خمس یہاں موجود ہے سب کے سب میں ایک ہی جوش دل کی روح پھونکی گئی ہے اور سب کے سب ایک ہی تخت کے آگے سر تسلیم خم کرتے ہیں اگر کوئی سوال کرے کہ یہ کیونکر ممکن ہے کہ ایک ہی دلی جوش نے ان کثیر التعداد اور منتشر جماعتوں کو ایک جگہ کھینچ بلایا اور انہیں متحد کر دیا ہے تو جواب اس کا یہ ہے کہ بادشاہ کے ساتھ وفاداری اور اس کے عدل اور کریمانہ حکومت پر اعتماد دونو مترادف الفاظ ہیں یہ نہ صرف ایک دلی جوش کا اظہار ہے بلکہ ایک تجربے کی گویا لوح منقش اور ایک اعتقاد کا اقرار ہے اسلئے کہ ان کروڑوں آدمیوں میں سے اکثر کو حضور ملک معظم کی گورنمنٹ نے باہر کے حملہ اور اندر کی بدعملی سے آزادی بخشی ہے بعضوں کو ان کے حقوق

اوراختیارات کی حفاظت کی کفالت عطا کی ہے بعضوں کے لئے باعزت مشغولیوں کی راہیں فراخ وکشادہ کردی ہیں عامہ خلائق کے حال پر مصیبت کے وقت نظر ترحم مبذول کرتی ہے اور سب کے ساتھ عادلانہ انصاف برتنے اُنہیں ظلم وستم سے نجات دینے اور تربیت وتعلیم اورامن وامان کے فیوضات عطا کرنے کے لئے کوشش کرتی ہے ایک ایسے ملک پر فتح حاصل کرنا ایک بڑی کامیابی ہے عادلانہ اور منصفانہ برتاؤ سے اس ملک پر قبضہ قائم رکھنا اس سے بھی بڑھ کر کامیابی ہے عاقلانہ تدابیر ملکی سے اُس کے اجزائے منتشرہ کو ایک مجموعہ مستحکم بنا کر برقرار رکھنا سب سے بڑی دلیل فیروزی ہو گی بلکہ ہے +

اس تاج پوشی کے دربار کے انعقاد کے یہی اغراض ومقاصد ہیں اب میرا یہ فرض ہے کہ حضور ملک معظم کے اُس شفقت آمیز فرمان کو جو حضور ممدوح نے اپنی رعایائے ہند تک پہنچائے جانے کی فرمائش کی ہے آپ لوگوں کے سامنے پڑھ کر سناؤں +

حضور ملک معظم وقیصر ہند کا پیغام

مجھے نہایت خوشی ہے کہ اس پُرشوکت موقع پر جبکہ میری ہندوستانی رعایا میری تاج پوشی کی خوشیاں کر رہی ہے میں اُنہیں خوشنودی ومبارکبادی

کا پیغام بھیجتا ہوں اس تقریب میں جو لنڈن میں انجام پائے صرف
معدودے چند والیان ریاست و وکلاے ہند شریک ہو سکے اس لئے میں نے
اپنے نائب السلطنت و گورنر جنرل بہادر کو ہدایت کی کہ وہ دہلی میں ایک بڑا
دربار منعقد کریں تاکہ تمام والیان ریاست و باشندگان ہند اور سرکاری حکام
اس مبارک موقع پر خوشیاں منا سکیں جب میں ۱۸۷۵ء میں ہندوستان
کی سیر کو گیا تھا تب سے اس ملک اور اس کے باشندوں کی محبت میرے
دل نشین ہو گئی ہے اور میرے خاندان اور تخت کی اُن میں جو دلی اور وفادارانہ
ہوا خواہی ہے اس سے میں پوری طرح باخبر ہوں گذشتہ چند برسوں میں ان
کی محبت و وفاداری کی بہت سی دلیلیں ظہور میں آ چکی ہیں اور میری سلطنت
وسیع کے محاربات و فتوحات میں میری ہندوستانی افواج نے نمایاں خدمتیں
کی ہیں مجھے امید قوی ہے کہ میرے فرزند دلبند پرنس آف ویلز بہ ہمراہی پرنسس آف ویلز صاحبہ
عنقریب اس ملک ہندوستان سے شخصی طور پر واقفیت حاصل کر سکینگے جس کی نسبت
ہمیشہ سے میری یہ خواہش رہی ہے کہ وہ دیکھتے اور خود بھی اس کی سیر کے
اُسی درجہ مشتاق ہیں اگر ممکن ہوتا تو میں اس مہتم بالشان موقع پر بخوشی خود
بہ نفس نفیس ہندوستان آتا بہر کیف میں نے اپنے برادر عزیز ڈیوک آف کناٹ بہادر
کو جو ہندوستان میں بہت کچھ شہرت حاصل کر چکے ہیں بھیجا ہے تاکہ اُس
جشن میں جو میری تاج پوشی کی خوشیاں منانے کے لئے انجام دیا جائے میرے

خاندان کی طرف سے کوئی شخص موجود رہے جیسے میں اپنی والدہ مکرمہ عالی جناب ملکہ معظمہ وکٹوریہ مرحومہ اوّل قیصرہ ہند کے تخت کا مالک ہوا ہوں میری یہی خواہش رہی ہے کہ رحیمانہ اور منصفانہ انتظام سلطنت کے وہ اصول جنہوں نے ایک تعجب خیز طور پر رعایاے ہند کے دلوں میں جناب ممدوحہ کی عظمت و محبت پیدا کر دی تھی بے کم و کاست برقرار رہیں تمام باشندگان ہند کو خواہ وہ رئیس معاون یا رعیت مطیع ہیں پھر از سرِ نو یقین دلاتا ہوں کہ میں اُن کی آزادیوں کا خیال رکھونگا اُن کے مدارج اور حقوق کا لحاظ کرونگا ان کی ترقی مدِنظر رکھونگا اور ان کی فلاح و بہبودی میں کوشاں رہونگا اور میری حکومت کے یہی اعلےٰ اغراض و مقاصد ہیں اور یہی مقاصد انشاء اللہ تعالےٰ میری ہندوستان کی سلطنت وسیع کی روز افزوں مرفہ الحالی اور اس کے باشندوں کی مزید شادمانی و کامرانی کا باعث ہونگے" +

حضرات والیان ریاست و باشندگان ہند یہ اس شاہنشاہ عالیجاہ کے الفاظ ہیں جس کی تاج پوشی کی خوشیاں منانے کے لئے ہم لوگ جمع ہوئے ہیں یہ اُن افسروں کے دلوں میں جو اس کی خدمت بجا لاتے ہیں تحریک پیدا کرتے اور اُن کے لئے آواز غیب کا کام دیتے ہیں اور عام رعایا کے روبرو اولوالعزمی اور شفقت خسروانہ کی مثال پیش کرتے ہیں ہم میں سے اُن لوگوں کے دلوں میں جو میرے اور میرے ہم منصبوں کی طرح حضور ملک معظم

کی سلطنت کے مدار سیاست ہیں ایسی نیّت پیدا کرتے ہیں جس کو ہماری
حرکات و سکنات کا راہنما اور ہماری سیاست ملکی کا دستور العمل ہونا چاہیئے
ایسا زمانہ کبھی نہیں گزرا کہ ہمیں اس بات کی زیادہ خواہش ہوئی ہو کہ فیاضی
اور نرم دلی کو اس سیاست ملکی کے اوصاف ضروریہ میں سے ہونا چاہیئے
جنہوں نے زیادہ تکلیفیں سہی ہیں وہی عنایت و کرم کے بھی زیادہ مستحق
ہیں جنہوں نے پوری طرح سے خدمت گزاری کی ہے وہی انعام و صلہ کے
بھی پوری طرح سے سزاوار ہیں اس سلطنت وسیع کی پچھلی لڑائیوں میں
والیان ریاستہائے ہند نے اپنی سپاہ اور اپنی تلواریں ہماری تائید و
تقویت کے لئے پیش کی ہیں اور دوسری مشکلوں میں بھی مثلاً جو خشک سالی
و قحط کے مقابلے میں اُٹھانی پڑی اُنھوں نے اپنی کارروائیوں میں اُسی قسم
کی شجاعت و عالی ہمتی کو ملحوظ خاطر رکھا ہے جو آرام اور سہولتیں اُنہیں اس
وقت حاصل ہیں ان میں اضافہ کرنا مشکل ہے اور اس سلامتی میں جس
کے استحکام میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا زیادتی کرنی ایک غیر ممکن امر ہے
با ایں ہمہ ہم اس بات کے بیان کرنے سے خوش ہیں کہ گذشتہ قحط کے متعلق
گورنمنٹ ہند نے جو جو قرضے دیسی ریاستوں کو دئے ہیں یا ان کی ذمّہ داری
کی ہے سرکار دولتمدار تین برس کی میعاد تک اُن کا سود لینے سے باز رہیگی
اور ہم امید کرتے ہیں کہ وہ ریاستیں جن پر یہ عنایت کی جاتی ہے اُس سے

بخوشی تمام استفادہ کرینگے اس بڑے ملک میں اور بھی زیادہ کثیر التعداد
جماعتیں ہیں جن کے حق میں امداد کو وسعت دینے سے ہمیں خوشی حاصل
ہوگی اور ہمیں امید ہے کہ عنقریب ہم ان کی عافیت اور بہبودی میں کچھ
اضافے کا اعلان کرسکینگے۔ سال حسابی کے درمیان ارادوں کا اظہار
قرین مصلحت اور حسابوں کے نقشوں کا تیار کرنا آسان نہیں ہوتا بہرکیف
اگر موجودہ صورتِ حال قائم رہی اور اگر ہمیں ہندوستان کی مالی حالت کی
ترقی کا زمانہ ہاتھ آیا جس کے ہاتھ آنے کی ہمیں بہمہ وجوہ امید ہے تو میں امید
قوی رکھتا ہوں کہ حضور ملک معظم کے عہد حکومت کے سالہاے اولیں گزرنے
نہ پائینگے کہ گورنمنٹ ہند کچھ مالی امداد کے ذریعے سے ان کے ساتھ اپنی ہمدردی
اور توجہ کا اظہار کرسکیگی ان کا وفادارانہ صبر سالہاے تکلیف و عسرت میں
اس قدر نمایاں ہوا ہے کہ میں نہایت ہی خوشی کے ساتھ اس امداد کو
پیش نظر رکھتا ہوں اب میں عنایت اور مہربانی کی ان دوسری کارروائیوں
کا ذکر کرنا جنہیں ہم نے موجودہ تقریب کے ساتھ وابستہ کیا ہے ضروری
نہیں سمجھتا اس لئے کہ وہ باتیں اور جگہ مندرج ہیں لیکن مجھے عہدداران
فوج کے حق میں اس امر کے اعلان کا اختیار مفوض ہوا ہے کہ آئندہ سے
دو انڈین اسٹاف کور کا لقب منسوخ ہو جائیگا اور کہ وہ حضور ملک معظم
کی افواج متحدہ ہند کے ایک ہی طبقے میں شمار کئے جائینگے۔

حضرات والیان ریاست و باشندگانِ ہند اگر ہم ایک لحظے کے لئے زمانۂ مستقبل کی طرف نظر اٹھا کر دیکھیں تو بلاشبہ اس ملک کے واسطے ایک بہت بڑی ترقی کے آثار ظاہر ہونگے ہندوستان کے متعلق کوئی مسئلہ ایسا نہیں خواہ وہ آبادی تعلیم اسباب روزگار یا معیشت کے خصوص میں ہو جس کا حل تدبیر ملکی کی طاقت سے باہر ہو اُن میں سے بہتیروں کا حل اِن دنوں ہماری نگاہوں کے سامنے کیا جا رہا ہے اگر برطانیہ عظمے اور ہندوستان دونو کی مجموعۂ قوّت سے ہماری سرحدوں پر امن و امان برقرار رہے اگر اُن کے درمیان رئیسوں اور رعایا کے درمیان فرنگیوں اور ہندوستانیوں کے درمیان اور حاکم و محکوم کے درمیان رشتۂ یگانگی و اتحاد مضبوط و محکم رہے اور اگر فصل و موسم بھی اپنی فیاضیوں میں کوتاہی نہ کریں تو ترقی کی تیز رفتار کو کوئی چیز نہیں روک سکتی اگر خداوند تعالیٰ نے چاہا ہے تو ہندوستان آئندہ زمانے میں وہ ہندوستان نہ ہوگا جس کی زرخیزی روبہ تنزل ہو جس کی آئندہ امیدیں مفقود ہوں یا جس میں بجا شکایت یا ناراضی کی بو پائی جائے بلکہ یہ وہ ہندوستان ہوگا جس میں جد و جہد کو وسعت ہوگی قابلیتیں عالم خواب سے بیداری کی حالت میں ہونگی بہبودی و مرفہ الحالی روبہ ترقی ہوگی اور آسائش و دولت زیادہ پھیل جائیگی مجھے اپنے ملک کی ایمانداری و خلوصِ نیت پر اعتماد کلی ہے اور اس ملک ہند کی نامحدود قابلیتوں پر بھروسہ رکھتا ہوں

لیکن ان آئندہ صورتوں کے ظہور میں آنے کے واسطے ایک شرط لازم ہے یعنی کہ دولت عظمٰے کے اختیار و تسلط میں کسی کو اعتراض کا موقع نہ ملے اور یہ صورت حال سوائے دولت فخیمۂ برطانیہ کے اور کسی کی سرداری میں پائدار و برقرار نہیں رہ سکتی *

اب میں ان بیانات کو ختم کرنا چاہتا ہوں میری دلی خواہش ہے کہ باشندگان ہند اس بڑے اجتماع کو مدتوں یاد رکھینگے کہ اس کے ذریعے ایک نہایت پرشوکت موقع پر اُنہیں اپنے شاہنشاہ عالی جاہ کے خصائل ذاتی کو دریافت کرنے اور اُن کے نیک خیالات کے سننے کی عزّت حاصل ہوئی مَیں امید کرتا ہوں کہ اس کی یاد خوشی اور مسرت کا باعث ہوگی اور ملک معظم ایڈورڈ ہفتم کا عہد حکومت جو ایسے سعید و مبارک طور پر شروع ہوا ہے ہندوستان کے صفحات تاریخ اور اس کے باشندوں کے صفحات دل پر تاابد باقی و منقش رہیگا ہم دعا کرتے ہیں کہ اس قادر مطلق مالک ارض و سما کے فضل و کرم سے شاہنشاہ ممدوح کی سلطنت اور حکومت سالہا سال قائم رہے آپ کی رعایا کو روز افزوں بہبودی اور ترقی خیالات ہو آپ کے عہدہ داروں کے نظم و نسق ملکی پر عقل مندی اور نیکی کی مہر ثبت رہے اور آپ کی سلطنت کی سلامتی اور برکتیں تاابد قائم رہیں حضور ملک معظم قیصر ہند کی عمر دراز ہو *

اس کے بعد باجا بجتا رہا اور فارن سکرٹری وایسرائے صاحب
نے باادب کھڑے ہوکر اجازت چاہی کہ والیان ریاست پیش کئے جائیں
اجازت حاصل ہونے پر کل والیان ریاست اپنے حفظ مراتب کے بموجب
حضور ڈیوک آف کناٹ سے ہاتھ ملانے اور شاہنشاہ ہند کو مبارکباد
دینے کے لئے سامنے حاضر ہوئے اس موقع پر حضور وایسرائے صاحب
اور ڈیوک آف کناٹ صاحب اپنی جگہ سے جہاں تشریف فرما ہیں ایک
زینہ نیچے اُتر کر کھڑے ہوگئے اور والیان ریاست بھی اس سے ایک زینہ
نیچے آکر باری باری ہاتھ ملانے لگے اور مبارکباد عرض کرنے لگے سب سے
پہلے حضور نظام حیدرآباد صاحب پیش ہوئے اور حضور وایسرائے
و حضور ڈیوک آف کناٹ صاحب سے ہاتھ ملانے کے بعد مبارکبادی کے
الفاظ بیان فرمائے اُن کے بعد اور تمام والیان ریاست گئے اور ہاتھ ملاکر
رخصت ہوئے حضور بیگم صاحبہ بھوپال بھی نفیس و خوشنما برقعہ اوڑھے ہوئے
سامنے گئیں اور بکمال شرم وحیا برقعہ ہی میں سے حضور وایسرائے و
شہزادہ ڈیوک آف کناٹ صاحب سے ہاتھ ملایا ان سے لیڈی کرزن
و ڈچز آف کناٹ صاحبہ نے بھی ہاتھ ملایا اور بڑی خوشی سے تھوڑی دیر
تک گفتگو کی جب کل والیان ریاست ملاقات کر چکے تو فارن سکرٹری صاحب
نے حضور وایسرائے صاحب سے دربار کے ختم کرنے کی اجازت چاہی اور

ہیرلڈ یعنی نقیب نے باواز بلند ختم دربار کا اعلان کیا سب سے پہلے حضور
وایسرائے صاحب تشریف لے گئے پھر تھوڑی دیر کے بعد حضور
ڈیوک آف کناٹ صاحب رخصت ہوئے اور اسی طرح سے اپنے اپنے
حفظ مراتب سے والیان ریاست روانہ ہوئے اور جلسے کا خاتمہ ہوا کہتے
ہیں کہ اس دربار کے موقع پر دہلی میں تین چار لاکھ آدمیوں کے قریب
بھیڑ بھاڑ تھی میں بھی یہاں سے چل کر اپنے کمپ میں پہنچا +

۲- جنوری ۱۹۰۳ء بروز جمعہ

آج صبح ہوتے ہی ضروری تار سکرٹری صاحب آرڈر آف دی انڈین ایمپائر
کا آیا اسمیں اس بات کی اطلاع دی گئی تھی کہ آج ۱۱ ½ بجے دن کو قلعہ دہلی میں جاؤں
اور دیوان عام میں ری ہرسل یعنی وہ طریقہ دیکھوں جس کے بموجب
کل شام کو خطابات کے تقسیم ہونے کے وقت ہر شخص پابند خطاب کو
پابندی لازم ہوگی چنانچہ میں دس بجے کمپ سے روانہ ہو کر قریب گیارہ بجے
وہاں پہنچا اکثر راجگان ذی اختیار و دیگر معزز رؤساء جن کو تمغہ جات و
خطابات عطا ہونے والے ہیں تشریف لائے لفٹینٹ گورنر صاحبان بھی
یہ قواعد سیکھنے کے لئے آئے تاکہ وقت پر جن لوگوں کو تمغہ دیا جائیگا آداب شاہی
سے حضور وایسرائے صاحب کے سامنے لے جائیں دو تین اشخاص
سے یہ قواعد کرائے گئے اور سب لوگ دیکھتے رہے اور ایک گھنٹہ صرف

ہونے کے بعد میں واپس ہؤا اور تین بجے گارڈن پارٹی وایسرائے صاحب
میں جہاں مدعو تھا گیا میرے ساتھ خان بہادر محمد برکت علی خانصاحب
و ناظر غلام حسن خاں صاحب بھی تھے پارٹی قدسیہ باغ میں کی گئی
تھی جہاں کہ نمائش گاہ ہے تمام رؤسائے عظام و اکثر والیان ریاست
اس میں شامل ہیں حضور رائل ہائینس ڈیوک اینڈ ڈچز آف کناٹ
بھی اس میں تشریف فرما ہیں وایسرائے صاحب نے تمام صوبوں کے
ریپریزنٹیٹوان سے جو اس موقع پر مدعو کئے گئے ہیں ملاقات کی اور
ڈیوک آف کناٹ صاحب نے بھی ہر ایک سے ہاتھ ملایا اور مختصر سی گفتگو
بھی کی یہ بات یہاں قابل بیان ہے کہ حضور وایسرائے صاحب بہادر
نے حضور ڈیوک آف کناٹ صاحب سے میرے ہاتھ ملاتے وقت کہا کہ
یہ وہی شخص ہیں جو پنجاب کی طرف سے ریپریزنٹیٹو ہو کر لنڈن میں تشریف لیگئے تھے
اس کہنے سے میرا یہ مقصد ہے کہ لارڈ صاحب موصوف ایسے روشن ضمیر
ہیں کہ جس کو ایک دفعہ دیکھ لیا ہو پہچان لیتے ہیں ہر ایک شخص سے ملاقات
کرنے کے بعد حضور وایسرائے صاحب و حضور ڈیوک آف کناٹ صاحب
تشریف لے گئے ہم سب نے بھی اپنی اپنی فرودگاہ کی طرف مراجعت کی گو
آج آتشبازی کا عجیب نظارہ ہے چونکہ مجھے اُس کے دیکھنے کا چنداں
شوق نہیں ہے کہ ایک بجے رات تک سرد ہؤاؤں کے جھونکے کھاؤں

اس لئے میں گارڈن پارٹی سے چراغان یعنی روشنی کو دیکھتا ہوا براہِ کشمیری دروازہ قلعہ و جامع مسجد اپنے کیمپ میں گیا اس میں کلام نہیں کہ قلعہ و مسجد کی روشنی کا نظارہ عمدہ ہے مگر جب کیمپ پنجاب میں پہنچا تو روشنی کا ایسا دل چسپ سین نظر آیا کہ قابل دید ہے کیونکہ شہر میں وہی پرانے زمانے کے مٹی کے چراغ روشن تھے اور یہاں گیس کی روشنی فانوس و جھاڑ و گلاسوں کی چمک دمک عجیب بہار دکھا رہی ہے رات دن معلوم ہوتی ہے کہیں چراغوں کو نشیب و فراز میں اس طرح نصب کیا ہے کہ دوائرہ و حروف کی شکل میں ملک معظم شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم کا روشن نام دور سے ہر شخص پڑھ سکتا ہے کہیں رنگ برنگ گیس کی روشنی گاڈ سیو دی کنگ یعنی خدا ملک معظم کو سلامت رکھے کے حروف نمایاں ہیں تمام کیمپوں و شہر دہلی کے بازاروں میں اس قدر روشنی ہے کہ زمین شعلہ جوّالہ معلوم ہوتی ہے آتشبازی کا مختصر حال بھی جو آج رات کو قلعہ کے قریب کے میدان میں چھوڑی گئی ناظرین کتاب کے لئے بیان کیا جاتا ہے کہتے ہیں کہ آتش بازی کی آتش فشانیوں نے میدان کو کرہ نار بنا دیا تھا تمام آتش بازی انگلستان کے مشہور و معروف سی ٹی براک اینڈ کو کی تیار کردہ تھی جو اس فن میں تمام یورپ میں مشہور دکان مانی گئی ہے اسی نے شاہ ایران کی شبیہ آتشبازی کی شکل میں بنا کر کرسٹل پیلیس لنڈن میں دکھائی تھی جو بٹن کے چھوٹے

ہی سے منور و روشن ہو گئی تھی اسی طرح اس موقع پر بھی شہنشاہ معظم ایڈورڈ ہفتم و ملکہ صاحبہ و ڈیوک آف کناٹ و لارڈ کرزن صاحبان کی شبیہیں بنا کر دکھائی گئیں آتشبازی چھوٹنے کے موقع پر حضور وایسرائے صاحب و ڈیوک آف کناٹ صاحب مع مہمانان شاہی جامع مسجد دہلی کے زینوں پر رونق افروز تھے اور بہت سے لوگ بھی جمع تھے کہتے ہیں کہ ساڑھے بائیس ہزار روپے کی آتشبازی انگلستان سے اس موقع پر آئی تھی غبارے۔ چکر اور قسم قسم کے نمونے دکھائے گئے تھے +

۳- جنوری ۱۹۰۳ء بروز شنبہ

چونکہ آج قلعہ دہلی میں جانا ہے جس کی نسبت میں کل لکھ آیا ہوں اس لئے سات بجے شام کو روانہ قلعہ دہلی ہؤا اور چھ میل طے کرنے کے بعد آٹھ بجے قلعہ میں پہنچا راستے میں سخت اندھیرا ہے اور کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ قلعے میں گو برقی روشنی کا انتظام کیا گیا ہے مگر جیسی چاہئے ویسی روشنی نہیں ہے اور تمام حضرات جو خطاب پانے والے ہیں یا وزیٹر صاحبان جن میں صرف وہی شخص شامل ہیں جو سٹار آف انڈیا و انڈین ایمپائر کے خطاب یافتہ ہیں تشریف لائے ہیں یہ دربار دیوان عام میں منعقد ہؤا ہے اور جن باتوں کا عملدرآمد آج کی رات یہاں ہؤا وہ لوگوں کی آگاہی کے لئے بالتفصیل درج ذیل کی جاتی ہیں یہاں ایک چبوترے پر چار کرسیاں

لگائی گئی ہیں ان میں سے داہنی کرسی جو سب سے آگے ہے گرانڈ ماسٹر
یعنی حضور وایسرائے صاحب کے لئے ہے اور اس کے بائیں جانب
ہز رائل ہائینس ڈیوک آف کناٹ صاحب کی خاطر ان دونو کرسیوں
کے پیچھے جو دو کرسیاں ہیں وہ لیڈی کرزن صاحبہ و ڈچز آف کناٹ صاحبہ
کے واسطے ہیں دائیں بائیں قطاروں میں خطاب یافتہ ممبروں کے لئے
حسب مراتب کرسیاں لگائی گئی ہیں اعلےٰ ممبر چبوترہ لاٹ صاحب کے
قریب ہیں نائٹ گرانڈ کمانڈر کے ملازمین کے لئے ان کے پس پشت
نشست گاہیں تجویز کی گئی ہیں اور جن صاحبوں کو آج تمغے دئے جائینگے
ان کے لئے حسب مراتب جگہ رکھی گئی ہے ماسوا ممبروں کے جو شرفا
اور لیڈیز خاص طور پر مدعو کئے گئے ہیں ان کے لئے جگہیں ریزرو کی گئی
ہیں الغرض جو لوگ صرف اس خاص موقع کے دیکھنے کی غرض سے آنے والے
تھے وہ ۸ ½ بجے رات کو اپنی اپنی جگہ پر آبیٹھے اور جو تمغہ جات پانے والے
تھے وہ ۸ ½ بجے تک مجتمع ہوگئے مہاراجگان ذی اختیار و رؤساء کو افسران
متعینہ لے جاکر ان کی مقررہ جگہ پر بٹھاتے ہیں گارڈ آف آنر بڑے دروازے
کے سامنے کھڑا کیا گیا ہے کہ والیان ریاست کے آنے پر تعظیماً اپنے ہتیار
پیش کرے گرانڈ ماسٹر یعنی حضور وایسرائے صاحب اور ڈیوک آف کناٹ
صاحب کے تشریف لاتے ہی سکرٹری آف آرڈرز سکرٹری آف فارین ڈیپارٹمنٹ۔

نے بڑھ کر استقبال کیا گرانڈ ماسٹر و نائٹ گرانڈ کمانڈرز اور دونو آرڈرز کے سکرٹری صاحبان نے پہلے لباس پہننے والے کمرے میں جاکر لباس پہنا اور پھر بترتیب ذیل تشریف لائے ۔

انڈر سکرٹری دول خارجہ

قائمقام سکرٹری دول خارجہ

سکرٹری آف آرڈر (سٹار آف انڈیا کے لباس پہنے ہوئے ہیں)

ممبران سی-آئی-ای

ممبران سی-ایس-آئی

ممبران کے-سی-آئی-ای

ممبران کے-سی-ایس-آئی

ممبران کے-جی-سی-آئی-ای

ممبران کے-جی-سی-ایس-آئی

رائل سٹاف کا ایک افسر

ہز رائل ہائی نیس ڈیوک آف کناٹ صاحب

(جو سٹار آف انڈیا کا لباس زیب تن کئے ہیں)

دو پیج یعنی دو لڑکے بطور خواصوں کے گون اُٹھائے ہوئے ہیں

(ان میں سے ایک راجہ صاحب دھولپور اور دوسرے ٹھاکر دلوار کے بیٹے ہیں)

سٹاف ہز رائل ہائی نیس

ایڈیکانگ حضور وائسرائے صاحب	ایڈیکانگ حضور وائسرائے صاحب
پرائیویٹ سکریٹری حضور وائسرائے صاحب	سکریٹری محکمۂ جنگ حضور وائسرائے صاحب

ہز ایکسیلینسی یعنے حضور وائسرائے صاحب

(جو گرانڈ ماسٹر سٹار آف انڈیا کا لباس زیب تن کئے ہیں)

دو پیج یعنی دو لڑکے بطور خواصوں کے گون اُٹھائے ہوئے ہیں

یعنے

بیگم صاحبہ بھوپال کے چھوٹے لڑکے	ولی عہد مہاراجہ صاحب کشمیر

(کہتے ہیں کہ یہ لباس ابریشمی و تقریباً پانچ لاکھ کے جواہرات پہنے ہوئے ہیں)

سرجن وائسرائے صاحب	ایڈیکانگ وائسرائے صاحب
ایڈیکانگ وائسرائے صاحب	ایڈیکانگ وائسرائے صاحب
دیسی ایڈیکانگ وائسرائے صاحب	دیسی ایڈیکانگ وائسرائے صاحب

جلوس کے داخل ہوتے ہی باجا بجنے لگا جب ممبر ہال کمرے میں پہنچے تو دائیں بائیں پر جہاں جہاں ان کی نشستگاہیں تھیں چلے گئے اور جب گرانڈ ماسٹر صاحب ان کے پاس سے گزرے تو سب نے تعظیماً کورنش ادا کی اور ان کے چبوترے پر چڑھنے کے وقت قومی گیت شروع ہوا جب تک یہ گیت ختم ہوا گرانڈ ماسٹر صاحب مع کل ممبران کھڑے رہے

تمغہ جات آرڈرسٹار آف انڈیا کے دئے جانے کی رسومات

جب حضور گرانڈ ماسٹر صاحب یعنی وایسرائے صاحب اپنی کرسی پر رونق افروز ہوئے تو سکرٹری صاحب نے عرض کیا کہ اس وقت ایک نائٹ گرانڈ کمانڈر بارہ نائٹ کمانڈر و ۴۴ کمپنیوں کو سٹار آف انڈیا کا معزز وممتاز آرڈر عطا کیا جاتا ہے اس لئے رسم عطیہ شروع ہوئی آرڈر کے سکرٹری نے پھر حضور گرانڈ ماسٹر صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ شہنشاہ معظم نے ہز ہائینس راجہ سرراما ورما کے سی ایس آئی ورسٹی کو چین کو نائٹ گرانڈ کمانڈر کا خطاب عطا فرمایا ہے اس کے ساتھ ہی سکرٹری آرڈر مع فارین ڈیپارٹمنٹ کے انڈر سکرٹری اور دو جونیر نائٹ کمانڈر کے ہز ہائینس کو ان کی جگہ سے چبوترے کے سامنے لائے اور ہز ہائینس نے گرانڈ ماسٹر صاحب کو کورنش ادا کی سکرٹری صاحب نے گرانڈ ماسٹر صاحب سے شاہنشاہ معظم کی سند کو لیا اور پڑھا پھر ہز ہائینس راجہ کوچین کو میز کے پاس لے گئے ان دونو نائٹ کمانڈرز میں سے اس شخص نے جو جونیر تھا سکرٹری صاحب سے اس نشان کو لے کر ہز ہائینس کے زیب تن کیا جس میں تمغہ ٹانکا جاتا ہے پھر سی نیر نائٹ نے سٹار آف دی آرڈر کے تمغے کو سکرٹری سے لے کر اس جگہ لگا دیا اس کے بعد دونو نائٹ کمانڈرز نے ہز ہائینس کو آرڈر کا لباس پہنایا

جب یہ سب ہولیا تو ہز ہائینس کو سکرٹری صاحب پھر چبوترے کے سامنے لائے اور اُنھوں نے حضور گرانڈ ماسٹر صاحب کی خدمت میں کورنش ادا کی اب جونیر نائیٹس اپنی اپنی جگھوں پر جاکر بیٹھ گئے اور انڈر سکرٹری محکمہ فارین نے نائٹ گرانڈ کمانڈر کا کالر میز پر سے اُٹھایا اور نہایت ادب سے گرانڈ ماسٹر صاحب کی خدمت میں پیش کیا گرانڈ ماسٹر صاحب اپنی جگہ پر بیٹھے رہے اور وہ کالر اُنھوں نے ہز ہائینس کو مفصلہ ذیل تقریر سے عطا فرمایا :-

"میں آپ کو حسب الحکم وحسب ایماے جناب شاہنشاہ معظم ہند سٹار آف انڈیا کا معزز و ممتاز تمغہ عطا کرتا ہوں اور آپ کو نائٹ گرانڈ کمانڈر کے اعلےٰ درجے کے خطاب دینے میں حضور ملک معظم نہایت خوش ہیں ؛

جب یہ تقریر ختم ہو چکی تو ہز ہائینس راجہ صاحب نے گرانڈ ماسٹر صاحب کو کورنش ادا کی اور سکرٹری صاحب نے ان کے ہمراہ جاکر ان کو ان کی جگہ پر بٹھایا چونکہ رات تھی اس لئے اس موقع پر جو توپیں اس خطاب کے اعزاز میں چھوٹتیں وہ نہ چلائی گئیں ؛

نائٹ کمانڈر کے تمغہ جات کا عطا کیا جانا

محکمہ فارین کے انڈر سکرٹری صاحب و دو جونیر نائٹ کمانڈر صاحبان ان صاحبان کو جن کو یہ تمغہ جات عطا ہونے تھے ان کی نشستگاہوں سے چار چار کی قطار میں چبوترے کے سامنے لائے اور سکرٹری صاحب ہر ایک

کو فرداً فرداً کورنش کراتے ہوئے گرانڈ ماسٹر صاحب کے سامنے لے گئے دونو نائٹ کمانڈر سٹار آف دی آرڈر کو سکرٹری سے لے کر ان کی مناسب جگہوں پر ٹانک دیتے تھے اس طرح پر جب تمغہ جات ان کو عطا ہو چکتے تھے سکرٹری صاحب ان کو چبوترے کے سامنے لے جاتے تھے اور سب گرانڈر ماسٹر کو کورنش ادا کرتے تھے اس کے بعد دونو نائٹ کمانڈر اپنی جگہوں پر جاتے تھے گرانڈ ماسٹر صاحب اُن سب کو مفصلۂ ذیل تقریر سے مخاطب کرتے تھے +

"میں آپ کو حسب الحکم و حسب ایمائے شاہنشاہ معظم ہندر سٹار آف انڈیا کا معزز و ممتاز تمغہ عطا کرتا ہوں اور آپ کو اس اعلے درجے کے نائٹ کمانڈر کے خطاب دینے میں حضور ملک معظم بڑے خوش ہیں" +

اس کے بعد انڈر سکرٹری نہایت ادب سے تمغے گرانڈ ماسٹر صاحب کی خدمت میں پیش کرتے تھے تاکہ وہ ہر شخص کو عطا فرمائیں جب چاروں کو تمغے مل جاتے تھے تو سکرٹری صاحب اُن کو کورنش کراتے ہوئے اُلٹے پاؤں ان کی جگہ پر لے جاتے تھے پھر انڈر سکرٹری مع دو جونیر نائٹ کمانڈر کے دوسرے چار شخصوں کو لے جاتے تھے وہ بھی اسی طرح تمغہ جات حاصل کر کے اپنی اپنی جگہوں پر جا بیٹھتے تھے +

کمپنیوں کو تمغہ جات کا ملنا

جب نائٹ کمانڈر تمغے حاصل کر چکے تو سکرٹری نے تیسرے درجے

کے آرڈرز گرانڈ ماسٹر صاحب کی خدمت میں پیش کئے جن حضرات کو یہ
تمغے ملنے والے تھے وہ بطریق مذکورہ بالا تین تین دفعہ کورنش کرتے ہوئے
چبوترے کے سامنے لائے جاتے تھے سکرٹری صاحب ہر شخص کا نام لیکر
پیش کرتے تھے یہاں بھی کورنش کرنا پڑتا تھا اور جب گرانڈ ماسٹر صاحب
تمغہ عطا فرماتے تھے پھر کورنش ادا کی جاتی تھی المختصر اسی طرح جب تک سب
کو تمغے نہ مل جاتے تھے ہر شخص کھڑا رہتا تھا جب پانچوں شخص تمغے پا جاتے
تھے تو اسی طرح انڈر سکرٹری کی وساطت سے اُلٹے پاؤں کورنش کرتے ہوئے
اپنی اپنی جگھوں پر جاکر بیٹھ جاتے تھے اسی طرح سے سب کمپنین کو تمغے دئے
گئے جب یہ سب ختم ہو چکا تو سکرٹری نے گرانڈ ماسٹر صاحب کی خدمت میں عرض
کیا کہ اب اس سلسلۂ خطابات میں اور کوئی کام باقی نہیں ہے اس پر سب
صاحبان کھڑے ہو گئے اور جب تک کہ حضور وایسرائے صاحب و
رائل ہائینس ڈیوک آف کناٹ صاحب مع راجہ صاحب نابھ و
مہاراجہ صاحب جے پور و مہاراجہ صاحب ٹراونکور مع ملازموں
کے ہال سے ڈریسنگ روم یعنی اس کمرے میں جہاں لباس پہنتے تھے جب تک
تشریف نہ لے گئے کھڑے رہے ان کا جلوس اس ترتیب سے گیا۔

انڈر سکرٹری دول خارجہ

سکرٹری آف آرڈر

ایڈیکانگ وایسرائے صاحب — ایڈیکانگ وایسرائے صاحب

ملٹری سکرٹری وایسرائے صاحب — پرائیویٹ سکرٹری وایسرائے صاحب

ہز ایکسیلینسی دی گرانڈ ماسٹر صاحب

مع دو پیج بقا

ایڈیکانگ وایسرائے صاحب — سرجن صاحب وایسرائے

ایڈیکانگ وایسرائے صاحب — ایڈیکانگ وایسرائے صاحب

دیسی ایڈیکانگ صاحب — دیسی ایڈیکانگ صاحب

افسر رائل سٹاف

رائل ہائینس ڈیوک آف کناٹ

ہر دو پیج سابقہ

سٹاف ہز رائل ہائینس

ہز ہائینس راجہ صاحب نابھ

ہر دو ملازم راجہ صاحب

ہز ہائینس مہاراجہ جے پور

ہر دو ملازم راجہ صاحب

ہز ہائینس مہاراجہ ٹراونکور

ہر دو ملازم راجہ صاحب

جب حضور گرانڈ ماسٹر صاحب و حضور ڈیوک آف کناٹ صاحب جا رہے تھے تو گرانڈ مارچ کا گیت باجے میں گایا جاتا تھا ۔

آرڈر انڈین ایمپائر کا عطا کیا جانا

حضور گرانڈ ماسٹر صاحب رائل ہائینس ڈیوک آف کناٹ صاحب نے سٹار آف انڈیا کے لباس کو اُتار کر آرڈر آف دی انڈین ایمپائر کا لباس زیب تن کیا ان سے پہلے مہاراجہ صاحب نابھ و مہاراجہ صاحب جے پور و مہاراجہ صاحب ٹراونکور مع اپنے ملازمین کے نکل کر اپنی اپنی جگہوں پر آبیٹھے حضور گرانڈ ماسٹر صاحب بہ ترتیب ذیل پھر ہال میں تشریف لاکر رونق افروز ہوئے :-

محکمہ فارین کا انڈر سکرٹری

سکرٹری آف آرڈر

ہز ہائینس مہاراجہ صاحب ٹراونکور

ہر دو ملازم راجہ صاحب

ہز ہائینس مہاراجہ صاحب جے پور

ہر دو ملازم راجہ صاحب

افسر رائل سٹاف

رائل ہائینس ڈیوک آف کناٹ

ہر دو پیچ سابقہ

سٹاف ہز رائل ہائینس صاحب

ایڈیکانگ وائسرائے صاحب	ایڈیکانگ لیسرائے صاحب
ملیٹری سکرٹری وائسرائے صاحب	پرائیویٹ سکرٹری وائسرائے صاحب

حضور گرانڈ ڈیوک صاحب

ہر دو پیچ بقایا

ایڈیکانگ وائسرائے صاحب	سرجن وائسرائے صاحب
ایضاً	ایڈیکانگ وائسرائے صاحب
دیسی ایڈیکانگ وائسرائے صاحب	دیسی ایڈیکانگ وائسرائے صاحب

جب گرانڈ ماسٹر صاحب بیٹھ چکے تو سکرٹری صاحب نے ان کی خدمت میں عرض کیا کہ تین نائٹ گرانڈ کمانڈر اور آٹھ نائٹ کمانڈر اور ۲۶ کمپینین کو معزز و ممتاز آرڈر عطا کیا جاتا ہے۔ الغرض یہ تمغہ جات بھی ان ہر سہ قسم کے لوگوں کو اُسی شان و شوکت سے عطا کئے گئے اور مجھ کو بھی اسی طرح سے سی۔ آئی۔ ای کا تمغہ عطا ہُوا۔ جب عطائے تمغہ جات سے فراغت ملی تو سکرٹری صاحب نے گرانڈ ماسٹر صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ اب کل کام ختم ہو چکا ہے حضور گرانڈ ماسٹر صاحب نے کھڑے ہو کر ان سے کہا کہ وہ سب سے کہدیں کہ جلسے کا خاتمہ ہُوا حاضرین بھی اس وقت تک کھڑے رہے جب تک کہ

گرانڈ ماسٹر صاحب کھڑے رہے پھر یہاں سے حضور وایسرائے صاحب و ڈیوک صاحب کپڑے پہننے والے کمرے میں تشریف لے گئے اور اپنا لباس اُتارا اور جس شان سے آئے تھے اسی طرح اپنے قیام گاہ کو تشریف لے گئے اس کے بعد والیان ریاست اور ہم لوگ بھی اپنے اپنے کمپ کی طرف روانہ ہوئے حضور والائے دکن صاحب کو وایسرائے صاحب بہادر گرانڈ کراس آف دی باتھ کا خاص تمغہ ۹۔ جنوری کی شام کو ایک بڑے ریسیپشن کے ساتھ عطا کرینگے اور اس جلسے میں والیان ریاست بھی شریک ہونگے راستے میں سبز منڈی سے گزرے یہ وہ راستہ ہے جو پنجاب کمپ کے لئے مخصوص ہے اس راستے پر چھڑکاؤ اور روشنی کا انتظام بالکل نہیں ہے اور اگر ہماری گاڑی کے سامنے کے اردلی سوار نہ ہوتے تو شاید راہ چلنا مشکل ہوتا گو بہت احتیاط سے جا رہے ہیں اس پر بھی میرے ان سواروں میں جو گاڑی کے عقب میں ہیں ایک سوار گاڑی سے کچل گیا ہوتا مگر اس کی پھرتی اور چالاکی اس کی نجات کا باعث ہوئی ایک بجے شب کے قریب اپنے خیمے میں پہنچا۔

یہاں بہتر معلوم ہوتا ہے کہ ان معزز و ممتاز خطابوں کی نسبت جو ہمارے عادل و مہربان شاہنشاہ معظم ہند اپنے لطف و مہربانی سے یہاں کے باشندوں کو عطا کرتے ہیں کچھ حال عام لوگوں کے سمجھنے کے لئے بیان کیا جائے دو قسم کے خطابات یہاں دئے جاتے ہیں جو اس نقشے سے

اچھی طرح سے سمجھ میں آ سکتے ہیں :-

خطابات سٹار آف انڈیا

قسم اوّل — جی-سی-ایس-آئی

یعنی

نائٹ گرانڈ کمانڈر سٹار آف انڈیا

بمعنی

ستارۂ ہند کا بہادر اعلےٰ افسر

قسم دوم - کے - سی - ایس - آئی

یعنی

نائٹ کمانڈر سٹار آف انڈیا

بمعنی

ستارۂ ہند کا بہادر افسر

قسم سوم - سی - ایس - آئی

یعنی

کمپینین آف دی سٹار آف انڈیا

بمعنی

مشیر ستارۂ ہند

خطابات آرڈر آف دی انڈین ایمپائر

قسم اوّل — جی-سی-آئی-ای

یعنی

نائٹ گرانڈ کمانڈر آف انڈین ایمپائر

بمعنی

سلطنت ہند کا بہادر اعلےٰ افسر

قسم دوم - کے - سی - آئی - ای

یعنی

نائٹ کمانڈر آف انڈین ایمپائر

بمعنی

سلطنت ہند کا بہادر افسر

قسم سوم - سی - آئی - ای

یعنی

کمپینین آف دی انڈین ایمپائر

بمعنی

مشیر سلطنت ہند

خطابات آرڈر آف دی انڈین ایمپائر کی تعداد درجۂ اوّل میں ۳۲ ہے اور درجۂ دوم میں ۸۲ تھی مگر شاہنشاہ معظم نے اپنی تاج پوشی کے موقع پر ۱۹۰۲ء میں بڑھا کر ۹۲ کر دی درجہ سوم میں ہر سال صرف بیس آدمی نامزد ہوتے رہینگے مگر ۱۹۰۳ء میں بہ سبب تاج پوشی ۲۰ کے بجائے ۴۰ نئے کئے گئے تھے ۔

۴۔ جنوری ۱۹۰۳ء بروز یکشنبہ

آج دوپہر کو فوجی کرتب کے دیکھنے کے لئے گیا جو ایمفی تھیئیٹر کے مقابل میدان میں ہے حضور ڈیوک آف کناٹ صاحب بھی وہاں تشریف لائے آج لوگوں کا اس لئے بکثرت انبوہ نہیں ہے کیونکہ کل جمعیت دو حصص میں تقسیم ہو گئی ہے یعنی بعض اشخاص پولو کو دیکھنے گئے ہیں اور بعض اس جگہ آئے ہیں یہاں فوجوں نے سیکشنوں میں وایسرائے کپ کے جیتنے کے لئے نیزہ بازی کی اس جگہ پانچ مختلف جماعتیں ہیں یعنی دوسرا پنجابی رسالہ تیرھواں بنگال رسالہ۔ ۱۴ حیدر آباد امپیریل رسالہ تیسرا بنگال رسالہ ۵ اشنگال رسالہ۔ پہلے بار میں پنجابی ٹیم نے چار میخوں میں سے تین کو اڑایا لیکن تیرھویں نے صرف ایک میخ اڑائی باقیوں نے تین تین میخیں اڑائیں دوسری نوبت میں بھی پنجابی رسالہ نے تین میخیں اڑائیں اور حیدر آباد والی ٹیم نے بھی تین اس طرح سے پنجابی رسالہ جیتا اور تیسرا بنگال رسالہ

دوسرے درجے پر رہا اس کے بعد اور اور ہنر دکھائے گئے اور وہ پھرتی
اور چستی کام میں لائی گئی جیسا کہ سپاہیوں اور سواروں کو لازم ہے یہاں
سے دو گھنٹے تماشا دیکھنے کے بعد میں کمپ کو واپس گیا چونکہ آج شام کو نواب راجہ
جعفر علیخاں صاحب ولد راجہ باقر علیخاں صاحب مرحوم والئی پنڈراول ضلع بلند شہر
نے میری اور میرے کُل اہل کیمپ کی دعوت کی ہے اسلئے وہاں گیا ان کے
خاندان کا تعلق ہمارے خاندان سے ایک مدّت سے چلا آتا ہے یہ ایک
قابل اور صالح جوان ہیں مزاج میں انکساری ہے خیمے کو اچھی طرح آراستہ
کیا تھا دعوت بھی نہایت پر تکلف تھی کھانے سے فارغ ہو کر تھوڑی دیر
تک اختلاط کے بعد میں واپس ہوا

۵- جنوری ۱۹۰۳ء بروز دوشنبہ

آج صبح کو گیارہ بجے کے بعد حضور نواب لفٹیننٹ گورنر صاحب بہادر پنجاب
پنجاب کمپ میں رؤسائے پنجاب کی ملاقات کے لئے تشریف لائے میرے
کمپ کے قریب ہی ان کے لئے خاص شامیانہ نصب کیا گیا ہم سب لوگوں
نے ہز آنر صاحب سے ملاقات کی اثنائے گفتگو میں میں نے ان سے ظاہر
کیا کہ چونکہ میری طبیعت بہ سبب کھانسی کے ناساز ہے اس لئے میں سردی
میں ٹھیر نہیں سکتا میرا ارادہ ہے کہ کل لاہور جاؤں انھوں نے فرمایا کہ آپ
ضرور جائیں ایسا نہ ہو کہ زیادہ بیمار ہو جائیں جب ہز آنر صاحب تشریف

لے گئے، ہم سب اپنے اپنے خیموں کو واپس آئے میں نے اپنے ملازمین کو حکم دیا کہ کل لاہور جانے کی تیّاری کریں اور اسباب وغیرہ کو باندھیں۔ مسٹر ٹیلر ڈپٹی مینجر صاحب کو چٹھی لکھی کہ میرے لئے سیلون ریزرو کریں اُنھوں نے کمال مہربانی سے گاڑی ریزرو کرادی غرض آج سارا دن سفر کی تیّاری میں گزرا شام کو غروب آفتاب کے وقت روانہ ہوا ساری رات سفر کرنے کے بعد دوسرے دن گیارہ بجے لاہور پہنچا. جہاں بہت سے معزز احباب ریلوے سٹیشن پر تشریف فرما تھے ہر ایک صاحب سے ملاقات کرنے کے بعد **مبارک حویلی** اپنی قیام گاہ میں آیا اور آج تاج پوشی کا سفر پورے طور سے ختم ہوا میں بھی اپنے ناظرین کو خدا حافظ کہتا ہوں اور سفرنامے کو ختم کرتا ہوں +

تمت بالخیر

قطعات تاریخ

من نتائج افکار زرنگار شعرائے کامگار و فضلائے نامدار

درباره

تاریخ تالیف و طبع سفرنامہ یورپ یعنی

سیاحت فتح خانی

بسم الله الرحمن الرحیم

من تصنیف جناب فخر العلماء مولوی بخشش علی صاحب نحیف قرشی
متوطن موضع اسنڈ پرگنہ سدھور ضلع بارہ بنکی ملک اودھ

بده ساقیا ساغر پاستانی — که پیری کند سیر باغِ جوانی
مئے کامده شاهدِ پاکے آں — سقاهم بفرمان سبع المثانی
نیم طالبِ بوسۂ دخترِ رز — ولائے علیؑ هست حرم جنانی
دلِ من ز اُم الخبایث نفور است — که فرزندِ او هست ابلیس ثانی
رحیقے کزاں روز بہ یافت سلمان — بارشادِ منّا علیِ علائی
خمم کوثر و سلسبیل و طهور است — میم حبّ آلِ رسولِ زمانی
چو یک جرعہ زاں شد نوش جانم — کنم دعوتِ دوستدارانِ جانی

کشم گنج گوهر نثاری ز نظمم | سفینه سفینه ز بحر بیانی
برم بر در مدح نواب ذی شان | یل خانلو صاحب عز و شانی
معرف بفتح علی خان بهادر | قزلباش زرین کله شیرانی
مخاطب به بی آئی ای آز بل | مشیر شهنشاه هندوستانی
علم بر فراز مضامین روشن | سپهدار فتاح ملک معانی
گهر سنج میزان نظم فصاحت | ز سحبان فزون در بلیغ اللسانی
به حکمت چو لقمان به عفت چو سلمان | بود مالک اشتر بشمشیررانی
رزین رای و حکمتش را گواه است | کلامش چو مهر و مه آسمانی
سفرنامهٔ یوروپ پیش نظر کن | چه حاجت بیان را به رمز عیانی
ذهاب و ایابش ز پنجاب و یوروپ | به مهمانی قیصر هندثانی
ز کیفیت محفل تاج پوشی | سلام شهنشه کلام زبانی
ز رود اد راه بحار و صحاری | بلاد و قری طول و عرض کلانی
صنایع بدایع خدای و انسی | سه گانه موالید و اشکال جانی
دگر هر چه دید و شنیده نوشته | مفصل مصدق به شیرین زبانی
به نثرش در نثر نثرا نثار است | به نظمش ثریا ست خاندانی
خطوط جداول بقرطاس بیضا | چمن یافت گنگ را در میانی
بکرسی الماس کاغذ حروفش | به لندن ملیحان هندوستانی

سطورش به اطراف بین السطورش	خضر بر لب چشمهٔ زندگانی
بتازی و ترکی و هندی و سندهی	به انگریزی و فارسی اصفهانی
به تحریر و تقریر هر چند دارد	کمالِ خداداد با رمزدانی
ولے جود خُلقِ کریمش عمیم است	چو باران بحق اقاصی ادانی
ازین و مرا این خوان نعمت کشاده	به اردو معلے زہے میزبانی
غذایش ہمہ قوتِ روح دانش	ز حلوائے الفاظ و شہد معانی
مضامین علویش چوں من و سلوی	بہ نعمائے رزاق عالم نشانی
کتابے عجیبے است اندر طرازی	خجالت دہ نقش ارژنگ مانی
بنازم باعجاز میراب کلکش	بہ یک کوزہ یافت دریا روانی
بچشمِ بصیرت ہر آنکس کہ دیدش	بہر صفحہ یافت سیرِ جہانی
چنی باغ دائم بہارے کہ دیدہ	بہشتے است باقی مبرا ز فانی
قلمبند گلزار حکمت نشاندہ	الفہا چو سرسبز سروِ چمانی
ز بابش بیداریٔ بخت باز است	ز جیمش جلی جبۂ جان جانی
ز دالش دلیل در دین و دولت	ز ہا ہوش ہو طاعت پنجگانی
ز واوش ولائے ولی و وفا ہست	ز زا زہد زیبایش زندگانی
بہشتے است جایش با عدد انگہ	ز طا طاقت و طوق طغرل طغانی
ز یایش یوسف سراپا یاری	ز کافش کرم را کلاہ کیانی

قدِ شاہداں را بود لام و میمش — درازی شبِ زلف تنگی دہانی

مہ نو ز نونش ولے نقطہ معنی — بود زہرہ در برج حوت اقترانی

ز سینش بود سلکِ دندان دلبر — ز عینش رُخ عشرت عاشقانی

ز فا افسرِ فتح فیضِ فتوت — رُخ صاد صبح صداقت معانی

قبول است از قاف تا قاف فیش — ز راروے رزق است احسن رسانی

رُخ شمس شین تاج تکمیل تابیش — ثوابت ز ثا ثابتِ روشنانی

ز خا خیر خوبی خرد یافت افسر — کلاہِ ذہب ذال از ذکر خوانی

ز ضادش ضمینِ ضیا ضمیر است — ز طا ظلم را سر علم در تہوانی

ہزارش ز عینش بلفظِ عرب بیں — ولے حبّ گل بنیانش نہانی

دلا تا کجا تاختن در ارض حدّت — نحیفی و نادیں رہ کے توانی

ثنائے مؤلف ز تالیف پیدا است — درخشاں چو مہر و مہ آسمانی

کلامش شہنشاہِ ملکِ کلام است — سخن یافت زو افسر خسروانی

ز آغاز و انجام این نظم روشن — بنجامہ ز تاریخ دہ دُر فشانی

بزیر و زبر بینہ ابتدائیش — سن[1] ہ فروغ دل و فتح خانی

ز خورشید عقل و ز خیر الصیّات — سن احمدی صرف زیر اَبدانی

سنہ ۱۳۲۰ھ — سنہ ۱۳۲۰ھ — سنہ ۱۳۲۰ھ — سنہ ۱۳۲۰ھ

---

[1] سنه فا تا حا خا الف نون یا

۸۱ × ۴۰۱ × ۹ × ۶۰۱ × ۱۱۱ × ۱۰۶ × ۱۱ = ۱۳۲۰ ہجری

سن وِل ختمش عظیم السیر داں (سنہ ۱۳۲۰ھ) — وسیر العظیم است بادشہ ربانی (سنہ ۱۳۲۰ھ)

سن عیسوی وال تاج البلاغت — باجد نظر کن توئی قدردانی

ولے نسخہ دُرِ تاج احمدی سن — بلا روے انکار طبعاً بخوانی

(سنہ ۱۳۲۲ھ) باسقاط یک عدد باشارہ انکار ۱۲

الٰہی بحق دہ و چار نورست — سلامٌ علیہم نفی کُل آنی

اولوالعزم نوّاب جوہر شناسم — بود زندہ باحشمت جاودانی

بہ اولاد و احفاد و خویشان و واگہ — بود جلوۂ مسندِ شادمانی

بہ تالیف او رتبہ دہ کہ باشد — عزیز بردل خاص و عام جہانی

نحیفم نگاہے زبخشش علیّا — ازیں در بدر بارِ دیگر نہ رانی

لقد تم ہذا کلام نحیف — بنظمٍ یُطیب کصوت الاغانی

دہم[1] روز میلاد شاہ ولایت — بحینٍ سعید و خیر الزمانی

سن ختم ایں نظم گفتا سروشے

فقل کان تقریظ و حسن البیانی

سنہ ۱۳۲۱ھ

[1] مراد از ۲۳ ماہ رجب زیرا کہ ولادت باسعادت جناب شاہ ولایت بتاریخ ۱۳ ماہ مذکور بوقوع آمدہ فافہم ۱۲

از نتائج طبع جناب معلے القاب سعادت مآب و سیادت انتسا یعنی آغا سید منشی اصغر حسین صاحب بارھوی متخلص بہ اصغر سکنہ موضع سید نگر ضلع گوجرانوالہ

کتاب است این کہ بستان مطالب ۔۔۔ کتاب است این کہ گلزار مضامین
گل افشانی نمود از بسکہ خامہ ۔۔۔ چو صحن باغ شد ہر صفحہ رنگین
ورق از فیض رنگینیٔ طبع است ۔۔۔ جواب گوشۂ دامان گلچین
عجب باغیست سرسبز و شگفتہ ۔۔۔ بسان خلد با صد زیب و تزئین
ورق برگ و خیابان فصل و بابش ۔۔۔ نقاطش خوشۂ انگور و پروین
خط ریحاں کہ فرش سبزۂ اوست ۔۔۔ نگہ دائم برو در خواب شیرین
رواں نہریست ہر جدول تو گوئی ۔۔۔ دہاں مدح زو شد گوہر آگین
بود مضمون تازہ غنچۂ او ۔۔۔ گلش لفظ است و بو معنیٔ رنگین
حواشی مثل سبزہ بر لب جو است ۔۔۔ کہ دل را از و بود تفریح و تسکین
بود بین السطورش با صبا کرد ۔۔۔ میان سنبلستاں فرش نسرین

مگر از صفحه روئیده حروفش — که دارد حسنِ شاخ و برگِ یقطیں
خوشا باغ و ہمایوں باغبانش — که گلزارِ سخن زو یافت تزئیں
خراماں سروِ بستانِ وجاہت — بہارِ گلستانِ جاه و تمکیں
چه پرسی از صفاے شہرِ لاہور — که فیضِ طینتِ او بسته آئیں
دعاے می کنم از بہرِ ہر دو — زمین و آسماں گویند آمیں
نگہدارد چمن آراے دہرش — ز آسیبِ نگاهِ چشمِ بدبیں
وقار و عز و شانِ او فزوں باد — بہر ساعت بہر لحظه بہر حیں
ز گل تاریخ سالش جستم اصغر — میانِ باغِ فکرِ تازه آئیں

شنیدم از لبِ بلبل ترانه
که چیده گلستانِ یورپ است ناب
۱۳۲۲

از نتائجِ طبعِ فضل الاطبا جناب منشی نوروز علی خان صاحب
متخلص به علی لاہوری

ز تصنیفِ مصنف این عجاله — با ہلِ ہند عزت بر فزودی
در بغا شد ز ہندوستان ضائع — لہذا ملکِ یورپ را ستودی
علی ہنگامِ تصنیفش بگفتا — تہ بے گلگشتِ یورپ را نمودی
۱۳۲۱

از نتائج طبع سفرنامہ چکیدہ کلک گہر سلک سرآمد شعرائے انام

صاحب العزو الاحتشام جناب محمد بادشاہ حسین خان صاحب رضا

المتخلص بہ کلام رئیس دبینہ ضلع سیتاپور

لوحش اللہ زیں کتابے کز کمال عزوشاں
صنعت پروردگار وقدرت داور بود

گرچہ باشد یک سیاحت نامۂ یورپ بدہر
لیک از جملہ تواریخ جہاں بہتر بود

بکر مدحش در نزاع عقل و علم آمد لیسہ
ہمچو آں یک زن کہ در آغوش دو شوہر بود

مے برد لطف سیاحت در جہاں بینندہ اش
ہر زماں پیش نظر احوال ہر کشور بود

خواستم تاریخ سال طبع از ہاتف کلام
گفت جام خسرو و مرآت اسکندر بود

۱۹۰۴ء

از نتائج طبع وقاد و ذہن نقاد شاعر نازک خیال
طبیب عدیم المثال جناب حکیم محمد فدا حسین خاں صاحب
المتخلص بہ سعید رئیس موضع دبسینہ ضلع سیتاپور

خوش کتاب است ایں کہ ہر کس مدح او — ز انڈیا تا کشور یورپ نوشت
آں یکے عنواں صنع ہند گفت — واں دگر سر دفتر یورپ نوشت
رفعتِ شان و فروغش ہر کہ دید — آسماں نیّر یورپ نوشت
آنکہ قدر و قیمتش دریافتہ — معدن سیم و زر یورپ نوشت
چشم از سیر و تماشاے عجیب — نقشۂ بحر و بر یورپ نوشت
جوہری عقل آب و تاب او — دید و غلطاں گوہر یورپ نوشت
فلسفیِ ذہن از حیرت ورا — گہ عرض گہ جوہر یورپ نوشت

سال طبعش بر ورق کلک سعید
واقعات کشور یورپ نوشت

۱۳۲۲ھ

از نتائج طبع افضل الاطبا جناب منشی نور علی خانصاحب متخلص بہ علی لاہوری (مندرجہ صفحہ ۳۶)

چو خانِ آنر یبل زد رقم با حسن معنی ہا
بحالات سفر اکنوں کتاب خوب نیکوئی

لآلے مضامینش نداند ہر کسے حقا
بداند قدر ایں گوہر سخندانِ سخنگوئی

مشام جانِ احبابش معطر چوں چمن گشتہ
زگلہاے مضامینِ شگرفِ یاسمن بوئی

ندا زد ہاتفِ غیبی علی افگن سرِ اعدا
بگو تاریخ طبعش را زہے مرغوبِ دلجوئی

۱۳۲۲

من تصنیف جناب شمس الحکما حکیم محمد حامد حسین خاں صاحب سخن صانہ اللہ عن کل آفات الزمن

بارک اللہ کیا سفر نامہ چھپا لاہور میں
چشم و گوش دہر نے دیکھا نہ مثل اس کا سنا

ہے زباں کو یہ تردد وصف اس کا کیا کرے
سر بزانو خامہ ہے اس فکر میں لکھے تو کیا

ہو نہیں سکتا پسندِ خاطرِ جدت پسند
ہے قدیم ایام سے رائج جو عنوانِ ثنا

استعارات اور تشبیہات بیجا و فضول
ایک مدت سے انہیں پر شاعری کی ہے بنا

لکھدیا نازک ہیں برگ گل سے اوراقِ کتاب
کہدیا ہر صفحہ ہے نزہت میں باغ پر فضا

ہو کے لفظوں میں نہاں معنی شمیم گل ہوئے
صوت بلبل بن گئی کاغذ پہ خامہ کی صدا

اور اگر بڑھکر روانی پر طبیعت آگئی
جدولوں سے گھٹ گیا نہر چمن کا مرتبا

ناز پھر یہ نقطوں کو انجم سے کیا تشبیہ دی
تارے گویا توڑ لائے آسماں سے برملا

جال حرفوں کا تو پیچھے بن کے ہوتا ہے درست
پھنسنے کو آتا ہے پہلے طائرِ ذہنِ رسا

آنکھ میں ان شاعروں کی نجم ہے ذرہ سے کم
نیّرِ تاباں سے بڑھکر روشنی میں ہے سہا

دیکھیے یہ حشت تو کوئی وقت ذکر سعد و نحس
ہے پرِ زاغ بیاباں سے بھی کم بالِ ہما

شہرۂ جود و سخا ممدوح کا سن لے اگر
سب سے پہلے آکے دروازے پہ حاتم دے صدا

کیا سفاہت ہے کہ فرق ادنے و اعلے میں نہیں
ہے برابر افسرِ شاہی و کشکولِ گدا

انتہا کا کاٹ دکھلائیگی جب شمشیر تیز
شہپرِ جبریل ہی سے ہوگی اس کی ابتدا

اتنی کی دربانی و آئینہ داری خلق کی
ہوش دارا و سکندر کے نہیں اب تک بجا

اے معاذ اللہ چولیں ہل گئیں اس کی تمام
اس قدر نعروں سے لرزہ میں رہا عرشِ خدا

سرکشی اہلِ زمیں کرتے ہیں گردوں کیا کرے
جبہ فرسائی ہی سے مہلت نہیں اس کو ذرا

کی جو پیمائش کبھی اک تار موئے زلف سے
کم ہزاروں ہاتھ ٹھیری عمرِ خضرِ رہنما

بڑھ گیا ہے الغرض اس درجہ اغراق و غلو
نظم میں اب واقعیت کا نہیں ملتا پتا

یہ غرض ہے شعر موزوں ہو کسی عنوان سے
مطلب اس سے ہے کہ مطلب ہو کسی صورت ادا

شاعری میں اس کی گویا کچھ ضرورت ہی نہیں
کیا ہے حسن و قبح کس کو کہتے ہیں اچھا برا

کہدیا بے سمجھے بوجھے آگیا جو ذہن میں
کیا کہوں میں اور ان نافہموں سے سمجھے خدا

لطف تو یہ ہے کہ ہے تقلید اصل فن مگر
دیکھیے جس کو اسے تحقیق کا ہے ادعا

شاعران ماسبق نے لکھ دیا جو وقت نظم ہو گیا ان کے لئے کا وحی من فوق السما

گر اسی کا شاعری ہے نام تو اُس کو سلام ہے یہی طرز ثنا تو واے بر طرزِ ثنا

صاف کہتا ہوں طریقہ یہ نہیں مجھکو پسند لوگ سب اچھا کہیں اس میں مجھے چاہئے بُرا

کیوں کہوں مجموعہ دلہاے عاشق ہے کتاب کیوں بناؤں مفت شیرازہ کو زلف دلربا

مانگ سے تشبیہ دے پاپوش ہر اک فرق کو گیسوے جاناں کہے ہر سطر کو میری بلا

اس کی حاجت کیا تعریف مصنف کیلئے منشیِ گردوں کو میں بیگار پکڑوں بیخطا

کیا ضرورت ہے کہ وقتِ ذکر ایوانِ رفیع گر پڑے سر سے کلاہ ساکن عرشِ علا

چاہئے ایسا بیان واقعی سُن کر جسے ہو بلند آواز تحسین و صداے مرحبا

ہے عجب کیوں اپنے دعوے کا میں دیتا ہوں ثبوت ہو کے منصف عقل خود کر دیگی اس کا فیصلا

اس سفرنامے میں ہیں مرقوم سچے واقعات ہے مخالف اس کی ہر تقریر کذب و افترا

ذکر با طرز عبارت نظم مضمون دلفریب خوبیٔ تقریر دلکش حسن بندش دلکشا

قابلیت صرف کی ہے اسکے لکھنے میں عجیب حق کیا تصنیف کا گویا مصنف نے ادا

دل نہ ہو برخاستہ الفاظ کی ایسی نشست جی نہ گھبرائے کبھی وہ حسن معنی و صفا

ہے مذاق اہل دنیا کے موافق یہ کتاب خوان نعمت کی طرح ہر قسم کا حاصل مزا

واسطے لڑکوں کے ہے کھیل اور تماشوں کا بیان نوجوانوں کے لئے ذکر بتانِ دلربا

ذہن کو جودت ہو ذکر علم و حکمت اس قدر عقل کو حیرت ہو رائیں ایسی صائب جا بجا

گہ تنزل کا نفاق باہمی پر ہے مدار اتفاق قوم پر ہے گہ ترقی کی بنا

ہوتی ہے ترمیم قانونِ تجارت کی کہیں
پیش ہے تعلیم نسوان کا کسی جا مسئلا

گہ نظر اصلاح کی اخلاق اور تہذیب پر
صحبتِ بد کے مقاصد کا کبھی ہے تذکرا

اک طرف راہیں دکھائی جاتی ہیں تعلیم کی
ہو رہا ہے طے کہیں بیرسٹری کا مرحلا

مدرسوں اور کارخانوں کا کسی جا ہے بیاں
ہے کہیں ذکر عمارات و پل و مہمانسرا

صاف اور شفاف نہریں ہیں کسی جا موج زن
آتی ہے جھیلوں کی جانب سے کہیں ٹھنڈی ہوا

جلوہ افزا اک طرف ہیں نازنینانِ فرنگ
ایک جانب نوجوانانِ ملیح انڈیا

نازک اندامانِ پیرس کا کسی جانب ہجوم
ہے پری رویانِ لنڈن کا کسی جا جمگھٹا

پارلیمنٹ اک طرف دکھلاتی ہے اپنی بہار
گلستانِ بیخزاں کی طرح سے آراستا

جشنِ عالی شانِ لنڈن کا کہیں دلچسپ سین
ہے کہیں نظارہ دربارِ دہلی خوشنما

قاعدے سے لشکرِ شاہی ہے صف بستہ کہیں
شورِ نعروں کا کسی جانب ہے باجوں کی صدا

اک طرف استادہ جنٹلمین فخرِ انگلینڈ
اور مہمانانِ شاہی اک طرف رونق فزا

کھینچ دی ہر رنگ کی تصویر باتوں باتوں میں
خامۂ مانی زباں گو گر کہیں تو ہے بجا

لطف یوں آتا ہے پڑھنے والے کو ہر ذکر میں
جس طرح پیشِ نظر ہوتا ہے کوئی واقعا

کہنے کو جو چاہے یوں کہہ دے ہے پر انصاف شرط
آج تک ایسا سفرنامہ نہ دنیا میں چھپا

حق یہ ہے تاریخ عالم میں نہیں اس کا نظیر
ہو نہیں سکتا کبھی باطل یہ میرا ادعا

قصد جب تاریخ لکھنے کا کیا میں نے سخن
یک بیک گھبرا کے دی ہاتف نے گردوں سے صدا

دھیان کا نقشِ دہلی و لنڈن کا ہے
جزو اعظم میں یہی دیوان میں نے چون و چرا

ناخنِ فکرِ رسا کو تھوڑی زحمت گو ہوئی | عقدۂ مشکل تھا آسانی سے لیکن حل ہوا

اس طرح تصویر کھینچی ہے نئے سال طبع کی
ہے یہ جشن دہلی و لنڈن کا فوٹو دلربا
۱۳۲۲ھ

از نتائج افکار فخر شعرائے زمان نکتہ شناس
و نکتہ داں جناب سید عابد حسین خاں صاحب اختر
رئیس فتح پور ضلع بارہ بنکی شاگرد سخن

مصنف اس سفر نامے کے وہ نواب ذی شاں ہیں
ادب سے جن کے گردن نشئے گردوں نے بھی خم کی
مقابل ان کے جرأت میں عدالت میں سخاوت میں
نہ رستم کی حقیقت ہے نہ کسرے کی نہ حاتم کی
ہے دور جام عشرت رات دن اس طرح محفل میں
اگر ہوتا تو رہتی آنکھ نیچی شرم سے جم کی

ہؤا مرقوم یوں حال سفر اقلیم یورپ کا
نظر سے گر گئی تاریخ ذو القرنین اعظم کی
یہ مجموعہ نہیں منظر ہے دُنیا بھر کے شہروں کا
نصیب آنکھوں کو گھر بیٹھے ہوئی گیا سیر ہر دم کی
لکھا حیرت میں آکر خوب سال طبع اختر نے
یہ پاکیزہ سفرنامہ ہے یا تاریخ عالم کی
۱۹۰۴

از نتائج طبع سخندان و سخنور
جناب سید عباس حسین صاحب المتخلص بہ اثر
متوطن ضلع سیتاپور شاگرد سخن

نزید آنکہ در خواب کس مثل او	کتاب سفرنامۂ یورپ است
اثر سال طبعش بہ فصلی نوشت	سفرنامہ افسانہ یورپ است

۱۳۱۱ فصلی

از نتائج طبع جناب منشی سید باقر حسین صاحب مختار

ریاست نواب گنج علی آباد ضلع بھرائچ

المتخلص بہ فغاں

چھپا ایسا سفرنامہ یہ نادر — کہ ہر اک دل کو ہے مطبوع و مرغوب
مقاصد ہیں کہ جو مقصودِ خاطر — مطالب ایسے جو عالم کو مطلوب
بیاں اچھا نیا اندازِ تحریر — پسندیدہ عبارت طرفہ اسلوب
دمِ تعریف دوں تشبیہ کس سے — نظر میں ہر مشبہ بہ ہے معیوب
کہوں کیا سروِ کاتب کے قلم کو — ہے اُس سے قوتِ رفتار مغلوب
ہو کیونکر آب گوہر روشنائی — وہ یا بس بحرِ عالم میں ہے مرطوب
گُلوں سے دوں مضامیں کو جو تشبیہ — پھلا کر منہ کہیں غنچہ بھی کیا خوب
نہیں ژولیدگی کا نام اس میں — کہاں سطر اور کہاں گیسوئے محبوب
جہاں رات دن واں شب کو جلوہ — نقاط انجم سے ہوں کس طرح منسوب
غرض تعریف کا ہے حال ظاہر — کہ ہو سکتی نہیں جیسی ہے مطلوب

پھر اب تقریر لاطائل سے حاصل
مناسب ہے مصنّف کو دعا دل
الٰہی تا قیام نظم عالم
نصیب دوستاں ہو عیش و عشرت

اُسے سب بڑ کہینگے مجھ کو مجذوب
کہ ہے یہ ذکر اثر کو دل سے مرغوب
رہیں دُنیا میں کاتب اور مکتوب
عدو دائم رہیں مقہور مغضوب

فغاں تاریخ سال طبع لکھ
سفر نامہ چھپا بے نقص [illegible]
١ ٣ ٢ ٢